فہرست مضامین کتاب تقویۃ الایمان

از رمد دیده حسد شد کور . واز حسد دیده خرد بے نور ؛ حَسَدُ الْمَرْءِ یَاْکُلُ الْحَسَنٰتِ ؛ وَاِنْ اعتاد کسی

سموات ، دائما از لعنت باسد ؛ بر خدا غرض بود حاسد ، کہ چنیں مال و یا منال چرا ؛ فلاں را

کہیں دہ زمرہ ، اللہ ہم کو اور سب مسلمانوں کو حسد کی بری صفت سے بچا کر اپنی پناہ میں رکھے آمین ؛

تمت و تمام شد

واسطے تھیں۔ اب ہماری چھٹی سے کوئی عادت وغیرہ ضرور نہیں کبھی تو یہ طوفان باندھتے ہیں کہ حضرت کے نام سے کندوری یا
خوشامد کی باتیں اور کام کیجئے۔ تو آپ مہربان ہو کر مرادیں بر لاتے ہیں۔ قصہ مختصر اگر بدعتیوں کی سب خرافاتیں اور بدعقیدے
لکھئے۔ تو ایک کتاب ہو جائے۔ اتنا نمونہ بس ہے۔ بھلا ایسے لوگ محمد الرسول اللہ کا معنی کہاں سمجھتے ہیں اس واسطے
مصنف نے ایسوں سے اللہ کی پناہ لی۔ اور نصیحت سمجھ کی دعا مانگی اور پڑھنے والوں کو اشارہ کیا۔ کہ اس کتاب کا پہلا دفتر
جو توحید اور شرک کے بیان میں تھا۔ سو تمام ہو چکا۔ اب آئینہ اتباع سنت کی خوبی اور بدعت کی برائی ہونیوالی ہے۔ سو
یہ بات محمد الرسول اللہ کے معنے سمجھے بغیر حاصل ہونی نہیں۔ اس واسطے اللہ سے دعا مانگئے۔ کہ اس کلمہ کے معنی ہم کو خوب سمجھاوے
اور سنی پاک بناوے۔ آمِین یَا رَبَّ الْعَالَمِین ؛ ش۔ الحمدللہ ؛ تقویۃ الایمان کے پہلے دفتر کی شرح تمام
ہوئی۔ اب اس کے بعد اس کے دوسرے دفتر کی شرح شروع ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس پہلے دفتر میں تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
کا معنی بیان ہو چکا۔ اب دوسرے میں محمد رسول اللہ کا بیان ہے۔ اس شرح کے دیکھنے والوں کو تعجب نہ آوے کہ حاسدوں نے
۲۸۱ ف کیونکر ایسی کتاب والے کو بدنام کر رکھا ہے۔ اور اس کے مصنف کی تکفیر کیوں کی۔ غرض تو یہ تعجب کا محل نہیں ؛ حسد ایسا
ہی ہوا کرتا ہے۔ جس سے پناہ مانگنے کا حکم قل اعوذ برب الفلق کے آخر میں موجود ہے۔ کہ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ
مولوی جامی نے حسد کی برائی میں یہ شعر کیا خوب کہی ہے۔ شعر آفت دیدہ حسد ہر دا ست ؛ آفت دیدہ خرد حسد است

وعرفنی اٰیاتہٖ معرفۃ اسلم بہا من موارد وانزع بہا من مناہل الغفل واملنی علی سبلہ الی

حضرتک عملا محفوظ بتفیر تاتک یعنی اے الٰہی مجھکو اس کے نصب میں لگا دے۔ اور اس کے سبب میں مجھکو ثابت

کردے۔ اور اسکے پہچانت دے۔ مجھی ایسی پہچانت کہ جس کے سبب میں بچ رہوں نادانی کے پن گھٹوں سے اور ہوں

میں فضل و کمال کے چشموں میں سے اور اٹھا یئیو مجھے اسکی راہ پر اپنی درگاہ تلک الہٰی اٹھانا جو تیری مدگاری سے گھر رہا ہوئے

انتہی اس عبارت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ بزرگ سید نتھے اور آنحضرت کو جانا ہی نہ تھا۔ پھر اس تقریر سے اس پہ علیے طالب علیہم

جس نے اپنے دین سلیے و ندان و نفوس کوسے پاؤں سے نقیص میدان تقریر کو پایمال کرتا تھا۔ جواب ہو چکا ہے۔ اور مصنف کی

دعا کا لقیہ یہ ہے۔ کہ بد بدعتی بد مذہبوں سے نکال کر سنی پاک شیع سنت کر۔ ف کیونکہ بدعتیوں نے محمد الرسول اللہ کے ف ۲۸۰

کلمے کے معنی سمجھے نہیں بلکہ اپنے خیال سے سب نے ناظر خواہ ایک ذات ٹھیرا کے اپنی من مانی صفتیں اس ذات پر جانتے

جانتے ہیں کبھی کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی عین ہے۔ کبھی خیال کرتے ہیں کہ اللہ نبی کے برقعہ میں آیا ہے۔ کبھی نبی کو معشوق ٹھیرا کر شرح

بر مجازی عاشقوں کی مانند شامت کرتی رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ نے عام لوگوں کو شریعت میں گرفتار کر رکھا ہے عام

لوگوں کو باطن کا الٰہیا طریقہ سکھلا دیا ہے۔ کہ وہاں شریعت کی کچھ حاجت ہی نہیں کہ آپ نے جو محنتیں اور مشقتیں کیں سو ہماری نجات کے

صرف پڑتا دوسرے انبیأ اور ملائک کو اسی بات پر قیاس کیجئے۔ اس واسطے یہ درجہ علیہ خیر ہادی کی نیابت کا ہے۔ الغرض مصنف

نے یہ سنایا۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نیک خواہی امت کے ایمان کا بچاؤ وغیرہ کے واسطے ایسی تھی۔ سو

سوای خاوند اور مالک ہمارے اپنے اپنے حبیب رحیم وکریم پر ہزار ہزار درود وسلام بھیج۔ اور جیسے اس نے ہم سے ان مالوں کی ف ۲۷۵

دین کے سکھانے میں زیادہ کوشش کی۔ سو تو ہے اس کوشش کی قدردانی کر۔ کہ ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدور ۲۷۶ ۲۷۷

اور جیسا تو نے اپنے فضل سے ہم کو شرک توحید کے معنی خوب سمجھا دیے۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا۔

اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا۔ اسی طرح اپنے ہی فضل سے بدعت وسنت کے معنی خوب سمجھا ف ۲۷۸

اور محمد الرسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر۔ نش۔ اگر یہ سمجھا ہوں۔ اور یہی خوب سمجھا۔ اور سنی پاک متبع رسول بنا۔ یہ حسن خاتمہ

مراد ت استہلال ہے۔ تقویۃ الایمان کے دوسرے دفتر کا جو اتباع سنت کے بیان پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ ہم اس کو دوبند

پھر اسکی شرح بھی لکھینگے۔ اسے مُنصفو مدراس کے ظالموں نے اتنی تہمت باندھا تھا۔ کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ ف ۲۷۹

لا الٰہ الا اللہ ہی کہئے۔ محمد الرسول اللہ کا کلمہ زبان پر لائیے۔ اب تم انصاف کی آنکھوں سے دیکھو کہ مصنف نے

اس کلمہ پاک سے کہاں منع کیا ہے۔ بلکہ وہ کمال تمنا اور آرزو اور شوق سے کہتا ہے۔ کہ محمد الرسول اللہ کے معنی خوب

سمجھا۔ چنانچہ ایک سید عارف محمد قطب الدین ابن شمس نے کہا۔ کہ اللّٰھمّ الحقنی بابک وحققنی بحبہٖ و

ف ۲۷۳ اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی سے بہت محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی حد سے بڑھا جاتا ہے ف

اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھیگا تو خدا کی جناب میں گستاخی کریگا کیونکہ مثلاً ذاتوں کے درجے میں کوئی درجہ نبوت سے

پہنچا ہوتا ہے اس واسطے آدمیوں کی سمجھ میں نبوت سے چل کر

نہیں

رتبہ ہے - پھر صرف نبوت کے مناسب جو تعریفیں ہیں جب ان سے تجاوز کرتا ہے - تو خدا کے خاص اوصاف کو ثابت کرنے

لگتا ہے - چنانچہ کہا ہے کہ احمد بصورت عرب آمده ؛ یعنی مگر مین رب آمده ؛ وغیرہ - اور اس کا بالکل دین برباد ہو

جاویگا - سو اس لئے مجھکو یہ مبالغہ خوش نہیں آتا - سو میرا نام محمد ہے - نہ اللہ نہ خالق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے

پیدا ہوا ہوں - اور بندہ ہی ہونا میرا فخر ہے - ش اس واسطے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - کہ کفانی فخراً ان اکون

ف ۲۷۴ لَكَ عَبْداً ؛ یعنی مجھی کو یہی عزت اور شان بس ہے کہ تیرا بندہ ہوں - مگر اور لوگوں سے مجھکو اتنا ہی ہے - کہ اللہ کے احکام

میں واقف ہوں - اور لوگ غافل سو ان کو اللہ کا طریقہ دین مجھ سے سیکھا جاوے - ش یہ چھوٹی بات نہیں ہے - یہ نیابت

الہی کا منصب ہے - اسی واسطے حدیث میں آیا ہے - کہ لو کان موسیٰ ابن عمران حیاً لما وسعه الا اتباعی

یعنی اگر موسیٰ عمران کے بیٹے جیتے رہتے تو میری پیروی سوا انکو کچھ بن نہ پڑتی - کیونکہ خاتمیت کے دین کا سیکھنا موسیٰ کو خاتم النبیین سے

وَرَسُولُہٗ کا خلاف ہے۔ اس نے کہا کہ دیکھو صاحبو اس نے آنحضرت کی توہین کی۔ کیونکہ آنحضرت کو بندہ اور رسول کہتا ہے عبدُہٗ

اللہ کرکے نہیں کہتا۔ یہ کہہ کے سرکار کے وہاں دوڑا چلا گیا۔ اور اس طالب علم کو اسکے آقا کیاں سے برطرف کروایا۔ دیکھو ہو سنو

مدراس کے کربلا میں کلمۂ شہادت کے کہنے پر روزی اور دین شہید ہوتے ہیں۔ جھوٹوں کی شہادت کے فتوی سے۔ چنانچہ شاعر آلِ محمدؐ

نے اس مضمون کو باندھا بھی ہے۔ کہتا ہے ایک یہن کہ اللہ بھی ہے اشہر ؛ آیت کی رُو سے حق کی تقریر ہوگئی ؛ اَللّٰہُ اَنَا الشَّہَرْ

شِلْکُمْ کہا۔ یعنی بشر ہوں تم سا یہ تفسیر ہوگئی۔ انکار اس سخن پہ کیا جو محمدی + جاگیر اس غریب کی تغییر ہوگئی ؛ اور اس شعر کا حُسن

مقطع ہی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ سے تو حیب ریرتھا میر محمد علی کا وعظ ؛ اے اہل شر اس سے یہ تقصیر ہوگئی۔ چنانچہ

یہ قصۂ منزیہ اللاقدس من نہم انجاس مدراس میں مفصل مذکور اور اس کتاب میں مختصر کرکے یہاں نقول ہوا۔ لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیْ

کی حدیث کے معنے صاف معلوم ہونیکے واسطے مصنف نے کہا۔ کہ مت یعنی نبیے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے میں خوش ۲۷۲

ہوتے ہیں۔ سو پیغمبر خدا ویسے نہ تھے۔ کیونکہ اور سرداروں کو ان مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا تھا۔ درست رہے

خواہ بگڑ جاوے۔ اور پیغمبر خدا تو اپنی اُمت کے بڑے مُربی تھے۔ اور ہر بہت مہربان رات دن انکو اپنی امت کے دین ہی درست کرنے

کا فکر تھا۔ سو جب انہوں نے معلوم کیا۔ کہ میری امت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ اور میرے بہت اقسام مند کہلاتے ہیں

ف ۲۷۰ اورکیا بتاسکے۔ صرف نقل بتاتا ہے۔ اخرج رزین عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ

وسلم ما ارید ان ترفعونی فوق منزلتی التی اعطانی اللہ تعالی انا محمد بن عبد اللہ عبدہ ورسولہ

مشکواۃ کے باب المفاخرت میں لکھا ہے۔ کہ رزین نے ذکر کیا کہ انس نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ بیشک میں نہیں

چاہتا۔ کہ تم بڑہا دو مجھکو زیادہ اس مرتبہ سے کہ اسنے مجھکو بخشا۔ سو میں تو وہی محمد ہوں۔ اور عبد اللہ کا بیٹا اور اللہ کا بندہ نبی ہوں

و ۲۷۱ اور اس کا رسول ثم ای منصفو۔ سنا ہے کہ مدراس کا ایک بازاری نیم ملا یہ کہتا پھرتا تھا۔ کہ اولیا خدا ہیں۔ چنانچہ اپنے

حماقت نامہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک حدیث میں یوں لکھا ہے کہ انا اللہ فی اولادی۔ یعنی اللہ بھی میری اولاد میں کا ہے نہیں

دیکھو مومنو بازار کا شیطان بد عقیدگی میں نصاریٰ سے زیادہ بڑھ گیا ہے کیونکہ انہوں نے تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا پر اس ابو الجنون نے

اللہ کو حضرت کی اولاد میں ٹھیرایا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور قل انما انا بشر مثلکم کا معنی یوں لکہا ہے

آپنے فرمایا۔ کہ وہ ذات محمد میں جو اللہ ہوں۔ سو میں بھی تمہیں آدمیوں کا ساتھ سا آدمی ہوں۔ انتہی۔ ان باتوں کو سنکے ایک طالب علم

حمید دیندار نے مدراس کے مکفر المومنین سے فریاد کی۔ کہ ایک ایک شخص ایسی ایسی باتیں کیا کرتا ہے۔ اسنے کہا کہ وہ کفر بکتا ہے

پہر پوچھا وہ کون شخص ہے۔ مقصود یہ کہ شاید واعظ کا مرید ہو۔ اس طالب علم نے کہا وہی تمہارا بازاری تب مکفر المومنین نے کہا

کہ اگر وہ ایسے کہتے ہیں تو کچھ سمجھ کے کہتے ہونگے۔ تب اس طالب علم کو غیرت محمدی چڑھ گئی۔ لگے کہنے یہ تو اشہد ان محمدا عبدہ

عباس نے نقل کیا۔ کہ سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے لوگوں سے کہ بڑا عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہے

کہ جس نے کسی نبی کو مارا۔ یا اوس کو کسی نبی نے مارا۔ یا اوس نے اپنے کسی ماں باپ کو مارا۔ اور تصویر بنانے والوں کو اور اس عالم کو

جس کو اس علم سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ف تصویر بنانے والا بھی ان بڑے گنہگاروں میں داخل ہے۔ یہاں سے تصویر بنانے کا

گناہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ یزید اور شمر نے پیغمبر کو نہیں مارا۔ بلکہ پیغمبر کے نواسے کو کہ وقت کے امام تھے۔ اور پیغمبر کے نائب ف ۲۶۷

اور تصویر بنانے والوں کو خود پیغمبر کے ساتھ گنا ہے۔ تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہوا۔ اخرج الشیخان عن ابی ہریرۃ ف ۲۶۸

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول قال اللہ تعالی ومن اظلم ممن یخلق

کخلقی فلیخلقوا ذرۃ ولیخلقوا حبۃ او شعیرۃ۔ مشکوۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے

ذکر کیا۔ کہ ابوہریرہ نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا سے سنا میں نے کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ کون زیادہ بے ادب ہوگا

اس شخص سے کہ پیدا کرے جیسا میں پیدا کرتا ہوں۔ سو بھلا ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کرے۔ ف یعنی تصویر بنانے ف ۲۶۹

والا پردے میں خدائی کا دعوے رکھتا ہے۔ تس گویا فرعون بے ساماں ہے۔ کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں۔ اس کے بنانے

کا ارادہ کرتا ہے۔ سو یہ بڑا بے ادب ہے۔ اور اس کا یہ دعوی صریح جھوٹا کیونکہ یہ ایک دانے کے بنانے کا بھی مقدور نہیں رکھتا

اُن سے بیزار ہیں بلکہ سب تصویروں کو ناپاک ٹھہرا کر گھر سے دور کیجیے۔ کہ منبع خیر و برکت ہوں۔ اور فرشتے بھی گھر میں آویں اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیل
جاوے۔ پس پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تصویر کھینچنے کی اور رکھنے کی برائی ہمارے دینوں میں جو سب دینوں کا ناسخ ہے۔ اس طرح سے ثابت اور
مشہور ہو چکی ہے۔ کہ دین کے ضروری مسائل سے ہو گئی ہے جب فتح مکہ کے بعد ابراہیم اور اسمعیل اور مریم علیہا السلام کی تصویریں دھلوا
دیں۔ جو ہاتھ لگی تھیں۔ اور کچھ تو تعظیم و تکریم نہ کی تھی۔ چنانچہ یہ قصہ مدارج النبوت وغیرہ سیر کی کتابوں میں مذکور ہے۔ علاوہ توریت کے دس حکموں
کے کہ دوسرے حکم میں تصویر اور پتلا بنانے سے منع ہے۔ ان دس حکموں کو سب سے زیادہ اہل کتاب آپ پر فرض مانتے تھے۔ باوجود اس کے
حکم الٰہی کا خلاف کر کے یہود و نصاریٰ تصویریں اور پتلے بزرگوں کے بنانے لگے۔ اور بڑے لوگوں پر اس کا بہتان لگانے لگے۔ اور کیا یہ ظلم
کو ظالموں نے تصویر کے پوجنے میں گرفتار کر دیا۔ پھر دوسرے بت پرستوں کی کیا کہئے۔ کہ اصل بت پرستی انکی تو یہی تصویریں اور پتلے ہیں پھر یہ بات
سن کے واہی نقلوں کی سند سے جو کوئی بزرگوں کی تصویروں اور پتلوں کو مانے یا مطلق تصویر کھینچنے اور پتلا بنانے کو جائز جانے تو بیشک
ف۲۶۶ گمراہ اور عذاب دوزخ کے لائق ہے چنانچہ بیان ہوتا ہے۔ اَخْرَجَ الْبَیْہَقِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَہٗ نَبِیٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ
وَالِدَیْہِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَمْ یَنْتَفِعْ بِعِلْمِہٖ۔ مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے۔ کہ بیہقی نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن

اَتُوبُ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِی مَا بَالُ هٰذِہِ النُّمْرُقَۃِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَیْتُھَا لَکَ لِتَقْعُدَ عَلَیْھَا وَتَوَسَّدَھَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ ھٰذِہِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُونَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَیُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِی فِیْہِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُہُ الْمَلٰئِکَۃُ ؛ مشکوۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا۔ کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا۔ کہ انہوں نے خریدا ایک تکیہ کہ اس میں تصویریں تھیں۔ پھر جب دیکھا اس کو پیغمبر خدا نے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور اندر نہ گئے سو میں نے پہچانی ان کے چہرے پر ناخوشی کہا میں نے یا رسول اللہ میں توبہ کرتی ہوں اللہ اور رسول کے روبرو کیا گناہ کیا میں نے سو پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کیا ہے یہ غالیچہ۔ کہا میں نے تمہارے لئے خریدا ہے ہم بیٹھو۔ اور اس کا تکیہ بناؤ۔ سو پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ بیشک ان تصویروں سے علاقہ رکھنے والے قیامت کے دن عذاب میں پڑینگے اور کہا جائیگا ان کو کہ جان ڈالو اس چیز میں جو بنائی تم نے اور فرمایا جس گھر میں تصویر ہوتی ہے۔ اس میں فرشتے نہیں آتے۔ یعنی مشرک اگر مورتوں کو پوجتے ہیں تو وے معبود بت ٹھہرے پھر جو بت ہوا۔ تو اللہ پاک کی درگاہ کا ناپسند ٹھہرا۔ جو اس درگاہ کا ناپسند ہے۔ سو حقیقت میں ناپاک ہوا۔ گویا اسی واسطے قرآن میں آیا ہے کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ۔ حاصل یہ کہ بت ناپاک ہیں۔ ان سے بچتے رہو۔ بہ سبب اس کے فرشتوں کو تصویروں سے گھن آتی ہے۔ اور پیغمبروں کو بھی ان سے نفرت سو اور ان کے بنانے والوں پر عذاب ہوگا۔ کہ بت پرستی کا سامان اکٹھا کرتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ یہ جو بعضے جاہل لوگ پیغمبر کی یا اماموں کی یا اولیاء کی یا اپنے پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اپنے پاس برکت کیلئے رکھتے ہیں سو محض گمراہ ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے اور پیغمبر اور فرشتے ان سے

سید شیخ تو تعظیم کا لفظ ہے نہ جات کا لقب ۔ سب مسلمان بنائے مسلمانی کے پانچ فرض ہیں اور ایمان کی سات صفتیں ۔ ان میں فرض واجب
سنت مستحب بجا لانے میں اور مکروہ حرام سے بچنے میں ایک ہی حکم رکھتے ہیں حضرت کے قرابتیوں کو سب مسلمانوں میں زیادہ شرف ہے
ان کو پاک اعتقادی اور نیک خلقی نیک عملی سے سب سے زیادہ چاہیے اس شرف پر نظر کرتے ہوئے ان میں کے ہر ایک کو کسی ملک میں لوگ کچھ
پکارتے ہیں ۔ اور کہیں سید کہیں امیر اور کہیں خواجہ اور کہیں شاہ اسی طرح عرب کے اشراف زادوں کو جو ہندوستان میں آئے ہیں شیخ کر کے پکارتے
ہیں ۔ یعنی بڑے ۔ اور مغل مغلخان کی اولاد ہیں ۔ جو قدیم زمانے میں ایک بادشاہ زادہ تھا ۔ اس کا بھائی تاتار خان اسکی اولاد کو تاتار کہتے ہیں
اور ہند میں پشتو زبان والوں کو پٹھان کہا کرتے ہیں ۔ القصہ اسلام میں سب مسلمانوں کا عقیدہ اور عمل اصل میں ایک ہی ہے شیخ سید مغل پٹھان کو
جدا جدا نہیں برخلاف ہندوؤں کے کہ ان کی جات کا کرم علیحدہ ہے ۔ پھر مسلمان کو جات لیے پھرنا کچھ معنی نہیں رکھتا ۔ مگر قوم قبیلے کی طرف منتسب ہونا کچھ
مضائقہ نہیں ۔ کیونکہ اس میں صلہ رحم اور ایک دوسرے کی تقویت اور مددگاری کی امید زیادہ ہے ۔ نہ یہ کہ ایک قوم قبیلے والا دوسری قوم قبیلے والے
کی اہانت کرے ۔ یا تعصب جاہلیت کو کام فرماوے ۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے بھاگے کہ مسلمانوں کے تفرقے کا سبب ہووے ۔ قرآن و حدیث
میں ایسی باتوں سے منع ہے ۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۔ ف اخرج البخاري عن عائشة انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما ۲۶۵
رآها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهة قالت قلت يا رسول الله

اپنے تابعوں کا زمیندار۔ سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا ف ۲۶۱
اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا۔ اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا کیونکہ یہ بڑے لوگ اول اللہ کے حکم پر آپ
قائم ہوتے ہیں۔ اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں۔ سو اس طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ ف ۲۶۲
سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں۔ اور اللہ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ان معنوں کو ان کو سارے جہان کا
سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ ضرور یونہی جاننا چاہئے۔ اور ان معنوں سے ایک چونٹے کا سردار ان کو نہ جانیئے۔ کیونکہ وہ اپنی جانب سے ایک
چونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے۔ ایسا تصرف رب العالمین ہی کا کام ہے فقط چنانچہ آگے اس کا ذکر ہو چکا۔ باوجود اس کے مصنف کو ف ۲۶۳
مناسب تھا۔ کہ ان پہلے دو فقروں کی جگہ پر یہ عبارت لکھتا۔ کہ اس معنی کے اعتبار کرتے سردار رب ٹھہرا۔ پھر ان روسے انکو ایک چونٹی کا
بھی رب نہ جانیئے۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے۔ یہاں ایک ضروری بات سمجھ رکھنے۔ کہ ہندی رسم و عادت کے ف ۲۶۴
گرفتار لوگ جب دیکھنے لگے۔ کہ ہندوؤں کی چار ذاتیں ہیں۔ ایک برہمن دوسرے چھتری تیسرے ویش چوتھے سودر پھر ہر ذات میں کئی ذاتیں ہیں۔
ایک ذات والا دوسری ذات والے سے نسبت بیاہ نہیں کرتا۔ یہ قید ہندوؤں کے بڑے نے اس واسطے رکھا تھا۔ تا ایک ذات دوسری ذات
میں اپنے خاص کام کاج کرم دھرم نہ چھوڑیں۔ پھر ان کچے مسلمانوں نے بھی اپنے خیال فاسد سے مسلمانوں کی چار ذاتیں ٹھہرائیں۔ سید۔ شیخ مغل پٹھان
پھر ہر ذات والے اپنی شرافت کے جدے جدے نقشے نکالنے لگے۔ یہ نہ سمجھا۔ کہ اسلام میں کوئی ذات نہیں جس کے عقائد اور اعمال اچھے ہوں

نصاریٰ کا سا جھوٹا چاہتے پھرتے ہیں۔ تس پر ایسے پاک مقتدے محمدی کو اور اس کے پیر بھائیوں کو نصاریٰ کے ساتھ برابر بلکہ نصاریٰ کہتے ہیں لعنۃ

۲۵۹ ف بما قالوا شاعر آل محمد نے کیا ہے ۔ کافر کہا نصاریٰ پرستوں نے ہم کو ہائے + ایسی خدا پرستوں کی تقدیر ہو گئی + اخرج ابو داود

عن مُطَرِّف بن عبد اللہ الشخیر قال انطلقتُ فی وفد بنی عامر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلنا

انت سیدنا فقال السید اللہ فقلنا وافضلنا فضلاً واعظمنا طولاً فقال قولوا قولکم او بعض قولکم ولا یستجرینکم

الشیطان۔ مشکوٰۃ کے باب المفاخرۃ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا۔ کہ مطرف نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ

پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہمارے ہو۔ سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے۔ کہا ہم نے کہ بڑے ہو بزرگی میں اور بڑے ہو احسان کرنے میں

سو فرمایا کہ کہو اسی طرح کا کلام ہو۔ یا اس سے بھی تھوڑا اظہار کرو۔ اور کہو لے ادب نہ رہے۔ کہیں شیطان یعنی ہر کسی بزرگ کی تعریف میں

زبان سنبھال کر بولو۔ جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار ہی کرو۔ اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو

۲۶۰ ف کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی ہو جاوے۔ ف۔ اب سنا چاہیے۔ کہ سردار کے لفظ دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو

اور کسی کا محکوم نہ ہو۔ خود آپ جو چاہے۔ سو کرے جیسے ظاہر میں بادشاہ سو یہ بات تو اللہ ہی کی لائق ہے ان معنوں کو اس کے سوائی کوئی

سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیت ہی ہو۔ مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو۔ کہ اصل حاکم کا حکم اسپر آوے۔ اور اسکی زبانی اوروں کو پہنچے

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گانوں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے

مردود نہ ہو جاؤ۔ لیکن افسوس کہ آپ کی امت کے بے ادب لوگوں نے آپ کا حکم نہ مانا۔ اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے۔ کیونکہ

نصاریٰ تو حضرت عیسیٰ کو یہی کہتے تھے۔ کہ اللہ ان کے بھیس میں ظاہر ہوا۔ اور وہ ایک طرح سے انسان ہے۔ یہی بات بعضوں نے حضرت کی شان ف ۲۵۶

میں کہہ ڈالی۔ چنانچہ کسی نے یوں کہا ہے۔ نہ الحمد لہ ہیں بولکی آمد و رفت ہر قرن کو دیدی * در معرفت آں شکل در عرب وار بر آمد وارائے جہاں شد

اور کسی نے یوں کہا ہے تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محل - سلمائی حدوث و لیلائے قدم را۔ تا مجمع مکان و وجوب نہ نوشتند

موردیتین نشد اطلاق امم را۔ بلکہ بعضے جھوٹے دغا بازوں نے اس بات کو پیغمبر خدا کی طرف نسبت کی ہے۔ کہ انہوں نے یوں فرمایا۔ اَنَا اَحْمَدُ

بلا میم۔ اور اسی طرح ایک بڑی سی عبارت عربی کی بناکر اور اس میں ایسی ایسی خرافات جمع کر کے اس کا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے۔ اور

اسکو حضرت علی مرتضیٰ کی طرف نسبت کی ہے۔ سُبْحَانَکَ هٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ اللہ سارے جھوٹوں کا منہ کالا کرے۔ اور بعضے نصاریٰ ف ۲۵۷

کہتے ہیں کہ سارے کاروبار جہان کے حضرت عیسیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اور جو کوئی ان کو مانے۔ اور انکی التجا کرے اسکو کچھ بندگی کی حاجت

نہیں۔ اور کوئی گناہ اسکو خلل نہیں کرتا۔ اور کچھ حرام و حلال کا اسکے حق میں تمیز کرنا ضرور نہیں۔ وہ خدا کا شریک ہو جاتا ہے۔ جو چاہے

سو کرے۔ حضرت عیسیٰ آخرت میں اسکو انکی شفاعت سے بچا لینگے۔ سو اسی طرح کا عقیدہ جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبر کی جناب میں ہے

بلکہ ان سے اتر کر اماموں کی اولاد کی بلکہ مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے انکو ہدایت کرے۔ تنبیہ

منصف مسلمانو تم نے تو یہاں اس بات کو بھی معلوم کی باتیں جو نصاریٰ کی رو میں ہیں سُن لیں پیغمبر خدا نے کہا تھا سو جو مسلمان خود ف ۲۵۸

زیادہ کردو تمہارے نیک بندوں کا بھی عبادکم کی جگہ پر ماملکت ایمانکم فرماتا تو اسکے معنی ویسے نہ ٹھہرتے۔ کیونکہ تب معنی

یہ ہوتے۔ جو تمہارے بس میں ہیں ان کا بیاہ کردو۔ یا تمہارے جوانوں کا بیاہ بیاہ کردو۔ ان باتوں سے صاف یہ سمجھ آتا کہ تمہارے

ف ۲۹ نیک غلاموں کا بیاہ کردو أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ؛ تیسیر الوصول میں فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ

لکھا ہے۔ ترجمہ ہے مشکوٰۃ کے باب المفاخرہ میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا مجھکو حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کو نصاریٰ نے بڑھایا۔ سو میں تو اس کا بندہ

ہی ہوں سو یہ کہو۔ کہ اللہ کا بندہ ہے۔ اور اس کا رسول ہے۔ اور جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھکو بخشی ہیں سو بیان کرو۔ اور وے

سب رسول کہنے میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں۔ اور سارے مراتب اس کے نیچے ہیں۔ مگر آدمی

رسول ہوکر بھی آدمی ہی رہتا ہے۔ اور بندہ ہی ہونا اس کا فخر ہے کہ اسمیں خدائی کی شان نہیں آجاتی۔ اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا

سو یہ بات کسی بندے کے حق میں نہ کہا چاہئے۔ کہ نصاریٰ ایسی باتیں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہکر کافر ہوگئے۔ اور اللہ کی درگاہ سے مردود ہو

گئے ہیں۔ سو اسلئے پیغمبر خدا نے اپنی امت کو فرمایا۔ کہ تم نصاریٰ کی چال نہ چلو۔ اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے مت بڑھو کہ نصاریٰ کی سی ف ۲۵۵

اور اس کا مالک بھی جو شخص ہو وہ بندہ تہا کسی کا اور عبد النبی اور بندہ علی اور بندہ جعفر اور پیر پرستار خاص اور امرد پرست اور آشنا پرست اپنے تئیں کہلوانا اور کسیکو خداوند خدائیگان داتا کہہ بیٹھنا تو محض بیجا ہے۔ اور نہایت بے ادبی اور وزری سے بات میں کہنا کہ تم تو ہماری جان و مال کے مالک ہو ہم تمہارے بس میں ہیں۔ جو چاہو سو کرو محض جھوٹھ اور شرک کی بات ہے۔ ش۔ ایک نیم ملا نے یہاں اعتراض کیا تھا۔ کہ خداوند تعالے نے تو فرمایا ہے۔ کہ فَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ۔ یہاں نکاح کر دو اپنے یہاں کی بے مرد عورتوں کو اور اپنے غلاموں میں سے نیکوں کو اس آیت میں عبادکم فرمایا ہے یعنی تمہارے بندے پھر مصنف نے جو کہا کہ کوئی نہ کہے میرا بندہ اور بندی یہ منع قرآن کے خلاف ہے۔ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اے ملا جی یہ تمہارا اعتراض حدیث صحیح پر ہوا۔ کیونکہ مصنف نے حدیث کے موافق کہا ہے جو آگے لکھی گئی۔ دوسرا یہ کہ تمہارا اعتراض بیجا ہے کیونکہ مصنف نے موافق حدیث کے کہا ہے۔ کہ خدا کا کوئی بندہ کسی بندے کو اپنا بندہ نہ کہے پر یہ نہیں کہا تھا۔ کہ خداوند جل شانہ نے کہ من عبادکم کا لفظ نازل کرے پھر کوئی اگر تم سے پوچھے۔ کہ ساری خلق اللہ کے بندے ہیں پھر اس آیت میں اللہ تعالے نے لونڈی غلاموں کو بعضوں کے بندے کیوں فرمایا۔ تو تم کیا جواب دوگے ملا جی عاقل پر دہری نہ لگی لوگوں پر بیجا اعتراض کرنے کو بھول گئے۔ اب اس اشکال کا حل سن کے یاد رکھو کہ ان آیتوں میں غلاموں اور لونڈیوں کو بلحاظ ملکیت بمالکہم کرکے اور غلامیت کرکے ارشاد فرمایا۔ یعنی اس آیت میں جو عبادکم کہہ کے نازل کیا سو صاف بے شبہ مطلب لکھنے کو واسطے کہا

جو انبیا کو زمانے کے بعد حاصل ہے۔ اسکی فضیلت اور کمال اور منصب و مرتبہ کے موافق خداوند تعالی کے فضل و رحمت کا مقتضا ہے نہ امت کو دین
پہنچانے کیلئے نہ امت کو تربیت اور تعلیم کرنے کیلئے نہ احکام شرعی جاری کرنے کیلئے نہ امت کے قضیے فیصل کرنے کیلئے نہ ملک و فوج کا
بندوبست کرنے کیلئے۔ نہ نماز میں امامت کرنے کیلئے نہ جہاد کیلئے۔ نہ مراد مانگنے والوں کے مراد دینے کیلئے نہ نذریں نیازیں منتیں سونپنے کے
ف ۲۵۱ لیے برخلاف گمراہوں کے عقیدے کے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ میں یہ سب کچھ ٹھہرا لیا ہے۔ بلکہ ہر ہر بات میں ان کا یہی عقیدہ ہے۔ اگر مزار سے یہی منشیہ
کے موافق کوئی کرشمہ ظاہر ہو۔ تو وہ معجزہ اور کرامت ہے۔ نہ عادۃ اللہ نہیں۔ سبب دائمی۔ بلکہ اللہ تعالی نے کرامت اور معجزے میں خلاف عادت بتایا ہے
ف ۲۵۲ جو خلاف عادت ہو۔ سو عادت دائمی نہیں ہے۔ اس کا بیان تفصیل وار آگے آچکا ہے۔ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَکُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ
لِسَیِّدِهٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰهُ ۔ مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے۔ کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل
کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ کوئی تم میں سے یوں نہ بولے۔ کہ میرا بندہ اور میری بندی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ کی
بندیاں ہیں۔ اور بندہ بھی اپنے صاحب کو یوں نہ کہے۔ کہ میرا مالک۔ کیونکہ تم سب کا مالک اللہ ہے۔ اور باقی سب اسی کے بندے ہیں۔ نہ ایک دوسرے کے
بندے ہے نہ مالک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کا حقیقت میں غلام ہے تو بھی ایسی یہ گفتگو نہ کریں۔ کہ یہ اس کا بندہ ہے

کیونکہ مجاز ہے اگرچہ حقیقت کی رو سے یہاں پانی میں مٹی کا ملنا ظاہر ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہتا۔ کہ مٹی میں مل گیا۔ اور جب جگہ گارا بنانے کے واسطے پانی اور
مٹی ملاتے ہیں۔ اور دونوں اچھی طرح سے مل جاتے ہیں۔ تب محاورے والے کہتے ہیں۔ کہ پانی اور مٹی مل گئے۔ یا پانی مٹی سے مل گیا۔ حاصل کلام یہ کہ مٹی
میں ملجانا ایسی جگہوں پر حقیقت لغوی نہیں ہے۔ بلکہ محاورے کے موافق مجاز ہے مستعمل ہوتا ہے۔ لیکن نیچریوں اور مفسدوں کے شبہہ واقع ہونے
کے واسطے مصنف کو یوں کہنا مناسب ہے کہ مرکے مٹی میں ہو گئے یا مرکے مٹی میں جا پہنچے۔ یوں بعضے علما نے مصنف کی جانب سے یوں معذرت کی ہے
کہ مٹی میں ملنے سے ارادہ یہ ہے کہ ضمن حدیث شریف کا ایک جسد شریف۔ چنانچہ سمہودی نے لکھا ہے۔ ان التربة التي ضمت جسده
الشريف فانها افضل من الكعبة۔ یعنی وہ مٹی جو لگی ہے۔ جسد شریف کے ساتھ ہو زیادہ شرف رکھتی ہے کعبے پر یعنی کعبے سے بھی زیادہ شرف اسکو ہے
اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ سجدہ نہ کسی زندے کو کیجیے۔ نہ کسی مُردے کو نہ کسی قبر کو کیجیے۔ نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے۔ سو ایک دن مرنے
والا ہے۔ اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا۔ اور بشریت کی قیدیں گرفتار۔ پھر مر کر کچھ خدا نہیں بن گیا بندے کا بندہ ہے۔ شرک کو کیا اس سے علاقہ و تعلق عالم الٰہی
میں تا ہے۔ کیا دنیا میں رہنے کے وقت کیا دنیا سے جانے کے بعد پھر بندے ہونے پر بھی بندہ ہی رہتا ہے ایسا بھی نہ سمجھے۔ جیسا کہ نصاریٰ غلطی سے کہتے
ہیں۔ کہ عیسیٰ مر کے خدا میں مل گیا۔ اور ہندو کہتے ہیں کہ جو مہا پرش ہیں تو مرنے کے وہ دو کن جا کے خدا میں مل کے خدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح کی بہت
کچھ بے ہدایت فقیر بھی بکا کرتے ہیں۔ اس واسطے مصنف نے یہ بات کہی۔ کہ پھر مر کر کچھ خدا نہیں بن گیا۔ بندہ کا بندہ ہی ہے اور عقیدہ جناب غوثی

...بعد کرنے کی بابت مجھ سے پوچھی۔ میرا التماس یہ ہے کہ اگر میں قبر مبارک کو سجدہ کروں

تو میرا سجدہ حضرت کے لئے ہوگا نہ قبر مبارک کے لئے۔ جیسے جب تیرے خیال میں حضرت کو سجدہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تو قبر مبارک کو سجدہ کرنا بھی ویسا ہی ہے۔

العیاذ باللہ۔ مگر بزرگوار حضرت نے سوال کو سنتے ہی آپ کے مقصود کو سمجھ گئے اور حضرت کو سجدہ نہ کرنے کی عرض کر دی تو حضرت نے فرمایا تو مت کرو غرض

بات جیت تو یہی قیس ابن سعد سے لیکن حضرت نے ساری امت کو اپنے کو سجدہ کرنے سے اور اپنی قبر مبارک کو سجدہ کرنے سے منع فرما دیا۔ علاوہ فرمایا کہ اگر

میں حکم کیا ہوتا کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے تو البتہ فرماتا عورتوں کو سجدہ کیا کریں اپنے مردوں کو۔ اس حق کے سبب سے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر مقرر کیا ہے

روایت کی اس کی ابو داؤد اور امام احمد نے۔ جب لو مرنا بقبری کا قرینہ دلالت کرتا تھا۔ کہ آخر جسم مبارک قبر میں جانے والا ہے۔ چنانچہ اصحابہ کے اجماع

جسم مطہر کو لحد میں رکھا۔ یعنی قبر کے قبلے طرف جسم مبارک کی گنجائش برابر بغلی کھود کے جسم مبارک کو اس میں رکھ دیا۔ تو اس سے مصنف نے لکھا کہ میں

۱۵۰ کہ ف یعنی جب میں ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا۔ ش یعنی دفن ہونے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں۔ سجدہ تو اسی ذات پاک کو ہے کہ کبھی مرنے کی

ش۔ ہندوستانی ٹھیک محاورے میں جب مٹی میں ملنا مرنے کی بابت مذکور ہووے۔ تو مراد اس سے مر جانا ہے۔ فقط چنانچہ مصنف کا کہنا کبھی نہ مرے

اس بات پر دال ہے۔ بعض جگہ میں ملنا مرنے کے توابع سے ہے اس کا معنی علیحدہ ہیں۔ چنانچہ جب کہتے ہیں کہ فلانا شخص مر کے مٹی میں مل گیا

اگرچہ وہ دریا میں ڈوبا ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلانا کا پیسا اور فلانے کا کام مٹی میں مل گیا تو یہاں خواہ مخواہ حقیقت لغوی سے معنی مٹی میں ملنا مقصود نہیں۔

کی ایک ہی بول سے ان کے مناسک کا حل سمجھا دیا۔ چنانچہ انہوں ہی نے اسکی کیفیت بیان کی ہے پیغمبر خدا کے پاس معبر کیا ہے کہ میں گیا تھا

حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو تم تو بہت لائق ہو۔ کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا مجھکو بھلا خیال تو کر گذرے

میری قبر پر سجدہ کیا کرے تو اس کو ۔ ف یہ بات استفہام انکاری ہے۔ یعنی تجھ جیسا مومن پاک اور فقیہ جب یہ کلام ہرگز نہ کریگا۔ کیونکہ اس میں

ف ۲۲۹ پرستش کی صورت ہے ۔ اور باوجودیکہ انبیا کے جسد مبارک اپنی اپنی قبروں میں محفوظ اور آپ بہتر اخروی زندگانی سے اونکا ایسی کے

خطا سے محفوظ رہا کرتے ہیں ۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ حم - د - ھ - حب

ک عن اوس یعنی مقرر اللہ نے حرام ٹھیرایا ہے زمین پر کہ کھاوے ڈیروں کو انبیا کے اور بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءٌ

فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ ۔ ع عن انس یعنی پیغمبر لوگ جیا کرتے ہیں ۔ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے اور معراج کی حدیث میں آیا ہے

کہ حضرت نے فرمایا ۔ کہ مَرَرْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی مُوْسٰی قَائِمًا یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ حم - م ت عن جابر یعنی گذرا

ف ۲۵۰ میں معراج کی رات موسیٰ پر سے جو کھڑے ہو کر نماز کر رہے تھے اپنی قبر میں ان کے سوائی اس باب میں اور بہی حدیثیں ہیں ۔ اور قیس بن سعد بڑے

جلیل القدر اور بڑی سمجھ والے صحابی تھے ۔ کہ حضرت کا سوال سنتے ہی حضرت کی مراد کو سمجھ گئے ۔ کہ سجدہ حق حیی لایموت کا ہے نہ تغیر و ممکن کا

اور نہ اس کا جو قبر میں سونے والا ہے ۔ اس حدیث سے کہتے ہیں ۔ کیا میں نہیں ۔ یعنی قبر مبارک کو سجدہ نہیں کرونگا۔ اگرچہ پس صحابی تو سمجھ

سمجھا حدیث میں مطلق معانی کا لفظ تھا مصنف نے اپنے اصحاب سے بڑے مبالغہ کر کے شرح کرتے ہیں تحسین دو فرزین کے بدلے اخوان الشیاطین کے نفرین

کے لائق ہیں۔ اخرج ابو داؤد عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال فقلت انی اتیت الحیرۃ

فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق ان نسجد لک فقال ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال

لا تفعلوا۔ اس حدیث کا تتمہ یہ ہے۔ لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن

لما جعل اللہ علیھن من حق۔ رواہ ابو داؤد احمد عن قیس بن سعد۔ مشکوۃ کے باب عشرۃ النساء میں ہے

کہ ابو داؤد نے ذکر کیا۔ کہ قیس ابن سعد نے نقل کیا۔ کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں لوگوں کو سجدہ کرتے تھے

اپنے راجا کو تو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں۔ کہ سجدہ کیجئے انکو۔ سو پہنچا میں بزرگوار کے تھا میں اپنا ارادہ کو کام فرمایا۔ پس دیکھ کہ آدمی زندہ

سے بڑے ہیں آدمی کو سجدہ کرنا مناسب اور اسکی بزرگی ماننے پر دلیل ہے۔ سب آدمیوں سے بڑے آدمی حضرت ہیں۔ پھر حضرت کو سجدہ کرنا سب

مناسب ہوا۔ لیکن اس اجتہاد میں خطا تھی۔ دو وجہ سے ایک تو یہ ہے کہ دین ملت والوں کے فعل پر قیاس کی بنا کرنی دوسرا شارع کی نظر جو حق الہ

مقرر ہو چکا ہے۔ سو غیر اللہ کے واسطے سجدہ مباح ہے گو کہ سمجھا اس واسطے کہ جب انہوں نے حضرت کے حضور میں اپنے قیاس کو عرض کیا۔ تو آپ نے

مسلمان تو ہوا لیکن قائل ہو کے پھر اس قصے میں اصحاب نے اونٹ کے سجدے پر قیاس کر کے آپ کو بھی حضرت کو سجدہ بجالانا بہت مناسب تھا۔ جان کے حکم مانگا

جو جواب ارشاد ہوا۔ کہ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ سو ولادت اسباب پر کرتا ہے۔ کہ اے صحابیو تم نے جو قیاس کیا ہے کہ اونٹ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

فضائل کو اور کمالات کو اتنے نہیں پاتا جتنے تم پاتے ہو۔ پس جب اُسنے سجدہ کیا۔ پھر ہم کو بہت ضرور ہوا۔ کہ آنحضرت کو سجدہ بجالاویں۔ سو یہ قیاس ہی نہیں ہے

کیونکہ اونٹ انسان کی جنس نہ ہونے سے مکلف نہیں۔ اور مکلف نہ ہونے سے اللہ کی عبادت کے خاص کام اسکو معلوم نہیں۔ اور اس پر بھی لازم

نہیں پھر بھی اسکا سجدہ کرنا معجزہ ہے جو خدا نے اس سے سجدہ کروا دیا۔ ورنہ بیچارہ شرک بھی پاتا ہے اور تم آدمی کی جنس عاقل و بالغ ہونے سے مکلف

ہو اور تم پر عبادت الہی کے خاص کام کی رعایت اور محافظ واجب۔ ویسے کام غیر کے حق میں بجالاؤ گے تو تم پر یقینی شرک یا شرک کا شبہ ثابت ہو جاویگا

دوسرے بھی تمہاری دیکھا دیکھی شرک میں جا پڑینگے۔ اس واسطے اونٹ کے سجدے پر قیاس کرنے اپنی سمجھ آپ ہم ان صحابیو تم بھی سجدہ نہ کرو۔ کیونکہ وہ

خاص عبادت الہی ہے۔ سو اللہ کی ہی عبادت کرو۔ پھر میں جو بموجب اس آیت کے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ

كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۤءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ہے اور موافق دوسری آیتوں کے تمہارا جیسا آدمی یعنی تمہارا بھائی ہوں

میری عزت حرمت کرو۔ نہ عبادت۔ یہاں مصنف نے سمجھا کہ بھائی ہونا گر برابری کا ہے نہیں بلکہ بڑے بھائی کے مانند ہے اگرچہ آدمی سب برابر

جیسے بھائی ہیں۔ لیکن بعض آدمی سے بعضے آدمی تک زمین آسمان کا تفاوت ہے۔ پھر اس بڑے بھائی اپنے تفاوت کو بھی ایسا ہی خیال کر

اعتراض آتا تھا۔ کہ کیوں آپ نے اپنی ذات مبارک کو لوگوں کا بھائی ٹھیرایا۔ کہ یہ لوگ سن کر آپکو اپنا بھائی سمجھنے لگینگے۔ یہ تو بے ادبی ہے
بھلا اگر حضرت نے فرمایا۔ تو عائشہ صدیقہ نے کیوں اسکی روایت کی۔ نہ اس کو چھپا رکھا۔ خیر اگر صدیقہ نے بھی روایت کی تو دوسرے مطلب کو کیا
ضرور تھا۔ کہ ایسی بات کو روایت کر کے کرتے امام احمد تک پہنچا دیں۔ پھر امام احمد کو کیا مناسب تھا۔ کہ انہوں نے اسکی روایت بھی کی۔ یہاں تک کہ
مشکوٰۃ والے کو پہنچی۔ پھر اس نے کیوں چھپا رکھی تاکہ اسمعیل تک نہیں پہنچتی۔ جواب اس خیال فاسد کا یہ ہے۔ کہ تم ملّوم مغل کو خدا کے
سے ٹھیرانے پر بھی تو۔ انکو منبر پر بیٹھ کر ہوں سے شیعہ انکے نام کے مقرر کئے ہوئے ادب بجا لاؤ۔ لیکن حضرتوں کے جناب میں ایسے معقول
ادب اصلاً میں سے بجا لایا کرو۔ جیسے اپنے بڑے بھائی اور باپ کے ساتھ اگر درفیقی بیروانشت و کوشش۔ وگر غافل شدی افسوس افسوس"
یہ عاجز سمجھا تھا کہ اتنی سی تقریر میں جو اکثر مولوی صاحبوں کی حدیث پر چڑھ سکی ہیں بس ہمیں کوئی سمجھ جاوینگے۔ واللہ کچھ کوئی اعتراض نہ کریگا۔ لیکن پھر الٹی سمجھ والوں سے
کام پڑا۔ سو انہوں نے بہت سی کج بحثیاں کیں۔ جنکے لکھنے سے سارا قلم بھی لکھ نہ سکیگا۔ اس واسطے اس قیل و قال کو چھوڑ کر اپنے دل کا خلاصہ لکھتا
ہوں۔ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم امت کے شفیق حکیم تھے۔ ان کے ایمان کی تندرستی چاہنے والے ان کے دین کے درد کا ان کے جیسے
کی بیماری کا علاج بتانے والے اور اس کے سوائے آنحضرت نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ جو کچھ فرماتے ایسا برمحل واقع ہوتا۔ کہ ہزار منطقی کوشش کریں
اس سے بہتر نہ کہ سکیں۔ اور جو کچھ فرماتے اس میں ایک نقطہ بھی خالی حکمت سے نہ ہوتا۔ کیوں میاں معترض تم ان سب باتوں کے قائل ہو یا نہیں۔

اے ابوبکر۔ کیا تو لوگوں کو نہ چاہیگا۔ جو تجھے چاہنے لگے۔ میرے تجھکو چاہنے کے سبب پھر تو چاہے انکو جب تک کہ چاہیں تجھے
میرے چاہنے کے سبب بخشے انتہیٰ۔ اسی واسطے شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکی کے پانچویں باب میں کہا ہے۔ کہ صحابہ حضرت کے یار
ہیں۔ اور ہم بھائی۔ وہ عبارت یہ ہے۔ کہ فَضَلَتْ صَحَابَتُہٗ فَاِنَّہُمْ حَصَّلُوا اللَّذَّاتَ وَحَصَّلْنَا نَحْنُ الْاِسْمَ وَلَمَّا رَاَیْنَا الْاِسْمَ
مَرَّ مَا اَنَّہُمُ اللَّذَّاتُ مَوْصُوفٌ لَنَا الْاَجْرُ وَلِخَیْرَۃِ النِّسْبَۃِ اِلَیْہَا الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ لَہُمْ فَکَانَ لَنَا التَّضْعِیْفُ عَلَی التَّضْعِیْفِ
فَنَحْنُ الْاِخْوَانُ وَہُمُ الْاَصْحَابُ انتہیٰ۔ اسی قیاس پر آنحضرت کو شفقت اور رحمت اور ادب اور حرمت کی جہت سے مومنوں کے
باپ کہا جائے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے باب الطہارت میں یہ حدیث مذکور ہے۔ کہ اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْوَالِدِ الحدیث اور حدیث میں آیا
اَلْاَکْبَرُ مِنَ الْاِخْوَۃِ بِمَنْزِلَۃِ الْاَبِ۔ جب خدا نے انبیا کو امت کے بھائی کہا۔ اور خاتم المرسلین نے امت کا بھائی کہا اور
امت کو اپنے بھائی فرمایا۔ اور امتیوں میں سے صحابہ نے جناب نبوی میں عرض کر کے کہ ہم آپکے بھائی ہیں، اور شیخ اکبر وغیرہ نے کہا کہ ہم
آنجناب کے بھائی ہیں۔ ان سب باتوں سے قومی اور دینی بھائی بنانا ثابت ہوا۔ کہ نسبت کی راہ سے اور دین کے بڑے بھائی کہنا نہ کفر کا
سبب ہے۔ نہ ترک ادب کا نہ ممنوع شرعی۔ اور جب حدیث کی رو سے بھی بڑا بھائی باپ کا رتبہ رکھتا ہے۔ اور آنحضرت شفقت اور حرمت
کی راہ مومنوں کے باپ ہیں پھر اس نسبت سے بھی بڑا بھائی جب باپ ہیں کچھ خلل نہیں۔ اس کے سوائے اَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ کی حدیث مریم ...

اے برادرک در دعاے موت وتصغیر درینجا برای تلطف وتعطف است ولا تنسنا وفراموش مکن مارا در وقت دعا فقال کلمۃ ما یسرنی ان لی

بہا الدنیا این گفت آنحضرت سخنی را که نمیگرداند مرا که در مقابل آن کلمہ تمام دنیا باشد - برای من شاید که همین سخن گفته باشد - که مذکور شد یا سخن دیگر عنایت

آمیز زیادہ برین گفته باشد - رواہ ابو داؤد والترمذی وانتہت روایۃ دالا تنسنا تمام شد روایت ترمذی نزد قول آنحضرت

والدنیا واین عبارت فقال کلمۃ الخ در روایت او نیست - اور بارہویں باب میں جذب القلوب کے شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے روایت

از ابوہریرہ کہ روزی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بجانب مقبرہ برآمد - و فرمود السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون و فرمود کاش برادران

خود میدیدم و گفتند یا رسول اللہ ما نہ برادران توایم - فرمود شما اصحاب منید برادران آنہا کہ بعد از من بیایند و ایشان هنوز پا بعالم

وجود قدم ننہادہ اند من فرط ایشانم بر حوض گفتند یا رسول اللہ کسیکہ بعد از تو بیاید - از امت تو وتو او را ندیدہ باشی چگونہ شناسی گفت

اگر یکی از شما را اسپان باشند سیاہ واسپان دیگر غرہ دار سفید پا یا آنکس اسپان خود را از دیگری نشناسد وامتان من نیز در روز قیامت

سفید جبہ وسفید پا بصفت اسپان مذکور برخیزند - از آثار وضو انتہی اسی واسطے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب حضرت سے سنا کہ فرماتے ہیں

ای کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا۔ تب عرض کی کہ ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ تم میرے اصحاب ہو۔ میرے وہ بھائی ہیں

وے ہیں۔ کہ جنہوں نے مجھ نہ دیکھ کے سچا مانا۔ اور مجھکو چاہنے لگے۔ یہاں تک کہ میں ان کے ایک ایک کے پاس ان کے بیٹے سے ان کے

باپ سے بھی زیادہ پیارا ہوں۔ تب صحابہ نے عرض کی۔ کہ ہم جو ہیں آپکے بھائی تو ہیں۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ تم میرے اصحاب ہو پھر فرمایا کہ

في ديباچه المشكوة حيث ...

... ت مؤمن في ذلتم زنا في ومعتق وما شهد في وبذلك اخواني حقا رواه ابن عساكر ذوكر هذه

في ... الجامع في حديث ابن مسعود رضي الله عنه قال لنا النبي صلى الله عليه وآله وسلم

... شة فنظر الينا قد مصت عليا ... قال ... فضلكم الله ...

... سلكم الله ...

عليه وسلم ومن غاب من اخواني فاقرئه مني السلام الحديث ورواه ابو داود في سننه عن طلحة

ابن عبيد الله قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نريد قبور الشهداء حتى اذا اشرفنا على حرة واقم

فلما تدلينا منها فاذا قبور بمحنية قال قلنا يا رسول الله اقبور اخواننا الفصل الثاني من باب الدعوات من ترجمة المشكوة

عن ابن الخطاب رضي الله عنه از امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال استأذنت النبي في العمرة - گفت اذن طلب كردم از نبي صلى

عليه وآله وسلم از براى آمدن عمره فاذن لي پس اذن داد مرا در رخصت مرا فقال اشركنا يا اخي في دعائك وگفت آنحضرت شريك كردن ما را

سب آپس میں آپس کے بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو یا بڑا وہ بڑا بھائی ہے فرقہ ...

... کی بھائی ہیں اس کا اور اسی کا ہم ...

سب ... وسب میں ... ہے

... رسول پر جو کچھ نازل ہوا اور ان کے رب

امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون - یعنی ایمان لایا رسول اس پر جو کچھ

... الصلوٰۃ فاخوانکم فی الدین - یعنی اگر ایمان لاویں اور کھڑی کریں نماز تو بھائی ہیں تمہارے

مطلق ہیں - کہ بڑا

قوله صلى الله عليه وسلم لزيد انت اخونا ومولانا المالي في باب الصلح من صحيح البخاري وفيه ايضا في

اعلان النكاح عن عروة ان النبي صلى الله عليه وسلم خطب عائشة الى ابي بكر فقال له انما

انا اخوك فقال انت اخي في دين الله وكتابه وهي لي حلال وفي حديث اشتياق رسول الله صلى الله

عليه وآله وسلم - قوله عليه الصلاة والسلام واشوقاه الى اخواني وددت اني قد رأيت اخواني ثم قال

اَخَاهُمْ هُوْدًا اور اس آیت میں کہ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا اور اس آیت میں کہ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا الآیات وغیرہ سے اگر انکو

اللہ تعالیٰ بڑائی دے۔ وے بڑے بھائی ہیں یعنی بڑے بزرگ ہیں۔ ہم کو انکی فرمانبرداری کا حکم کیا ہم چھوٹے ہیں۔ سو انکی تعظیم انسانوں کی

سی چاہئے نہ خدا کی سی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بعضے بزرگوں کو بعضے درخت اور بعضے جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضے گدایوں پر شیر جا فر ہوتے

ہیں۔ اور بعضے پر ہاتھی۔ اور بعضے پر بھیڑیے۔ سو گر آدمی کو کہ اس کی سند نہ پکڑا چاہئے۔ بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتا دی ہو۔ اور شرع

میں جائز ہو۔ مثلاً قبروں پر مجاور بننا شرع میں نہیں بتایا۔ سو ہرگز نہ بیٹھئے۔ اور کسی قبر پر کوئی شیر دن رات بیٹھا ہو۔ تو اسکی سند نہ پکڑیے ف ۲۴۹

کہ آدمی کو جانور کی ریس۔ یعنی پیروی نہ چاہئے۔ جیسے تذکرہ کی جاتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول کو بید من کرکے فرمایا جیسا کہ

ارشاد کیا۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

یعنی تو کہہ دے کہ نماز میری اور قربانی میری اور جینا مرنا میرا اللہ ہی کے واسطے ہے۔ جو سب جہان کا خاوند ہے۔ کوئی ساجھی نہیں اس کا اور اسی کا حکم ہوا

مجھکو اور میں پہلا ایمان لانے والا ہوں۔ اور فرمایا کہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یعنی ایمان لایا رسول اس پر

جو کچھ کہ نازل ہوا طرف اس کی اس کے رب کی طرف سے اور مومن لوگ بھی پھر ان دونوں آیتوں کی قوت سے معلوم ہوا۔ کہ رسول بھی مومن ہے اور مومنوں کو

اللہ نے ایک دوسرے کے بھائی کہا۔ اس آیت میں کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اور کہتے ہیں مومن لوگ بھائی ہیں۔ اور اس آیت میں کہ ان

سب آپس میں آپس کے بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو یا بڑا وہ بڑا بھائی ش فرد تعلیم ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی - تش یعنی بڑے بزرگ کی

سی تعظیم کیجئے - تش کیونکہ مصنف نے کہا - کہ جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے - پھر بڑے بھائی کی سی تعظیم سے یہ مراد ہے - کہ بڑے بزرگ کی سی تو نہ

مالک سب کا اللہ ہے - بندگی اس کی چاہیے - اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ اولیا انبیا و امام زادے پیر شہید یعنی تش نوع انسان میں سے

ہے - جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں - وہ سب انسان ہی ہیں - آدمی کی نوع میں سے کچھ نہیں نکل گئے - ہے اور بندہ عاجز ہے - بیان اس

کیونکہ حضرت نے فرمایا - کہ اکرموا اخاکم - یعنی اپنے بھائی کی عزت کرو - یعنی سید المرسلین کی جو حدیث کی رو سے بھائی ہیں ہو تو

مطلق نہیں - بلکہ بڑائی کے ساتھ جس بڑائی کو کچھ حد و حساب نہیں - اور حضرت پر ایمان لانے کے شرائط سے یہ بھی ہے - کہ آپ کی ذات بعینہ نوع

انسان ہی کی ہے - کہ فرد اعلیٰ اور اکمل ہے - یہی کر کے ایمان نہ لاؤ - اگر ملک سمجھ کر کے ایمان لاؤ یا عین اللہ یا کچھ کر کے ایمان لاؤ تو وہ

حضرت پر ایمان نہیں لایا - بلکہ تراشے ہوئے خیال پر ایمان لایا - شیخ عبد الحق بھی اس حدیث کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں کہ عزیز دارید برادر خود را

عبارت ما از ذات شریف خود داشت یعنی - خیر حضرت کے غیر ہو سکے رو کی حدیث نہیں اور یہ بھائی پن ہرگز برابری کا نہیں - چھوٹائی کا تو

کیا ذکر - اس واسطے مصنف نے لا علاجی سے جو بڑا بزرگ ہو - وہ بڑا بھائی کر کے ترجمہ کیا - اور خدا نے بھی قرآن میں انبیاء کو قوم کا

بھائی کر کے کئی جگہ فرمایا ہے - چنانچہ اس آیت میں وہ کہ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدًا وَّ اَخَاهُمْ صَالِحًا اور اس آیت میں وَاِلٰى عَادٍ

اس میں کچھ اللہ کا گناہ ہو۔ اور اس چیز میں نذر درست نہیں۔ جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو۔ ف یعنی اللہ کے سوا اور کسی کی منت مانی گناہ

ہے۔ سو ایسی منت کو پورا نہ کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول تو اللہ کے سوائی کسی کی منت نہ مانئیے۔ اور جو مانی ہو نہ پوری

کیجئیے۔ کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے۔ پھر اس پر ہٹ کرنی اور زیادہ گناہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جس جگہ اللہ کے سوائی اور کے نام چڑھاوے

چڑھتے ہوں یا پوجا کرتے ہوں۔ یا اور کسی طرح کا وہاں جمع ہو کر شرک کرتے ہوں۔ وہاں اللہ کے نام کا جانور بھی نہ بیجا ئیے۔ اور کسی

طرح ان میں شریک نہ ہو جئیے۔ اچھی نیت سے نہ بری کہ ان سے شابہت کرنی خود بری بات ہے۔ اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ

فَقَالَ اَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ

وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ۔ مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے۔ کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا۔ کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے

نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا کئی مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے۔ کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا۔ پیغمبر خدا کو سو ان کے اصحاب کہنے

لگے۔ کہ پیغمبر خدا تم کو جانور سجدہ کرتے ہیں۔ اور درخت ؛ سو ہمکو ضرور چاہیئے کہ تمکو سجدہ کریں۔ فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی

اور تعظیم کرو ش اپنے نوعی مدے بھائی کی۔ جو فرد اعلیٰ ہے۔ یہ اعلیٰ پن اس قرینیہ سے ظاہر ہے کہ فرمایا کہ تعظیم کرو مدے ف انسان

ہوئی ہوگی۔ یہ بتلاتے ہیں کہ انہوں نے ایسی قسمیں کھانیکو کب لوگوں کو سکھلایا ہے۔ یا ان کے روا ہونیکا علم بتلایا ہے۔ یا اس طرح
کی قسم کھلانے کو اپنی منت ٹھیرائی ہے۔ یا کوئی صحابی اس طرح کی قسم کھاتے تھے ایسی قسم کی نسبت جو حدیثیں آئی ہیں سب کی
سب منسوخ ہو جاتی ہیں۔ یوں تو نہیں پھر عبث اپنی بدعتیں چلانے کے واسطے سندیں تلاش مت کیا کرو کہ تم سے کوئی بچا نہ
سکنے کا نہیں مگر لوگوں کو بہکا کے اپنی عاقبت کیوں خراب کر لیتے ہو۔ اَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدُ عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاکِ قَالَ
نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
~~ان ینحر ابلا ببوانة~~ هَلْ کَانَ فِیْهَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِیَّةِ یُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ کَانَ عِیْدٌ مِنْ اَعْیَادِهِمْ
قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِکَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا
فِیْمَا لَا یَمْلِکُ ابْنُ آدَمَ۔ مشکوٰۃ کے باب النذور میں لکھا ہے۔ کہ ابوداود نے ذکر کیا۔ کہ ثابت نے نقل کیا۔ کہ ایک
شخص نے منت مانی پیغمبر خدا کے وقت میں کہ ذبح کرے ایک اونٹ ایک مکان میں کہ اس کا نام بوانہ تھا۔ پھر آیا پیغمبر خدا کے
پاس اور خبر دی ان کو پیغمبر خدا نے پوچھا۔ کہ وہاں کوئی تھان تھا کفر کے وقت کا کہ پوجتے ہونگے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں پھر
پوچھا کہ وہاں کوئی تہوار ہوتا تھا ان کا لوگوں نے کہا کہ نہیں فرمایا۔ کہ پوری کر منت اپنی۔ نہ پورا کیا چاہیئے ایسی منت کو کہ

اور اگر منہ سے نکل جاوے تو توبہ کیجئے۔ اور جسکی قسم کھانیکا مشرکوں میں دستور ہے۔ اسکی قسم کھانیکا سبب ایمان میں خلل آتا ہے

بعضے چار کرسی کے فقیر فقیہہ یہاں اعتراض کرتے ہیں۔ کہ غیر اللہ کے قسم کھانیکو عالموں نے حرام کیا ہے۔ وہ شرک کا ہیکو ہوا ف ۲۴۵

جواب اخوندجی نے جو شرک ہے سو حرام ہے آپ نے کیونکر معلوم کیا۔ کہ حرام کھانے سے شرک نہ ہو۔ لیکن ایسی سمجھ سے بچوں کے بھیدنگ

نہ لگا دو۔ شرک چھوٹا ہو۔ یا بڑا خفی ہو یا جلی اس سے بچا چاہئے۔ کیونکہ ہر قسم کا شرک اللہ واحد قہار کی ناخوشی کا سبب ہے

محض بندوں کا کام نہیں۔ کہ اپنے خاوند کو ناخوش کریں۔ اور اسکی نارضامندی کے کام کرنیکے واسطے حیلے حوالے ڈھونڈھتے پھریں

پھر جب اس کا غضب آپڑیگا۔ تو ایسے عذر لنگ کچھ کام نہیں آئینگے۔ اب یوں سنا ہے۔ کہ کسی بدعت تلاش نے کہا کہ فلانے

صحابی نے کسی بزرگ کی حیات کی قسم کھائی تھی۔ سو اس واسطے غیر اللہ پر قسم کھانی جائز بلکہ مستحب ہے۔ جواب اول تو

ایسی روایت کی قوت اور صحت ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہے فرض کیجئے۔ تو اس بدعت تلاش نے کہا۔ کہ فلانے صحابی نے کسی بزرگ کی

حیات کی قسم کھائی۔ سو اس واسطے غیر اللہ کی قسم کھانی جائز بلکہ مستحب ہے۔ جواب اول تو ایسی روایت کی قوت اور صحت ثابت

نہیں اگر ثابت ہے فرض کیجئے۔ تو بھی اس بدعت تلاش کا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ صحابی اگرچہ مجتہد ہو۔ شاید خطافی الاجتہاد

واقع ہوی ہوگی۔ یا ایسی قسم سے منع کرنے کے آگے ایسی قسم کھائی ہوگی۔ یا عادت کے موافق ایسی قسم ان سے

میں داخل ہامُوں اللہ کے پوجنے ہارے ہیں سو بزرگوں کو اس واسطے علم غیب کا وہم نہیں دیتے۔ کہ اب ان سے ڈر کر ان کے ارشاد اور ہدایت کا خلاف نہ کریں۔ بلکہ اس واسطے ان کا علم غیب کا وہم نہیں دیتے۔ کہ اب ان سے ڈر کر اپنی پکار کو سنکر اپنی طماعی کے مقاصد بر لاویں اس واسطے ان کی قدرت بی انتہا اور انکی تصرفات بجا بجا عالم میں اثبات کرتے ہیں۔ جھوٹے معبودوں کی اور باپ دادوں کی اَخرج الشیخان عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان اللہ ینھٰکم ان تحلفوا بآبائکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت شکوٰۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے۔ کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے منع فرمایا۔ کہ اللہ منع کرتا ہے۔ تم کو باپ دادوں کی قسم کھانے سے جسکو قسم کھانی ہو۔ سو اللہ ہی کی قسم کھاوے۔ یا چپ رہے۔ اخرج الشیخان عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حلف فقال فی حلفہ باللات والعزیٰ فلیقل لا الہ الا اللہ۔ شکوٰۃ کے باب النذور میں لکھا ہے۔ کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا۔ کہ ابو ہریرہ نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جو کوئی قسم کھاوے لات و عزیٰ کی۔ تو چاہئے کہ پھر کہے لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی عرب کے لوگ کفر کی حالت میں بتوں کی قسم کھاتے تھے۔ پھر جس مسلمان سے اس عادت کے موافق وہ قسم نکل جاوے۔ تو پھر لا الہ الا اللہ کہہ لیوے۔ ف ان حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے سوائے کسی کی قسم کھانا

ذہن میں حاصل ہونا اور ہر دم انکی صورتیں تبدیلات اور تغیرات اور تجدیدات کا حاصل ہونا اور ہر دم ان صورتوں کی تبدیلات۔ اور یہ حاصل ہوا کرنا

اور یہ نسبت حاضر ہی رہا کرنا کبھی منفک ہونا دوسری بات ہے۔ وہ پہلا مقدمہ کبھی کسی کو ایکبار یا کبھی کبھی ہو اکرنا اس طورپر کہ اشیا کی تمام

صورتیں اس زمانہ حال کی یا گذشتہ صورتیں کسی زمانہ بعید یا قریب کی یکبارہ ذہن میں نقش ہو گئیں۔ پس پر آں کی تجدیدات و تغیرات اور تبدیلات

کمیہ ہمیشہ حاضر ذہنی نہیں۔ سو پہلا مقدمہ معجزہ اور کرامت کی قسم سے ہے۔ اور دوسرا مقدمہ ان دونوں سے باہر اور مخلوق

پرستوں کے عقیدوں میں داخل ماسوی اللہ کے پوجنے والے ہیں۔ سو بزرگوں کو اس واسطے علم غیب کا ثابت کرتے ہیں کہ اپنی

مکار کو سنکر اپنی مطالب کے مقاصد برلاویں۔ اور اس باعث انکی قدرت بی انتہا اور انکی تصرف بعید عالم میں اثبات کرتے ہیں ۔ اخرج

الترمذی عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ

مشکوٰۃ کے بابُ الایمان والنذر میں لکھا ہے۔ کہ ترمذی نے ذکر کیا۔ کہ نقل کیا ابنِ عمر نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے

تھے۔ کہ جس نے قسم کھائی غیر اللہ کی سو بیشک اس نے شرک کیا۔ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَمُرَۃَ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِیْ وَلَا بِآبَائِکُمْ۔ مشکوٰۃ کے باب الایمان والنذر میں لکھا ہے

کہ مسلم نے ذکر کیا۔ کہ نقل کیا عبد الرحمن نے کہ پیغمبر خدا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ نہ قسم کھایا کرو۔ جھوٹے معبودوں کی

پر اس کا جاننا واجب ہو۔ اور ہر فرد مسلمان کو اسپر وقوف ہونا لازم ہو ایسی صورت کو بلوائے عام بولتے ہیں۔ آجتک سچے اور پکے مسلمانوں میں

عام کے خلاف ہو۔ سو مقبول نہیں۔ یہ حدیث احاد بھی اس بلوائے عام

برخلاف ہے۔ البتہ قبول نہ ہوگی۔ اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اسکی تاویل یہ ہے۔ کہ کلیات وقائع اس دنیا کے جو ہو چکے ہیں جو ہونہار ہیں

سو اللہ نے مجھکو بتلائے ہیں۔ انکو ایسے دکھا چاہوں۔ جیسی نبی پہ ہی منفصلی۔ چنانچہ حضرت آدم اور ہابیل اور قابیل اور شیث اور ادریس اور نوح ابراہیم

وغیرہم کے واقعات جو آگے گذر چکے ہیں۔ اور چاروں صحابہ کے خلافتیں وغیرہ واقعے قیامت تک جو ہونہار ہیں سو بھی معلوم ہو چکے۔ ف ۲۲۳

لیکن وہ جو ایک بدعتیوں کا خوشامدگو کہتا ہے۔ کہ اپنی ڈاڑھی کے بالوں کی گنتی بھی معلوم ہے۔ سو اس بے ادب کا کیا جواب دیا جائے

یہ قول اس کا کالاے بد ہے۔ اسکی ڈاڑھی سے وابستہ مثل مشہور کہ کالاے بدش بریش خاوند۔ اور یہ بھی جو کہتا پھرتا ہے کہ اب

کے ستاروں کو جائز ہے۔ مسجد میں مجامعت کرنی اور جنبابت کی حالت سے مسجد میں بیٹھنا اور اس مقدمے میں ایک احاد حدیث تحریف

و تصحیف کرکے لئے پھرتا ہے۔ سو بھی بلوائے عام کے برخلاف ہونے سے فقہا کے پاس مقبول نہیں شاید ایسے ہی کے حق میں بڑے

کہا ہے سلف صحیح پیشتر سے کہا کہ تا تھا مسجد کا امام۔ رات کو وہ لونڈے کو یاں لا کے برائے اغلام جا نماز من بجاے گستر

اور یہ بھی حق وہم ہے۔ کہ علم کلی اور جزوی کی نسبت حاصل ہونی ایک جدی بات ہے۔ اور معلوم کی صورت کلی اور اسکی جزئیات کی

میں ترجمہ ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ رُفِعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا هُوَ ۔

الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰى كَفِّي هٰذِهٖ۔ یعنی حاصل معنی کا یہ ہے۔ کہ تمام دنیا میرے سامنے ایسی ہی جیسا میری ہتھیلی ہاتھ کی

سو میں دیکھتا ہوں ہر چیز کو جو ہونیوالی قیامت کے روز تک روایت کی۔ اس حدیث کو طبرانی نے انتہی میں کہتا ہوں۔ کہ حاصل معنی تحریف

معنوی ہے۔ اصل مضمون حدیث کا یہ کہ اس حدیث کے بیان کیوقت میں اگر وہ حدیث صحیح ہو۔ تو یوں فرمایا گیا ہے کہ دنیا میرے صرف

اٹھائی گئی۔ سو میں دیکھتا ہوں اوسکی طرف اور جو کچھ کہ ہونہار ہے۔ اس میں قیامت کے دن تک گویا کہ اب دیکھتا ہوں اپنی

اس ہتھیلی کو انتہی دنیا اور اس کی کائنات کو دیکھنے کی تمثیل اپنے مبارک ہتھیلی کو دیکھنے کی سی فرمائی گئی سو اول جزئیات کے پاس

اس کے معنی سے ظاہر ہیں۔ کہ جیسے ہتھیلی کے کلیات کو دیکھنا۔ تیسے دنیا کے کلیات کو دیکھنا بھی ثابت ہووے۔ دوسری بات یہ کہ

اس حدیث کا رتبہ بھی معلوم نہیں اور حدیث صحیح مشہور کی قسم سے بھی نہیں ورنہ ساری امت پر اس کے مضمون کا عقیدہ فرض یا واجب ہو کر

ضروریات دین کی قسم سے رہتا اور بد عقائد ناموں میں اس کا ذکر آتا اس کے سوا یہ حدیث کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ کہ قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي

خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ سے اور بہت سے صحیح حدیثوں کے بھی خلاف ہے جس سے غیب نا جاننا ثابت ہوتا ہے اور عقیدہ

اسلام کے مشہور قاعدے کے بھی خلاف ہے۔ کہ غیر اللہ غیب داں نہیں اور جب کسی غیر اللہ کی غیب دانی واجب الاعتقاد ہو تو ساری امت

خلاف قرآن و حدیث اور سب مجتہدوں کے خلاف قول ہے۔ یا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے واں بیٹا ہے۔ کہ فلانے کی
شادی کب ہوگی۔ یا فلانے کے درخت میں کتنے پتے ہیں۔ یا آسمان کتنے تارے تو اس کے جواب میں یوں نہ کہئے۔ کہ اللہ اور رسول جانے
کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے۔ رسول کو کیا خبر۔ شرع میں رسول کو غیب دان سمجھنا کفر ہیں۔ چنانچہ حنفی علمانے تصریح کی ہے
اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ کہ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین
کی بات میں کہئے۔ کہ اللہ و رسول ہی جانے۔ یا اعلانی بات میں اللہ و رسول کا حکم ہے۔ کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا
دی ہیں۔ اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرماں برداری کرنے کا حکم دیا ہے۔ شرع اگر اہل بدعت جو دنیا کے غرضوں کے واسطے اشتہار دیا ہے ف ۲۲۴
اور بزرگوں کو پکار پکار کے اپنی مرادیں مانگنے سے حاجت روائی کا یقین رکھتے ہیں۔ سو ان حضرات کے علم غیب ثابت کیجئے لو غرض
اپنی معروض اور بر آمد حاجت دشوار سمجھتے ہیں۔ ناچار کوشش کرتے ہیں کہ سی طرح بزرگوں کا علم غیب ثابت ہووی اور اپنی کی
فریاد سنی جاوی۔ اور اپنی خیالی حاجت روائی ہووی اس واسطے کہیں نام کی حدیث بھی ملے یا کسی بزرگ کا تاویلی قول ہو اس مقدمے
کے بیچ متواترات اور قطعیات ہووی۔ اس واسطے کہیں نام کی حدیث بھی ملے یا کسی بزرگی کا تاویلی قول ہو تو اس مقدمے
کے بیچ رہ مذکورین لکھتے ہیں اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو بہکاتے اور قوی الایمان مومنوں کو بدنام کرتے پڑی سند ہو سکی حدیث

اور سبب الاسباب ہے۔ سو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کاہیکو بھیجا۔ کیا خلقت پیدا کرنے نہیں نہیں بلکہ آپ ہی خالق ہے چنانچہ فرمایا کہ

ہو الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ کیا خلق کو روزی دینے بھیجا ہے۔ نہیں کیونکہ وہ آپ ہی رزاق ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ ان اللہ ہو الرزاق

ذو القوۃ المتین۔ کیا خدائی کے کاروبار بنانے بھیجا۔ نہیں کیونکہ وہ آپ ہی رزاق ہے۔ اور فرمایا۔ سبحان الذی بیدہ ملکوت

کل شیءٍ۔ پھر کاہیکو بھیجا۔ اپنا مقدس کلام پہنچانے۔ اپنی شریعت کے حکم بتانے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اسکی عبادت مقدور بھر بجا لانے

کو فرمانے اور اسکی پاکی اور بے نیازی سمجھانے اور جاہلوں کو علم سکہانے اور ناپاکوں کو ن پاک ہونیکا طور دکہلانے۔ چنانچہ قرآن مجید

میں فرمایا۔ کہ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ یعنی جس طرح کہ بھیجے ہم تم میں ایک پیغمبر تمہیں میں کا پڑھتا ہے پتہ نہیں ہماری اور

پاک کرتا تمکو اور سکھلاتا تمکو کتاب اور عقل مندی اور سکھلاتا تم کو جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔ پھر یاد کرو مجھکو یاد کرونگا تمکو اور شکرگذاری میری اور وجہ

اسکے ایمان کا اور ہدایت کا اختیار بھی بالکل ان عالی جنابوں کے قبضہ اقتدار میں نہیں دیا۔ الفضل للہ۔ چنانچہ آپ ہی فرماتا ہے کہ وما

اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین۔ نہیں بہت سارے آدمی تو حرص بھی کرے ایمان لانیوالے اس سبب سے مصنف نے کہا کہ سب کچھ

خدا ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ پیر مردہ پرستوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ خدا چاہے یا نہ چاہے بزرگوں کا چیتا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

میں لکھا ہے۔ کہ شرح السنہ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو۔ کہ جو چاہے اللہ و محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ
فقط ۔ش۔ اور اسی حدیث کا مضمون ایک قصے کے ساتھ حضرت بی بی عائشہ کے ماں جائے بھائی کی روایت میں آیا ہے چنانچہ امام احمد اور
ابن ماجہ اور بیہقی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ کہ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ قَالَ
اَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا۔ یعنی ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں سو ہو تب آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے
مجھے اللہ کا مقابل ٹھہرا کے کہا۔ کہ جو اکیلا اللہ ہی چاہے سو ہو۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اور امام احمد نے اپنی کتابوں میں لایا ہے
اسی طرح نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اور بخاری نے بھی اس کو الادب المفرد میں ذکر کیا جب سید المرسلین جو بات سہو کرنے کے
باب میں یہ کچھ آیا ہو۔ تو پھر جو لوگ یوں کہا کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ فلانے بزرگ چاہیں تو سو کر ڈالتے ہیں زمین و زمان کو چاہیں تو اُلٹ پلٹ
جس کو چاہیں ماریں جسکو چاہیں جلائیں جسکی دولت چاہیں چھین لیں جسکو چاہیں بادشاہ بنادیں۔ غرض اسی طرح کی خرافات بکتے چلے
جاتے ہیں۔ سو انصاف کی نظر سے دیکھو کیا انہوں نے اس بزرگ کو ایسی باتوں میں اللہ کا ند نہیں ٹھہرایا۔ اس واسطے مصنف کہتا ہے اور ہر امر میں
کہتا ہے۔ مؤلف بلکہ یوں نہ بولے۔ کہ اللہ اور رسول چاہیگا۔ تو فلانا کام ہو جائیگا۔ کیونکہ سب کاروبار جہان کا اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے
رسول کے چاہنے سے ۔ش۔ جو اصل افراد ہیں۔ کچھ نہیں ہوتا ۔ش۔ پھر اوروں کے چاہنے سے کیا ہو۔ یہاں تامل سے سمجھو کہ خداوند تعالیٰ جو آپ خالق

اپنی قوم کیساتھ حضرت نے سُنا ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں اس کو ابو الحکم یعنی اصل قضیہ چکا دینے والا - سو بلایا اس کو پیغمبر خدا نے

اور فرمایا بیشک اللہ ہے - اصل قضیہ چکا دینے والا اور اسی کا ہی حکم ہے پھر تجھکو کیوں کہتے ہیں اَبُو الحَکَم سُو عرض کی - کہ جب میری قوم

کسی چیز میں کرشکسپڑہ کرتے تو مجھ پاس چلے آتے - ان کے درمیانے میں حکمونی کی بات کہتا - تو ہر ایک میرے چکانے کو مان جاتے

پیغمبر خدا نے فرمایا کہ کیا خوب ہے - یعنی کیا خوب تو جیہ ہے - خدا نے فرمایا کہ تجھے کچھ اولاد ہیں کہا مجھے شریح اور مسلم اور عبداللہ ہیں

فرمایا ان میں کا بڑا کون ہے - ابو شریح ہے - کہا کہ میں نے کہا - شریح فرمایا کہ تو ابو شریح ہے - یعنی شریح کا باپ روایت کی اس کی

ابو داؤد اور نسائی نے الحاصل مصنف کے مطلب کو فقط سطر حدیث و نصفا ہنے ہی پر اختصار کیا - ساری حدیث کے ذکر کرنیکا

محتاج نہ تھا اس پر کوئی مطلب بھی موقوف نہ تھا صرف یعنی یہ بات کہ ہر قضیے کو چکا دے - اور ہر جھگڑے کو مٹا دے یہ اللہ ہی

کی شان ہے - کہ آخرت میں ظہور کریگی - کہ پہلے پچھلے دین و دنیا کے جھگڑے سب صاف ہو جاینگے - اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ

جو فقط اللہ کی شان کے لائق ہے - اور اس میں وہ پائی جاتی ہے - اور کسیکو نہ کہنے - جیسے بادشاہوں کا بادشاہ - مالک سارے

جہان کا - خداوند جو چاہے کر ڈالے معبود بڑا و تمام بے پرواہ علی ہذا القیاس اَخْرَجَ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ عَنْ حُذَیْفَۃَ عَنِ النَّبِیِّ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ مشکوٰۃ کے باب الاسامی

باسمائکم واسماء ابائکم فاحسنوا اسمائکم رواہ ابوداود۔ یعنی مقرر تم پکارے جاؤگے اپنے باپوں کے نام سے سو اچھے رکھا کرو اپنے نام

[illegible] نیہ جیسے حسن آتا اور حزن بنی اور بے کشتی ہشیک مکروہ ہیں۔ کیونکہ حال العموم

عبد دواں کی تشبیہ شرع میں مسنون ہے۔ غرض انکے بارے ناموں میں سے کوئی نام ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن اسے میرے بہائیو

اعتراض فقط ان واعظوں پر نہیں ہے۔ تاکہ مسلم رہتا ہے۔ کہ ان کا نام عبد الرحمن یا عبداللہ تھا۔ بلکہ تمہاری عقل ناقص ہے کہ تم بھی

ابو حسن ابن علی عمر عثمان ناموں پر بھی اعتراض کروگے۔ بلکہ آگے بھی بڑھ سکوگے۔ کیونکہ عقل و ادب اور حیا کا سر رشتہ تم میں کچھ نظر نہیں

آتا۔ پھر یہ تو قاعدہ مقرری ہے۔ کہ اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ یعنی جب تُو نے حیا ہی چھوڑ دی پھر جو چاہے سو کر۔ ص۔ اخرج

ابوداود والنسائی عن شریح ابن ھانی عن ابیہ انہ لما وفد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع قومہ

سمعھم یکنونہ بابی الحکم فلم تکنی بالحکم۔ ش۔ اس حدیث کا تتمہ یہ ہے۔ قال ان قومی اذا اختلفوا فی شیء اتونی

فحکمت بینہم فرضی کلا الفریقین بحکمی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما احسن ھذا فما لک

من الولد قال لی شریح ومسلم وعبد اللہ قال فمن اکبرھم قال قلت شریح قال فانت ابو شریح

ص۔ مشکواۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے۔ کہ ابو داؤد اور نسائی نے ذکر کیا۔ کہ شریح نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ وہ جب آیا ہمراہ

ف یعنی عبداللہ کے معنی بندہ اللہ کا اور عبدالرحمن کے معنی بندہ رحمان کا سو اس میں داخل ہے عبدالقدوس عبدالخالق - خدا بخش اللہ دیا یا الٰہی
بخش جو نام ہو کہ اللہ کی طرف نسبت رکھے۔ حضرت صاحب الرسالت ایسے نام کا ذکر فرماتے ہیں — اس میں یہ ادب کو نہیں کہتے یہ بہتر ہے کہ حق تعالیٰ الرحمن (۲۹)
منشی جواب کو اولوالالباب میں سے سمجھتے ہیں۔ لیکن جو کوئی ہے رد کی تو لبیک اجابت کہتے ہیں سو یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ
وہ خدا لوگ اس حدیث کو پڑھتے ہیں۔ پر اپنا نام عبداللہ اور عبدالرحمن کرکے نہیں لگا لیتے - بلکہ کسی کا نام محمد ہے۔ کسی کا نام علی
کسی کا حال کسی بادی دیکھیے ان دونوں سے قول ان کے عمل کے برخلاف ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اعتراض جناب امر شدید کا نام
تقیہ نہیں سمجھا۔ اس میں بیان یہ ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمن کرکے جو نام ہیں اللہ کے یہاں بہت پیارے ہیں۔ اسی واسطے قرآن میں فرمایا
کے حق میں فرمایا ہے کہ عَیْناً یَّشْرَبُ بِهٖ عِبَادُ اللّٰهِ - اور نیک بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ
یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْناً الآیات اور دوسرے نام جو ہیں جیسے عبدالکریم اور عبدالخالق وغیرہ اور محمد اور علی اور حسن اور حسین اور دوسرے
اصحاب کے نام خصوصاً انبیا کے نام علیہم السلام اللہ کے یہاں پیارے ہیں - علی الخصوص محمد اور احمد اور محمود کے نام لیکن جو اللہ کے عبد
اور خادم اور بندے اور بخشے اور نوازے ہونے پر جو نام دلالت کرتے ہیں۔ سو شرک میں نامور ہونے کے سبب بڑھتے ہیں اور مشرکی
اللہ کے یہاں نہ ہیں - عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

منہ چھے سے السنۃ بہ تاج ہوئی اس کا مطلب سے یہ ہے اور یہ کہنا اس کو مراد ہے ۔ اور اللہ جل محبۃ شیخ عبد القادر کے واسطے لکھا

اور یہ کفر جو یہ نوع ہے ۔ مخصوص قصد حصہ حق تو شیطان سے ماحاصل آنے کا ارادہ ہوتا ۔ غرض یہ روایت الفاظ منہ کے بعد ... سنی

طرح سے تنبیہ ... ۔ غرض مالک الملک جو اسی سب بڑی شان ہے اور ... ہے ۔ الک ...

ف ۲۲۸ پس تہیں نسا اور ایک نسخے میں تو رونا اسی کا نام ہے ۔ اور یہ بات مخفی ہے ۔ ... اور اس کے بعد فرمایا

مراد یہ ہے ۔ ... اور بہت جگہ ... خدا ... ہوتی ہیں ... اور گستاخی او ٹھٹھوں ... ہے

السی ... فرمایا ۔ اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستہزءون ۔ یعنی اللہ سے اور اس کی آیات سے اور اس کے رسول سے تم

ٹھٹھے کرتے ہو ... سے اپنے باپ کے ٹھٹھا نہیں کرتا ۔ غرض جیسا ... بادشاہ یا باپ ... اور حکمت ... ہوتا

ف ۲۲۹ اس کام کے واسطے ... اور ... اخرج مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احب اسمائکم عبد اللہ وعبد الرحمن ۔ مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے

مسلم نے روایت کیا کہ نقل ہے ابن عمر سے کہ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے سب ناموں میں اچھا نام خدا کے پاس عبد اللہ و عبد الرحمن ہے

مشکوٰۃ کے صحیح نسخے سے اور شیخ عبد الحق کے ترجمہ مشکوٰۃ سے اور تیسیر الوصول سے اور جامع صغیر سے اس روایت کا لفظ ایسا تحقیق ہوا کہ ان

احب اسمائکم الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن لیکن چھاپنے والے کی بے پروائی سے الی اللہ کا لفظ چھاپنے میں آیا

اور یہ بھی ہم چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے مضمون خود لاتے ہیں - بقول مولانا جامی یہ سچ کہتے ہیں - شاعرے میگفت ارباب معانی بردہ اند

ہر کجا در شعر من مضمون رنگین دیدہ اند - گفتمش بسیار اشعار دیدم کہ معنی نداشت - گفت ایں سگیفت آنکہ معنی باشد از دزدیدہ اند

جب استاد ایسے ہیں تو شاگرد آپ کے ایسے ہی ہونگے - دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما - چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

۱۲۶ در خرابات مغان ما نیز ہم منزل شویم - کاینچنین رفتست در عہد ازل تقدیر ما - حافظ یہ اب شاگرد رشید ہوئے ہیں - [illegible] ثانی

تو یہ ہے کہ اسمیں کا کہ اسم اللہ اعظم فی اسمائہ تعالیٰ و انجاح الحوائج - اس کا معنی یہ کہ میرا نام اسم اعظم - تاثیر میں اور مقصد برآری میں

واہ اس پر مجھے طالب علم کو عقل خداداد تھی - ایک من علم را دہ من عقل باید - انہوں نے حضرت کی مراد کو نہ سمجھا - یہ نہ خیال کیا کہ انبیاء

اپنے نام مبارک کو اسم اعظم نہیں فرمایا - جب حضرت نے تو لے جدا ہوئے صحابہ اقدم جیتے تھے - ایسی بات کیوں فرماتے - مراد

جناب شیخ کی یہ ہے - کہ اسماء اللہ میں سے یا اللہ قضی حوائج - اسم اعظم ہے - شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ [illegible] اسماء حسنیٰ کی شرح

میں لکھتے ہیں - کہ حضرت شیخ کا مذہب اسم جامع ہے - ہر اسم مراد کو اس کے مرتبے کے ساتھ ایک خصوصیت ہے - نہ [illegible] سادہ - بھلا مجھے

طالب علموں کو کون پوچھتا - ہاں اگر کوئی بات ہے کہ اس کو سمجھ [illegible] توجہ [illegible] بسا اوقات [illegible] - اسمیں [illegible]

[illegible] سے بھر [illegible] کے [illegible] کا [illegible] ہو - [illegible] - تو [illegible]

عبد القادر کذا وکذا او ابنم لله اور بیٹا مانگنے والے یوں کہتے ہوتے کہ یا شیخ عبد القادر ولداً موصوفاً بهذه الصفات لله اور ہماری کادم

چاہنے والے یا شیخ عبد القادر اقض لی المرض الفلانی شیئاً لله اس قسم کا یہ دوسری مرادوں میں نام لیکر مانگتے ہوئے مولانا عبد الحی نے کیا خوب کہا ہے

جب ہے تو آپ کام تو مانگو - خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو - وہ کیسے جو نہیں دیتا ہے خدا جب تم مانگتے ہو اور دیتا ہے ۔

اگر ختم خوان یوں کہتے ہیں - کہ وہ حضرت ہم کو اس سے بیٹا دلوا دیں گے - یہ تعلق بد کا ملوا یا نہ کیا جاتا ہے - کہ یا شیخ عبد القادر سل الله

الشیء مقبول - یعنی اس کے پاس خدا نہیں ہے ہم کو مانگ دے - اگرچہ ایسی حدیث قرآن میں نہیں وارد ہوئی - کسی مجتہد نے نہیں کہا - باوجود

اس کے مدت سے معنی کا ایک کرتے ہوں گے ای محمدی بھائیو - اس معترض نے ایسا شبہہ اور اغوا کچھ عجب نہیں کیونکہ وہ انہی ہو تو بہت

ما و علمی کمی سو مرتبہ پڑھنے کی اجازت لوگوں کو دیے ہیں اور اپنی جماعت کو ایک منتر ٹھہرا یا - یہ نہیں سمجھا کہ یہ ایک آیت قرآنی کا جز

ہے - کذا و بلغنا علم الحجاب نحدہ عونا لک فی النوائب - اس کے معنی یہ جاننا ہوگا جس سے مناسب ظاہر ہوتے ہیں ۔

تو اس کو مدد کیا [illegible] میں آوے اگر یہ [illegible] علی کو [illegible] علی کو [illegible] ہے - [illegible]

اس معترض کو منطقیت کا لاف ایسے عشق جو [illegible] کیا سمجھے ہوں گے - باوجود اس [illegible] کے معنی [illegible] کو [illegible]

ہو گئے - سچ کہا کسی حکیم نے [illegible] اور [illegible] آئے ہیں - یہاں کوئی نہیں [illegible] سکتا - علاوہ [illegible] شاعری [illegible]

میں رکھتے ہیں۔ وہ ضلالت کا شبہ یہی ہے۔ شہر میں غول ہابابانی۔ ایک دن کسی محمدی سے کہنے لگا۔ کیا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کہتے میں شبہ کیا
پاس سفارش لے جانا نہیں بتاتا۔ کس واسطے کہ اگر کوئی تفسیر ایسی جیسے جاگتے آدمی سے شیئاً للہ کہکر جواب مانگے۔ تو اسنے خدا کو اُن کے پاس سفارشی کیا ہے
اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مانگنے والے مسلمان نہ تھے۔ دنیا دار العمل اور مزرعہ آخرت ہے یہاں ثواب مانگنا کسی شخص سے شیئاً للہ کرکے
مانگے۔ تو للہ کا لام ثواب اور مستحق ہونا ہے۔ جسکا حاصل معنی یہ ہے کہ کچھ دیو ثواب ملنے کے واسطے اور یہ مصداق ہے اس صورت میں مطابق ہے
اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ برخلاف اسکے اگر کوئی فقیر کسی مردے کی قبر پر شیئاً للہ کہکر جواب مانگے۔ وہ معنی صحیح نہیں ہوسکتے کیونکہ قبر دار
عمل اور مزرعہ آخرت نہیں اور مردے جیسے کچھ نہیں دیتے۔ اگر جیسے دیتے بھی ہیں تو ملزوم مالا یلزم ہے۔ ایسی جگہ پر شیئاً للہ کہنا محض لغو ہے
نہیں جبکہ بعینہ قائم ہوئے ولی سے شیئاً للہ کہکے سوال کیجئے۔ تو کسی حیثیت سے وہاں یہ معنی نہیں بنتا۔ کہ ثواب کے واسطے مجھے
یعنی مجھکو دولت دو۔ تمکو خدا کے پاس ثواب ہوگا۔ مجھکو شیئاً دو تمکو اجر عظیم ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس باقی جو یہ بات کہ یہی تمہارے پاس اللہ کی
سفارش یا وسیلہ یا واسطہ بنایا ہے۔ یہی کچھ دوا کر اس کے معنی نہیں ہوسکتا ہے۔ تو یہ تمنا بھی لغو ہے۔ اسکے سوائے شیئاً للہ کہکے جواب مانگنا
کچھ معقول بات نہیں۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی چیز اللہ کے واسطے ایک ذرہ خاطر بیشی ہی۔ اگر ایسے مانگتے تو ایک فریاد حاکم
دیا تو اس کے سوال کا جواب ہوچکا۔ اسی واسطے کہیں قرآن کی دعاؤں میں اور حدیث کی مناجاتوں میں یا اللہ اعطنا شیئاً لکر کے منع آیا
اگر اس قسم پڑھنے والوں کے نیم فاسد ہیں اس قسم سے مراد ہیں ملنے کا تعین ہے۔ تو کاش مال مانگنے والے یوں پوچھتے ہوتے۔ کہ یا شیخ

کسر نفس نہیں صورت یہ کہ دعا مانگنے والا شخص اپنے مقصد بر آنے کے خیال سے خود غرضی اور طلب بیقراری میں گرفتار ہو کر بلک بلک دہائیاں
دے رہا ہے۔ اور پکارتا ہے کہ یا اللہ فلانے پیر کے واسطے میری مراد دے۔ اور فلانے شہید کے واسطے اور بی بی ترا ترت کے واسطے اسی طرح کی
باتیں کر رہا ہے ظاہر ہے۔ کہ یہ صرف خود غرضی ہے۔ اگرچہ مباح ہو۔ لیکن مومن صابر کے حال کے لائق نہیں باقی رہی چوتھی بات کہ ای فلانے
بزرگ کچھ دو اللہ کے واسطے سو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس کے کہنے سے ترت مرادیں مل جاتی ہیں۔ اگر کہو کہ ہاں تو ہم کہیں گے۔ تو مانگو ہمیں گو بیچ
میدان یہ باتیں کہ کہیے یہیں اپنا کھانا منگوا لو۔ اپنے کپڑے سلوا لو۔ اپنے جیب بھر لو۔ بیٹھے بیٹھے علم حاصل کر لویں سیدھے منزل مقصود کو پہنچ
جاؤ۔ مسافر یار آشنا کے خط خطوط منگوا لو۔ علی ہذا القیاس اور باتیں پھر اگر یہ سب کچھ ہوتا۔ تو ایسی باتیں کہنے کو ناچار قبول کرتے جھوٹا عبث
میٹھے کے مانند سب کچھ حاصل نہیں۔ تو ایسے لغو دینی کہنے کا کیا فائدہ۔ لغو کو چھوڑنا مومنوں کی تعریف ہے۔ کہ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ
اور حدیث صحیح میں آیا ہے۔ کہ مِنْ حُسْنِ الْإِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔ اسی واسطے سرور انبیاء نے کبھی نہ بتلایا۔ کہ یا محمد شیئاً للہ
پڑھا کرو۔ اور افضل خلفا نے بھی کسی کو نہ سکھایا کہ یا ابا بکر شیئاً للہ۔ اور ابو الاولیاء علی مرتضیٰ نے بھی کبھی تعلیم نہ کی کہ یا علی شیئاً للہ کا سمرن کرکے
سنت جانا۔ اسواسطے یقین ہے۔ کہ حضرت نے بھی کسی کو یا شیخ عبد القادر شیخ عبد القادر شیئاً للہ کا ختم نہ سکھایا ہوگا۔ چنانچہ ملفوظ شریف میں
یہ بجا وصیت ہے۔ کہ سوائے اللہ کے کسی سے کچھ نہ مانگ اور اولیاء لوگوں کے دکھانے کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔ یہاں ایک معترض کا شبہ اور اس کا دفع

مراد ملتی ہے۔ ہاں اگر فقط ربنا آتنا کہنے سے مراد نہ ملتی ہو۔ اور یہ دونوں باتیں کہنے سے مقصد تر حاصل ہوتی ہو۔ خود غرضوں اور
ہوا پرستوں کو ربنا آتنا چھوڑ کے یہ دو نو باتیں کہنے میں مذہب قطعاً مساوی نہیں۔ ربنا آتنا کہنا خالص عبادت ہے۔ اور اس کے نتائج ظاہر
کیونکہ ہمارے رب نے سب سامان ظاہری و باطنی عقلی و نقلی مہیا کر رکھے ہیں۔ اور اپنی مرضی مقدس کے موافق جسکو سرفراز چاہتا ہے کرتا ہے اور سارا
یں سے اس کو عنایت کرتا ہے۔ پر ایسا نہیں کہ دنیا نے کے واسطے دے کہنے والوں کو زیادہ دیتا ہے۔ اور ربنا آتنا کہنے والوں کا حق کم یا بالکل تباہ
نہیں۔ بلکہ وہ جواد مطلق ہے۔ جسکو کچھ جو مناسب جانتا وہ عنایت فرماتا ہے۔ اسی واسطے شریعت میں اسی پر توکل کرنے کو اور اسی سے مراد
مانگنے کو اور اسی سے اپنے کو عبادت ٹھیرایا ہے۔ پر جو یوں کہتا ہے کہ یا الله فلانے کے طفیل سے دے۔ سو وہ ایک مباح بات ہے کہ یہ عبادات
ف ۲۴۴ کے کلمہ میں داخل نہیں۔ ف اس بات کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو دعا مانگنے والے کا کسر نفس میں ہے کہ بڑا گنہگار سمجھ کے دعا کے قبول نہ ہونے
سے ڈرتا ہے۔ اور فلانے نیک کار بندے کے طفیل سے بھیک مانگتا ہے دوسری یہ کہ دعا مانگنے والا کسی بزرگ کی نیک صحبت کا بہرہ ور
چنانچہ مثلاً متبع سنت ہو اور دعا مانگنے میں یوں کہے کہ یا الله سنت نبی کی برکت سے یا آنحضرت کی تبعیت سے یا حدیث رسول کی حرمت سے میرا
مقصد مراد حاصل ہو۔ اس بات میں کئی فائدے ہیں ایک تو سنت کے طریقے کی بزرگی اور رسالت کے درجہ کی بلندی اور حدیث کے مرتبہ کی
شان دوسری دعا مانگنے والے کی سچی نسبت ان بزرگوں کی طرف تیسری ایسی نیک باتوں کے تابع ہونیوالوں کی ترغیب جو فقط دعا مانگنے والے کا

یہ لوگ اس میں ایک تو مشہور ہے۔ کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں۔ کہ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ۔ یعنی اے شیخ عبد القادر کچھ دو تم اللہ کے واسطے نبی ف ۲۳۲
میں نے اللہ کو واسطے تمہارے پاس وسیلہ لایا ہے۔ سو یہ لفظ نہ کہنا چاہئے۔ کہ اس واسطے اللہ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کہ اس کو کسی
بندے کے پاس سفارشی ٹھیرائیے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یا میرے اللہ کے طفیل سے میری مراد دو۔ یا اللہ کو میں نے وسیلہ لایا ہے مجھی بچاؤ۔ پوشیدہ رہے
کہ ایسے ختم کو بعض عالموں نے کلمہ کفر کہا ہے۔ اور بعضوں نے مضائقہ نہیں کہا فتاوی خیریہ میں ہے دیکھ لیجئے پھر حنفیوں کے قاعدے سے جو بات
کفر اور مباح کے درمیان ماری پھرے۔ اس کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ اس کے سوا مراد مانگنے کا ڈھب قرآن و حدیث کے نص سے جیسا
ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کہے رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اللّٰھُمَّ عَافِنِی وَاعْفُ
وَارْزُقْنِی اور جیسا اور کہیں اللھم اعطنی بحرمۃ محمد فلاں بھی آیا ہے۔ لیکن کسی مناجات میں قرآن و حدیث سے ایسا نہیں آیا کہ دے تو
شیئاً للہ یا یوں کہنا یا رسول اللہ الامداد یا اللہ اور اسکی مانند پھر جو دعا قرآن و حدیث کے نص سے معلوم اور معمول ہے۔ اس کو چھوڑ کے اوروں
کی تراشی ہوئی دعائیں مانگنی یا بے ایمانی کی دلیل ہے۔ یا بیوقوفی کی۔ خیر ہم نے فرض کیا۔ کہ ربنا آتنا کہنے تو گویا ربنا آتنا بفضل فلان آتنا اللہ
کہنا سب ایک ہی قوت میں ہوں لیکن جب ربنا آتنا نص علی سے ثابت ہے۔ اور مراد کے موافق اور عبارت مختصر پھر اس کو چھوڑ کے ان
دوسری باتوں کی طرف دوڑنا البتہ خفت عقل کی دلیل ہے کیا سبب کہ ربنا آتنا سے مراد بر نہیں آتی۔ اور ان دونو باتیں کہنے سے خواہ مخواہ مراد

کہتے۔ ان لوگوں کو اس مانند مسلک سے ایک معانی بندی کا رشتہ یا حوتشی اسمای کا علاقہ ہے کہ گڑبڑ کے باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میرا رب اگر میرے پیر کے سوائی اور کسی کی صورت میں ظاہر ہو۔ تو اس کو نہ دیکھوں۔ اور کسی نے کہا کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوٹھی میں مول لیا اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت ربوبیت سے افضل بتاتا ہے۔ یعنی اگر حقیقت محمدی سے مراد ماہیت شخصیہ محمدی ہے تو اس کو الوہیت بھی کے مرتبے پر سرسائی دینی شیاک کفر ہے۔ اور اگر مراد مرتبہ احدیت ہے۔ تو بھی وہ پاک ذات کا مرتبہ ہے۔ اور الوہیت بھی اس ذات کا مرتبہ تفاوت ان دونوں میں اعتباری ہے۔ نہ حقیقی پھر ذات کو ایک اعتبار سے ذات پر ترجیح دینی ملحدی ہے اور اللہ کا ظہور مرشد کی صورت میں حلول و اتحاد کی راہ سے ہے تو بھی شبہہ کفر نکلتا ہے۔ اور یوں کہنا کہ خدا میرے مرشد کے سوائی اور کسی میں ظاہر ہو تو اودھر نیت نہ کرونگا۔ سو ویسی بات ہے۔ کہ جیسے بعض جہال کہتے ہیں۔ کہ اگر فلانا شخص نبی بھی ہو۔ تو اسکی نہ مانوں۔ یا فلانے کا گھر کعبہ بھی ہو۔ تو اودھر سجدہ بھی نہ کروں۔ چنانچہ وحشی شاعر نے کہا ہے۔ کہ ع میر دنم تو بار آں روکنم۔ اگر درست قبلہ شود سجدہ بآں نہ کنم۔ بہت علما نے کہا ہے کہ ایسی باتیں کفر ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ مثنوی اور کسی نے یہ بیت کہی۔ ع دل از مہر محمد ریش دارم۔ رقابت با خدائی خویش دارم۔ اور کسی نے یوں کہا ہے با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار۔ اللہ پناہ میں رکھے ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی اچھی سنے یہ۔ نظم از خدا جوئیم توفیق ادب بی ادب محروم ماند از فضل رب۔ ش۔ بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد۔ مثنوی اس قید سے معلوم ہوا کہ

اور وحشت ہو گئے۔ اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی۔ اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے۔ اور پھر اس گنوار کو سمجھایا۔ کہ کسی کو جو

کسی پاس دنیا سفارشی ٹھیراتے ہیں۔ تو وہی ہوتا ہے۔ کہ اصل کاروبار ان کے اختیار میں ہوں۔ اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کر دے۔ سو یہ جو کہا

کہ اللہ کو سفارشی پیغمبر خدا کے پاس بھیجتے ہیں۔ تو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا یہ بات محض غلط ہے۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اور اولیاء اس کے

روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ ف۔ اگرچہ ان سب سے مخلوقات سے ان کے درجات بہت بلند ہیں۔ لیکن اللہ ہی بزرگ سے بزرگ کا بھی جیسے

مرتبہ کا قول پایاب نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگر جبرئیل علیہ السلام کے رتبے سے کروڑ درجے فرض کیجئے۔ تو اللہ کے مرتبہ کا کروڑوں حصہ بھی نہیں ٹھیر سکتا۔ تو بڑائی عظمت

الٰہی بے انتہا ہے۔ تَعٰلَی اللہُ۔ ف۔ سارے آسمان و زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے۔ ف۔ چنانچہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ آپ فرماتا ہے۔ کہ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُہُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ یعنی سما رہی ہے۔ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کی اور تھکا نہیں سکتی اس کو تھامنا ان دونوں

کا وہی بلند بزرگ ہے۔ ف۔ اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا۔ بلکہ اس کی عظمت سے چرچر ہوتا ہے۔ سبحان اللہ۔ ف۔ شرف تھا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے ایسی بات سنتے ہی مارے وحشت کے بیہوش ہو گئے۔ ف۔

یعنی کچھ حواس کی عادت سے تجاوز فرما کے عظمت الٰہی کا لحاظ کر کے تعجب پر تعجب یوں آنے لگا۔ کہ سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے فرماتے یہاں تک ہوا کہ صحابہ

میں اس کا اثر ظاہر ہونے لگا۔ سو عظمت کی تجلی کے لازمے کی ایک سچی سی ہی کہاوت ہے۔ کہ جان نہ لگے وہی جانے ان جانت کی ہانسی میں چرکیا

کے قائل ہو کر سب گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ اس واسطے ان حدیثوں میں پیش نظر کی ہے۔ خرج ابوداؤد عن جبیر بن مطعم قال اتی رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اعرابی فقال جهدت الانفس وضاع العیال ونهکت الاموال وهلکت الانعام فاستسق اللّٰہ لنا فانا

نستشفع بک علی اللّٰہ ونستشفع باللّٰہ علیک فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ فما زال یسبح حتی عرف

ذلک ویحک اتدری ما اللّٰہ ان عرشه علی سمواته هکذا وقال باصابعه مثل القبة علیه وانه لیئط به اطیط الرحل بالراکب

مشکوٰۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے۔ کہ ابوداؤد نے ذکر کیا۔ کہ جبیر نے نقل کیا۔ کہ آیا پیغمبر خدا کے پاس ایک گنوار پس کہا سختی میں ہلاک ہوئیں

جانیں، اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور نقصان ہوئے مال وہلاک ہوئے مواشی سو منہ مانگ اللہ سے واسطے ہمارے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں۔ تمہاری اللہ کے

پاس اور اللہ کی تمہارے پاس سو پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ سو اسکی پاکی بیان کرتے رہے۔ کہ اس کا اثر یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے

لگا پھر فرمایا۔ کہ کیا بیوقوف ہے تو اللہ کو سفارشی نہیں لاتے کسی کے آگے اسکی شان بڑی ہے۔ اس سے افسوس ہے تجھ پر آگاہ ہے۔ کہ تو کیا جانتا ہے۔ اللہ

بیشک تخت اس کا اس کے آسمانوں پر اس طرح سے ہے۔ اور بتلایا اپنی انگلیوں سے قبے کی طرح اور وہ بیشک چرچر بولتا ہے۔ اس سے جیسا کہ چرچر

بولتے اونٹ کا پالان سوار کے بوجھ سے ف یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا۔ سو ایک اعرابی گنوار نے یعنی دہقان نے آگے پیغمبر خدا کے سختی کی بہت

بیان کیں۔ اور دعا طلب کی اور کہا۔ کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں۔ اور اللہ کی تمہارے پاس سو یہ بات سنکر پیغمبر خدا بہت خوف

سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ کچھ بھوت بھی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بعضے مرضوں کے ساتھ کچھ بھوت بلا خیال کرتے ہیں اور اسکو مانتے ہیں
جیسے سیتلا اور مسانی اور پیر بابا وغیرہ یہ سب غلط ہے۔ اور یہ بات ان میں مشہور تھا۔ کہ مہینا صفر کا نامبارک ہے۔ اسمیں کوئی کام نہ کیا چاہیے۔ سو یہ بھی
اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات بھی کہ تیرہ دن صفر کے نامبارک ہیں ان میں کچھ بلائیں اترتی ہیں۔ اور اس پر ان دنوں کا نام تیرہ تیزی رکھا ہے کہ ان
تیزی سے کام بگڑ جاتا ہے۔ اور اسی طرح کسی مہینے کو تاریخ یا دن کو نامبارک سمجھنا ہے یہ شرک کی باتیں ہیں۔ اَخْرَجَ ابن ماجة عن جابر قال
انّ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ فَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ
مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرۃ میں لکھا ہے کہ ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ جابر نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے
ساتھ رکابی میں رکھ دیا۔ اور پھر فرمایا کہ تو اللہ پر اعتماد کر کے اور اس پر بھروسا کر کے کھا۔ ف یعنی ہم کو اللہ پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسا ہے جسکو
چاہے وہ بیمار کرے۔ جسکو چاہے تندرست کرے۔ بیمار کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور بیماری کا لگنا نہیں مانتے۔ ف یقین ہے
کیونکہ صحیح اعتقاد یہی ہے توکل والوں کا وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مگر جو تجربہ والوں نے پایا ہے۔ کہ سیتلا کے آبلے کا پانی نشتر سے کسی کے
بدن میں پہنچائے۔ تو اس کے بھی سیتلا نکل آتی ہے۔ اور جس کی آنکھ آئی ہو۔ اسکے آنکھ کی رطوبت لیکے کسی کی انگلی آنکھ میں لگا دیجے۔ تو اس کو بھی
آنکھ آجاوی۔ اسی طرح کوئی عورت یا مرد کو برا وغیرہ ہو تو اسکی ملاقات سے دوسرے کو بھی ہو لگ جائے۔ پھر ایسے مرض ایک دوسرے کو لگتے ہیں۔ تو اسکو متعدی

ہوئی ہوتی۔ گھر کی نامبارکی کیا۔ اسکی نافرمانبرداری اور پھوہڑپن اور چوری اور بدزبانی اور بے حیائی اور نیلا کلانٹی وغیرہ اور گھوڑے کی نامبارکی کیا ہے کہ کھانا

اور لات مارنا چرائے باز ہونا اسی طرح کے اور عیب خصائص ایسی باتوں کو اور عالموں نے بھی لکھا ہے۔ ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی سے دیکھ

لیجئے۔ یہ کسی نے نہ کہا کہ گھر کی نامبارکی یہ ہے کہ جو کوئی اس گھر کو مول لے۔ اسکی حیات گھٹ جائے۔ اس کا رزق کم ہو جائے۔ اور اس طرح عورت

کی نامبارکی یہ کہ اس کا خاوند مر جائے یا بیروزگاری ہو جائے۔ یا بیماری رہے۔ اسی قیاس پر گھوڑے کی نامبارکی ایسے بہت سارے اعتقاد

بت پرستوں اور ستارہ پرستوں نے نکالے ہیں۔ اور نادان مسلمان کہنے والے ہیں۔ ان باتوں کو مان لیکے شرکت و بدعت میں گرفتار ہوئے ہیں

نعوذ باللہ منہا۔ جب گھر اور عورت اور گھوڑا اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہیں انکی نامبارکی کا اعتقاد کرنا ناشکری ہے۔ بلکہ ان کو مبارک سمجھکے

اللہ کا شکر بجالائیے۔ تا رب شکور اس شاکر بندے پر مبارک کردے۔ گویا اسی واسطے یہ حدیث ہے۔ کہ لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُونُ الْيُمْنُ فِي الدَّارِ

وَالْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ۔ اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ ف ٢٢٥

مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرۃ میں لکھا ہے۔ کہ بخاری نے ذکر کیا۔ کہ ابوہریرہ نے نقل کیا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ نہ کسی کو کسی کا مرض لگے اور نہ کسی

مُردے کی کھوپری میں سے اُلّو نکلے۔ اور صفر کچھ نہیں۔ ف۔ عرب کے جاہلوں میں یہ مشہور تھا۔ کہ جسکو ایسا مرض ہو جاوے۔ کہ کھانا چلا جاوے اور پیٹ

نہ بھرے جسے حکیم جوع الکلب کہتے ہیں۔ سو اس کے پیٹ میں کوئی بھوت بلا گھس جاتی ہے۔ کہ وہی کھانا چلی جاتی ہے اس کو صفر کہتے تھے

کہ ہمارے ہونے ہم پر ناخوش ہوئے عجائب یہ ہے۔ کہ بعضے گدھے مُلا باوجود جون ہونے کے قاضی بھی ہوئے۔ تسپر کہتے ہیں کہ معجزت کو ادیا

کاٹے کتے کے بھیس میں آیا کرتے ہیں قاضی کا ہیکو خواجہ پرست ہیں ایسے بدعقیدوں کے روکنے واسطے مصنف نے یہ بات کہی کہ جو کوئی کہے

کہ آدمی مر کر کسی جانور کی صورت پکڑ آتی ہو۔ وہ جھوٹا ہے۔ باقی رہا جذام وغیرہ کا بیان سو آگے آتا ہے۔ پر مصنف سے بہت عجب ہے کہ ان تین

ف ۲۲ چیزوں یعنی گھر عورت اور جانور میں نامبارکی بھی ہونے کا قائل ہوا۔ حالانکہ بی بی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ایسی نامبارکی نہیں ٹھہرتی

چنانچہ فرماتی ہیں۔ کہ وَالَّذِي اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا قَالَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَطُّ اِنَّمَا قَالَ كَانَ

اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَطَيَّرُوْنَ مِنْ ذَالِكَ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ الطِّيَرَةُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّابَّةِ

یعنی قسم ہے اس کی جس نے اتارا قرآن محمد پر نہیں فرمائی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز کبھی بھی۔ کہ جاہلیت والے

بد فال لیا کرتے تھے۔ ان چیزوں سے یعنی گھر اور عورت اور گھوڑے سے اور ایک روایت میں ہے کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے کہ نحوست ہے

گھر کے اور عورت کے اور گھوڑے کے مقدمے میں ہوا کرتی ہے۔ اس کے سوا حضرت عائشہ اور جابر کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ الشُّوْمُ سُوْءُ

الْخُلُقِ۔ یعنی نامبارکی خو ہے۔ اس حدیث کی رو سے جس میں بد خوئی ہو وہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں نامبارکی ہے۔ اسی باب سے ہے یہ

حدیث اِنْ كَانَ الشُّوْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ۔ یعنی اگر نامبارکی ہوتی ہوئی کسی چیز میں تو گھر میں اور عورت میں

گو اس سے معلوم کرنیکی راہ نہیں بتلائی۔ کہ کیونکر جان لیجئے کہ یہ نامبارک تو یہ جو لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ جو گھر شیر دہاں اور گھوڑا ستارہ پیشانی
اور عورت جو کبھی ہو تو نامبارک ہوتی ہے۔ سو اس کی کچھ سند نہیں۔ بلکہ مسلمان کو یوں چاہئے۔ کہ ان باتوں کا کچھ خیال نہ کرے
اور جب نیا مکان لیوے۔ یا گھوڑا ہاتھ لگے۔ یا بیاہ کرے یا لونڈی مول لیوے۔ تو اللہ ہی سے اسکی بھلائی مانگے۔ ف۔ چنانچہ حدیث
میں آیا ہے کہ جب عورت کو گھر لاوے۔ یا جانور یا لونڈی غلام تو اسکی پیشانی پر ہاتھ رکھے۔ یہ کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا
وَخَیْرَ مَا خَلَقْتَہَا لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا خَلَقْتَہَا لَہٗ ۔ اور اسی سے شئ یعنی اللہ سے اس شئ یعنی چیز کی
برائی سے پناہ چاہے۔ باقی چیزوں میں اس قسم کا خیال نہ دوڑاوے کہ فلانا کام مجھے راست آیا۔ اور فلانا نہ آیا۔ ف۔ معلوم کیا چاہیے کہ ف ۲۲۶
ہندوؤں میں مشہور ہے۔ کہ جو آدمی ہے اور دوسرا جنم لے۔ اپنے بھلے برے عمل کے موافق سو کوئی تو کسی جانور کے پیٹ میں جاتا ہے
ہے۔ کوئی نیک کسی آدمی کے پیٹ میں سو ہند کے مسلمانوں میں اس عقیدے نے یہاں تک اثر کیا۔ کہ اکثر عوام جب دیکھتے
ہیں کہ کوئی گھوڑا یا کوئی اپنے پاس آوے۔ تو کہتے ہیں کہ ہمارے کسی دوست کی روح اس روپ میں ہمارے پاس آئی ہے۔ اور بعضے
احمق کوے میں بھی ایسا خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہندو بھی اسی خیال سے کاگ ساد کچھ میں دودھ خشکہ یا کھیر کوؤں کے واسطے رکھتے ہیں
اور وے کھاتے ہیں تو بیہوش ہوتے ہیں۔ کہ ہمارے مردوں نے ہماری ضیافت کھائی۔ اگر وے نہ کھائیں تو یہ افسوس کرتے ہیں

یعنی عرب کے لوگوں میں شگون لینے کا بہت کچھ رواج تھا۔ اور اس کا بڑا اعتقاد۔ اس پر حضرت نے کئی بار فرمایا۔ کہ یہ شرک کی بات ہے تاکہ لوگ

ف ۲۲۴ اس عادت کو چھوڑ دیں۔ اَخرَجَ ابُوداؤدَ عن سعد ابن مالک قال قال رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا ھَامَۃَ وَلَا عَدْوٰی

وَلَا طِیَرَۃَ وَاِن تَکُنْ فِی شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَۃِ مشکوۃ کے باب الفال والطیرۃ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد

نے نقل کیا سعد ابن مالک سے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ اور نہیں ہامہ اور نہ کسیکو کسیکا مرض لگتا ہے اور نہ کسی چیز میں نامبارکی ہے اور جو

کچھ نامبارکی ہے تو گھر میں اور گھوڑے میں اور عورت میں ف یعنی عرب کے جاہلوں میں مشہور تھا۔ کہ جو کوئی مارا جاوے اور اس کا کوئی

بدلہ نہ لیوے۔ تو اس کے سر کی کھوپری میں سے ایک الو نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے اوس کو ہامہ کہتے تھے سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ بات

ف ۲۲۵ غلط ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو کوئی یہ کہے۔ کہ آدمی مرکر کسی جانور کی صورت بنکر آتا ہے سو وہ جھوٹا ہے اور یہ بھی ان میں مشہور تھا

یعنی مرض جیسے خارش یا جذام ایک دوسرے سے لگ جاتا ہے۔ سو فرمادیا کہ یہ بھی غلط ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو لوگوں میں مشہور ہے

کہ جس لڑکے کے چیچک نکلے۔ اس سے پرہیز کرتے ہیں اور لڑکوں کو پاس جانے نہیں دیتے۔ کہ کہیں اس کو بھی نکل آوے۔ اسکو نہ ماننا چاہئے

اور یہ بھی ان میں مشہور تھا۔ کہ فلانی چیز یا فلانا کام فلانے کو نامبارک ہوا۔ اور اس کو راست نہ آیا۔ سو فرمادیا۔ کہ یہ بھی غلط ہے اور اگر کچھ

اس بات کا اثر ہے۔ تو تین ہی چیزوں میں گھر اور گھوڑا اور عورت اس سے معلوم ہوا۔ کہ ایسی چیزیں کبھی نامبارک بھی ہوتی ہیں مگر اس کے

برائی ظاہر ہوتی ہے۔ اور نام نکالنے والے کو عربی میں عراف کہتے ہیں اس کے پوچھنے کی برائی خود اس حدیث میں مذکور ہے کہ من اتیٰ عرافاً الحدیث
پھر نام نکالنے والے کبھی نجوم سے نکالتے ہیں۔ کبھی رمل سے کبھی جفر سے کبھی فال سے کبھی خفتہ شخصوں کے اقرائے خواب کے استخارے سے کبھی کشف کے
دعوی سے سو عراف کے لفظ میں ان باتوں کی گنجائش تھی اور اعتبار عموم لفظ ہے۔ نہ کہ خصوص سبب کو نہیں تو اس واسطے یہ حدیث وعید
تضمنی سے یا اشتراک معنوی سے ان سب باتوں پر شامل تھی تب تو مصنف نے اس فائدے کے مضمون کو اس حدیث سے نکال کے بیان کیا۔ شعر اللہ
سُتعینہ ممن رضی قلبہ ان یضاد من سخط قلبہ اللہ فعل۔ اور علما دین نے لکھا ہے۔ کہ کشف کا دعوی کرنا کفر کا خطرہ رکھتا ہے اور استخارہ
جو عوام میں مشہور ہے اس کی صورت یہ کہ کچھ پڑھ پڑھ کے سو رہنا تو خواب میں کوئی غیب کی بات نظر آوے یہ بڑی بدعت ہے۔ اکثر عوام کی گمراہی کا سبب
اور استخارے والے کے بت بننے کا باعث ہوتا ہے لیکن حدیث کا استخارہ جو ہے سو فقط دعا ہے اور نماز جس سے مطلب بھی کہا ہی جز ہر
اس کا آگے مذکور ہو چکا۔ اخرج ابو داؤد عن قبیصۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال العیافۃ والطرق والطیرۃ من الجبت
مشکوٰۃ کے باب الکہانۃ والطیرۃ میں لکھا ہے۔ کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قبیصہ نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شگون لینے کے واسطے
جانور اڑانے اور فال لینا ... کچھ دن اور کسی طرح کا شگون لینا کفر کی رسموں میں سے ہے قال الطیرۃ شرک الطیرۃ الطیرۃ شرک
مشکوٰۃ کے باب الکہانۃ والطیرۃ میں لکھا ہے۔ کہ ابو داؤد نے ذکر کیا۔ کہ عبداللہ بن مسعود نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شگون لینا

من قضا الله غير ممكن ينبغي لكل مسلم ان يشتغل في جميع اوقاته بذكر الله والدعاء وقراءة

القرآن۔ والصدقات وسؤال الله تعالى العافية في الدين والدنيا من الله عن البلاء والآفات

اللهم الا اذا تعلم من النجوم قدر ما يعرف به القبلة واوقات الصلوٰة فيجوز ذلك يعني

نجومیوں کا علم وہ ایک علم تھا۔ جس سے پہچانا جاتا ہے وہیں کا لینا آسمان والی بدلتی شکلوں سے نئے پیدا ہونے والے

کاموں پر زمین کے اور جو لگاتے ہیں حضرکو امام علی بن عرب سو وہ ڈھونڈھتے تھے۔ جس کا سچا نا نہیں۔ اور تعلیم نام ستاروں

میں کہا۔ کہ نجومیوں کا علم روگ کا سا ہے پھر سیکھنا اس کا حرام ہے۔ کیونکہ وہ سیکھنے والے کو ضرر دنیا نفع نہیں دنیا۔

اور بھاگنا اللہ کے حکم سے ممکن نہیں پھر چاہیئے ہر مسلمان کو اپنے سب وقتوں میں اللہ کے ذکر سے لگا رہے۔ اور دعا سے اور قرآن کے

پڑھنے سے اور خیرات سے اور مانگا کرے اللہ سے عافیت کو دونوں جہاں میں تا امن کرے اس کو اللہ تعالیٰ بلا سے اور آفتوں سے

مگر یہ کہ جب سیکھے نجوم میں سے اتنا کہ پہچانے قبلے کو اور وقتوں کو نماز کے تو جائز ہوگا۔ انتہی اور مولوی جامی نے بھی

جفر کے باب میں کیسی بتیں کہی ہیں۔ جس میں یہ بیت بھی ہے۔ جفر صادق از تو بیزار است   صادقان از کلو بائن عار است

شراب اور جوا اور فال کے تیر یا پانسے نجس ہیں۔ شیطان کے کام کی قسم سے۔ اس سے بچو۔ کہ نام فال دیکھ کر دیکھنے کا

از بونی و شکلها ئیکه او میکشد و موافقت کن بناج و توارن وی ظاہر الوبکر نساج معاصر ابن شیخ الابعباس بوده است انتہی

اور ملا علی قاری نے عین العلم کی شرح میں جہاں حرام علموں کا ذکر کیا۔ وہاں لکھا ہے۔ کہ منہا علم الرمل والفال ولو من المصحف

فانہ من قلیل الازلام المنصوص فی القرآن انہ من الحرام اسی قسم سے ہے۔ یعنی حرام علموں کی قسم سے جو مذکور ہے

رمل کا علم اور فال گا اگرچہ وہ فال مصحف کی ہو وے۔ کیونکہ یہ بات یعنی فال ازلام کی قسم سے ہے یعنی تیروں کی فال کی قسم سے

جو صاحب طور سے قرآن میں مذکور ہے عن معویہ بن الحکم مرفوعاً کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک

رواہ مسلم وابوداؤد۔ یعنی تھا ایک پیغمبر پیغمبروں میں کا۔ کہ لکیریں کرتا تھا۔ پھر جس کی لکیر انکی لکیر سے برابر ہووے تو وہی ہے

یعنی اس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لکیر کا جو فائدہ تھا اس لکیر کا بھی وہ فائدہ ہو سکے۔ لیکن یہ لکیر کا برابر ہونا کہاں سے ثابت ہو

دوسری بات یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں لوگ جانتے ہیں۔ اور اسکو پڑھتے بھی ہیں۔ لیکن کہاں ان حضرت کی دعا

اور کہاں انکی ف اور جفر کی بے اصلی کا بیان یہ کہ طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ علم التنجیم وھو

علم یعرف بہ الاستدلال بالتشکلات الفلکیۃ علی الحوادث السفلیۃ وما یسمونہ من الجفر للامام

علی فھو کذب لا اصل لہ قال فی التعلیم وعلم النجوم بمنزلۃ المرض فتعلمہ حرام لانہ اضر ولا ینفعہ والہرب

ہیں جو کوئی غیب کی بات بتانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی جا کر پوچھے۔ تو اسکی عبادت چالیس دن قبول

نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس نے شرک کی بات کی۔ اور شرک سب عبادتوں سے نور کھو دیتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ نجومی اور رمال

اور جفار فال دیکھنے والے اور نام نکالنے والے اور کشف اور ستارے اور استخارے کا دعویٰ کرنیوالے اس میں داخل ہیں ہاں

نجومی کا تو ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ باقی رہے رمال وغیرہ سو رمل کی برائی کا بیان یہ ہے۔ شیخ عبد الحق دہلوی نے مشکوٰۃ کی شرح کی ف ۲۲۱

تیسری جلد میں جو لکھا ہے سو اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ازیں حدیث استدلال بر اباحت آں یعنی علم و عمل رمل نتواں کرد۔ زیرا کہ حق گردانید

بر موافقت خط آں پیغمبر را یعنی نسبت بعلم آں چہ تواں کرد و انست کہ موافق است۔ و حوالہ مسلم بداں مفقود و معدوم عمل بداں باطل

زماں حرام و ممنوع بود۔ یعنی چہ تواں دانست۔ کہ آں چیز کہ خط ایشاں میکنند۔ خط ایں زد و عمل میکرد و از ان حضرت واصحاب

وی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ و از علمائے سلف رحمہم اللہ نہی وارد است در اشتغال باشتغال رمل نتواں یافت و حقیقت قول آنحضرت

فمن وافق خطہ۔ خیر و تجویز است۔ و ازاں موافقت اسی واضح نشست منہ اران وھو الصواب واشکال کشفیہ علماء

دیگر بروز ہی حال مر است۔ نزد علمای متقدمین و مشایخ محققین بعض حکم دارد۔ و بعضے از مشایخ گفتہ است کہ شعر یاب البدوی واشکال

و وافق النتائج و آشالہ۔ شیخ ابو العباس بونی ہر موسیقی از اہل دعوت و اسما علم نائب ہر خواص حروف میگوید کہ حدائی کن معرت

٢١٩

شی۔ عرب کے یہاں اول رات ہی پیچھے دن کیونکہ عربی کا مہینہ کا شروع رات سے ہے۔ اور اہل ہند کے تصور میں دن پہلے ہے اور رات پیچھے

اس واسطے عربی میں چالیس راتیں کہئے تو ایسا ہے۔ جیسا ہندی میں کہیں چالیس دن اس واسطے مصنف نے اربعین لیلۃ کے ترجمہ میں ہندوستانی

محاورے کے موافق چالیس دن کہا۔ چالیس راتیں نماز قبول نہ ہونیکا وجہ شاید یہ ہے کہ عرب کے نجومی اکثر تاروں کو طلوع ہونے یا غروب ہونے

سے خبر کی تاثیر سے ہو جایا کرتے تھے۔ اسکو طالع ہونا یا غارب ہونا کہتے تھے۔ پھر ہر نور کا حکم چالیس دن تک ظاہر رہتا تھا۔ گویا نور طالع صبح کو چالیس روز

تک نظر آیا کرتا تھا۔ دوسرے نور اس کا عمید نور لکھا اسی طرح نور غارب جب مغرب کی طرف سے آفتاب کی شعاع میں چھپتا ہے

تو چالیس روز کے بعد تحت الشعاع سے نکل کر نظر آنے لگتا تھا پھر کوئی ایسے جاہلوں کے معتقد سے غیب کی پوچھے تو اسکی نماز چالیس روز

تک اس پوچھنے والے کی نماز نامقبول رہا ہوئی۔ یہ فقط پوچھنے کی سزا ہے۔ لیکن جب اسکی سچائی کا معتقد ہو تو اس کے باب

میں حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ؛ یعنی منکر ہوا۔ اس کا جو اتری محمد پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی وحی کا منکر ہونے سے کافر ہوا۔ کیونکہ وحی میں نجومیوں کے احکام پر نا معتقد ہونیکا حکم تھا۔ چنانچہ حدیبیہ کی حدیث میں اسکی برس کا

تذکرہ آچکا ہے۔ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَھُوَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ ؛ ف یعنی جو کوئی غیب کی بات

کے جاننے کا دعوی رکھتا ہے۔ وَمَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ

وقت اس کام کے پیدا کرنیوالا نہیں۔ بلکہ اس وقت کا اور اس کام کا پیدا کرنیوالا اللہ ہے۔ پھر اگر کسی مقدس کو کسی ہونہار واقعہ کی خبر اللہ
کی جانب سے دی گئی ہو۔ اور اس واقعہ کے ہونے کا نشان ستاروں کے تشکلات اور تبدلات کے وقت پر بتلایا گیا ہو تو عجب
بھی نہیں۔ مگر کوئی نہ سمجھے کہ ستاروں کے تبدل و تشکل نے فلانے واقعہ کو پیدا کیا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کو طوفان کے آنے کا نشان یہ بتلایا
گیا تھا۔ کہ تنور میں جوش ہو۔ کوئی نہ کہے۔ کہ تنور کا جوش طوفان کے پیدا کرنیوالا ہے۔ یہیں سے سمجھ لیا چاہیے۔ وہ آیت جو ابراہیم علیہ السلام
کے قصے میں آئی ہے۔ کہ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ۔ یعنی پھر نظر کیا ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظر تاروں کی طرف
سو کہنے لگا میں بیمار ہوں۔ مفسروں نے کہا ہے کہ جب بت پرستوں نے علیہ السلام کو اپنے میلے کی دعوت کی۔ تو آپ نے تاروں کی طرف نظر
کر کے فرمایا۔ کہ میں بیمار ہوں یعنی ان کو وہم میں ڈالا جاوے۔ تا وے سمجھیں کہ آپ بھی نجوم دیکھتے ہیں۔ پھر آپ کے کہنے سننے کے معتقد ہیں
کیونکہ وے لوگ نجوم پرست اور نجوم دیکھنے والے تھے۔ پھر کوئی احمق نہ سمجھے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نجومی تھے۔ اَخرَجَ مُسلِمٌ عَن حَفصَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
زَوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. قَالَت قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَن أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَن
شَيءٍ لَم تُقبَل صَلَاتُهُ أَربَعِينَ لَيلَةً۔ مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے۔ کہ مسلم نے ذکر کیا اور بی بی حفصہ سے
۲۱۹ نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ جو کوئی جاوے کسی غیب کی خبریں دینے والے پاس پھر پوچھے اس سے کچھ تو نہیں قبول ہوتی اسکی نماز چالیس دن

اور شیطان زادے اپنی کہانت اور منجمی او رفال بینی کی طرف نسبت کر کے جھوٹ موٹ غیب دانی کے دعوی سے کہا ہو۔ کہ اس طور کا

پیغمبر پیدا ہونے والا ہے۔ جب وہ پیغمبر پیدا ہوئے۔ تو نجوم پرست اور شیطان پرست لوگ یوں سمجھنے لگے ہوں کہ نجومیوں اور کاہنوں نے اپنا

ف ۲۱۸ علم سے کہا ہے۔ ف ستاروں کے دور کی کیفیت گھڑیال کی گردش سے شبیہ ہے۔ اور کہا جائے کہ وہ قدرت کی بڑی گھڑیال ہے

اس واسطے ممکن ہے کہ جیسے گھڑیال کے کانٹے پھرتے پھرتے جس گھر کو پہنچتے ہیں۔ ایک وقت کا نشان بتلاتے ہیں۔ مثلاً کوئی سونے کا

وقت ہے۔ کوئی وقت جاگنے کا۔ کوئی وقت محنت کا۔ کوئی وقت آرام کا کوئی وقت کام کا ہے کوئی وقت فرصت کا۔ کوئی

وقت مجرے کا ہے۔ کوئی وقت کھانے سے فراغت کر چکنے کا۔ اسی طرح دربار میں کوئی وقت بار خاص کا ہے۔ کوئی وقت بار عام کا

کوئی وقت برآمد کا ہے۔ کوئی وقت برخاست کا۔ علیٰ ہذا القیاس کوئی یہ نہ کہے۔ کہ گھڑیال کے کانٹے اور ساعتوں کے نشان کچھ

گھر ایسے کام پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ پھرتے ستارے اور بارہ برج اور ان کے اتصالات اور نظار اور اجتماعات ہونہار

واقعوں اور حادثوں کی علامتیں ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ. قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ

وَالْحَجِّ۔ یعنی پوچھتے ہیں تجھ کو بابت چاندوں کی۔ تو کہہ دے کہ وے علامتیں ہیں۔ وقتوں کی آدمیوں کے واسطے اور حج کی جامع ہر کہ

ستاروں کی تشکلات کا بدلنا ہر وقت کا نشان ہو سکتا ہے۔ اور ہر وقت میں ایک ایک کام تقدیر سے مقرر ہوے لیکن وہ

عجائب یہ کہ زحل کو دہقان ٹھیرایا ہے۔ اور مشتری کو عالم اور قاضی اور منجم

اور مریخ کو سپاہی اور جلاد اور عطارد کو کاتب دانا اور بہرمند اور زہرہ کو کنچنی اور گانے ہاری کہاں سے مقرر کیا۔ اور نجومیوں نے جو سات پھرنے

ستاروں کو جہان کے اطراف پھرا کرنے کے سبب سے ان کو عالم کے مدبر مقرر کیا ہے۔ تو ان پر لازم ہے کہ اور پانچ ستاروں کو بھی عالم کے

اطراف پھرنے کے سبب سے عالم کے مدبر مانیں۔ کیونکہ ان پانچوں کا سیارہ ہونا اہل فرنگ کی رصد سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ

ف ۲۱ ان کے نام یہ ہیں۔ جاآتج یاس سرس جنو وستا۔ بارہ برج تو آگے ہی بٹ چکے۔ اب یہ پانچوں بچارے بے خانمان

سرگرداں ہیں۔ القصہ نجوم پرستوں کی حماقت کی باتیں بہت سی ہیں۔ کہاں تک لکھئے۔ عقلمندوں کو ان کے لاجواب کرنے کے واسطے

اتنی بس ہیں۔ اور نجوم پرستوں نے جو یہ کہا ہے کہ ادریس علیہ السلام نے نجوم کے احکام نکالے ہیں۔ سو بیشک غلط ہے

کیونکہ حدیث اور قرآن سے نجوم کے احکام کا رد نکلتا ہے۔ مگر فرشتوں اور نبیاؤں کی وحی سے بعضے پوشیدہ باتوں کو معلوم کر کے

شیاطین انس و جن نجوم اور رمال اور غیب دانی کے دعوے سے لوگوں کو اپنا معتقد کرنے کے لیے ایمان بناتے ہیں۔ چنانچہ سارے علموں کے

ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ سے آدم علیہ السلام کو پہنچی تھی۔ ظاہر ہے کہ آدم سے شیث کو۔ اور شیث سے ادریس کو اسی طرح سے ہر زمانے کے

انبیا اور ان کے اصحاب اور جانشینوں کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ اور تازہ وحی سے بھی معلوم ہونا ممکن ہے۔ پھر ان حضرتوں سے ان کے شاگرد

پانچسو برس کی راہ۔ اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ اس حساب سے چاند سے سرطان تک سات ہزار برس کی راہ کا
تفاوت ہو۔ اور زہرہ سے اس کے گھروں تک چھ ہزار برس کا اور عطارد سے اس کے گھروں تک پانچ ہزار برس کا شمس سے اس کے گھر اسد تک چار ہزار
برس کا اور مریخ سے اس کے گھروں تک تین ہزار برس کا اور مشتری سے اسکے گھروں تک دو ہزار برس کا اور زحل سے اس کے گھروں تک کا ہزار برس
اگر کہو گے کہ نور پہنچ سکتا ہے تو ہم جواب دینگے۔ کہ سب برجوں کو پہنچ سکتا ہے تخصیص بلا مخصص سوائے حماقت کے اور کیا۔ اس بات پر ایک
نقل یاد آئی۔ کہ کسی بیوقوف قصاص نے منبر پر کہا۔ کہ آج کی رات جو کوئی دو رکعت نماز پڑھیگا۔ سو اس کو اللہ تعالی ایک حور دیگا۔ جس کے محل زمین پر نہ سمائینگے
اور نہ آسمان میں ایک رند نے کہا۔ کہ میں نماز نہ پڑھونگا۔ پر مجھ کو ایسی حور درکار نہیں قصاص نے پوچھا۔ کہ کیوں رند نے کہا۔ کہ جب اس کا محل میرے گھر میں آویگا
تو اسکی ٹانگیں یہاں جہاں کے آخر رہینگی۔ اگر کوئی اسے کچھ کر بیٹھے تو مجھی کیا خبر۔ بیچارے منجم ستارے ادھر گردش میں ہیں اُنکے گھر گردوں پر ہیں
پر ادھر پڑے ہوئے جب سے یہ پیدا ہوئے تب سے اُنوں میں سے انہیں ایکدم بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ پھر گھر کس کام کا۔ چوتھی بات یہ کہ جب کہتے
ہیں۔ کہ فلانا ستارہ فلانے برج میں آیا۔ سو اس برج اور ستارے تک ہزاروں برس کا تفاوت رہتا ہے پھر وہ ستارا اس برج
میں آیا۔ کہنا ایک غلط بھلی نری تاثیر کا ٹھیرانا دوسرا غلط علاوہ برجوں اور ستاروں کو نر مادہ سعد نحس گرم سرد خشک تر کا بتلانا ایسا
ٹھیرا ہے کہ مٹی بدبیلی ہماری آبی آتشی خاکی بادی ٹھیرانا کیا کچھ کم حماقت ہے۔ پانچویں بات زحل کا نحس اکبر ہونا اور مشتری کا سعد

ف ۲۱۵ سو ان دلیلوں کو کہاں مانتے۔ ف اس واسطے ہم ان سے چند عقل کی باتیں پوچھتے
ہیں۔ کہ ان کا دادا پیر یعنی ابلیس بھی جواب نہ دے سکے۔ پہلی بات یہ کہ ہفتے کے دنوں
کو تمہارے بڑوں نے یعنی نجوم پرستوں نے جو سات ستاروں پر بانٹ دیا ہو۔ سو کس دلیل
سے چنانچہ اتوار کے دن کو آفتاب کی بادشاہی مقرر کی۔ اور پیر کے دن کو چاند کی اور منگل کو

مریخ کی۔ اور چہارشنبہ کو عطارد کی اور پنجشنبہ کو مشتری کی

زہرہ کی جمعہ کو۔ اسی طرح ہفتہ کی رات کو مریخ کی۔ اور یکشنبہ کو

عطارد کی۔ اور دوشنبہ کی رات کو مشتری اور سہ شنبہ کی رات

کو زہرہ کی اور بدھ کی رات کو زحل کی۔ پنجشنبہ کی رات کو شمس کی

نوٹ۔ یہ ورق اور اس کے نیچے والا ورق چھوڑ کر بقیہ مضمون جہاں یہ نشان * لگا ہے۔ شروع کیجئے رات کو شمس جمعہ کی رات [illegible]
آخر میلان [illegible]) پڑھئے
(دیباچہ [illegible])

ایسا ایسا اور اپنی جان کی قسم ہے - کہ ستاروں میں کوئی لال اور کالا اور لمبا اور کوتاہ اور بھلا
اور برا نہیں - واخرج ابن ابی شیبۃ وابوداود وابن مردویہ عن ابن عباس
قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبۃ
من السحر زاد ما زاد - یعنی جس نے سیکھا کوئی علم نجوم کا تو سیکھا ایک شاخ جادو کی - زیادہ
کریگا - یعنی پڑھ کے نجوم - سیکھیگا تو پڑھ کے جادو سیکھنے کا ہوگا - واخرج ابویعلی
وابن مردویہ والخطیب عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اخاف علی امتی خصلتین تکذیبا بالقدر و تصدیقا بالنجوم ۔ یعنی ڈرتا ہوں
اپنی امت پر دو باتوں کے جھٹلانے کو تقدیر کے اور سچ ماننے کو ستاروں کی تاثیر کے اور بیچ اس
کے سوای بہت نجومیوں رد کے رسالہ میں اور بھی نقلی دلیلیں بہت ساری لکھی ہیں - پر یہ جھوٹے
فلسفی جو فلاسفہ کا جھوٹا چاٹتے ہیں - اور لا اکفر من نصف معقولی کے مصداق ہیں

حاشیہ ۹۔ ترجمہ ؛ لا اکفر من النصف معقولی " یعنی آدھے معقولی سے زیادہ کوئی بڑا کافر نہیں یعنی آدھا معقول بڑا کافر ہوتا ہے اور تفصیل تیج ... تیرھلی کی کتابوں میں ہے ۱۲ منہ

رامہ ہے - اور کاہن تو جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی رکھتا ہی - اور ان سے دوستی پیدا ہوتی ہے - کہ انکو بانی اور پکارنی اور بھوگ لینی کھانے پینے کی چیزوں اور

جانور دیکھنے ہی باتیں کفر کی ہیں - غرض نجومی اور کاہن اور ساحر سب کفر کی راہ چلتے ہیں - غرض سبحان اللہ آپکے فاضل کنی بہلانے والے جو حنفیت میں نیم ہیں نجومی کی بات

پر اعتقاد رکھتے ہیں - اور اپنے تابعین گروہوں کو بھی اس کافر عقیدے کی تعلیم کرتے ہیں - حالانکہ تعالی علماء کے اجماع سے ایسا عقیدہ کفر ہے

اخرج عبد الرزاق عن عبد بن حمید وابن المنذر وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادہ قال ان اللہ

انما جعل النجوم لثلاث خصال جعلها زینة للسماء وجعلها یهتدی بها وجعلها رجوما للشیاطین فمن

تعاطی فیها غیر ذلك فقد قال برایه واخطاء حظه واضاع نصیبه وتکلف ما لا علم له به وان ناسا جهلة

بامر اللہ قد احدثوا فی هذه النجوم کهانة من غرس بنجم کذا کذا ومن سافر بنجم کذا وکذا ولعمری ما من

نجم الا یولد به الاحمر والاسود والطویل والقصیر والحسن والدمیم - یعنی بنائے اللہ تعالے نے ستارے تین کام کو بنایا

انکو سنگار آسمان کا بنایا - اور انکو نشان راہ چلنے کا بنایا انکو پھینک مارنے کا شیطانوں کو جو معاملہ رکھے ان کی بابت میں اس کے سوای

سو مقرر رکھا - اپنے خیال سے اور چوک گیا اپنے بخت کو - اور اکارت کیا اپنے حصہ کو - اور آپ پر زور دیا اس چیز کو جس کو جانتے

نہیں اور بعض لوگ اللہ کے حکم کو نہیں جانتے والے پیدا کر گئے - ستاروں کی بابت میں کاہنی کو یعنی غیب کی خبر دینے کو جس نے درخت لگایا

سو وہ منکر ہوا میرا یقین رکھ ستارے پر ف یعنی جو کوئی عالم کا کاروبار ستاروں کی تاثیر پر سمجھتا ہے۔ سو اس کو اللہ تعالیٰ منکروں میں جانتا ہے اور ستارے پوجنے والوں میں

ستارے پوجنے والوں میں شمار کرتا ہے۔ اور جو کوئی ان سب کاروبار کا علاقہ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ سو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں

گنتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ شگون و بد کا ساعت کا ماننا اور اچھی بری تاریخ کا پوچھنا اور نجومی کے گننے پر یقین کرنا شرک کی باتیں

ہیں۔ کہ یہ سب نجوم سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور نجوم کا شمارہ ستارہ پرستوں کا کام ہے اَخْرَجَ رَزِیْنٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَیْرِ مَا ذَکَرَ اللّٰہُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَۃً مِنَ السِّحْرِ اَلْمُنَجِّمُ کَاہِنٌ وَالْکَاہِنُ

سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ کَافِرٌ۔ مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے۔ کہ رزین نے ذکر کیا۔ کہ ابن عباس نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے

فرمایا۔ کہ جس نے سیکھی کوئی بات علم نجوم کی سوا اس کے کہ بیان کی ہے۔ اسے اللہ نے تو سیکھی اوس نے ایک راہ جادو کی۔ نجومی کاہن ہے اور

کاہن جادوگر ہے۔ اور جادوگر کافر ہے۔ ف یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ستاروں کا یہی ذکر کیا ہے۔ کہ ان میں اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے

اور اس کی حکمت اور ان سے آسمانوں کی خوبصورتی ہے اور شیطان کو انہیں سے مارا کرکے یہ بات نہیں ذکر کی۔ کہ جہان کے کارخانوں میں

انکو کچھ دخل ہے۔ اور دنیا میں کچھ بھلائی برائی انکی تاثیر سے ہوتی ہے۔ سو جو کوئی اس پہلی بات کو چھوڑ کر اس دوسری بات کے تحقیق پیچھے

پڑے۔ اور اس سے معلوم کرکے غیب کی باتیں بتایا کرے جیسے رمال جفر سے پوچھ کر غیب کی باتیں بتلاتا ہے۔ تو گویا نجومی تو کاہن کی ایک

پھر جب نماز جمعہ سے چلے تو فرمایا کہ منہ کیا لوگوں کی طرف (فرمایا) کہ کیا فرمایا تمہارے رب نے - لوگوں نے کہا - کہ اللہ و رسول ہی خوب جانتا ہے کہا فرمایا آج صبح کو

بعضے میرے بندے مؤمن - اور بعضے کافر ہو گئے جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے سو وہ مجھ پر یقین لایا اور ستارے کا منکر ہوا

(سوہنہ نجوم امیرا)

اور جس نے کہا کہ فلانے فلانے نچھتر کے سبب سے ہم کو مینہ ملا - یا اس نچھتر کے سبب سے جس میں آفتاب آیا ہو ہر رات کو شمس کی جمعہ کی رات کو قمر کی بادشاہی

یہ کہ دن کی بارہ ساعتیں اور رات کی بارہ انہیں ستاروں پر بانٹی ہیں - چنانچہ جس رات کو یا جس دن جس کی بادشاہی ٹھیرائی ہے اسکی پہلی

ساعت اس بادشاہ کو دی ہے دوسری ساعت اس کے نیچے تارے کو تیسری ساعت اسکے بھی نیچے کو اسی طرح قمر تک پھر آٹھویں ساعت ہی بادشاہ کو

علیٰ ہذا القیاس - چنانچہ سنیچر کے دن کی بادشاہی زحل کو دی ہے - سو پہلی ساعت اسکی دوسری مشتری کی - تیسری مریخ کی چوتھی شمس کی پانچویں زہرہ

کی چھٹی عطارد کی ساتویں قمر کی پھر آٹھویں زحل کی نویں مشتری کی دسویں مریخ کی گیارہویں شمس کی - بارہویں زہرہ کی - باقی دنوں اور راتوں کو

بھی پر قیاس کرو - دوسری بات یہ کہ کس دلیل سے تمہارے احمق کا بزرگ بارہ برج آسمان کے انہیں سات ستاروں پر بانٹ دیے - چنانچہ حمل اور عقرب

مریخ کو دیا - اور قوس اور حوت مشتری کو اور میزان ثور زہرہ کو جدی اور دلو زحل کو جوزا اور سنبلہ عطارد کو اور سرطان چاند کو اور اسد آفتاب کو حالانکہ تو یہ ہے

کہ اوروں کو دو دو ان بیچاروں کو ایک ایک - تیسری بات یہ کہ ہر گھر والے سات ستارے ہیں اور اس کے گھڑیاں بحساب دوری کے چنانچہ چاند کے

اور سرطان کے درمیان سات آسمان کا تفاوت ہے سو ہر آسمان کی موٹائی کتنی ہوگی - بعض روایتوں میں آیا ہے - کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی

بقیہ ... دو ورق چھوڑ کر ... ورق کے ... سے

... سید ... ...

رہا نہیں۔ یہاں ایک کام کی بات سن رکھیے۔ کہ فقیہوں نے حدیثوں سے دریافت کرکے شہرت کا لباس پہننا منع کیا ہے۔ چنانچہ ہر دو
ـنبے پہننا۔ دو حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى يَضَعَهُ مَتٰى وَضَعَهُ یعنی
جس نے پہنا کسی شہرت کا کپڑا بے التفات رہیگا۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبًا مِثْلَهُ ثُمَّ يُلْهَبُ فِيهِ النَّارُ۔ یعنی جس نے شہرت کا کپڑا پہنا پہناوے اللہ اسکو قیامت کے روز ویسا
ہی کپڑا پھر بھڑکاوے آگ۔ دونوں حدیثیں جامع صغیر میں ہیں۔ سوائے اس کے اور لباس پہننے کو روا جاننا یا اس طرح سبز پوش ہی نے رہنا یا گودڑ
یا مٹی پوش یہاں تک کہ اس لباس سے مشہور ہو جائیں۔ سو یہ سب شرع سے منع ہے۔ دیندار اس کو نہ چاہئے۔ مگر جو جائز لباس ہیں
ف ۲۱ کبھی پہنیں۔ کبھی وہ اس کا مضائقہ نہیں۔ حـ اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ
تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ
كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے۔ کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا۔ کہ زید بن
خالد نے نقل کیا۔ کہ نماز پڑھائی ہمکو پیغمبر خدا نے۔ یعنی آپ ہماری جماعت کے امام ہو کر صبح کی فجر کی نماز پڑھی۔ حدیبیہ میں مینہ کے پیچھے کہ ہوا تھا رات کو

چنانچہ عبداللہ بن جابر العینیہ کے شارح نے لکھا کہ ۔ جَعَلُوا لِاَبْنَاءِ الرَّسُوْلِ عَلَامَةً اِنَّ الْعَلَامَةَ شَانُ مَنْ لَمْ یُشْهَرِ

نُوْرُ النُّبُوَّةِ فِیْ کَرِیْمِ وُجُوْهِهِمْ یُغْنِی الشَّرِیْفَ عَنِ الطِّرَازِ الْاَخْضَرِ اور دوسرے نے کہا کہ اَطْرَافُ تِیْجَانٍ اَتَتْ

مِنْ سُنْدُسٍ خُضْرٍ بِاَعْلَامٍ عَلَی الْاَشْرَافِ ۔ وَالْاَشْرَفُ السُّلْطَانُ خَصَّهُمْ بِهَا شَرَفًا لِیُفَرِّقَهُمْ مِنَ الْاَطْرَافِ

اس مطلب کو جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء نے اور اوائل کی کتاب میں دیکھ لیجئے۔ کئی مدت تک وہاں کے علوی ہرے پگڑ باندھتے

رہے۔ ہند کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام سکندر شاہ جس کا وکیل مصر کے خلیفہ کے حضور میں ہند کی سند حاصل کرنے حاضر ہوا تھا

تو سیدوں کی سبز پگڑی کی رسم دیکھ کے ہند کو آیا۔ اسکی زبانی یہ تعریف ہند میں پھیلی۔ سو یہاں والوں نے سیادت کا اسکو بانا ٹھیرایا

یہاں تک کہ جس کی پگڑی یا سبز دوپٹہ دیکھیں بے تامل اسے سید کہ بیٹھتے ہیں۔ ہرچند وہ سید نہ ہو۔ جب وہ دیکھتے ہیں یہ سید کے سوا اور

کوئی سبز کپڑا نہیں پہنتے سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ناروا کام کیا۔ اور محرم کی فقیری میں جو سبز پہنتے ہیں۔ سو اسی قیاس فاسد سے کہ ہم تیرے گھر کے ف ۲۱۲

فقیر ہوئے۔ پھر جو کوئی جس گھر کا فقیر ہوتا ہے۔ وہیں کا بانا اختیار کرتا ہے۔ اسطرح گیروی لباس کو فقیری کا بانا ٹھیرایا ہے۔ اور جوگی

کو حاجیوں کا بانا۔ پھر جو دنیادار گیروی کپڑا پہنے تو احمق لوگ اس کو ناروا سمجھتے ہیں۔ اسی طرح جو کوئی مکہ کو جانے کے آگے سنت کی

پیری کے لحاظ سے جبہ پہنے۔ تو بیوقوف لوگ اس پر ملامت کرنے لگتے ہیں۔ بعضے تو صاف کہتے ہیں کہ مکے کو گئے بغیر جبہ پہننا روا

سے بہت خوشبوؤں کی برکت سے کھانے پینے کے رستے خوب کھلتے ہیں۔ جیسے آگے چلنے کے واسطے اور کھانا کھانے کے واسطے
بھوکہ رہنا اور موت کا گھر پہچاننا پر وہ بیداری اور فقہ کے مسئلے ہرگز نہیں کھلتے۔ بلکہ اس کا خلاف سوجھنے لگتا ہے۔ اہل حدیث کے ف ۲۱۱
بعضے سوگواری کے قواعد کا بیان یہ ہے۔ کہ کسی قرابتی کے مرنے کے بعد اس کے ماتم کے دنوں تک اہل میت کے یہاں سے وہ منتیں یا
کہ تین دن تک گوشت بلکہ پان بھی نہ کھائیے۔ اور چالیس دن تک نہ آپ کسی قسم کی خوشی کی رسم یا جشن کیجئے۔ نہ کسی سے ہنسنا بولنا
اس عرصے میں بعض قبیلوں میں اچار ڈالنا منع ہے۔ بعضے ہاں نیا گھر بنانا بھی اسی طرح نیا کپڑا پہننا اور بعضوں کے یہاں ماتم زدوں
کو اس مدت تک آگ پانی دینا بھی جائز نہیں۔ بعضے کچے مسلمان بیوہ کی عدت تین دن ہی سمجھتے ہیں۔ اس کو اندھیری کوٹھری
میں بٹھا رکھتے ہیں بعضے چالیس روز تک عدت مانتے ہیں بعضے چار ماہ دس دن کی عدت جو شرع میں مقرر ہے ان ملکوں میں
بہت نادر جگہ پر ہوتی ہے۔ بعض گھرانے کے لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمکو لال کپڑا اور ہمیں ایسی چیزیں ایسی نہیں۔ بعضے کالے رنگ کی
چیز کو اسلامی کہا کرتے ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ ہرا کپڑا سوائے سید کے دوسرے کو جائز نہیں۔ کیونکہ وہ سیدوں کا بانا ہے حالانکہ
ابتدائی اسلام سے ہرا لباس سیدوں کا بانا نہ تھا۔ نہ دوسروں پر حرام سن [illegible] میں مصر کا سلطان کہ جس کا نام الاشرف
شعبان حسین بن الناصر محمد بن قلاوون تھا۔ سو اس نے علویوں کو سبز عمامے بندھوایا سو اس مضمون کو اس زمانے کے شاعروں نے باندھا ہے

اجازت پر موقوف رکھا۔ اور بدون اس کے اس کے کرنے کو نامقبول ٹھیرایا۔ اور یہ بھی اس کے ساتھ اضافہ کیا۔ کہ شاہ بو علی قلندر نے فرمایا ہے

کہ جو کوئی میری صحنی بان کے منت اور مانے۔ سو اس سے بدون لئے کے چھوڑیگا ہی نہیں۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتْنَۃِ پھر پیران نابالغ

ان سے اجازت لینے کو شروع کیا۔ سو یہ سلسلہ اب تک چلا آتا ہے۔ چنانچہ ایک پیر مرد لکھنوی لکھے فرمایا کرتے تھے۔ کہ صحنی

کی اجازت صحیح ہمارے پاس ہی ہے جس کو صحنی کرنی ہو۔ سو ہم ہی سے اجازت لیجاتا ہے۔ سبحان اللہ کیسی شہرت اٹھائی ہے

ف ۲۱۰ تک پہنچی۔ کہ صحنی کے بھی انکار ارکان شعائر و مناسک ٹھیرے۔ صحنی کے لغویات دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں زیادہ کیا کہئے

اصحاب کہف کی نیاز کو اصحاب کہف کا توشہ بھی کہا کرتے ہیں اسکی حقیقت یہ کہ کئی عورت خواہ جن کا شوہر یا بچہ گم گیا ہو کسی سادہ لوح

مقصد برآنیکا فریب دیکے اصحاب کہف کے توشے کی منت کرواتے ہیں پھر منت ادا کرنے کے وقت فی الواقع ان سے بر آنا یا گرفت

بن پڑی میر گئی اس کے موافق مصالحہ لیکر آپ ہی طباخی کرتے ہیں پھر مال مردم خوری اور رندگی کی حیثیت کی نسبت سے کسی

کسی کتے کو اپنے ہم توشہ ہونیکی دعوت کرتے ہیں۔ اور حماقت سے یا البلہ فریبی سے کہتے ہیں کہ وہ کتا روزہ تمام دن رکھتا ہے

اور نہا کے اسی گھر کو آتا ہے۔ جہاں وہ توشہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کتا کبھی وہ گھر نہ دیکھا ہو۔ اس دعوتی کتے کو روزہ رکھنا

اور بن گھر دیکھے کو پہچاننا اس دعوت کی برکت سے تو حاصل ہو گیا۔ پر نہانے سے اپنا زیادہ نجس ہونا معلوم ہوا۔ ہاں معاملہ ایسا ہی ہے

دھمال کے مقصد نیچی ہارے مداریں کو بلوا کے شاہ مدار کی نیاز کی گائے کے ماتھے پر صندل کا ٹیکہ دیکے اوس کی سینگوں میں پھولوں کا ہار پہنا ف ۲۰۸
کے گھی آٹا مصالح بھنگ تمباکو کے ساتھ ان کے حوالے کرتا ہے۔ پھر انہیں کا ذابح البقر اس گائی کو ذبح کرتا ہے پھر مدار کے چوبدار ناچوں پر
لید نہ چھوڑیں۔ گوبر کھال ہڈی گوشت روٹی کھا کے بھنگ تمباکو اڑا کے دھمال کودنے کے مستعد ہوتے تب منت والا ایک ید لستے کوئلوں کے
ڈھیر معتاب کر دیتا۔ مداریوں میں کا خلیفہ آگے بڑھ کے اون کوئلوں پر آگ رکھوا کے کچھ پڑھ پڑھ کے دکھواتا۔ پھر جب آگ تپ کے انگارے ہو جاتے
ہیں تو وہ خلیفہ جی آپ دم مدار کہکے آپ بھو کر چلتا۔ جو پہلے انگارے اچھل کر دور گرتے ہیں۔ انکو مدبھی مدار اور زندیق اٹھا کر تبرک کر رکھتے ہیں
بعد خلیفہ کی ٹھوکر کے سب حاضر مدار دم مدار کہتے ہوئے اس آگ پر اچھلتا قدم رکھتے ہوئے ادھر ادھر دوڑا کرتے ہیں اور اس ڈھیری کی
آتشبازی کو کرامت تصور کرتے بعد اوس کے پاؤں دودھ سے دھلائے جاتے ہیں اگر سب کے نہیں تو خلیفہ کے با ضرور [illegible] یہ حرکات سب سید
اپنے قوم پر کیا کرتے ہیں۔ اور ننگے پاؤں پر کے پھرنے سے سخت تلوے والے زندیق انگاروں کو کفندل کھنل کر ایسے بجھا دیتے ہیں کہ مدار لوگوں
سے نہ ہو سکے۔ سہمنی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ شاہ ابو علی قلندر غضب کی لت میں کئی دن کچھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ جب ہوش میں آتا ف ۲۰۹
تو سن بھیڑے کی نہاریاں من بھر گوشت اور دہی کا تورما تناول فرماتے۔ سو ان کے انتقال کے بعد بھی خام تکمی لے مرادو ملنگوں نے انہیں تینوں تن
کو انکی نیاز مقرر کر کے اس کا نام سہمنی رکھا۔ پھر ان کے پختہ کاروں نے فیلسوفی سے سہمنی کے قاعدے قانون ترتیب کے اس کے کرنے کو اپنی

بدبو ہوتا ہے۔ اور نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن اضاعۃ المال یعنی منع کیا حضرت نے مال اکارتھ کرنے سے سو اگر گڑاکو اور تمباکو
کی تیاری میں پیسے ضائع ہوتے ہیں۔ یہ اسراف ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ اور حقہ پینے والے دہواں پیا کرتے ہیں اور ان کے منہ سے
دہواں نکلتا ہے۔ یہ دوزخیوں کی شباہت ہے۔ اور حقہ پینا کئی طرح کی مضرت رکہتا ہے۔ خواجہ حکیم شریف خان نے تشریف میں لکہا ہے۔ پھر جو ضرر ہے
اس کا استعمال فقہ میں منع ہے۔ حدیث میں ہے کہ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ۔ یعنی اسلام میں نہ آپ ضرر اٹھانا اور نہ دوسرے کو ضرر پہنچانا۔
غرض حقہ پینا چرٹ پینا اور ناس سونگھنا اور تمباکو چبانا سب فعل عبث اور مکروہ ہے اور اسراف ہیں مگر کسی مرض کی دوا ہے تو ان کی بات
جدی ہے۔ کہ الضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ پوشیدہ نہ رہے۔ کہ سپانیوں کے فرنگیوں نے پہلے تمباکو کو امریکہ کے ملکوں میں پایا۔ اور
وہاں سے فرنگستان میں پھیلا۔ پھر روم و شام عرب مصر ایران ہندوستان میں مشہور ہوا۔ اور انگریزوں کے استعمال میں آنے لگا۔ پرتگیزونے اسکے
تخم کو ہندوستان میں لاکے سنہ ہزار ہجری میں یہاں اس کی ابتدا شروع کروائی۔ بعد چند سال کے اکثر ملکوں میں حقہ چرٹ چلم کا
رواج شروع ہوا۔ اور تمباکو کی جنس دو قسمی ہے۔ یعنی زہری دوسری بعضے نوع اسکی مسکر ہے۔ یعنی نشہ دینوالی سو اس کا پینا حرام ہے
اور بعضے نوع مفتر۔ یعنی ڈھونڈھ کرنیوالی سو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہے۔ مصنف نے جو کہا۔ کہ شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہے۔ اور یہی جڑ حقہ ہے یہ
چراغوں ہی کی رات ہے یعنی جمادی الاول کی تیرہویں شب کو۔ مگر جہالت کے روز تہواں ضرور اور گائے بھی انکی نیاز کرتی خصوصاً

نہیں۔ پھر کمہار کے یہاں کی یا اور کسی مہتی کے گھر کی صحنک کو حضرت بی بی کی صحنک نہ کہئے۔ بلکہ اگر فلانے کمہار کی صحنک یا فلانے

مہتی کی کہئے بہتر جانتا ہے۔ مثال اسکی یہ ہے۔ کہ اگر کوئی بیوقوف یا بے ادب ایک رکابی میں اپنے فقیر ملنے کا خشکہ جو ٹکرے اپنے دسترخوان پر

رکھدے اور کہنے لگے عزیزو یہ سلطان کا کھانا ہے۔ اور سلطان تو اس کو ادب سے کھائیو۔ اور اس کو حضور کا لوش سمجھیو۔ تو ہر

عالم و جاہل اس کے منہ پر تھوکینگے۔ کوئی اس کو بادشاہی نعمت نہ سمجھیگا۔ پھر یہ کیسے بیوقوف ہیں۔ کہ اس کے گھر کے کھانے کی صحنک کو اور

کھانیکو حضرت بی بی کی صحنک اور کھانے کو کہتے ہیں کہ آپکی روح مبارک ہے۔ کھانے پر آنے کا انتظار دیکھتے ہیں۔ اور بزرگوں کے نام کی

بے حقیقتی سب یہاں کیجئے۔ مصنف کے اعتراض سے کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ بزرگوں کی نذر کا کھانا کھانا جائز نہیں ہے کسی کو روا ف ۲۰۵

کسی کو ناروا کہنا روا نہیں ہیں کہتا ہوں۔ کہ کسی چیز کو غیر اللہ کی نذر کرنا حرام اور شرک ہے۔ اور غیر اللہ کی نذر کا کھانا کھانا جائز نہیں پھر

حلال کھانے کو غیر اللہ کی نذر کرنا حلال کو حرام بنانا ہے۔ علاوہ اس پر یہ کہ ایسے کھانے کو کسی پر روا رکھنا کسی پر ناروا رکھنا یہ بھی کفر ہے

جس کو اپنے دل سے تراشا ہے۔ شاہ عبد الحق کا تو شہ ان سب قباحتوں کے ساتھ حقہ پینے والوں پر حرام ٹھہرانا اور دوسروں پر مباح

ہونی شرعیت نہیں تو کیا ہے۔ ہاں اگر حقے ہی کو سب مسلمانوں پر مکروہ ٹھہرائیے۔ تو ضعفوں کی وجہ سے مناسب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے ف ۲۰۶

کہ نَظِّفُوا اَفْوَاهَكُمْ فَاِنَّهَا طُرُقُ الْقُرْآنِ یعنی پاکیزہ رکھو اپنے منہوں کو کیونکہ یہ راہیں قرآن نکلنے کی ہیں سو حقہ پینے سے منہ

جیتے جی بیوہ اور عدت اختیار کرتے ہی رنڈاپیں ننگے سر ننگے پاؤں پڑی پھرتی ہیں۔ سہاگن کو سنگار سے رہنا سنت ہے۔ اور ہر عورت کو سر

٢٠٣ ڈھانکنا واجب ہے۔ پھر ناحق یہ مومنین سنت اور واجب ترک کرتی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔ کہ عاشورے کی گھڑی

کی ہجرت میں تین سو باون برسوں میں ایک بادشاہ نے بغداد میں نکالی جس کا نام معز الدولہ بن بویہ تھا۔ اس سے آگے مختار ثقفی امام حسین

کے ماتم میں چھاتی پیٹنے کا طریقہ نکالا تھا۔ یہ مختار نبوت کا دعویٰ کرتا تھا۔ سو اس سبب سے عبداللہ بن زبیر کی خلافت میں مارا پڑا۔ عجب ہے کہ نئے

نقلی ماتم زدے محرم کے دس یا تیرہ دن تک غمزدوں کی سی صورت یا نقالوں کا ڈھب بنائے بیٹھے رہتے ہیں۔ جو اپنے خیال میں امام حسین کی

شہادت اور زیارت کر چکا ہے۔ تو فراغت سے کھا کر و سو کر اپنی اصلی حالت پر آملتے ہیں۔ گویا ان پر مصیبت امام امام حسین علیہ السلام کے شہید کرنے

کی تدبیر میں کیا کرتے ہیں۔ جب مدعا حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اپنے معمولی حال پر آجاتے ہیں۔ القصہ محرم کی بابت کے کام جن سے شرک و بدعت فاش

سو بہت سے ہیں۔ کہاں تک بیان کروں۔ شدتوں سے پوجنے کی ہوں یا اولاد بیٹے کی۔ یا دیکھئے الاوے کا طواف کرتے ہوئے سلام

یا حسین کہتے ہوئے چھاتی پیٹنے کی یا لنگر کھینچنے کو ایسا فرض سمجھتی ہیں۔ جیسے کہ نیچے سے تربت فاطمہ کی توقع اور نہ کرنے سے ان ہاتھوں ہاتھ خطرے

کا اعتقاد موجود ہے۔ یا جو تکیے روشن کرتی ہیں پھر اشرف گنج وغیرہ آواز بجلاتے اور تبرک سمجھتی اور ایسی ہی خبر بتاتی ہیں شہیدوں کی ارواح کو پھر آتے اور

٢٠٤ وہ پاک ارواح کے آنے کے اعتقاد کی کہیں اور رضا میں مگر وہ حضرت بی بی کی صحنک کہتی ہیں۔ سو یہ بھی بدعت ہے۔ کیونکہ اس خاک بسوار کی تمثیل بیان نہیں

مگر شرک میں اللہ پر جہوٹ باندھنے سے اور نیز بیہم خیال پیدا ہونیکے کبہی فرق نہیں ملتی ۔ پس جب حرام کو حلال ٹہیرانے کی خباثت اس تکبے مضمون میں معلوم ہو چکی

تو اس واسطے مصنف کہتا ہے کہ یہ اس آیت سے معلوم ہوا ۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عشرہ محرم میں پان نہ کہائیے لال کپڑا نہ پہنیئے حضرت بی بی صحناک مرد نہ کہاوی

اور جب ان کی نیاز کیجئے ۔ تو وہی صحنکے پر کیجئے ۔ اور اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں اور مسی اور مہندی ہو اور لونڈی نہ کہاوے ۔ اور جس عورت نے

دوسرا خاوند کیا ہو وہ نہ کہاوے ۔ اور جو نیچ قوم میں ہو باندی کا وہ بہی نہ کہاوے ۔ اور شاہ عبدالحق کا توشہ حلوائی ہوتا ہے اور اسکو احتیاط سے بنائے

اور حقہ پانی والے کو نہ دیجئے ۔ اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہے جو چڑھتا ہے ۔ پس اور ملکوں میں مشہور یہ ہو گئے ہیں ۔ اور توشلند کی نیاز مہینی اور اصحاب

کہف کی نیاز گوشت روٹی کے بعد نہ آپ شادی کیجئے ۔ اور نہ کسیکی شادی میں بیٹھئے ۔ اور نہ اچار ڈالئے ۔ اور فلانے لوگ لال کپڑا نہ پہنیں

اور لال جوتی نہ پہنیں ۔ سو ئیہ سب جہوٹے ہیں ۔ اور شرک میں گرفتار ۔ اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا تصرف و دخل جتلاتے ہیں ۔

اور ایک شرع جدی اپنی طرف سے قائم کرتے ہیں ۔ پس عشرہ محرم میں اکثر بیوقوف لوگ پان کہانے کو حرام سے بہی بدتر سمجھتے ہیں پان

کہانا ایک مباح بات ہے ۔ کہائیے یا نہ کہائیے ۔ یہ جو شرع سے ہیں اس کو حرام ٹہیرانا اس واسطے ہے ۔ کہ ماتم زدوں کا سا سوانگ بناتے

ہیں ۔ مولوی باقر مرحوم نے ان سوانگیوں کے رد میں کئی بیتیں لکہی ہیں ۔ ایک ان میں سے یہ کہ مسی پینا حقے کو گر گلاب ست تر دپان کہانیکو

لوچہنا بدتر ۔ اور اسی سوگواری کے بہیس میں لال اچ پیلا پہننے کو بہی ناروا ٹہیرالیا ہے ۔ اور کئی سہاگنیں محرم میں رنڈاپا لیتی ہیں خاوند کے

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ کوئی جانور کسی کے نام کا ٹھہرا رکھنا اور کھیت کا نشان اس پر لگا دینا اور یہ بھی غلط خیال مت کرنا کہ فلانے کی نیاز کا

ف ۲۰۱ نہ کرنے سے بیماری ہوتی ہے۔ اور فلانے کی مرغ یہ سب بیوقوفی کی رسمیں ہیں اور اللہ کے حکم کے خلاف یوں ہرگز نہ کیا چاہیے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ

الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۔

کہا اللہ صاحب نے سورہ نحل میں کہ نہ کہو ایسی جھوٹی باتیں کہ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں کہ کیا یہ کیا چاہیے۔ اور یہ نہ کیا چاہیے۔ کہ باندھو اللہ پر جھوٹ

بیشک جو لوگ باندھتے ہیں۔ اللہ پر جھوٹ ویسے مراد کو نہیں پہنچتے۔ ف۔ تفسیروں سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس آیت نے لوگوں کو

اپنے من مانے حرام حلال ٹھہرا لینے سے منع کیا ہے۔ یہ منع کچھ کافروں ہی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو اور بھی زیادہ منع ہے

یہ منع کچھ کافروں ہی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ سخت منع ہے دو سبب سے ایک تو حرام قطعی کو حلال اور حلال قطعی کو حرام کہنا ایمان کا

خسارہ ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اللہ ہی کی شان ہے مومن بندے کو اس میں دخل نہ کیا چاہیے۔ کافر تو کافر ہی ہیں

ان کی کیا بات۔ انہیں جو چاہے سو ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے ادب سکھلانے کے واسطے ہے۔ اگر کافر بھی اس ضمن میں یہ بات پا جائیں تو بہتر

انہیں خیالوں سے مصنف نے لکھا ف یعنی جھوٹ نہ ٹھہراؤ۔ کہ فلانا کام کیجئے۔ کیونکہ کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے سو

اس میں اللہ پر جھوٹ باندھنا ٹھہرا اور یہ خیال کرنا کہ فلانے کام کو کیجئے۔ تو مراد ملتی ہے۔ اور نہیں تو کچھ نقصان ہو جاتا ہے محض غلط ہے

قالوا حسبنا ما وجدنا عليه آباءنا بيان لقصور عقلهم وانهماكهم في التقليد وأن لا سند لهم سواه أولو كان آباؤهم

لا يعلمون شيئا ولا يهتدون الواو للحال والهمزة دخلت عليها لإنكار الفعل على هذه الحال أي حسبهم ما وجدوا

عليه آباءهم ولو كانوا جهلة ضالين والمعنى أن الاقتداء إنما يصح بمن علم أنه عالم مهتد وذلك لا يعرف إلا

بالحجة فلا يكفي التقليد۔ انتہی۔ اب کے بہت گمراہ بھی اگلے گمراہوں کے پیرو ہیں کہ اپنے باپ دادا کی طرح کی سنت سے کسیکو

کبرا کسیکو اپنے جانور کے بچے چڑہاتے ہیں۔ اور کبھی ان جانوروں پر نذر کا نشان بھی کرتے اور ایسے جانور کی چڑہانے کو ادا کرنے نذر واجب جانتے

جب کبھی کوئی اعتراض کرے تو کہتے ہیں کہ کیوں حسب نذر معین کو ادا کرنا واجب ہے۔ اور اس بات میں اپنے بڑوں کی سند بھی بتلاتے معصیت

کی نذر کو واجب جاننا شرع پر بہتان ہے حدیث میں آیا ہے۔ کہ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ اور ایسے محل جب بڑے

بڑوں کی سند لاتی اور دین کی بات کو اللہ و رسول پر رد نہ کرنا ویسی مانتے جیسے اگلے گمراہ کہتے تھے۔ کہ حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

یعنی ہمکو یہی بس جس پر ہمنے اپنے باپ دادوں کو چلتے دیکھا ہے۔ پھر وے احمق ہوویں یا جاہل چنانچہ ان گمراہوں میں ایک واعظ نے

منبر پر جامع مسجد میں سب کو کہ سنایا۔ کہ عبادتیں شعبان وغیرہ میں جو کچھ ہمیں تمہارے باپ دادوں نے کی ہیں تم بھی کئے چلے جاؤ

گویا بزرگوں نے جو کیا ہے سالبتہ سمجھ کے کیا ہے۔ پھر ایسے گمراہوں کے حال پر نظر کر کے اور عموم لفظ کو اعتبار کر کے مصنف نے کہا

کرنگے۔ پھر جو اکٹھا نر و مادہ ہوتا۔ تو دونوں کو نیاز نہ ٹھہراتے۔ کہ مادہ کے ساتھ وہ بھی نیاز نہ ٹھہرا۔ اس مادہ کو وصیلہ کہتے تھے اور جس جانور کی پشت
سے دس بچے ہوئے۔ اسے لادنا اور چڑھنا موقوف کر دیتے۔ اسکو حام کہتے۔ سو اللہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ باتیں اللہ صاحب نے نہیں فرمائیں انہوں نے
اپنی بے وقوفی سے ایسی رسمیں باندھ لی ہیں۔ شاہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ
وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا حَامٍ رَدٌّ وَاِنْكَارٌ لِمَا ابْتَدَعَهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ اَنَّهُمْ اِذَا نَتَجَتِ النَّاقَةُ خَمْسَةَ اَبْطُنٍ اٰخِرُهَا
ذَكَرٌ بَحَرُوْا اُذُنَهَا اَيْ شَقُّوْهَا وَخَلَّوْا سَبِيْلَهَا فَلَا تُرْكَبُ وَلَا تُحْلَبُ وَكَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اِنْ شُفِيْتُ فَنَاقَتِيْ سَائِبَةٌ
وَيَجْعَلُهَا كَالْبَحِيْرَةِ فِي تَحْرِيْمِ الْاِنْتِفَاعِ بِهَا وَاِذَا وَلَدَتِ الشَّاةُ اُنْثٰى فَهِيَ لَهُمْ وَاِنْ وَلَدَتْ ذَكَرًا فَهُوَ لِاٰلِهَتِهِمْ وَاِنْ
وَلَدَتْهُمَا قَالُوْا وَصَلَتِ الْاُنْثٰى اَخَاهَا فَلَا يُذْبَحُ لَهَا الذَّكَرُ وَاِذَا نَتَجَتْ مِنْ صُلْبِ الْفَحْلِ عَشَرَةٌ حَرَّمُوْا ظَهْرَهُ
وَلَمْ يَمْنَعُوْهُ مِنَ الْمَاءِ وَالْمَرْعٰى قَالُوْا قَدْ حَمٰى ظَهْرَهُ فَهُوَ حَامٍ مَا شَرَعَ وَمَا وَضَعَ وَلِذٰلِكَ تَعَدّٰى اِلٰى مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ
وَهُوَ الْبَحِيْرَةُ وَمِنْ مَزِيْدَةٌ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ بِتَحْرِيْمِ ذٰلِكَ وَنِسْبَتِهِ اِلَيْهِ تَعَالٰى وَاَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ـ اَيِ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَالْمُبِيْحَ مِنَ الْمُحَرِّمِ وَالْاٰمِرَ مِنَ النَّاهِيْ لٰكِنْ يُقَلِّدُوْنَ كِبَارَهُمْ وَفِيْهِ اَنَّ مِنْهُمْ مَنْ يَعْرِفُ
بُطْلَانَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ يَمْنَعُهُمْ حُبُّ الرِّيَاسَةِ وَتَقْلِيْدُ الْاٰبَاءِ اَنْ يَعْتَرِفُوْا بِهِ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَى الرَّسُوْلِ
1

جو تے مسخرا تراشے اس واسطے مصنف نے کہا۔ ف یعنی لوگ محض اپنے خیال سے ٹھہرا لیتے ہیں۔ کہ فلانی چیز اچھوتی ہے۔ اسکو فلانا
نکھاوے۔ اور فلانا نہ کھاوے۔ اور بعضے جانوروں پر لادنے اور سواری کو بھی منع کرتے ہیں کہ یہ فلانے کی نیاز کا ہے۔ اس کا ادب
کیا چاہئے۔ اور بعضے جانوروں کو اللہ کے نام کا نہیں ٹھیراتے۔ بلکہ اور کسی کے نام کا اور پھر یوں سمجھتے ہیں۔ کہ ان باتوں سے اللہ خوش
ہوتا ہے۔ اور مرادیں پوری کرتا ہے۔ ف یہ بھی درکنار۔ بلکہ ان گمراہوں نے یوں اعتقاد کیا ہے۔ کہ منت یعنی ہمارا بزرگ خوش ہو کے
آپ [illegible] کام بنا دیتا ہے۔ قیامت یہ کہ تصور کرتے ہیں۔ جو اگر اللہ کی نام کی منت کیجئے۔ تو کوئی بزرگ اس منت
کرنے والے کا کام نہیں بنانا۔ اس واسطے یہ سب کچھ بزرگوں سے کیا کرتے ہیں۔ اگر خدا کی منت کرنے سے خدا کے کام بنانے کا اعتقاد
رکھتے ہو۔ تو خدا کی ہی مانتے نہیں۔ اس کا تو کچھ ٹھکانا نہیں۔ غرض مشرک شعاروں کا ایسا عقیدہ ہے۔ سو یہ سب جھوٹ ہے۔
اسکی سزا پاوینگے۔ قال اللہ تعالیٰ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِن بَحِیرَۃٍ وَلَا سَائِبَۃٍ وَلَا وَصِیلَۃٍ وَلَا حَامٍ وَلٰکِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا یَفتَرُونَ ف ۲۰۰
عَلَی اللّٰہِ الکَذِبَ وَاَکثَرُھُم لَا یَعقِلُونَ اور کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں نہیں ٹھیرائی۔ اللہ کوئی بحیرہ کوئی سائبہ اور نہ وصیلہ
اور نہ حام کافر باندھتے ہیں۔ اللہ پر جھوٹ اور اکثر ویسے سمجھ نہیں رکھتے۔ ف یعنی۔ جو جانور کسی کے نام کا کرتے تھے۔ اس کا کان پھاڑ دیتے
تھے اسے بحیرہ کہتے تھے۔ اور جو سانڈ کرتے تھے سائبہ کہتے تھے اور جو کسی کی منت مانتے تھے۔ کہ فلانے جانور کا بچہ اگر نر ہو جاوے تو ہم اسکی نذر

کہ اللہ کی طرف صرف جھوٹی بات کی نسبت کی اس واسطے وہ ٹھیک محاورہ وال عربی اور ہندوستانی کا یہ ترجمہ کیا کہ اللہ کے

نام جھوٹ باندھا۔ افتراءً عَلَیْہِ کا حاصل معنی یہی ہے۔ سوء ش اللہ تعالیٰ۔ سزا دیگا ان کو جھوٹ باندھنے کے بدلے تش بیضاوی نے

اس آیت کی تفسیر میں یوں لکھا ہے۔ کہ وَقَالُوا هٰذِهٖ اِشَارَةٌ اِلٰى مَا جُعِلَ لِاٰلِهَتِهِمْ اَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ اَیْ حَرَامٌ

فِعْلٌ بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَالذِّبْحِ يَسْتَوِي فِيْهِ الْوَاحِدُ وَالْكَثِيْرُ وَالذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى وَقُرِئَ حُجُرٌ بِالضَّمِّ وَحِرْجٌ اَيْ مُضَيَّقٌ

لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَشَاءُ يَعْنُوْنَ خَدَمَ الْاَوْثَانِ وَالرِّجَالَ دُوْنَ النِّسَاءِ بِزَعْمِهِمْ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا

اَيْ يَعْنُوْنَهَا الْبَحَائِرَ وَالسَّوَائِبَ وَالْحَوَامِيَ وَاَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا فِي الذَّبْحِ وَاِنَّمَا يَذْكُرُوْنَ اَسْمَاءَ

الْاَصْنَامِ عَلَيْهَا وَقِيْلَ لَا يَحُجُّوْنَ عَلٰى ظُهُوْرِهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ لِاَنَّ مَا قَالُوْهُ تَقَوُّلٌ عَلَى اللّٰهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا

يَفْتَرُوْنَ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ يَعْنُوْنَ اَجِنَّةَ الْبَحَائِرِ وَالسَّوَائِبِ خَالِصَةٌ لِذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى اَزْوَاجِنَا

لِلذُّكُوْرِ وَالْاِنَاثِ خَاصَّةً دُوْنَ الْاِنَاثِ اِنْ يَكُنْ وَلَدًا حَيًّا لِقَوْلِهٖ وَاِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ فَالذُّكُوْرُ

۱۹۹ وَالْاِنَاثُ فِيْهِ سَوَاءٌ ف اب کے گمراہ جیسا حدیث میں آیا ہے۔ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ

اگلے مشرکوں کی پیروی کرنے لگے۔ کہیں احیرتا ملتے کہیں منت مان کے جانور چڑھانے لگے اور ان جانوروں کی حرمت کرنے اور کہیں مشرکوں

فرمایا ہوا حق دیتے ہیں۔ تو اس کی ویسی تعظیم نہیں کرتے۔ پر جب کسی کی منت مانتے ہیں۔ تو جو کچھ اس کا چڑھاتے ہیں سو اسکی نہایت
عزت کرتے اور تبرک جانتے چنانچہ ان کے کسی بڑے کی نقل ہے۔ کہ جب اُس نے کسی بزرگ کو چڑھانے کی مٹھائی منگوائی اور جو مٹھائی منگائی
مول لیکے آیا۔ تو کہا کہ تھال یا کپڑے فرش پر رکھیو۔ تب کسی نے اپنی اوڑھی ہوئی چادر بچھا کے کہا۔ کہ اس میں رکھدو۔ تب اس بزرگوار نے فرمایا کہ وہ
چادر مستعمل ہے۔ چادر والے نے عرض کی۔ کہ میں اس چادر سے نماز پڑھتا ہوں۔ تو خوند وقت نے فرمایا کہ اجی خدا کی بات جدی ہے بزرگوں
کی نیاز کو بڑی پاکی چاہئے۔ [illegible]اب لوگوں کی ایسی کفریات دیکھ کے مصنف کہتا ہے۔ کہ صرف کہ سب کھیتی اور مواشی اللہ ہی نے پیدا کی
ہے۔ اور کسی نے نہیں کی۔ پھر اس میں جیسی اسکی نیاز نکالتے ہیں اوروں کی بھی نکالتے ہیں۔ بلکہ اوروں کی نیاز کی جتنی احتیاط
و ادب کرتے ہیں۔ اللہ کی نیاز نہیں کرتے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَقَالُوا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور کہا
اللہ صاحب نے سورہ انعام میں اور کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی اچھوتی ہے۔ نہ کھاوے اس کو مگر جس کو چاہیں ہم اُن کو بعض
اپنے خیال سے اور بعضے مواشی ہیں۔ کہ منع ہے سواری اونکی اور بعضی ہے۔ کہ مذکور نہیں کرتے اسپر اللہ کا نام یہ سب جھوٹ مونڈھ
اس بات کو مشہور کیا۔ اگر مترجم یوں کہتا۔ کہ اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اس کے دو معنے ہوتے۔ ایک تو اسپر جھوٹ کی تہمت کیا دوسری

الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم ساء ما یحکمون۔ اور کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں یہ لوگ ٹھہراتے ہیں
اللہ کا اس چیز میں سے کہ اس نے وہ پیدا کیا ہے کھیتی اور مواشی ایک حصہ سو ٹھہراویں۔ اپنے شریکوں کا وہ۔ نہیں جاوے اللہ کی طرف اور جو
ٹھہرایا اللہ کا وہ مل جاوے اور شریکوں کی طرف بہت برا حکم کرتے ہیں۔ شیخ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یوں لکھا ہے
کہ روی انھم کانوا یعینون شیئاً من الحرث ونتاج البھائم للہ ویصرفونہ الی الضیفان والمساکین وشیئاً منھما
لآلھتھم ینفقون علی سدنتھا ویذبحون عندھا ثم ان ما عینوا للہ ازکی بدلوہ ما لآلھتھم۔ یعنی
نقل ہے کہ عرب کے کفار اپنی کھیتی میں سے اور چوپایوں میں سے جو کچھ اللہ کے واسطے مقرر کرتے تھے۔ سو مہمانوں اور محتاجوں پر خرچتے اور کچھ زراعت
میں سے اور مواشی کی نسل میں سے اپنے بتوں کے لئے ٹھہراتے سو بتوں کے مجاوروں اور خادموں اور پوجاریوں پر خرچتے اور نیز ان کے نزدیک
ذبح کرتے پھر جب دیکھتے اللہ کے واسطے مقرر کی ہوئی چیزیں اچھی نکلیں۔ تو اس کو بدل کے اپنے بتوں کو دیتے۔ اور جو بتوں کے واسطے
کی چیزیں اچھی نکلتیں تو اپنے بتوں ہی کے لئے چھوڑ دیتے۔ اپنے بتوں کی محبت کے سبب سے انتہیٰ۔ ایسی بلا شیطان کے اغوا سے اور
بددیانت اور بدعت پسند اور رافضیوں اور ہندوؤں کی صحبت سے یہاں کے مسلمان کہلانے والوں میں بھی اتنی پھیل رہی ہے کہ
اگر کوئی کسی کو ہلکی یا نکمی چیز دیئے جائیں۔ تو کہتا ہے۔ کہ کیا خدا کے واسطے دیتے ہو۔ اور جب اللہ کی نذر نیاز مانتے ہیں یا اللہ کا

ترمذی کی حدیث میں ہے عائشہ صدیقہ سے کہ فرماتی ہیں۔ کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُغَیِّرُ الاِسْمَ القَبِیْحَ اور ابی ہریرہ سے

کہ ابی سلمہ (کی بیٹی زینب) کا نام برہ تھا۔ سو کہا کرتے تھے کہ وہ آپ کی پاکیزگی ظاہر کرتی ہے۔ پھر پیغمبر خدا نے اس کا نام زینب رکھا۔ اور ابن عباس سے ہے۔ کہ جویریہ بنت الحارث کا نام

برہ تھا۔ سو پیغمبر خدا نے پھیر کے جویریہ نام رکھا۔ اور آپ کو ناپسند تھا۔ کہ کہنے لگیں کہ برہ کے یہاں سے نکلا۔ الحاصل آپ نے ابو الحکم نام صحابی کو

ابو شریح کر کے نام رکھا۔ کیونکہ حکم بھی اللہ کے ناموں میں کا ایک نام ہے۔ اور اسی طرح عاصی کے نام کو اور عزیز کے نام کو اور عتلہ کے اور شیطان کے اور الحکم کے اور غراب کے اور

حباب کے اور شہاب کے نام کو بدلا۔ اور شہاب کو ہشام کر کے نام رکھا۔ اور حرب کو سلم اور مضطجع کو منبعث اور احرام کا نام زرعہ اور حزن کا نام سہل اور عبد العزی کا

نام عبد الرحمن اور حباب کا نام عبد الرحمن اور حرام نام شخص کا نام حلال اور غیلان کو عبد اللہ اور عفرہ نام زمین کو خضرہ اور شعب الضلالۃ کو شعب الہدی اور بنی الزنیۃ کو

بنی الرشدہ اور بنی مغویہ کو بنی رشدہ اور عاصیہ کو جمیلہ۔ اور فرمایا کہ انگور کے باغ کو کرم کر کے نہ بولا کرو۔ بلکہ حدائق العنب یا حبلہ کہا کرو۔ کہ کرم جو ہے مومن

کا دل ہے۔ باوجود اس کے جو بعضے نیم نحوی کہ تبرک فی التسمیہ ان کے لئے۔ اور لوگوں کے بیچ اس کے پھیلے رہنے کو پسند رکھا کرتے ہیں خوشنما

دیتے ہیں۔ کہ ناموں میں معنوں کا لحاظ نہیں۔ کسی طرح کا نام رکھنا۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پھر

عبد الشیطان اور دجال بخش بلکہ سگ و خوک کر کے نام رکھ دینا کچھ مضائقہ نہ ہو۔ استغفر اللہ۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَعَلُوْا

لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ

وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ۔ یعنی تم پکارے جاوگے۔ قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پھر اچھے رکھو نام اپنے

اور عبد اللہ بن عمر بن الخطاب نے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا نے اِنَّ اَحَبَّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ یعنی بڑا پیارا نام اللہ کے پاس عبد اللہ و عبد الرحمٰن

اور ابی وہب جشمی نے کہا پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ

وَهَمَّامٌ وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ یعنی نام رکھو نام انبیا کے اور بہت پیارے نام اللہ کے پاس عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں اور بہت سچا نام یعنی ٹھیک

نام حارث اور ہمام ہے۔ اور بہت برائی والا نام حرب ہے جس کے معنی لڑائی اور لڑ مرنا ہے۔ اور ابی ہریرہ نے کہا۔ اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ

تَسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ لَا مَالِکَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَخْبَثُہٗ

رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اور حضرت عمر نے اپنے ایک فرزند کو ابو عیسیٰ کہلانے کے سبب مارا۔ اور

اور مغیرہ بن شعبہ کی کنیت ابو عیسیٰ کرکے تھی۔ سو ان کو بلانے فرما کے کہا۔ کہ تجھے ابو عبد اللہ کہلایا چاہئے۔ تب مغیرہ نے عرض کی۔ کہ مجھ کو پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عیسیٰ کرکے نام رکھا ہے۔ تب حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے ہیں اور ہم ابھی تک تو اپنے

گنگ حال میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس پیچھے مغیرہ موت تک ابو عبد اللہ ہی کہلاتے رہے۔ غرض یہ کہ ناموں میں اصلی معنوں کا بھی لحاظ معتبر کرکے

اسی واسطے پیغمبر خدا نے کئی نام کو جو نا سزا تھے بدل دیئے اور اچھے نام رکھے اور اچھے نام بھی پسند ہی کئے۔ جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ انہیں کتابوں کی فہمن

الغنی فانتم الفقراء مراد ہیں یاایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ ۔ سوا اس کے نیونمرت کے اسیر ہو گئے ہیں ۔ شہروں کے فقیروں کا کہنا بجا ہو ۔ علاوہ اس خیال
سے سننے میں آیا ہے ۔ کہ بعضے ملکوں میں رنج اٹھانے کی بیماریوں کو پیران بربر کے نتیجہ بنیا بھی شروع ہوا ہے ۔ بلکہ کتنے بنیا اور لف کرنا اور بحریں
بندہائے ہونے جا پہلے کے چلنا اور یہ بیت پڑا کرنا ہے کہ سگ درگاہ جیلانی شدن بہتر ز سلطانی ۔ کہ بر شیران شرف دارد سگ درگاہ جیلانی
اور بچوں کے نام فلانے کے بخشے فلانے کے دیئے فلانے کے بندے کر کے رکھنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے غلام کر کے موت سے بچ رہیں اور
دے اپنے دیئے بخشنے کو بچا لیں غرض السینما شرک فی التسمیہ ہے ۔ نصاریٰ سے اور آتش پرست اور ہندوؤں سے سیکھا گیا ۔ چنانچہ اول کے نصاریٰ
کسی کا نام عبدالمسیح کسی کا یسوع داس یعنی عیسیٰ کا بندہ اور آتش پرستوں میں بہمن داد اور ہرمزداد اور ہندوؤں میں کشنداس یعنی کشن کا غلام اسی طرح ١٩٦ ف
رامداس اور لچھمن داس اور بھوانی پرشاد یعنی بھوانی کا دیا ہوا تبرک ۔ جو عام لوگ ان مہمل نام والوں کے کچھ بچوں پڑھے کے نیم ملا خطر ایمان بنے ہیں اور لا الحسن بن
نصف بچوں کے مصداق ہوئے ہیں سو ایسے نام کی توجیہ میں کہا کرتے ہیں کہ یہ علم ہیں ان کو معنی کیا درکار ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ غلام ابلیس اور
فرعون بندہ اور شیطان بخش اور ابوجہل نوازکر کے تمہارے اور تمہارے اولاد کے نام رکھنے بھی جائز ہوویں کیونکہ علم کو بقول تمہارے معنی کیا درکار ۔
ہوش برجا رکھو ۔ سمجھو کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناموں میں معنوں کا لحاظ رکھا ہے ۔ غیر اللہ کے بندے کہلانے سے منع فرمایا ۔ اور بہت سے معنوں کے
ناموں کو بدل ڈالا ۔ چنانچہ مشکوٰۃ اور جامع الاصول وغیرہ میں لکھا ہے ۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ۔ انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم

اُن کے نام پر لڑکوں کو روپے اور پھول کی بدھی پہناتے ہیں۔ اسی طرح ذی قعد کی سوہوین تاریخ کو بھی مالیدے کے ڈھیر پر سید محمد گیسو دراز
کے خیال پر نو بیر اغاں کرتے ہیں۔ تو گمان ہے کہ لڑکوں کو ویسی بدھی پہناتے ہیں۔ مگر چمڑے کی بدھی اور کالے بدبو کپڑے مدار ہی کی منت
ف ۱۹۲ کے سوائی اور کہیں نہیں۔ بیڑی ڈالنے کی کیفیت یہ ہے۔ کہ بھاگتے غلام کی پانوں میں جب بیڑی ڈالئے تو جہاں وہ بھاگ کے
جاوے۔ تہاں پکڑا جاتا ہے۔ پھر الٹ کے گھر آ پہنچتا اس خوف سے وہ بھاگ ہی نہیں سکتا۔ اور قیدی کے پاؤں میں جب بیڑیاں پہنچے
تو وہ بھی گریز نہیں کر سکتا۔ تو اس خیال میں لڑکا لڑکی کو بزرگوں کے نام کی بیڑی ڈالا کرتے ہیں۔ حیات کے گھر سے موت کے میدان طرف بھاگ
نہ جا سکیں۔ اور محرم میں جو لنگر کرتے ہیں۔ سو لنگر والے کو جب از بہرا کے شدوں کے نام کی لنگر سے اسکو قائم کرتے ہیں۔ تا آفتوں کی
باد سے موت کی دریا میں بہ کر طوفانی نہ ہو جاوے۔ کبھی قید حیات کے پابند رکھنے کے خیال سے بیڑی امام حسین کی بھی ڈالتے ہیں۔
طوق زنجیر پہنانے کا بھی یہی قیاس ہے۔ ف فقیر بنانے کی صورت یہ ہے۔ کہ اکثر محرم میں اپنے لڑکوں کو کوئی دیوانہ مجنون بناتا ہے۔
کوئی عاقبت جلالی۔ کوئی بے ڈھنگا بھنگ کوئی باسے تر سبز پوش مرگ کا سا کوئی پابند شرک و بدعت آزاد فقیروں کا سا لباس
پہناتا ہے۔ ان کے سوائی سوانگ بہت سے ہیں۔ کہاں تک لکھوں کہ کافروں اور کتوں کے بھیس تک چھوٹے نہیں غرض اس فقیر کرنے سے
کہ یہ فقیر ان سب پیر عاشورے کے فقیر ہو کے ملک الموت کے پنجے سے بچ رہیں۔ پر یہ نہیں سمجھتے۔ کہ ساری جہان اللہ کی فقیر ہے کہ قال اللہ

لایا جاتا ہے۔ گلا اسی موافق کوئی تو پیدا ہوتے ہی کوئی چھلے کے پیچھے کوئی مُنڈن کو کوئی دودھ چھڑائی کے بعد لیجاتا ہے۔ غرض کسی حال قبر پر لیجایا ہی جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک کے شیخ الشیوخ کے بڑے صاحبزادے دادا پیر کے ہمنام کو اجمیر کی مزار پر لیجانیکی منت تھی اتفاق نہیں پڑتا تھا۔ آخر بعد خرابی بصرہ دس گیارہ برس کی عمر میں حضرت شیخ و شیخانی اسکو اسکی درگاہ پر لے ہی گئے پر معلوم نہیں کہ ان کے عندیے کے موافق اس منت میں کیا قصور ہوا۔ کہ اس لڑکے کا ماموں بیچارہ ہمراہ آتے ہوئے راہ میں مر گیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ شیخ جی کی کرامت کم ہے نہیں تو آپ ہی خورد کو بیٹا دیتے ہوئے اجمیر کے محتاج کاہیکو ہوتے ہیں۔ اور اسی بزرگ نے اپنی صاحبزادی کی بسم اللہ کی پیرہائی کی رسم قطب صاحب کے مزار پر کرنے کی منت مانی تھی۔ اس عرصہ میں کوئی لڑکا بھی ان کے یہاں تولد ہوا۔ تو اُس کے مونڈن کی بھی منت وہیں کرنی مقرر ہوئی۔ سو شیخ جی تو نہیں جا سکے۔ بی بی صاحب کو بھجوا دیا۔ تا جو کچھ وہاں کرنی کرانی ہو سو فراغت

نوٹ ۱۹۳ کر کے چلی آویں۔ بدھی پہنانے کی کیفیت یہہ ہے۔ کہ اکثر جمادی الاول کی سترھویں رات شاہ مدار کے فصل کالے جھنڈے واکے روبروی لڑکے کو کالے رنگ کے بدبو دار کپڑے پہنا کے مدار کا فقیر بنا لیتے اور بدبو بھڑے کی بدھی بھی ہوا کرتی ہے۔ ربیع الثانی کی گیارہویں رات کو جو پیران پیر کے خیال پر کاغذ اور بانس کی مہندی اور مالیدے کے ڈھیر پر چراغاں لگاتے ہیں سو شاید تب بھی

حال میں اور زمان میں یہ پھر لوجھل ہوئی تب فیثی بوجھ والی۔ یہ تو دونوں نے پکارا۔ اپنے مالک کو کہ اگر بخشے تو ہمکو اچھا بچا۔ ف یعنی

خوب خاصا۔ تو بیشک ہوویں ہم حق ماننے والے پھر جب اُس نے دیا انکو اچھا بچا ٹھہرانے لگے اُس کے شریک اُس چیز میں جو اُس نے دیا

انکو سو بہت دور ہے اللہ ان کے شریک بنانے سے۔ ف یعنی اول ہی انسان کو اللہ نے پیدا کیا۔ اور پھر اسی نے۔ ف اس کے لئے جورو بھی

ف بنا دی اور خاوند اور جورو میں الفت دی اور جب اولاد کی امید ہوتی ہے۔ تو اسی کو پکارتے ہیں۔ اور وعدے کرتے ہیں کہ اولاد

اچھی بچی ہووے۔ تو اللہ کا بہت ساحق مانیں۔ پھر جب وہ اولاد بخشتا ہے۔ تو اوروں کو ماننے لگتے ہیں۔ اور انکی نذریں نیازیں

کرتے ہیں۔ ف۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ کہ اِنّی وَالجِنُّ وَالاِنسُ فی نَبَاءٍ عَظِیمٍ اَخلُقُ وَیُعبَدُ غَیرِی وَاَرزُقُ

وَیُشکَرُ غَیرِی۔ یعنی میں اور جن اور آدمی اور ہماری ایک بڑے سے مقدمے میں ہیں۔ پیدا کروں میں اور پوجا ہووے غیر کا اور روزی دیں میں

اور شکر ہو غیر کا۔ پھر یہ جو کوئی کسی کی قبر پوجتا ہے۔ کوئی کسی کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کی بیڑی ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کا فقیر بنتا ہے۔ ف

کوئی کسی کا غلام بنکر کان چھیدتا ہے۔ کوئی نبی بخش نام رکھتا ہے۔ کوئی امام بخش کوئی پیر بخش کوئی عبد النبی کوئی بندہ علی کوئی مدار بخش کوئی

سالار بخش کوئی بھوانی بخش اور کوئی گنگا بخش سو اللہ کو تو انکی نذر نیاز کی ضرورت نہیں۔ اور وہ تو بہت بڑا ہے مگر یہ آپ ہی مردود

ہو جاتے ہیں۔ ف۔ قبر پوجنے کا بیان یہ ہے کہ رنڈی یا مرد کسی بزرگ کی منت کرتے ہیں کہ میرے گھر لڑکا ہوگا تو آپ کی درگاہ پر ف ۱۹۲

نیاز چڑھاوے گے۔ تو فلانا مطلب بر آویگا۔ اور روز روز کی آرزوئیں سمجھاتا ہے۔ کہ اتنے روپے ہوں۔ تو ایسا باغ بنے اور ویسا محل طیار ہووے سو وے تو ہاتھ نہیں لگتے۔ اور آدمی گھبرا کر اللہ کی نیک راہ بھول جاتا ہے۔ اور اوروں کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔ اور ہوتا وہی ہے جو اللہ نے تقدیر میں لکھ دیا نہ کسی کے ماننے سے کچھ ہو۔ نہ خیالات باندھنے سے۔ بلکہ یہ سب شیطان کا دھوکا ہے۔ اور اسکی دغابازی آخر فائدہ ان باتوں کا یہی ہے۔ کہ آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے۔ اور شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور اصل دوزخی بن جاتا ہے اور ایسا شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ کہ بہتیرا چاہے۔ کہ ہرگز چھوٹے نہیں چھوٹ سکتا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم ف ۱۹۱
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ اور کہا اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں کہ اللہ وہ شخص ہے۔ ف یعنی وہ ذات ہے جسے ہی ف اگرچہ ہندوستانیوں کی اصطلاح میں شخص کا لفظ جو ہے سو ذی السلم یا ذی العقل کے تعین ذاتی پر بولا جاتا ہے۔ خصوص صاحب موضوں کی ترکیب میں چنانچہ اس مقدمے کی سند حدیث کی رو سے آگے مذکور ہو چکی۔ باوجود اس کے مصنف کو مناسب تھا۔ کہ یوں کہے کہ اللہ وہ ذات ہے۔ جس نے پیدا کیا تمکو ایک اوپرا اس سے جوڑا اسکا کہ چین پاوے اس سے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا پھر لگے پھرنے اس کے ساتھ پھر جب بوجھل ہوگئی

کرتے ہیں۔ اسمیں سوال کی طرف توجہ نہیں کیگئی ہے۔ جو بسکو غرض ہیں یہ مثلہ کی صورتیں ہیں۔ یہ آنحضرت نے منع فرمایا ہے اور کہ منع فرمایا ہے
خدا نے حدیث میں آیا ہے۔ کہ نَهَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُثْلَةِ ۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ رَوَاهُ
احمد بن الشیخان والنسائی عن ابن عمر کذا فی الجامع الصغیر۔ اسی طرح سر میں جوگیوں کی طرح جٹا بنانی کافروں کی رسم ہے
ف ۱۶۰ یہ اصل صورت میں تغیر کرنے کا بیان ہے۔ کہ کئی کفار جوگیوں کو قصیدہ کے بتوں کے نام کی چوٹی ڈالتے ہیں۔ اور کئی شخص ترسے میں سوراخ
کرتے ہیں بعض ناک کان چھیدواتے اور بعضے کان پھاڑتے ان سب میں۔ اکثر یہاں کے مسلمان بھی بند ہوئے لڑکوں کان اور ناک چھیدنے کو
منع ہو بھی صحابہ کے بزرگوں کے نام چھیدتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ایسے چھیدوائے ہوئے بزرگوں کے محفوظ رہیں گے۔ کسی کی منت
چھیدکے کسی بزرگ کے نام کی بلاق پہنا دیتے ہیں۔ اسکو بلاقی میاں پکارا کرتے ہیں۔ اور کسیکی چوٹی یا بجلی چھیدکے کسی بزرگ کے نام
سونے کی بالی یا حلقہ پہنا کے اس بزرگ کا حلقہ بگوش اور غلام تصور کرتے ہیں۔ اس قرینہ سے کبھی ایسے کا نام چھیدا میاں کہتے ہیں محبت سے
کہ بعضے پیران نابالغ کے کان میں ہوش تک سونے کی بالی کسی بزرگ کے نام کی رہا کرتی ہے۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں اور اللہ
رسول کے خلاف سو جسنے اللہ سے کریم کو چھوڑ کر دشمن کی راہ پکڑی وہ صریح نقصان کے دریا میں ڈوبا۔ کیونکہ یہ شیطان اول تو دشمن
دوسرے سوائے وسواس ڈالنے کے کچھ قدرت بھی نہیں رکھتا۔ سو یہی کرتا ہے۔ کہ کچھ وعدے جھوٹے دیتا ہے کہ فلانے کو مانوگے تو ایسا ہوگا اور فلانے

ادھر سے سخت سخت بال ٹری ڈاڑھی کے چبھتے ہیں۔ ادھر سے کھڑی کھڑی مونچھیں وہ متنفر ہوتی ہیں۔ بیچارے دونوں طرف سے
رانڈے مارے رہتے ہیں۔ نہ آہ مرداں نہ اوہ زناں نہ ادھر سنت ادا ہوئی نہ ادھر مقبول ہوئے۔ جرأت نے ایسی ہی موچھ کا
مضمون باندھا ہے کہ ترا وانٹ ڈاڑھی کا حال اس پہ نمایاں کیجیے [؟] لو بوسہ جو مانگوں تو کہے للچی لاگے ہیں برے + موئی ترتو مجھکو تمہارے
کھڑے کھڑے۔ اگر ڈاڑھی مونچھیں سنت کے موافق ہوتیں۔ تو سنت کی سنت ادا ہوتی۔ اور ڈاڑھی مونچھ کے چبھنے کا شبہ باقی نہ رہتا
کیونکہ مونچھیں کم کرنے سے ستیت لب کے برابر ہو جاتیں۔ اور ڈاڑھی بنے رہنے سے بال اس کے نرم جیسے عورت کی زلفیں اور قلمیں نرمی کے
سبب منہ کو نہیں چبھتے۔ ویسے ہی ڈاڑھی کے بال دراز ہونے سے نرم رہا کرتے عورت کے منہ کو نہیں چبھتے۔ القصہ گل موچھ والے
عجائب شکل رکھتے ہیں۔ کہ برزخ ہیں درمیان ڈاڑھی والوں اور ڈاڑھی منڈوں اور کترا ول ڈاڑھی والوں کے۔ جتنی قباحتیں ڈاڑھی منڈوانے کی ہیں
سب ان میں موجود ہوتے ہوئے پھر ڈاڑھی کا لگا بھی دونوں طرف لگا ہوا ہے۔ مسلمان کہلوانے کو بس ہے پھر توں کی صورت بنائی ہے
کسی ظریف نے خوب کہا ہے۔ کہ گل موچھ والوں کی ڈاڑھی شیطان کی معقد ہے۔ یہ سب للطائف ہیں۔ محمد نما فقیروں نے عجب ترکیب نکالی کہ ف ۱۸۹
فقیر بننے کے وقت بعضوں کے سراپا منڈوا لینے کو واجب جانا ہے۔ اور اسکو آدم کی سنت قرار دی ہے۔ اور کہتے ہیں آدم صفی اللہ تھے
الشیم اللہ نہ تھے۔ نعوذ باللہ منہا ومن کفریاتہم۔ پھر جو کوئی ڈاڑھی مونچھ منڈوائے اس کو فقیر نہیں جانتے اور اسکو رسول کا گنہگار ٹھہراتے ہیں۔ اور حقیر جانا

بعض ر ی ... ذبح کرنا اسی کے نام پر۔ بس بچے کی جانب سے قربانی کے طور پر نہ کسی بزرگ کی نیاز

اور ایک روایت میں ہے کہ لڑکے کی جانب سے دو بکرے ذبح کیا چاہئے۔ پھر اس بچے کے بال کے وزن بھر سونا یا روپیا محتاجوں کو بانٹ دینا

یہ سب سنت ہے۔ اس طرح بکرا ذبح کرنا عقیقہ کہلاتا ہے۔ لیکن ہندو اپنے بچوں کے سر میں دیو بھوت کے نام کی چوٹیاں رکھتے

اعتقاد کرتے ہیں کہ جب تک ان کے سروں میں وہ چوٹیاں ہیں۔ تب تک دیو بھوت کا سایہ ان بچوں پر رہا کرتا ہے۔ وے انکی حفاظت

کرتے ہیں۔ سو یہی عقیدہ انہیں سے ہمارے کچھ مسلمان ہمسایہ کے اپنے بچوں کے سر میں بزرگوں کے نام کی چوٹیاں رکھا کرتے ہیں۔ تاکہ ف ۱۹۱

وے ان کے محافظ رہیں۔ پھر ڈاڑھ منڈے جو ہیں۔ کہتی تو رنڈوں کے مونڈے ہوئے ہیں۔ اپنے حسب حال یہ شعر بھی ورد زبان رکھتے ہیں۔ سعدی

از برائے خوبرویاں می تراشم ریش را + زانکہ خوباں دوست دارند عاشق بے ریش را + یہ کہنا انہیں کو سزاوار ہے۔ کہ فرنگیوں اور ہندوؤں کے

طور پر ڈاڑھی مونچھ گھٹوا کے جلتی مردوں میں رہتے ہیں۔ اگرچہ بروں نے صف کے مردود رہیں اور سنت سے لیکن اتنا تو ہے کہ غلام الف اور ہندوں

کے ہاں ہیں۔ جیتی منا جوئی کے آگے ایسے زن مردوں کی ڈاڑھی کیا شے ہے۔ اگر ایسا سمجھے تو مونڈتے کاٹتے کو۔ اور کئی تو رنڈی پن کا

شوق رکھتے ہیں۔ اور مخنثی کے ہوسناک۔ اور کئی تو ہندوؤں اور فرنگیوں کی مقربی اور پیروی اور نوکری کے واسطے لیکن کتنا اداس ڈاڑھی میں

کی کیا ضرورت کہوں۔ مردوں کے مردود اور عورتوں کے نامقبول ہیں۔ خصوص کھڑی کھڑی مونچھیں والے کیونکہ حسب بزرگی کو بوسہ دی قابلیت

بدل کرنا جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آدمی کے بدن میں زینت کیلئے پیدا کیا ہے جیسے سر کے بال اور بھوئیں اور پلکیں اور ڈاڑھی اور مونچھیں سر کے
بال کے باب میں مردوں کو دو ہی شق ہیں۔ ایک سر بھر بال رکھنا۔ یا سب کے سب منڈوانا۔ کچھ رکھنا کچھ منڈوانا روا نہیں اور عورتوں کو سر کے
بال رکھنا واجب ہے اور منڈوانا حرام اور کم بال والی کو بال جوڑ کے لوگوں میں نمائش کرنی اور مردوں کو گلانا جائز نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے
کہ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔ یعنی اللہ لعنت کرے بال جوڑنیوالی اور جڑوانے والی کو۔ جب مریدوں کو کچھ بال منڈوانا اور رکھنا
روا نہیں۔ تو چوٹیاں رکھنی اور قلابیں اور چاندی اور زیور کے سب روا نہ ہوئے۔ خصوصاً اس قصد سے کہ فلانے بزرگ کے نام کی چوٹی رکھی
پھر مدت اس کے بعد میں اس بزرگ کے نام پر منڈوانا اور صندل اور بھوانی وغیرہ لے جانا بالوں کو پانی میں ڈبونا اور ایسے کام تو اس بزرگ کی مدد کا یقین رکھنا
ہندوں کے مشرکوں کا کام ہے۔ اور عرب میں یہ دستور تھا کہ جس اسیر کو آزاد کرتے۔ تو اس کا سر منڈوا کے چھوڑ دیتے۔ اس کو ایک طرح کی
غلامی کا نشان جانتے۔ پھر اس کے سوا احرام کے حال میں سر کے بال رکھ کے کعبہ کا طواف کر کے حج یا عمرہ سے فارغ ہو کے اللہ کے نام پر سر منڈوانا بال ترشوانا
بندگی کا نشان ہے۔ اسواسطے کسی بزرگ کے نام پر بال رکھنے اور منڈوانا بندگی کا نشان ہے۔ اور ہندوؤں کی سنت ہے چنانچہ ہندو تیرتھ میں جا کے
وہاں کے بتوں کے نام پر سر منڈواتے ہیں۔ اسی طرح بچے کے جال یا کسی بزرگ کے نام پر چوٹی رکھنے پھر ان کی درگاہ پر جا کے یا فقط ان کے نام پر
اس کا سر منڈوانا ہندوؤں کا ہی دستور ہے مگر اسلام میں حضرت کے فرمودہ موافق سات دن کے بچے کا سر منڈوانا سنت کے ارادے سے ۱۸۷

منہ کے اندر بیسیہ رکھنا۔ غرض جو کچھ کسی جانور پر نشان کر دیجئے۔ اس بات کا کہ فلانے کی نیاز ہے۔ وہ سب اس میں داخل ہے اور یہ بھی شیطان نے کہا ہے۔ کہ ان کو میں سکھا دونگا۔ کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت بدیں۔ یعنی جیسے اللہ نے ہر آدمی کی صورت بنا دی ہے اس کو بدل ڈالینگے۔ کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھیگا۔ کوئی کسی کے نام پر کان چھید لیگا۔ ف اس آیت کے ذیل میں مصنف نے جو یہ تمثیل کی صورتیں بدلنے کا مذکور کیا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھیگا سو سب پر محمول ہے۔ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِهِ صُورَةً وَصِفَةً وَيَنْدَرِجُ فِيهِ مَا قِيلَ مِنْ فَقْءِ عَيْنِ الْحَامِي وَخِصَاءِ الْعَبِيدِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَاللِّوَاطِ وَالسِّحَاقِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَعِبَادَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَتَغْيِيرِ فِطْرَةِ اللّٰهِ الَّتِي هِيَ الْإِسْلَامُ وَاسْتِعْمَالِ الْجَوَارِحِ وَالْقُوَى فِيمَا لَا يَعُودُ عَنِ النَّفْسِ كَمَالًا وَلَا يُوجِبُ لَهَا مِنَ اللّٰهِ زُلْفٰى یعنی البتہ بدلینگے اللہ کے پیدا کئے ہوئے کو اس کی اصلی شکل کے برخلاف صورت کی جہت سے یا صفت کی جہت سے اور اسمیں داخل ہوتا ہے۔ جو کہ کہے گئے ہیں یعنی گابہ کے آنکھ پھوڑنے کی بابت اور خصی کرنی غلاموں کو اور نیلا گودھنا اور منہ کی چھقلی لگانی اور لونڈے بازی اور دوگانہ پن اور انکی سی باتیں اور پوجنا آفتاب کا اور چاند کا اور بدل ڈالنا اللہ کی پیدا کی ہوئی اصل طبیعت کو جو مسلمانی کا دین ہے۔ اور برتنا اعضاؤں کا اور قوتوں کا ایسی باتوں میں جس سے نہ جان کو کمال حاصل ہووے۔ نہ اللہ کی نزدیکی۔ جاننا چاہئے کہ صورت کا بدلنا کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو ان چیزوں کا اول

اور بی بی آسیہ کی گم کی ہوئی سوئی کو پیدا کرنے کے لئے جس کی منت چڑھاتے ہیں۔ اسی طرح کے کام موقوف لوگ کر کے مشرکوں

اور فاسقوں کے شبیہ بنتے۔ اور کفر و شرک بدعت میں پڑتے ہیں۔ اس واسطے مصنف نے کہا۔ کہ اللہ کے سوائے جو اور لوگوں کو پکارتے

ہیں۔ سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں۔ پھر کوئی حضرت بی بی نام ٹھیرالیتا ہے۔ کوئی بی بی آسیہ کوئی بی بی آنا ولی

کوئی لال پری کوئی سیاہ پری کوئی سیتلا مسانی اور کالی اور بھوانی ہیں۔ مصنف کے یوں کہنے کا سبب یہ کہ اعتبار عموم لفظ کو ہے

خصوص سبب کو نہیں۔ غرض۔ کہ ایسے ہی خیالات باندھتے ہیں۔ اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے۔ نہ کوئی مرد محض اپنا خیال ہے

اور شیطان کا وسوسہ اور یہ جو کبھی خواب میں ڈراتا ہے اور اپنی منت کی چیز قبول کرواتا ہے۔ اور کبھی سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ اور کبھی کوئی

کرشمہ دکھاتا ہے۔ سو وہ شیطان ہے۔ سب ان کے نام کی نذر نیازیں اسی کو پہونچتی ہیں۔ وے اپنے خیال میں تو عورتوں کو دیتے ہیں

اور حقیقت میں شیطان اس سے لیتا ہے۔ اور ان کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ کیونکہ شیطان اللہ کی راہ سے

راندہ ہوا ہے۔ اس سے دین کا کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اور وہ انسان کا دشمن ان کا کب بھلا چاہیگا۔ بلکہ وہ تو ابتدا روز سے کہہ چکا ہے

کہ بہت سارے تیرے بندوں کو اپنا بندہ بناؤنگا۔ کہ اپنے خیالات کو مانینگے۔ اور جانور میرے نام کے ٹھیراوینگے۔ اور ان پر میری

نیاز کا نشان کرینگے۔ جیسے جانور کا کان چیرنا یا کاٹنا یا اس کے گلے میں ناڑا ڈالنا۔ ماتھے پر مہندی لگانی سہرے سہرا باندھنا

عَنْهَا مَحِيصًا - فرمایا اللہ صاحب نے سورہ نسا میں کہ نہیں پکارتے ہیں لوگ ورے اللہ سے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو کہ لعنت
کی اس کو اللہ نے - اور اس نے کہا - بیشک لونگا میں تیرے بندوں میں سے ایک حصہ اور بیشک بے راہ کرونگا ان کو اور خیالات میں ڈالونگا
انکو اور سکھاؤنگا کہ کاٹینگے جانوروں کے کان اور بیشک میں سکھاؤنگا کہ بدل ڈالینگے صورت بنائی ہوئی اللہ کی - اور جس نے ٹھیرایا شیطان کو
حمایتی اللہ کو چھوڑ کر - بیشک صریح ٹوٹے میں پڑا - کہ وعدے دیتا ہے ان کو اور خیالات میں ڈالتا ہے ان کو اور جو وعدے دیتا ہے ان کو شیطان سو
ف ۱۶۵ محض دغا ہے - اور ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے - اور نہ پاوینگے اس سے چھٹکارا - ف - یعنی شرک - عرب کے مشرک لوگ اپنے قبیلے کی اتنی
بیبی دیوتیں کو پکارا کرتے اور پوجتے اور مرادیں ان سے مانگتے تھے - کبھی کوئی دیوتی کئی قبیلوں کی بھی ہوا کرتی - جیسے عزّا اور منات وغیرہ اور فرشتوں کو
خدا کی بیٹیاں ٹھیرا کے بھی پکارتے اور پوجتے - اور ہندوستان کے مشرک گوری کو ستی لچھمی کو مانا - سیتلا کو ماتا جگبنت کو کالی کو بھوانی کو اور اکثر
نصاری بی بی مریم کے خیال کو اور دوسرے کے رافضی لوگ حضرت بی بی کے تصور اور توہم - آخر جاہل کے جھوٹھ موٹھ سنی کہلانے والوں نے
بھی ان سب کا باطل طریقہ سیکھا - اور اپنے خیال فاسد سے مراد دینے والی اور نذر و نیاز لینے والی بی بیاں ٹھیرالیں - کسی خیال کا نام تو
حضرت بی بی رکھا - اور صحنک کرکے مرادیں پانے کی طمع خام شروع کی - اسی طرح بی بی آسیہ کی منت اور بی بی الہ بھری کی ٹھیرائی
اور بی بی تیرہ تیزی کے گڑ چھپانے - اور بی بی گرج کی ساگ روٹی - اور بی بی گریٹ سمیٹ کی کھلی گڑ اور بی بی چاپٹ کی پیاریاں

دوسوں کی عورتوں کی گرد ذی الخلصہ کے۔ ف دوس نام ہے۔ عرب کی ایک قوم کا ان میں ایک بت تھا۔ اس کا نام ذی الخلصہ وہ
پیغمبر خدا کے وقت برباد ہو گیا تھا۔ مگر قیامت کے نزدیک اس کو لوگ پھر ماننے لگینگے۔ اور عورتیں اس کے گرد طواف کرینگی۔ سرین ہلتے
ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے گھر کے سوائے اور کسی کا طواف کرنا شرک کی بات ہے۔ اور کافروں کی رسم ہے ہرگز نہ
کیا چاہئے۔ ش اور اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے۔ کہ ذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اور اس
بت کے بت خانے کو جاہلیت کے عرب کعبہ یمانیہ کہا کرتے تھے۔ م

پانچویں فصل اشراک فی العادت کی برائی
کے بیان میں

یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ آدمی اپنے دنیا کے کاموں میں جیسا معاملہ اللہ سے
رکھتا ہے اسکی تعظیم طرح طرح سے کرتا ہے۔ ویسا معاملہ اور کسی سے نہ کرے۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ
اِلَّآ اِنَاثًا وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ
وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ

کو روزی کی کشائش اور زندگی کا آرام مل جاویگا اس میں اور شق زیادہ مر

شرک میں پڑینگے - کہ جوں جوں ہم ان کو مانتے ہیں - مرادیں ملتی ہیں - اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ آدمی کیسا ہی گناہوں میں ڈوب جاوے - اور محض بے حیا

بن جاوے - اور برا پامال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے - اور کچھ بھلائی اور برائی کا امتیاز نہ رکھے - تو بھی شرک سے اور اللہ کے سوا اور کسی کو ماننے

سے بہتر ہے - غرض سب بدتر کاموں سے شرک بدتر ہے - کوئی یہ نہ سمجھے - کہ شرک نہ کرو - اور سب بدتر کام کیا کرو - یہ مضمون ایک حدیث

کی سطر کا ہے - سو یہ کہ یا ابنَ آدمَ لو انّکَ اتیتنی بقرابِ الارضِ خطایا ثمّ لقیتنی لا تشرکُ بی شیئاً اتیتکَ بقرابِها مغفرةً

اسکی پوری حدیث کو ترمذی نے اور صنیانے انس سے اپنی کتابوں میں لایا ہے - غرض سب بدتر کاموں سے شیطان کو شرک بہت پسند ہے - گنہگار مرگیا

بخشا ہی نہیں جاتا - اس واسطے شیطان کی خاطر جمع شرک سے ہے - کہ اگر وہ شرک کے حال میں مرے - تو یقیناً جہنمی ہوا - پر اور بدکار سے اسکی دلجمعی نہیں

کیونکہ شاید اگر گنہگار گناہ کو کرتا ہے - جان کے نفس کی شومی محبت اس میں گرفتار رکھے مرجاوے تو بھی دائمی جہنمی رہنے کا یقین نہیں اس واسطے

شیطان یہ باتیں بھی بتاتا یاں چھوڑ کر یہ بات بھی شرک جب سکھاتا ہے - اخرج الشیخانِ عن ابی ھریرةَ قال قال رسولُ اللہِ صلی اللہ علیه

وآلهٖ وسلّم لا تقومُ الساعةُ حتّی تضطربَ الیاتُ نساءِ دوسٍ حولَ ذی الخلصةِ - مشکوٰة کے باب لا تقومُ الساعةُ میں

لکھا ہے - کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا - کہ نقل کیا ابوہریرہ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا - کہ نہیں آئیگی قیامت یہاں تک کہ ہلینگی چوتڑ

ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُونَ فَمَا تَأْمُرُنَا فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ۔ مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعۃ

میں لکھا ہے۔ کہ مسلم نے ذکر کیا عبد اللہ بن عمرو نے نقل کیا۔ کہ فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ نکلیگا دجال اور رہیگا چالیس تک پھر بھیجیگا اللہ عیسیٰ بن مریم کو سو وہ ڈھونڈھیگا اس کو اور ہلاک کریگا اس کو پھر بھیجیگا۔ اللہ ایک باد ٹھنڈی شام کی طرف سے اور باقی نہ رہیگا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو مگر مار ڈالے اس کو۔ سو باقی رہ جاوینگے برے لوگ ہلکے ہیں جیسے پکھیرو۔ ت۔ یعنی پنکھ والے دے اور رہیں چالی میں پھاڑ کھانیوالے جانور کی طرح یعنی بدچالی اور بدکاری میں ایسے ہلکے جیسے اڑجانیوالے جانور۔ اور ظلم و زور زبردستی میں ایسے مضبوط اور پکے جیسے چارپائے درندے اور نہ اچھی سمجھینگے کسی اچھی بات کو۔ نہ بری سمجھینگے کسی بات کو۔ پہ صورت پکڑ کر آویگا ان پاس شیطان اور کہیگا تم کو شرم نہیں کچھ ایسے کاموں سے۔ تو کہینگے تو کیا بتاتا ہے ہم کو سو بتا۔ سو پھر پرستش بتاویگا انکو بتوں کی اور ان میں آویگی روزی اچھی طرح گذرے زندگی۔ ف یعنی آخر زمانے میں ایمان دار لوگ مرجاوینگے۔ اور محض بے وقوف لوگ رہ جاوینگے۔ ان کو کچھ دین کی سمجھ نہیں۔ رات دن پرایا مال کھانے کی فکر میں۔ نہ بھلا سمجھیں نہ برا۔ دین کی تحقیق کا شوق ہوگا مگر اللہ اور رسول کے کہنے پر نہ چلینگے بلکہ اپنی عقل سے

اس آیت سے سمجھا۔ کہ اس سچے دین کا زور قیامت تک رہیگا۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ کہ اس کا زور تو مقرر ہوگا۔ مگر جب تک وہ چاہیگا۔ پھر اللہ آپ ہی ایک باؤ بھیجدیگا۔ کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دلمیں تھوڑا بھی ایمان ہوگا۔ مرجاوینگے۔ اور وہی لوگ رہ جاوینگے۔ کہ جنہیں کچھ بھلائی نہیں نہ اللہ کی تعظیم نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگینگے۔ سو اسی حال سے شرک میں پڑجاوینگے

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ آخر زمانے میں شرکِ قدیم رائج ہوگا۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی اور ولی امام شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا ویسا ہی کرتے ہیں۔ جس طرح کافر اپنے بتوں کو جانتے ہیں۔ اور انکی رسموں پر چلتے ہیں۔ جیسا برہمن پوچھنا۔ شگون لینا۔ ساعت ماننا۔ سیتلا مسانی کا پوجنا۔ کالی دیبی کا پکڑ رہنا۔ ہنومان اور گلوابیر کی دہائی دینی۔ مثل جیسے مشرکوں میں اور دیوالی کو تہوار کرنا۔ مثل جیسے اکثر ہندوستان کے سوداگر مسلمان کہلاتے ہوئے بھی کیا کرتے ہیں۔ ۵ نوروز او مہرجان کی خوشی کرنی۔ مثل جیسے اکبر کے وقت میں رواج تھا۔ اور اب بھی کئی امیر اسے تدبیر کیا کرتے ہیں ۶ قمر در عقرب نحسِ استخارہ کا لحاظ کرنا۔ مثل اس نے تو اکثروں کی راہ ماری ہے یہ سب رسمیں ہنود او مجوس کی ہیں۔ مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں۔ اور یہ سب بھی اس حدیث سے معلوم ہو۔ کہ مسلمان میں شرک کی راہ اسی طرح کھل گئی۔ کہ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑینگے۔ اَخرَجَ مُسلِمٌ عَن عَبدِ اللّٰہِ بنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَخرُجُ الدَّجَّالُ فَیَمکُثُ اَربَعِینَ فَیَبعَثُ اللّٰہُ عِیسَی ابنَ مَریَمَ فَیَطلُبُہٗ فَیُہلِکُہٗ

دیکھکر ذبح کیا وہ بھی مردار ہوا۔ کیونکہ غیر اللہ کی تعظیم کے واسطے ذبح کیا گیا ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہو۔ اخرج مسلم عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یذهب اللیل والنهار حتی تعبد اللات والعزی فقلت یا رسول اللہ ان کنت لاظن حین انزل اللہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون ان ذلک تام قال انه سیکون من ذلک ما شاء اللہ ثم یبعث اللہ ریحا طیبة فتوفی کل من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیه فیرجعون الی دین آبائهم ۔ مشکوة کے باب لا تقوم الساعة میں لکھا ہے۔ کہ مسلم نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے۔ کہ نہ تمام ہونگے رات اور دن یعنی قیامت نہ آویگی یہاں تک کہ پوجینگے لات وعزی کو۔ کہا میں نے اے پیغمبر خدا بیشک میں جانتی تھی جب اتاری اللہ نے یہ آیت هو الذی ارسل رسوله الی آخره کہ بت پرستی تمام ہونیوالی ہے۔ فرمایا بیشک ہوگا اسی طرح جب تک چاہیگا اللہ پھر بھیجیگا اللہ ایک باد اچھی۔ سو جان نکالیگی جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانے بھر ایمان اور رہ جاوینگے وہی لوگ جن کے دل میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پھر جاوینگے اپنے باپ دادا کے دین پر۔ یعنی اللہ صاحب سورہ برأت میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ ہدایت اور سچا دین دیکر اسکو غالب کریگا سب دینوں پر اگرچہ برا مانیں مشرک لوگ سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

جانوروں کے چھوڑنے سے ان لوگوں کی نیت ایسی رہتی کہ ایک مدت معین کے بعد اس جانور کو ذبح کر کے اس کا سالن اور روٹی بزرگ کی روح کو پہنچاتے۔ اور اس کو کھانے کھلاتے۔ اور یوں انکی روح کو پہنچانے سے اس جانور کا گوشت اور روٹی تبرک ہوتی ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا۔ اپنے لوگوں کا حال ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے بھی تحقیق کیا ہے۔ اس واسطے یہاں للہ فی اللہ لکھ دیا۔ اس کتاب کے دیکھنے والے جان لیں۔ اور دغاباز ملاؤں کی توجیہات کا فریب نہ کھاویں۔ غرض ایسا جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کرنے۔ اور لعنت کا موجب جیسا کہ اگلی حدیث میں بیان ہو چکا۔ جو کہتے ہیں کہ ہم اس بزرگ کا جانور ایسا نہیں کرتے بلکہ فقیروں کو کھلانے کے واسطے لیتے ہیں۔ اور کھلانے کا ثواب اس بزرگ کو بخشتے ہیں ہم ان کا جواب دیں۔ کہ تم ابھی نرے مرغی نہیں پالتے۔ یا تیتر یا کبوتر یا بٹیر یا لٹا تم ہمکو بہکاوٹ۔ خدا تو چھلتا نہیں کہ فرمایا ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ خیر تمہاری نیت موافق خدا کے تو دونوں جہان میں خیر جلدی ہووے۔ اب جاننا چاہئے جس حدیث کا بیان ابھی پہلے کر چکا ہے۔ اس حدیث پر کسی بزرگ کا مرغ کریں اور اسکی نیاز کرنے کے واسطے اس مرغ کو اللہ کا نام لیکر ذبح کریں تو وہ مرغ حلال نہیں ہوتا کیونکہ اس جانور کے باب میں اس بزرگ کی تعظیم دل میں بھری ہے۔ اس تعظیم کی غرض سے وہ جانور ذبح ہوا ہے۔ عادت اور ضرورت کے موافق اللہ کا نام صرف ذکر کیا گیا ہے۔ اسی واسطے ہمارے فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی بادشاہ اور امیر کے آتے ہی اس کے آنے کی تعظیم کی نیت سے بکرا ذبح کیا یا دشاہی تکبیر کہکر

واسطے - مردوں کی نذر حرام ہونے کی دلیل رد المحتار سے ہے - کہ اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم
والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفها لفقراء الانام
وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی هذه الاعصار وقد بسطه العلامة قاسم فی شرح درر البحار انتہی - اور نذر کے غیر کا
تقدیم اسکے معروف کی طرف لام سے ہونے کی دلیل اسی کتاب سے - ثم قال ولو نذر لفقراء مکة جاز الصرف الی فقراء غیرها لما تقرر
فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیٔ بخلاف النذر المعلق فانه لا یجوز تعجیله قبل وجود الشرط - انتہی - یہاں ایک
بیان لازمی ہے سنئے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا - یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ - یعنی چھپا چاہتے ہیں لوگوں سے اور چھپا نہیں چاہتے
اللہ سے - یعنی اپنے برے کاموں کو لوگوں سے چھپاتے ہیں ان کو یہ آگے ظاہر کرتے شرماتے - پر خدا تو دیکھتا ہے - یہاں شرم اور حیا پردہ پوشی کرتے خدا سے
شرماکے بزرگ برے کام نہیں چھوڑتے - خیر اگر ہم کسی خفی بات کو لوگوں سے چھپا رہیں - پر خدا سے نہیں چھپا سکتے - شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے
در بستہ بروی خود ز مردم + تا عیب نگسترند ما را + در بستہ چہ سود عالم الغیب - دانای نہان و آشکارا + الی متی تستر من بین جنبونی + واللہ
یعلم اسراری واعلانی + تم ہی لیکھو میں پیدا ہو جو لوگ غیر اللہ کے جانور کرتے تھے - چنانچہ کسی بت کے نام کی گائے کرتے کسی کے نام کا بکرا - اور کسی کے نام کا مرغ
اور انکی باتوں سے اور انکی نشانیوں سے ان کے دل کا عقیدہ صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ اس جانور کو اس کے نام پر چھوڑنے سے یہ بزرگی پیدا ہوئی - کہ جو کوئی اس کو
ستاوے - یا پکڑ کے کھا جاوے - تو حضرت سزا پاوے - اور وہ بزرگ اس جانور کو انکا کر چھوڑنے کے سبب خوش ہوتے ہیں - اور ہمارے کام بنانے میں بیا...

دنیا میں آجن یہ شور مچاتے ہیں۔ وہی بات کہ سارے مرغ کی ایک ہی بانگ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ ف اور بعضے
مذہبوں کی تفسیر احمدی سے اس بات کی سند لاتے ہیں کہ ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال
طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ انتہی۔ سو ان کو اس میں کچھ دلیل نہیں بلکہ اسکی
معنی ان کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ اس واسطے کہ عبارت والا کتاب ہے۔ کہ یہاں معلوم ہوا ہے۔ کہ جو گائے نذر کیجاتی ہے۔ اولیا کے لئے جیسی کہ اسکی
زمانے میں عادت ہے۔ سو حلال طیب ہے۔ کیونکہ نہیں لیا گیا ہے نام غیر اللہ کا اسپر ذبح کرتے وقت کے اگرچہ نذر کئے ہوویں اسکو غیر اللہ کیلئے تو
مراد یہ ہے۔ کہ لوگوں میں جو زندہ بزرگ مشہور ہوویں۔ سو ان کے فائدے کے واسطے کوئی پہچانے کا واسطہ اللہ کی جناب میں کرتے ہیں۔ اس
گائی کو حرام نہ سمجھنا۔ کیونکہ جب اسکو ذبح کرتے ہیں۔ تو اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتے ہیں۔ نہ اس بزرگ کے نام سے۔ اگرچہ اللہ سے عہد کرتے ہیں
میں گائی یکہ پہنچانے کا اس بزرگ کو یہاں وہ بزرگ نذر کی ہوئی گائی کا مصرف ہے۔ نہ منذور لہ۔ پھر اگر یہ نیت بھی۔ تو وہ نذر
غیر اللہ کے تقرب کے ہوتی ہے۔ اس کا گوشت حلال نہ ہوتا۔ طیب کیونکہ غیر اللہ کی نذر اور نذر کی ہوئی چیز کو در مختار اور عالمگیری وغیرہ
میں اجماع سے حرام کہا ہے۔ اور یہ بات بزرگان مذہب حنفی سے ہے۔ اور ہر مسلمان پر ظاہر ہے۔ اور نذر کے قول کا تقید ہونا نفی معنی
خیر کی طرف لوٹ الکر۔ اس طور پر کہ نذرت فقراء الشیخ للہ لفقراء مکہ مثلاً۔ میں نے نذر کی یہ چیز اللہ کی جناب کے بلکہ فقراء

اولیائهم تو کمن لم یسم اللہ تعالیٰ انتہی یعنی ایک مسلمان نے ذبح کیا۔ ایک بکری کو کسی مجوسی کی ان کے آتشکدے کی یا کسی کافر کے
ان کے معبودوں کی۔ تو کھائی جاوے۔ اس واسطے کہ اس نے نام لیا ہے اللہ تعالیٰ کا اس شبہ کا جواب یہ ہے۔ کہ عالمگیری میں تمہاری بات کی دلیل صاف
نہیں نکلتی۔ کیونکہ اس کا مضمون یہی ہے۔ کہ کسی کافر کی بکری بُت یا تھان یا مندر سے علاقہ رکھتی ہو۔ سو کوئی مسلمان ذبح کر ڈالے
تو اس کا گوشت کھانا مباح ہے۔ اس سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ وہ بکری اس بت وغیرہ کی نذر تھی۔ اور اس مسلمان نے اس بکری کو ذبح کیا موجب صاحب مسلک الٰہی سے
ایسے کام سے بہت دور ہیں۔ اور فقہ میں ایسے کام ممنوع اور محظور پس لازم آیا یوں سمجھنا۔ کہ اس مسلمان نے ایمان رکھ کر اس بکری کو ذبح کیا۔ یا غصہ کی
راہ سے اسکو ذبح کیا۔ تو اس بکری کا گوشت کھانا مباح ہے۔ اور غصب کی صورت میں وہ کافر ذمی ہو گر تو بکری کی قیمت مسلمان پر لازم آئی جب
تو مباح ہوا۔ لیکن حربی ہو اسکی بات جُدی ہے۔ مگر جو مسلمان غیر اللہ کی نذر کرے۔ اس پر ایک نوع کا شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور اس نذر کئے ہوئے
جانور کو آپ ذبح کرے۔ تو اس غیر اللہ کی تعظیم اس کے دل میں بھری رہنے کے سبب سے اور دوم اسکی تعظیم اور تقرب کی نیت سے واقع ہونے کے باعث وہ
جانور مردار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب اس کے حکم سے اور کوئی ذبح کرے۔ جیسے قربانی خواہ آپ ذبح کرے یا دوسرے سے ذبح کراوے یا کسی کے ذبح کر بھیجنے سے
آپ راضی ہو جاوے۔ تو اسکی قربانی ہے۔ ویسی ہی غیر اللہ کی منت کئے ہوئے جانور کا بھی حکم سمجھئے۔ کچھ بحثی اور کچھ فہمی کر کے شرک کا کام کرے پھر اسے
مُردار کھانے کھلانے پر کمربستہ ہوتے ہیں۔ ایسے کام کرنے کا اتنا شوق کیا۔ ایسی سیدھی دلیلیں بدکر کے الٹا کیا ہی عجیب اور اٹکل کرنے پر تکتے ہیں

اہل بزرگ کا نام کر کے کھاؤ نہ گوشت کا گیا سمجھا ان کو۔ فرمایا نے رسول

اور ابن عباس کی حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ لا تاکلوا من معاقرة الاعراب ؛ الحدیث تھی یہ کوئی صحابی نہ اسلام کا ذبح کیا ہی نہ کریگا کہ

بالفرض کرے تو اس کا ذبیحہ صنم کے نام پر کیا ہوا بھی حلال ہو۔ کیونکہ عدو صنم کے نام پر ہیں اور صنم کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اور مسلمان عبداللہ

نہ کہکر ذبح کرے۔ تو وہ ذبیحہ تم حلال سمجھتے ہو۔ بعید اس واسطے مسلمان کا ذبیحہ صنم کے نام سے بھی تمہارے نزدیک حلال ہوا ہے

تقلید وہ مقلد ہے معنی۔ نہ بنام کند را جوانمرداں را۔ اور یہ جو کبھی کسی ملانے کہا ہے کسی بزرگ کا جانور اس کے ہاتھ میں لگانا جائز ہے مضحکہ

خاتم عرف میں یا مردوں کے دن تو کار کر نیکو کہتے ہیں۔ یہ بہ شدہ کہیں بری بدعتوں اور اسراف اور ریا اور سمعہ اور کبھی جھوٹی شہرت کی راہ

کھانے اور پسند کے باعث ہیں۔ تمہی اعداء ان بشیر ذبح کے لیے علماوں نے جائز ہونا فتوی دیا۔ اور اپنے اور اپنے ہم مشربوں کے

مردار خوری کی راہ کی۔ مگر ان علموں کے درست کرنے کا رستہ تو جیدا۔ اتباع سنت کے موافق ہوگا یہ کرکے اچھا ہوتا تو دوں کو نہ کھایا سکھایا

ص ۱۹۱ الغرض جو اہل بزرگ کے کھانے کو کوئی سبب بلاسبب اسکا حرام ہونا اور بعض سا جو ہوتا ہیں تو بھی اس کے کھانے کو ترک نہیں

کرتے۔ مقدمہ یہ جیدہ تے ہیں۔ کہ اگر کسی بزرگ کا جانور کا شرک لائق ہو اسلام ہے۔ لیکن اس کا گوشت اس نیت حرام سمجھا۔ کہ اس کا

گروا اور اس بزرگ کی تعظیم و تقرب سے نہ ذبح کرے۔ و میں اس جواز پر عالمگیری کا عبارت ہے۔ کہ مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارهم

صلیب کے نام پر الوہیت کے اعتقاد سے نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے اس صورت میں کیونکہ اسکا واسطے ذبح کیا جانے کی گنجائش ہے پھر بھی کہ بلا شک معتقد
اس پہلی قسم کے ذبیحہ کو نہ کھانا چاہئے۔ پر اس دوسری قسم کے ذبیحہ کو کھایا جاوے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور یہی کیا ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان کعبۃ اللہ یا رسول اللہ
کے نام پر ذبح کرے تو وہ ذبیحہ کھایا جاوے۔ اور اگر صنم کے نام پر کیا۔ تو نہ کھایا جاوے۔ کیونکہ یہ مسلمان رسول اللہ کے حق میں الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتا
اس قیاس فاسد کا جواب یہ ہے۔ کہ آج کے بہت مسلمان کعبہ سوائے جو آپ کو بڑے فقیر کہلاتے ہیں۔ سو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عین اللہ مانتے
اور اپنے عقیدہ میں اس عقیدہ فاسد پر اولیا کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ اور اسمیں ایک حدیث موضوع بھی سند لاتے ہیں۔ کہ انا عرب بلا عین
اور انا احمد بلا میم۔ اور اپنے عقیدے کا اظہار نظم و نثر سے بھی کرتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ کا اکثر اکابر واقف ہیں اور یہ بیت شاید کہ سے
ایسے نطفہ عرب بلا عین۔ عین رب حقیقت ذاتی۔ اور یہ بھی سے محمد ظاہر آپ بمعنی مگر عین رب احمد۔ اگر نعوذ باللہ ایسے عقیدے والے
دنیے میں۔ بعضے نادم ہوتا۔ کہ ایسے مسلمان حضرت کا نام مبارک لیکر ذبح کریں۔ تو اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ یا کوئی مسلمان بھی نہیں ہیں بلکہ
مشرک ہیں۔ ان کا ذبیحہ مردار ہے۔ دوسرا یہ کہ ایسے ذبح مخالف نص آیت اور حدیث اور اجماع اور قیاس کے ہی۔ کیونکہ وما اہل لغیر اللہ کی
آیت اور ملعون من ذبح لغیر اللہ کی حدیث مطلق واقع ہے۔ اس میں یہ قید مفہوم نہیں ہوتا کہ جس غیر کے نام سے ذبح کرے اعتقاد الوہیت بھی
ہو اور صحابہ کا اجماع تھا۔ کہ غیر اللہ کوئی ہو وے۔ اسکے نام پر ذبح کرنا جائز نہیں اور وہ ذبیحہ مردار ہوتا ہے۔ اور حضرت کے فتوی سے بھی حضرت کی

کوئی حکم نص صریح محکم سے ثابت ہو۔ اور حدیث بھی اور فتوئی صحابی بھی۔ اور قول مجتہد بھی اس کے موجب ہو۔ پھر اس کے خلاف پر اور کسی کا قول
اور اسکو ماننا اور منانا کیسی بے انصافی اور بے ادبی ہے۔ اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ تمنے جو چھ مسائل شرک و بدعت پسندوں کی خاطر خواہ اور
نص کے خلاف میں ہو۔ امام زاہدی کے نام پر لکھے ہو۔ تو ہم اچھی طرح باور نہیں کر سکتے۔ شاید جس کتاب سے تمنے نقل کی ہے اسکے معنی
مطلب تمہاری سمجھ میں نہیں آئے۔ ورنہ وہ بزرگ شعبان وغیرہ کی نماز بدعت ہونے کے سبب اسکی منع میں [illegible] کام کرنے کو تیار
کہ قاتل اللہ من وضعہا۔ اور رمضان کے ستائیسویں کے رسوم کو بدعت سیئہ ٹھہرا کے اسکی موقوفی کے باب میں کیا کیا تحریر زبانی لکھا۔ سو کہاں کیوں ایسی
بدعتی رسموں کو جن میں شرک اور فعل حرام اور مردار خواری لازم آتی ہیں۔ سو ان کے جواز کا اشارہ کر لیگا۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور یہ جو کسی نے لکھا ہے کہ اگر
نصرانی مثلاً صلیب کے نام پر ذبح کیا ہے۔ تو نہ کھاوے۔ اور عیسیٰ کے نام پر ذبح کیا ہے تو کھاوے۔ کیونکہ وہ اطلاق شاید عیسیٰ کا نام ذبیحہ پر برکت کے
واسطے لیا ہوگا۔ سو یہ بعضے کی ڈراونی سی ہے۔ اس سبب سے کہ وما اہل بہ لغیر اللہ کی آیت کا خلاف ہے۔ اور نہ کہنا [illegible] تھا۔ کیونکہ جیسا صلیب کے نام پر ذبح کرنا
ما اہل لغیر اللہ ہے ویسا ہی عیسیٰ کے نام پر ذبح کرنا اہلال لغیر اللہ ہے۔ اگر عیسیٰ کے نام پر ذبح کرنے سے تبرک لینے کا گمان ناسخ ہے۔ تو صلیب کے نام پر ذبح کرنے میں
برکت لینے کا گمان بطریق اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ نصاریٰ عیسیٰ کو کبھی ابن اللہ کبھی عین اللہ بول رہے ہیں اور صلیب کو کبھی [illegible] نہیں کہتے پھر [illegible]

رضائے اہل قبور کیلئے - یا جن وپری کے واسطے ذبح کرنا یہ سب حرام ہیں اور تقرب وتعظیم کی وجہ سے تو کفر ہوتے ہیں چنانچہ یہ مسائل تبرعاً اوپر بیا
لکھے ہیں اب بعض عالموں نے اپنے مذہب کے معتبر کتابوں سے ایسے ذبح اور ذبیحوں کے جائز اور حلال ہونے کے فتوی دیتے پھرتے ہیں ہم ان مفت خوار مقتدیوں
سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارے عالموں نے کہا ہے کہ سنت سنیہ میں اس طرح ذبح کرنا اور ایسے ذبیحے کھانا مروج تھا - یا یہ کہتے ہیں کہ اس ڈھب کے
ذبح اختیار کرنے سے توحید اور اتباع سنت کو قوت ہے یا تماشہ - عالموں نے یہ تجویز کی ہے - کہ جانے دو بھائیوں سے عوام کالانعام شرک وبدعت سے
اس ڈھب کے ذبح اور ذبیحوں کے آسرے میں شرک وبدعت کر سکیں اور نکال دیتے ہیں ہم اس بات کو حرام کیوں نہیں ایمان بھائیوں کی
آبرو پر آنے کے مانع کیوں ٹھہریں - یقین ہے کہ سب تمہارے سچے عالم تھے - تو ایسی ضرورتیں نہ رکھتے ہونگے - پھر ان کا ارادہ یقینی یہی ہوگا کہ اتفاقاً کسی
مسلمان کے ہاتھ سے ایسا ذبح ہو جاوے - تو ہم اس کو بڑا تماشا جب تک ہو سکے - ترک اس کے کام کا سچا وجہ ہرگز نہ کرے سمجھنا یا اس کے باطنی اعتقاد کو
عالم الغیب پر سونپ دینا - نہ یہ کہ بدمعاملگی اور بداعتقادی معلوم مشہور ہوتے ہوئے اس کھانے کو کہ کسب کا تھا تم مقام علم سکرو - سو جھوٹ کیا
اس کے شرک وبدعت کے روادار اور شریک بنتا - ایسا ذبح کسی حال مکیدستیہ ہی - تم خوش ہو کہ ناخوش - باقی نصرانی وغیرہ کا ذبح مسیح اور مخلوق
کے نام پر نص آیات سے حرام ہے - کسی بڈھ کا کہا اس نص کو منسوخ نہیں کر سکتا - ایسے نصوص کے مقابل کس کا قول کا ماننا اس بات سے ہی کہ تحریم تحلیل میں
غیر خدا کا کہا ان کے اتَّخَذُوا اَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم اَربَاباً مِن دُونِ اللہ کی وعید میں داخل ہوتا ہے - اور یہی جانتے کہ جب

کی ہے۔ سوال یہ کیا کریں۔ یا دی عمل رواج لوگوں کو اس سے منع کرنا کچھ ضرور نہیں۔ خیر یوں تو کسی نے نہیں کیا۔ کیونکر کہے یہ حقیقت
میں اس طرح کے ذبح کرنا بدعت قبیحہ ہے۔ کہ عہد نبوی سے لیکر آئمہ مذہب کے زمانے تک کہیں ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ رواج کا ذکر کیا ذکر ہے
جن فقیہوں نے ایسے مسئلوں کو لفظاً اگر لکھے ذکر کیا ہے۔ سو دلیل ہے اس بات کی کہ اگر کسی اتفاقی صورت واقع ہو۔ تو اس کا حکم حل و حرمت
اور جواز و کراہت میں یوں ہے۔ پر فقیہوں کا ارادہ ہرگز یہ نہیں کہ ایسی ایسی بدعتیں عملوں میں جاری رہیں۔ یا اس زمانے میں کوئی شخص
غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا کرے۔ اور مخلوق کا سجدہ بجا لاوے۔ مگر اس زمانہ فاسد میں کہ لوگ غریق شرک و بدعت ہیں سو کسی نیم ملا نے
جان بوجھ کے ایسی ایسی حیلے باتیں کہ جن سے لوگ شرک و بدعت میں چھوٹے نہ رہ سکے۔ للہ کے عوام کے ہاتھ میں ہتھیار و تیز فساد
دیوے۔ سو بیشک خطرہ ایمان ہے اور ما اہل کی جابروں محلہ آتوں ہے۔ ورلا تاکلوا من معاقرة الاعراب فانی لا آمن
ان تکون مما اھل لغیر اللہ کی حدیث سے اور حضرت علی کے اثر سے کہ آپ نے عجم کے فخر کی راہ سے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کے گوشت حرام
ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ سو ہمارے علمانے یہی پایا۔ کہ جس ذبیحے کے ذبح کا موجب کھانے کھلانے کے سوا اور ہو تو وہ
ذبیحہ اور ذبیحہ مما اہل لغیر اللہ کی جنس میں داخل ہو کے حرام ہوتا ہے۔ اس واسطے انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ کے تشریف لانے کی تعظیم پر ذبح
یا اس کے بیرقوں کے واسطے یا اس کی سرکار سے خلعت ملی پر اس کی عزت کے واسطے ذبح کرنا یا کسی کی خاطرداری کے واسطے ذبح کرنا جیسا

ان کے بدگویوں کے حق میں اس سے زیادہ کیا کہوں ۔ حَسَدُوا الفَتیٰ اِذْ لَمْ یَنالُوا سَعْیَہُ ۞ فَالکُلُّ اَعداءٌ لَہٗ
وخُصُومُ ۔ معترض کو اس اعتراض سے اپنی ناموری مقصود تھی تا لوگ کہیں۔ کہ دیکھو یہ ایسا بڑا عالم ہے کہ مولانا عبد العزیز کی تفسیر
پر اعتراض کرتا ہے ۔ یہ عالم بھی ویسا ہی ہے جیسا کسی نے اپنی ناموری کے واسطے زمزم کے پاس موتا تھا جس کا نام تاریخوں میں آج تک باقی ہے مردود
اے مردار خوارو۔ تمہارے کٹ ملانے تم کو مردار خواری کا فتوی دیا ہے۔ وما اہل بہ کے اصنام سب چھٹ کیا کرو۔ مگر ایک ایسی قسم بد جاری کی کہ جو
وہ جو کوئی نام مسلمان شرک کے لئے اپنی جہت سے فقط غیر اللہ کا نام پکار کے کوئی جانور ذبح کرتا ہو۔ سو یہ صورت الا ورکا معدوم ہے
باقی الانواع وما اہل بہ بغیر اللہ کی ٹھک کے اس کا ثواب اس نیم ملا کے نامۂ اعمال میں لکھا کرو۔ اور ایسے مولوی پر اسکی سرج کو خرچ کیا کرو
توشۂ عاقبت بناتے رہیں ۔ ف ۔ سوال جب نظم قرآنی دلالت کرتا ہووے معنی اعم پر ایک جنس کی محرمات کی۔ اور وہی نظم محمول ف ۱۸۰
ہو سکتا ہو۔ معنی اخص پر یعنی ایک نوع محرمات پر تو محمل ایسے نظم کا معنی اعم پر لازم ہے۔ یا صرف اس کا معنی اعم سے معنی اخص طرف
اور اجمال و تفصیل اس معنی اعم کی۔ یہاں تک کہ بعض نوع کی حرمت مفہوم ہوتی ہے۔ جواب ۔ دوائی یہ جتنی عالم اللہ نے واسطے تم کو۔ فان لم
تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ اللّٰھم اجرنا من النار ۔ اور یہ بھی جان رکھو۔ کہ کہنے والوں نے یوں لکھا ہے کہ اگر ذبح
وقت قوم نے ایسا کہا۔ تو ذبیحہ حرام ہو گیا کیونکہ وجہ یہ نہیں ہے کسی نے اوپا ہی نہیں کہا۔ کہ لوگوں نے جو ذبح بوقت ایسی ایسی باتیں کہتے ذبح کرتے تھے

وبدعت کو توڑنے اٹھے۔ تو عرق محبت جاہلیہ علمائے سو کی حرکت میں آئی۔ سو ان کے رد میں قلم پکڑا ہاں مدعی اسکو کہتے ہیں کہ
مردہ دوزخ میں جاوے یا بہشت میں ملا کو حلوے مانڈے سے کام۔ جب حلوا مانڈا امتنع کرو۔ تو ملا کے منہ میں خاک پڑی۔ اس واسطے وہ البتہ
خاک چھانتا پھرنگا۔ چنانچہ اس زمانے میں یہی حالت نظر آتی ہے۔ ان پوچ اعتراضوں کے رد میں اپنی قلم فرسائی ہمنے جو کی ہے اسکا سبب یہ
کہ اس معترض وکذا اپنی طالب علمی کا ہے۔ اگر کوئی صرف جاہل اعتراض کیا ہوتا۔ تو ہمپر اس کا جواب لازم نہ تھا۔ چنانچہ الخیرات الحسان
میں جو امام ابو حنیفہ کے مناقب میں ہے لکھا ہے کہ کسی نیم ملا نے اس جناب پر اعتراض کر کے معذرخواہی کی۔ تب آپنے اسکو معقول کیا تو وہ
عذرخواہی کرنے لگا۔ اور معافی چاہی آپ نے فرمایا کہ جو بے علم ہیں شخص کچھ بیجا کہے۔ سو اسکو میں نے بخشا۔ جو کوئی علم والے نے بھی دوش لگایا
ہو میں نے اسکو نہیں بخشا۔ کیونکہ علم والے کے دوش لگانے سے آدمی پر کلنک رہ جاتا ہے۔ ہمنے حاصل قصہ لکھدیا۔ پھر کوئی کم فہم یہ نہ کہے
کہ یہ مذکور اس قصے کا لفظی ترجمہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ جو ترجمہ میں خوض کرنا اور ان کے دقائق ولطائف کو پہنچانا نصیب ان
لوگوں کا ہے۔ کہ جنکے پیشوا کے حق میں یہ حدیث آئی ہے۔ کہ لو کان العلم معلقا فی الثریا لنالہ رجال من قوم ھذا
او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ گویا یہی ہے ان کے حق میں امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ الناس عیال علی ابی
حنیفۃ فی الفقہ۔ مولینا عبد العزیز کو اور ان کے شاگردوں کو اللہ تعالی نے فقہ حنفی کی دولت سے سرفراز کیا ہے لیکن

کہ مولانا کی عبارت جو آواز برآوردہ شد اور شہرت دادہ شد سے خلاف لغت ہے۔ کیونکہ اہل کے معنے فقط آواز کرنا کرنے لکھے ہیں

شہرت دینا کرکے کوئی نہ کہا۔ ندا کرنے میں اور شہرت کرنے میں بڑا فرق ہے۔ انتہی جواب اس کا یہ ہے کہ مولانا نے کب لکھا ہے

کہ اہلال کے معنی شہرت دینا ہے۔ بلکہ اہلال کے معنی آواز برآوردہ شد فرما کے اس کے بعد لازم کو ذکر کیا ہے کیونکہ شہرت دادہ شد

کیونکہ تمہارے کاٹ ابراکا نام مرغ پر پکار دینے سے اس کا شہرہ بھی لازم آتا ہے۔ چنانچہ ہم سب لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو کاٹ بابا کا

مرغ ہے اسکو کوئی نہ مانگو نہ چراؤ۔ علی ہذا القیاس۔ اب اہلال شہرت کا مستلزم ہے۔ مگر جو چھوٹے طالب علم بدعتی مردہ پر جو بار

سوا ان جانوروں پر جیسے چھینغیر اللہ کا اہلال کرتے ہیں۔ اور ان مردار جانوروں کو آپ کھاتے اوروں کو کھلاتے ہیں ایسی صورت میں البتہ

اہلال کی شہرت نہ ہوگی۔ جب کوئی عالم کھانے والا کسی نوع بدعت کے باب میں سہل انگاری کرکے جواز کے وجوہ نکالے تو ان بدعتیوں کی

وہ بدعت اور اس قسم کی بدعت کرنے پر جرأت ہوتی ہے۔ اور ان کی اور ان کے اقران و امثال کی شرارت اور مفسدی اور بدعت ایجادی زیادہ

ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسی ہی سہل انگاریاں کرتے کرتے بدعتیوں کی نوبت یہاں تک پہنچی۔ اس سبب میں مُصر بدعتی سے اتنا فرق نہیں پہنچتا جتنا

مداہن اور سہل انگار عالم سے۔ کسی جانور بزرگ کا نذر کرکر سوا اسکو ان کے فاتحہ میں خرچ کیا کسی سچے محدث اور مفتی نے تو نہیں لکھا مگر بے دینی بدعتی ہی ہے کام آئے

لوگ شرک اور بدعت کے کام کرتے ہیں سے سالہا سال دراز گذرے مفت خوار مفتیوں نے ان کا رد و قدح نہیں کیا۔ جب اہل سنت شرک

کیواسطے ذبح کرکے کھلاتے ہیں جب جانوروں سے مقصود ذبح ہے اور تعظیم غیر اللہ کی تو کوئی معترض نے یوں کہا۔ کہ وما اہل لغیر اللہ

یعنی ما ذبح لغیر اللہ۔ کتنوں نے یوں کہا۔ کہ وما اہل لغیر اللہ ای رفع الصوت بہ لغیر اللہ بان ذبح علی اسم وغیرہ۔ کتنوں نے یوں لکھا۔ کہ وما اہل

لغیر اللہ بہ یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت مولانا نے عام تر رکھا۔ اور کسی نے جو یوں کہا۔ کہ صحاح جوہری میں ما اہل بہ لغیر اللہ کے معنی ۱۰۹

مانودی علیہ باسم غیر اللہ لکھا سو تفسیر عزیزیہ والے کے لکھنے کو مفید نہیں بلکہ مانودی فیہ لغیر اسم اللہ ہوتا۔ تو ان کے لکھنے کو مفید ہوتا کس

واسطے کہ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ وما اہل بہ یعنی و مگر آں جانور کہ آواز برآوردہ شد و شہرت دادہ شد در حق آں جانور۔ کہ لغیر اللہ یعنی برائے

غیر خدا است خواہ آں غیریت باشد الی آخر قولہ ملعون من ذبح لغیر اللہ۔ جواب اس معترض کا یہ ہے۔ کہ اگر کوئی کہے نادیت علی ہذا العبد

انہ لفلان۔ اس کا مفہوم یہی ہے۔ کہ میں نے مشہور کردیا۔ اس غلام کو کہ وہ فلانے کا ہے۔ یہ بات اس قوۃ میں ہے۔ کہ میں نے مشہور کیا

اس کے حق میں کہ وہ زید کا ہے۔ اب ایسی ترکیب میں فیہ کا واجب ہونا تم نے کہاں سے نکالا۔ اور علیہ کو ممنوع کیونکر سمجھا یہاں علی

کچھ اس استعلاء و فوقیت حقیقت کے واسطے نہیں ہے۔ اگر فیہ ہوتا۔ تو بھی ظرفیت حقیقت کے واسطے نہ ہوتا مگر علی تحقق نسبت

کے واسطے ہے۔ اگر فیہ ہوتا تب بھی اسی تحقق کے واسطے ہوتا۔ پھر اس محل کو فیہ من علی پر ترجیح دینا خوش فہمی سے ناشی ہے

مگر اس میں فیہ ہی ہو یا تمہاری نادانی ہے یا تعصب اور حسد بدعتیوں کی خوشامد یا نذر نیاز کھانے کا شوق۔ اور معترض نے جو کہا ہے

کی تحریم سے کیا مقصود ہے۔ وے تو بالضرور شرع میں حرام ہیں۔ مگر چاہیئے کہ مقصود یہ ہووے کہ جن کے ہاتھ کا مذبوح کھانا جائز ہے جیسے اہل کتاب اور مسلمان سو اگر وے کسی جانور کو غیر اللہ کی نذر کریں یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کریں۔ یا غیر اللہ کی تعظیم کے واسطے اللہ کا نام لیکر بھی ذبح کریں۔ تو حرام ہے۔ ویسا ذبح بھی۔ اس جانور کا گوشت بھی اگر تم کہوگے کہ ما اہل تو مطلق تھا کہ کوئی چیز ہو یا جانور پھر تفسیروں میں ایسی عبارتیں کیوں لکھیں۔ کہ جس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ما اہل لغیر اللہ بہ۔ ذبح کیا ہوا جانور ہے غیر اللہ کے واسطے یا وہ جانور جس پر ذبح کے وقت نام غیر اللہ کا پکارا ہوا۔ یا اس کو غیر اللہ کا نامزد کیا ہوا اس غیر کی تعظیم و تقرب ہے۔ جواب یہ ہے کہ اور چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارنا کم تھا۔ وے چیزیں قابل حس و حرکت نہ ہونے سے اپنے اہلال کا ہونا کا شہرہ بھی کم۔ برخلاف جانور کے کہ وہ چرنے چگنے جاتا۔ اس کو مارنے آتے تو دوسرے لوگ اس سے منع کرتے کہ ہاں خبردار کہ یہ فلانے کا بحیرہ اور سائبہ اور سانڈ ہے۔ اس واسطے ان کا شہرہ پھیلتا۔ گویا مفسروں نے اس شہرت اور کثرت کو اعتبار کر کے ما اہل بہ لغیر اللہ کی تعبیر اس قسم کی جانوروں کی ہے۔ اگلے پچھلے قرینوں پر نظر کر کے جس میں حرام حیوانات اور حیوان کا مذکور ہے۔ جب وے ویسے جانوروں میں بعضوں کو ذبح کرنے اور بعضوں کو ہرگز ذبح نہیں کرتے۔ اور کسی کام میں بھی نہیں لاتے۔ اور ان کا نام بحیرہ اور سائبہ کر کے قرآن میں اور جگہ پر آیا بھی ہے۔ اس واسطے مفسروں نے وما اہل بہ لغیر اللہ کی تعبیر ان قسم کے جانوروں سے کی ہے۔ کہ ان کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ کے اس غیر کی تعظیم و تقرب کے

اور علمائے حقانی مگر مومن مستور قابل حسن ظن اگر اپنے جانور کو کسی بزرگ کا جانور کہے۔ تو اس کو غیر اللہ کا ناسک اور ناذر نہ کہا جائے
جب تک کہ اس کا ارادہ معلوم نہ ہو۔ پھر جب اس کا ارادہ معلوم ہو کہ اُسے غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب کا ارادہ کیا ہے تو بیشک مشرک ہے
جو تمامی فقہا کے اتفاق سے پھر یہاں سے منافق نما مومن کا حکم ظاہر ہو چکا۔ باقی رہا فاسق معلن۔ سو اگر وہ اپنے جانور کو کسی محترم کا
جانور کہے۔ تو البتہ محل تہمت ہے۔ ویسے جانور سے کہا بیگا احتراز کرنا ضرور لیکن جب اس کا صاف ارادہ غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب کا معلوم
ہووے تو اس جانور کے حرام ہونے میں اور اس شخص کے فاسق مشرک ہونے میں کیا تردد۔ باقی رہے وہ لوگ جو مسلمان کہلا کے غیر اللہ کو پوجا کرتے
ہیں۔ اور کلمات کفر بکا کرتے ہیں۔ پھر جب انہوں نے کسی بزرگ کے نام کا جانور کیا تو وہ جانور حرام اور اس کا چھوڑنا شرک کا کام کیوں نہ سمجھا جائے
سب ظاہر و تمام قیام علم کے ہے۔ باوجود اس کے اوپر نیک گمان کر کے ان کے کئے ہوئے جانور کو حلال ٹھہرانا محض مردار کھانا اور مردار کھلانا
ہے۔ اور لوگوں کو شرک کے کام کی جرأت دینی نعوذ باللہ۔ و بیان کرو کہ ما اُہِلَّ بہ لغیر اللہ میں اطلاق ظاہر ہے۔ اس قسم کے سب
چیزوں کو شامل خواہ جانور ہوویں یا میوے یا اور کچھ سوائی ان کے اور جب بلاغت قرآنی سب بلاغتوں سے منتہائی درجے میں واقع ہے
اور لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ قرآن کریم کی شان ہے۔ اس واسطے غیر اللہ کے نام کے منذورات اور مذبوحات کسی ایک
قسم کے ہوویں سوئے چیزاں ما اُہِلَّ بہ لغیر اللہ میں داخل ہیں جب ما اہل بہ لغیر اللہ مذبوح کی قسم سے ہو وہی۔ تو مشرکوں کے ذبیحوں

کیں اس واسطے اس عاجز نے اس کے خلاصۂ مطالب کو برہانیات کے طور پر لکھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی رہا یہاں ایک

مسئلہ جواب طلب۔ کہ اگر کوئی مومن اپنے جانور کو کہے کہ یہ جانور فلانے بزرگ کا ہے۔ تو اس کا کیا حکم۔ جواب۔ مومن اقسام

پر ہیں مومن حق منصوص علیہ۔ مومن مشہود لہ بالخیر۔ مومن مستور قابل حسن ظن۔ مومن مستور منافق الباطن۔ مومن مجاہر علن

بالفسق۔ مومن مرتکب کفریات۔ مدعی ایمان۔ ہر ایک کا حکم اس کے حال کے موافق ہے۔ کیونکہ مومن حقانی منصوص علیہ

جو جماعت صحابہ کرام کی اور اہلبیت اطہار کی ہے سو انہوں نے تو کبھی ایسے جانور نہ کئے ہاں حضرت علی نے حضرت علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی نیابت سے حضرت کی قربانی کی ہے۔ کیونکہ آپ نے انہیں یہ وصیت کی تھی۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے باب الاضحیہ کی

دوسری فصل میں ہے۔ کہ عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُضَحِّیْ بِکَبْشَیْنِ فَقُلْتُ لَہٗ مَا ھٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ

نَحْوَہٗ۔ نہ اپنے بھائی جعفر طیار کی۔ نہ اپنے چچا سید الشہدا کی۔ القصہ ایسی قربانی کرنی جانور کرنے کی قسم سے نہیں کیونکہ

انہوں نے اس قربانی کے گوشت کو اچھوتا تبرک نہیں ٹھہرایا۔ اور اس قربانی کر لینے کو کوئی حاجت اور مراد نہ مانگی۔ اسکو آنحضرت

کی نذر نیاز نہ جانا۔ اور اسی طرح مومنین مشہود لہم بالخیر نے بھی ایسے جانور نہیں کئے۔ جیسے تابعین اور مجتہدین اور آئمہ طریقت

باسم غیر اللہ:: ان مختلف تعبیروں سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے کبھی تیسری نوع کا کبھی چوتھی نوع کا لحاظ کرکے اس اس طرح سے لکھا ہے۔ ان کے ویسے لکھنے سے دوسری نوعوں کا موجود ہونا یا مقصود ہی نہ ہونا کہاں سے لازم آتا ایسی ہی جگہ پر تو ہم حنفیوں کے اصول میں لکھا ہے۔ کہ فہم الصحابی لیس بحجۃ وفہم غیرہ بطریق اولی۔ یعنی اطلاق نص کو تقیید کرنے میں یا دوسرے ایسے ہی تغیرات میں جس میں نص کے حکم سے کچھ بڑھ جانا کچھ گھٹ جانا لازم آتا ہووے سو ویسی صحابی کی سمجھ کی وہیں سے نص کے مطلب کو کم زیادہ نہ کرنا چاہئیے۔ کیونکہ ایسی جگہوں میں صحابی کی سمجھ اوروں پر حجت نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ اس صحابی کو وہ سمجھ حجت ہو سکتی ہو۔ دوسروں کی سمجھ بطریق اولی حجت نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جیسا وما اُہل تواتر ہو کر اپنے اطلاق پر اور ظاہریت پر باقی ہے۔ ویسا ہی اس کو ظاہریت اور اطلاق سے پھیرنے کو ویسی ہی متواتر دلیل چاہئے۔ نہیں تو فقط ان تعبیرات سے اس اطلاق اور ظاہریت کا امتناع محض خیال ہے۔ یا تو صدب۔ پھر اگر کوئی شخص اپنی کج فہمی سے اس اطلاق کا اور ظاہریت پر مانع ہو کر ما اُہل بہ لغیر اللہ کے معنی کو ما ذبح علی اسم غیر اللہ ٹھیراوے۔ اور باقی اطلاق اور ظاہریت کا منکر ہووے۔ تو ایسی صورت میں قریب ہے۔ کلام اللہ کی تحریف معنوی کی تأمل کرو انصاف سے۔ لیکن اس بیان کو حضرت مولانا عبد الحی علیہ الرحمۃ نے مصلحت عام کے واسطے اور خاصوں کی سمجھ کے اعتماد پر خطابیات کے نہج پر لکھا تھا اور تمام خصوصیات اور قیود (جو اس مقدمے میں ہم نے لکھے ہیں سو) مولینا ممدوح کی عبارت میں موجود ہیں صاحب عقل سلیم منصف طبعیت اس بات کا منکر نہ ہو گا۔ لیکن بعضے طالب العلموں نے مولینا کی عبارت میں کچھ بھی

پھر ما اُہل بہ لغیر اللہ۔ کلام اللہ میں اپنے اطلاق لغوی کی جہت سے گویا اس مفہوم پر منطبق ہوا ہے۔ جو بتوں کی تعظیم سے اہلال کرتے ہیں لوگوں
کے پاس بمنزلہ جنس کے ہے۔ کیونکہ بعضے چیزوں کے اہلال کرتے ہیں انکو استعمال میں نہیں لاتے۔ چنانچہ بیلوں کو سانڈ کرتے ہیں بتوں کے
نام پر اور بعضے عورتوں کو بھی انکے نام پر اسیطرح چھوڑتے اور بعضے کھانے میوے کپڑے وغیرہ بلکہ زمین کو بھی سو یہ وما اہل کی ایک
نوع ہے۔ دوسری یہ کہ غیر اللہ کے نام پر اہلال کرتے اور انکی تعظیم کیواسطے انکو چھوڑتے اور اس کو استعمال بھی کرتے اور اسکو پرشادینی
تبرک جانتے جیسے نرسو کے گلگلے اور پریوں کے طبق کا میوہ اور کھیر وغیرہ اور شیو کا آٹا اور آٹے کا چراغ اور ایسی ہی چیزیں تیسری
وے جانور ہیں جو بتوں کے نام پر اہلال کرتے اور انکو تعظیم کے واسطے چھوڑتے اور ان ہی کے نام پر نام پکارکے ان کو ذبح کرتے جیسے
کالی وغیرہ کے نام پر بکرا مارتے ہیں اور بل دیتے ہیں۔ چوتھی غیر اللہ کے نام پر جانور کرتے او غیر اللہ کی تعظیم و تقرب کے واسطے اس
جانور پر اس غیر کا نام پکار دیتے او جانور اس غیر کے نام سے مشہور کرتے۔ او اللہ کے نام سے ذبح کرواتے مگر باطن میں اس غیر اللہ کی
تعظیم جیسی کی تیسی باقی ان پہلی دونوں نوعوں میں ذبح ما اُہل بہ لغیر اللہ کی ماہیت کا خارج لازم ہے۔ اسی واسطے بعض مفسروں نے
ان دونوں نوعوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ سو انہوں نے کسی نے وما اہل کی تعبیر یوں کی کہ وما رفع بہ الصوت باسم الاصنام والطواغیت
اور بعضوں نے تعظیم غیر اللہ کا قید بھی لگایا۔ اور بعضوں نے یوں تعبیر کی کہ وما ذبح للاصنام اور بعضوں نے یوں کہا کہ وما رفع بہ الصوت عند ذبحہ

اُہِلّ کسی پر نیا چاند ہوا۔ جب جاہلیت میں عرب ستاروں کی تعظیم بلکہ ستارہ پرستی کرتے تھے۔ تو بانے کے چاند کے دیکھنے سے خوشی ہو اُسکی تعظیم

کرکے آواز بلند کرتے تو کبھی اس میں اپنے بتوں کے نام بھی لگاتے۔ تو اس واسطے ایسے پکارنے کا نام اہلال ہو۔ پس چاند دیکھ کے ان کے پکارنے کے

باب میں اہلال کا استعمال لغوی ہے۔ اور پیدا ہوئے ہوئے بچے کے پہلے پہل رونے کے باب میں اہلال کہنا مجازی علاقے سے تشبیہ کے نئی حاصلی

محبت سے اسی طرح لبیک پکارنے کے مقدمے میں اہلال مجاز ہے۔ تعظیم و تقرب کے علاقے سے پھر کثرت استعمال سے اہلال عام ہوا۔ تعظیم و تقرب

سے پکارنے کے باب میں اور وہ متعدی ہوتا ہے۔ تین مفعول طرف رہا وہ لفظ جس کو اہلال کرنے کے وقت میں بولتے ہیں دوسرا وہ شی جس پر

پر اہلال ہوتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جس کی تعظیم کے واسطے اہلال ہوتا ہے۔ پس اہلال مانند معمول اول کی طرف باء سے ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی طرف علیٰ سے

تیسرے کی طرف لام سے جیسا کہ اہِلّ بالتسمیۃ علی الذبیحۃ للّٰہ۔ تب ان کے عرف میں اہلال کی تمام ماہیت یہ ٹھہری۔ کہ کسی چیز پر کسی کا نام

پکارنا۔ اسکی تعظیم و تقرب سے۔ پھر اگر کوئی شخص کسی گائے کو زید کی گائے کہے اور پکارے۔ اور مشہور کرے بیچی یا جھوٹی اضافت و نسبت سے بدون

قصد اسکی تعظیم و تقرب کے تو یہ کام اہلال نہ ہوا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جانور وغیرہ کو غیر اللہ کی تعظیم کے واسطے چھوڑے لیکن بالکل اظہار نام

تو ظاہر میں اہلال نہ ہوا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کرے تو سمجھے۔ کہ نفس الامر میں حرام اور شرک ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص غیر اللہ کی تعظیم و تقرب اسکی

نذر و نیاز کرے۔ یا جانور مارے۔ ظاہر میں لوگوں کو بتلانے خاطر اللہ کا نام لے تو یہ بھی ظاہر اُہِلّ لغیر اللہ نہ ہوا۔ اگرچہ نفاق و شرک ہوا

کے طور پر اللہ کا نام کہا جاوے۔ حقیقت میں ذبح غیر اللہ کے نام پر ہوا۔ بظاہر میں اللہ کا نام لیا گیا باطن میں غیر اللہ کا۔ اور ظاہر ہے کہ نیت پر
انحصار عمل ہے۔ کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ایک کتاب میں کئی حدیثیں
پیغمبر خدا کی لکھوا کر رکھی تھیں سو تھی لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ۔ یعنی لعنت کرے اللہ اسکو جس نے لعنت کی اپنے ماں
باپ کو۔ اور لعنت کرے اللہ اس کو جسنے ذبح کیا اللہ کے غیر کیلئے۔ اور لعنت کرے اللہ اسکو جسنے جگہ دی شرع کے خلاف بدعت نکالنے
والے کو۔ لعنت کرے اللہ اس کو جس نے بدل دیا زمین کی حد بندی کو۔ روایت کی اسکی امام احمد اور مسلم اور نسائی نے صحیح
انہیں میں کی یہی ہے۔ ف یعنی لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا
یہ بھی انہیں کاموں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم سے ٹھیرائے ہیں۔ اور یہ شے غیر کی تعظیم کیلئے ذبح کرنا ہے شرک کی بات ہے
ش۔ اور اس ذبیحہ کا کھانا حرام ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ
لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ
وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۔ وما اہل لغیر اللہ بہ کی حرمت کو اللہ تعالیٰ نے اس سے چار جگہ قرآن مجید میں یاد فرمایا ہے دوسرے جزو کے
ف ۱۷۹ پانچویں رکوع میں اور آٹھویں جزو کے پانچویں رکوع میں اور چودہویں جزو کے اکیسویں رکوع میں فائدہ جاننا چاہئیے۔ کہ اہلال مشتق ہے
چنانچہ کہتے ہیں کہ اَهَلَّ فُلَانٌ نیا چاند دیکھا فلانے نے اَهَلَّ الشَّهْرُ ہلالی مہینے کا چاند نظر آیا۔ مہینا شروع ہوا۔

عمل کے اس بدرسم کے جاری ہونے کے باعث ہوتے ہیں۔ اور رسول کے دشمن اس وجہ سے ہیں کہ آپ کی دعوت کو جو اصل توحید اور اتباع سنت ہے منع اس کو اچھی طرح چلنے نہیں دیتے۔ اس وقت اس سے بڑھ کر اور کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ دشمن کئی طرح کے ہوتے ہیں ایک تو جان لینے کے۔ دوسرے مال ضائع کرنے کے۔ تیسرے آبروریزی کرنے کے۔ چوتھے منصب اور عہدے اور حکومت کے لازم چلنے نہیں دینے کے۔ پانچویں دین کے قاعدے کلی یا جزوی چلنے نہیں دینے کے۔ سو مشرک شاید بیتی جو ہیں۔ سو چوتھے اور پانچویں قسم کے دشمن ہیں آنحضرت کے۔ کیونکہ نبوت کے حکموں کو اور دین کے قاعدوں کو اچھی طرح چلنے نہیں دیتے۔ جیسے اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْرَجَ صَحِیْفَةً فِیْهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ مسلم نے ذکر کیا۔ کہ ابو طفیل نے نقل کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے ایک نکالا اس میں یوں لکھا تھا۔ کہ لعنت کرے اللہ اس شخص پر۔ کہ ذبح کرے واسطے غیر اللہ کے۔ ف یعنی جو کوئی اللہ کے سوا کسی اور کے نام کا جانور کرے۔ سو وہ ملعون ہے۔ ف جانور ذبح کرنا انکی اصطلاح میں دو معنی پر برتا جاتا ہے۔ ایک کسی جانور کو کسی بزرگ کے نام پر نذر کر کے چھوڑ دینا مگر اس کو ذبح کرنا مقصود نہیں۔ دوسرا یہ کہ کسی جانور کو کسی بزرگ کے نام پر نذر کر کے چھوڑنا پھر اس بزرگ کی خوشنودی کیلئے ذبح کرنا اور جن قیدوں سے اس بزرگ کی روح کو چڑھانا اپنے عقیدے میں مقرر ہوا ہے انہی قیدوں سے چڑھانا کہ تا مطلب حاصل ہو پھر جو کوئی اس قسم سے کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کرتا ہے سو اسی بزرگ کی تعظیم اور تقرب کی نیت سے ذبح کرتا اور کرواتا ہے اگرچہ ذبح کا وقت مقرری عادت

کسی کی تعظیم ... نہ اس کو ذبح ... کی محبت ... اتباع ... کرکے چھوڑتے ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل

من امتی الاوثان مشکوٰۃ کے کتاب الفتن میں لکھا ہے۔ کہ ترمذی نے ذکر کیا۔ کہ نقل کیا ثوبان نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ نہیں آئیگی قیامت

یہاں تک کہ مل جاوے کئی گروہ میری امت میں سے مشرکین میں اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں میری امت میں سے تھانوں کو ف یعنی

شرک دو طرح ہوتا ہے۔ ایک یہہ کہ کسی کے نام کی صورت بناکر پوجے۔ جسکو عربی زبان میں صنم کہتے ہیں۔ اور دوسری یہہ کہ کسی کا تھان

مانیے۔ یعنی کسی مکان کو درخت کو یا کسی پتھر کو یا لکڑی کو یا کاغذ کو کسی کے نام کا ٹھیرا کر پوجے۔ اس کو عربی زبان میں وثن کہتے ہیں جیسا

ورق ہے۔ قبر کا اور کسی کا چلہ اور جو رکھ کسی کے نام کا چھڑی اور تعزیہ اور علم اور شدّہ اور امام قاسم کی اور مہندی اور شیر گیر کی اور حضرت امام کا چبوترہ اور استادوں

پیروں کے بیٹھنے کا چلہ اور سالار کی چھڑیاں کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور منتیں چڑھاتے ہیں۔ اور منتیں مانتے ہیں۔ اور اسی طرح سے پیر کے نام کا

طاق اور نشان اور اسی طرح بعضے مکان مرضوں کے نام سے جیسے سیتلا کا تھان یا بھوانی یا کالی کا تھان۔ غرض پیغمبر خدا نے خبر دی ہے کہ مسلمان

جو قیامت کے نزدیک ہو جاوینگے۔ تو اول شرک اسی قسم کا ہوگا۔ ایسی چیزوں کو ماننیگے۔ برخلاف اور مشرکوں کے جیسے ہندو یا مشرکین

١٧٦ عرب کہ اکثر صنم پرست ہیں۔ یعنی مورتوں کو مانتے ہیں۔ اللہ سے پھرے ہوئے اور رسول کے دشمن تھے وہ اگلا فرقہ بھی ان کا جھوٹا بندہ

ہے کہ مومن وجہ اللہ سے پھرے ہوئے ہیں۔ اسکی توحید میں تھانوں وغیرہ کے پوجنے سے آپ خلل ڈالتے ہیں اور آئندہ

کہ نقل کیا معاویہ نے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جس شخص کو خوش آتا ہو وے کہ تصویر کی طرح کھڑے رہیں لوگ اس کے روبرو سو ٹھیرا لیوے اپنا ٹھکانا دوزخ

میں ف یعنی جو شخص چاہے کہ اس کے روبرو لوگ ہاتھ باندہ کر کھڑے رہیں نہ ہلیں نہ جلیں نہ بولیں نہ ادہر ادہر دیکھیں بلکہ تصویر کی طرح کھڑے رہیں

سو وہ شخص دوزخی ہے کیونکہ یہ تو تعظیم اللہ کی خاص ہے کہ اس کے بندے اس کے سامنے نماز میں ہاتھ باندھے ادب سے کھڑے رہتے ہیں بموجب اس ارشاد

کے بموجب کہ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ ۔ سو وہ اپنے لئے چاہتا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبروی ادب سے

کھڑے رہنا انہیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کیلئے ٹھیرائے ہیں ۔ سو اور کسی کیلئے نکیا چاہئے ۔ تتمہ ۔ اس واسطے صحابہ کی بہت

میں ثابت نہیں ہوا کہ وے اس طرح سے ہاتھ باندہ کر آنحضرت کے روبرو میں کھڑے رہا کرتے تھے حالانکہ ان بزرگوں کے پاس کوئی آدمی حرمت

اور بزرگی میں حضرت کے برابر نہ تھا ۔ اور وے سب حضرت کی جناب سے تربیت پائے اور ادب سیکھے ہوئے تھے جب انہوں نے ایسا نہیں کیا

پھر جو لوگ ان کے بعد ایسی رسمیں نکال کے شہرت دیں ہو وے سند پکڑنے کے لائق نہیں ۔ بدعتیوں کا اعتراض ہے کہ کسی مکرم پیر کے

پاس اگر ہاتھ باندہ کر نہ کھڑے رہے تو کیا بیٹھ بلکہ یا لیٹ جاویں ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملاقات میں تعظیم

جو کچھ صحابہ کرتے تھے ۔ اور روایات صحیح سے ثابت ہوتا ہے ۔ وہی بزرگوں کی ملاقات اور زیارت میں بھی کرنا اس سے زیادہ کا حکم

شریعت مقدسہ میں نہیں ہے ۔ لوگوں کی تراشی ہوئی بدعت سے ہم کو کچھ کام نہیں ۔ اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ

پھر پادری پنڈت کے ماننے کی کیا کہئے۔ اس کے کفر میں کس کو شک ہے۔ مگر جو نام کے مسلمان نصاریٰ اور ہندوؤں کی صحبت میں
پرورش ہو رہے ہیں۔ سو ان کے پادریوں پنڈتوں کی پوچ باتوں کو معقول سمجھا کرتے ہیں۔ خصوصاً پنڈتوں کی نجوم کی باتیں اور کووں کی
اور چھپکلیوں کی فال اور روز کے مبارک نامبارک کے مقدمات جو شادیوں اور غموں میں ہند کے مسلمان کہلانے والوں کے یہاں بہت
زیادہ رواج رکھتی ہیں اور انکی شرارت کا تمغہ بھی انہی رسموں پر پڑا ہے۔ اس راہ سے سب کفر کے کام ہیں۔ اے منصفو مصنف نے تو رسول ف ۱۷۴
کے فرمودے کا یہ درجہ بیان کیا ہے۔ اور اس کے ماننے کی ایسی تاکید لکھی پھر وہ لوگ جو اس کو رسول کی توہین کرنے کا الزام کرکے
بدنام کیا ہے سو بیشک جھوٹے اور عاقبت خراب ہیں۔ مسلمان پر جھوٹے بہتان کرنے کی برائی حدیث کی رو سے پہلے لکھی گئی
دیکھ لیجئے۔ اور اس کے سوا یہ حدیث ہے۔ کہ ۱۔ اِحْفَظُوا اَلْسِنَتَكُمْ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِذَا مَاتَ اَحَدٌ مِنْهُمْ فَقُوْلُوْا فِیْهِ
خَیْراً رَوَاهُ الْمُسْلِم الطبرانی فی معجمة الکبیر عن سہل بن سعد۔ یعنی تھامو اپنی زبانوں کو یعنی بند کرو اپنی
زبانوں کو مسلمانوں سے یعنی ان کو برا کہنے سے اور جب مر جائے۔ ان میں سے کوئی ایک تو کہو اس کے باب میں بھلا۔ اخرج الترمذی
وَاَبُوْ دَاوُدَ عَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ
قِیَاماً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ مشکوۃ کے باب القیام میں لکھا ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد نے ذکر کیا۔ کہ

ہر کرن خواں خلاف شرع اشعار کو بھی بزرگوں کی طرف نسبت دیکے اسی کو اپنا لیہ بنائے۔ اعتقاد ٹھیرا لیا ہے۔ افسوس شریعت برباد ہو تو ہو پر ان اعتقادوں میں فرق نہ آوے اور بعضے کچھ طالب العلم جنہوں نے فقہ کا نام مدار کر رکھا ہے۔ سو سمجھتے ہیں کہ مجتہدوں کے استحسان اور استصحاب کے آگے بلکہ ان کے خطائی اجتہاد کے مقابلہ میں حدیث صحیح صریح غیر منسوخ نہ قبول کیجے۔ اس سے زیادہ عجب یہ ہے۔ کہ غیر مجتہد فقہ نویسوں کی الٹی باتیں اور ضعیف کتابوں کے غلط مسئلے اور خوشامد گو اور حاسد اور دنیا طلب اور الٹے فتوے دینے والے مدعت پسند ملاؤں کے فتوی پیغمبر کے معتبر حدیثوں سے بھی زیادہ معتبر جانتے ہیں۔ اور آج ان پر عمل جاری ہے۔ سبحان اللہ کیا فقہ دانی ہے امام اعظم نے تو فرمایا ہے۔ کہ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یُفْتِیَ بِقَوْلِنَا حَتّٰی یَعْلَمَ مِنْ اَیْنَ قُلْنَا۔ یعنی جائز نہیں کسی کو ہمارے کہے پر فتوی دینا جبتک کہ نہ جانا ہو کہ ہم نے کہاں سے کہا۔ اور اس امام سے اور امام شافعی سے صحیح روایت ہے فرمایا کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَاضْرِبُوْا بِقَوْلِیْ ھٰذَا الْجِدَارَ۔ یعنی جب صحیح حدیث آوے۔ تو میرے کہے کو دیوار پر پھینک مارو اور امام ابو یوسف نے اپنے آخر وقت میں فرمایا کہ میں نے جو جو فتوی دیے ہیں۔ سب سے پھر گیا پر ان فتووں سے نہ پھرا جو قرآن و حدیث کے موافق ہیں۔ بس علما کی بہت سی سندیں ہیں۔ یہاں اتنی بس ہیں۔ یہاں سے سنت الٰہی کو سنت نبوی کے مقابل میں ٹھیرانے کی برائی اور بادشاہی دستور العمل کو شرعی قاعدوں پر برسائی دینے کی قباحت ظاہر ہے

کی یا ماں باپ کی یا دادوں کی یا کسی بادشاہ وزیر کی یا پادری پنڈت کی بات کو اور انکی راہ و رسم کو اللہ و رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے
اور آیت و حدیث کے مقابلہ میں اپنے پیر استاد ماں باپ دادا کے قول کی سند پکڑے اور خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے۔ کہ شرع انہیں کا حکم ہے۔ جو جی چاہتا تھا
اپنی طرف سے کر دیتے تھے۔ اور وہی بات انکی امت پر لازم ہو جاتی تھی۔ سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ ف یعنی شرک فی التشریع
بلکہ یوں جانئے۔ کہ اصل حاکم اللہ ہی ہے۔ اور پیغمبر اس کا مخبر ہے۔ جو خبر دینے والا ہے۔ پھر جو کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے،
اور جو موافق نہ ہو تو نہ مانئے۔ ف اس لیے کہ مصنف نے ہر مسلمان کو توحید اور شرع اور اتباع سنت پر اطلاع دینے کے واسطے یہ کتاب لکھی ہے اس واسطے ف ۱۷۳
اس میں ایسی باتیں لکھیں کہ ہر طور ہر مسلمان کے کام آوے۔ جب رافضیوں کا فرقہ اماموں کے قولوں کو انہی جھوٹی سچی روایتوں سے ثابت ٹھہرا کے
حدیث صحیح صریح غیر مؤول غیر منسوخ پر برتر جانتے ہیں بلکہ امام مہدی کے جعلی دستخط کے رقعوں میں جو فتوے ہیں سو ایسی حدیثوں میں اوپر فائق سمجھتے ہیں
چنانچہ مولانا عبد الرشید نے اسبات کو شیعہ کے سفیروں کے احوال میں بیان فرمایا ہے۔ اس واسطے مصنف نے یہاں امام کی بات کو رسول کی بات پر مقدم
جاننے کی برائی بتلادی۔ اسیطرح پیر پرست لوگ اپنے پیروں سے خلاف خواہ نقلیں روایتیں مشہور کر کے حدیث صحیح اور صریح غیر منسوخ سے بھی زیادہ
سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ پیر سچ مچ غوث قطب ہو ویں یا جعلی جیسے مداری اور جلالی اور ملحد نما آزاد اور کنپھٹے زندیق۔ عجب یہ ہے کہ
کہ بعضے چشتی کہتے ہیں۔ کہ نظام الدین اولیا نے الست بربکم کے خطاب کو عالم ارواح میں پوربی کی راگنی میں سنا تھا۔ اور کئی ملایاں

میں کہا ہے فرقۂ دوازدہم از غلاۃ تفویضیہ اند گویند کہ حق تعالیٰ بعد از پیدائش دنیا امور دنیا را تفویض بہ پیغمبر فرمودہ ۔ و ہرچہ در دنیاست برائے او مباح ساخت

طائفہ از ایشاں قائل اند کہ بہ تفویض و بعضی بہر دو منتہی گویا انہوں نے یہ عقیدہ کرستانوں سے لیا ہے ۔ جو عیسیٰ کو خدائی کا مختار سمجھتے ہیں اور بت پرستوں سے

چنانچہ ہندو برہما بشن مہیش کے باب میں ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور یونان کے بت پرست جوپیٹر وغیرہ کے باب میں اور آتش پرست یزداں وغیرہ عقول النفوس

ف ۱۷ اور ستاروں کے باب میں ۔ اور جس کا نام محمد یا علی ہے ۔ وہ کسی کام کے مختار نہیں ۔ سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم

کا سب کاروبار ہو حقیقت میں کوئی ایسا شخص نہیں ۔ بلکہ محض اپنا خیال ہے ۔ سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا ۔ پھر

اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں بلکہ اللہ نے تو ان سے خیالات باندھنے سے منع کیا ہے ۔ پھر وہ کون ہے ۔ اور کہ اس کے کہنے

سے ایسی باتوں کا اعتبار ہو ۔ یہی اصل دین ہے ۔ کہ اللہ ہی کے حکم پر چلیئے ۔ نقل ۔ یعنی رسول کی تابعداری پر کہ وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ

فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۔ اور کسی شخص کا حکم اس کے سامنے ہرگز نہ مانیئے ۔ لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے ۔ بلکہ اپنے بڑوں کی رسموں کو اللہ

کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں ۔ اس آیت سے معلوم ہوا ۔ کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اس کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں

میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں ۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے ۔ تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے

سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے ۔ پس جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی یا غوث و قطب کی یا مولوی و مشائخ

اور سید الاولیاء کے بارے میں کارخانہ الٰہی کے مختار نہ ہونے کی رسول سے خبر نہیں آئی۔ تو اور کس سے خبر آئی۔ پھر جس جو ان کا من کا مختار ہے
اس کا نام اللہ ہے۔ محمد یا علی نہیں ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے قضیۂ صادقہ سے اور کُلُّ عَبْدٍ لَيْسَ بِفَاعِلٍ
مُخْتَارٍ کے واجب الاعتقاد مقدمہ سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ خود سید المرسلین فاعل مختار نہیں۔ پھر سارے کارخانۂ الٰہی کے فاعل مختار ہونا تو
جدی بات ہے۔ پھر حضرت علی کیونکر مختار ہو سکیں اس جہت سے رسول مختار کا معنی پیغمبر برگزیدہ ہے۔ نہ کارخانہ کے مختار۔ اسی مضمون
میں کسی بزرگ نے کہا ہے ؎ کریم بعبدہٗ رسولہٗ مختار اقرار + ہر بندہ بفعل خود نباشد مختار۔ پس معنی اصلی رسول مختار این شد
کہ پیغمبر گزین واوار پھر جو بعضی لوگ نہایت غلو کر کے ان حضرتوں کو کارخانہ الٰہی کے مختار سمجھتے ہیں سو محض خیال ہے۔ اور سوا اپنے
خیال میں ایسے مختار بزرگوں کو مقرر الیکر مشہور بزرگوں کے نام ان پر رکھ دیتے ہیں چنانچہ رافضی لوگ امام علی موسیٰ رضا کو رزق اور
سلامتی کے نگاہبانی کے ضامن ٹھہراتے ہیں اور اکثر سالگرہ کرنے والے بدعتی خواجہ خضر کو عمر درازی کے مالک تصور کر کے ان کا نام
پیر عمر دراز رکھتے ہیں اور گرہ کے وقت عمر کی درازی کے واسطے ان کو منا کر مٹھائی اور ان کی ضعیفی سے منہ میں دانت نہ رہنے کے خیال سے
مالیدہ اور بونڈیاں ان کی نیاز کرتے ہیں اور اکثر بدعتی سنی کہلانے والے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور شیعہ غالی اور نصیری نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو سبھی کارخانہ جات الٰہی کے مختار سمجھتے ہیں جو یوں نہ سمجھے اس کو کافر کہتے ہیں چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے تحفہ اثنا عشریہ

مَن تَشَاءُ وَتُعِزُّ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ

بِغَيْرِ حِسَابٍ - تو کہہ اے یا اللہ مالک ملک کے خاوند پادشاہی کے دیتا تو پادشاہی جس کو چاہتا اور چھین لیتا پادشاہی جس سے چاہتا اور

بڑائی دیتا تو جس کو چاہتا ہے۔ اور بے عزت کرتا ہے۔ تو جس کو چاہتا ہے تیرے ہی ہاتھ بھلائی ہے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

کھپاتا ہے تو رات دن میں اور کھپاتا ہے دن کو رات میں اور نکالتا ہے تو جیتے کو مردے میں اور نکالتا ہے تو مردے کو جیتے میں سے تو

جس کو چاہتا ہے۔ سو اس کو روزی دیتا ہے بے گنت۔ حاصل ان سب آیتوں کا یہ نکلا۔ کہ جن لوگوں کو اقسام کی حرص طمع ہے

غیب مطلق کی تلاش پادشاہی اور حکومت کی خواہش عزت طلبی اور ذلت کا دفع۔ ہر طرح کی خوبی کی توقع۔ بہبود کی امید۔ مقصد مراد در کے

پوری کر دینا زمانے کو خاطر خواہ بنا دینا۔ اچھی اولاد دینی یا بدخواہوں کی اولاد کو بڑے بنانا اور روزی کی ترقی کرنی یہ سب اللہ ہی کے اختیار

میں ہیں حضرت نے اللہ کے حکم سے امت کو یہ سب باتیں کہہ سنا دیں اس پر بھی کوئی شعب طامع بن رہے۔ تو حضرت کی بلا سے ؎

بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد۔ گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ + تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل + کہ خضر از آب حیواں

تشنہ می آرد سکندر را + اور اسی طرح آنحضرت نے حضرت علی کے باب میں بھی کارخانہ الٰہی کے مختاری کی خبر نہ دی پھر جب سید الانبیا اور

خیال میں پڑے ہیں اور عمل نہ اللہ کے سوا کوئی ہے۔ اور نہ کسی کا یہ کام۔ اور جو کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں۔ شف
اس فائدے میں مصنف نے کئی قاعدے صراحۃً یا اشارۃً سے بیان کئے ہیں۔ پہلا قاعدہ اللہ کا حکم بندوں تک پہنچنے کی راہ رسول ہی کا فر
دینا ہے۔ اور کسی کا فرو دینا نہیں۔ پھر جو کسی کی بات رسول کے خبر کے موافق ہو تو مانیے سو جو موافق نہ ہو تو نہ مانیے۔ چنانچہ متن کے مقدمہ میں
بھی اس بات کی تصریح کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھئے اور جو اس کے موافق نہ ہو اسکی سند نہ پکڑئیے۔ انتہی دوسرا قاعدہ
جو کوئی کسی اور کے کہے کو رسول کے فرمودے پر مقدم سمجھے۔ اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے یہاں سے آیا ہوا حکم پر اور کی بات کو
مقدم یا برابر سمجھا۔ اور اس کو اختیار کیا۔ یہ تو عین شرک ہے۔ تیسرا قاعدہ جو کوئی یوں کہے کہ شرع خود پیغمبر کا حکم ہے انکا جو جی چاہتا تھا
اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے۔ اور وہی بات انکی امت پر لازم ہو جاتی تھی سو ایسا سمجھنے والے پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔ چوتھا قاعدہ
پیغمبر نے امت کو نہیں خبر دی ہے۔ کہ خدا نے مجھے اپنے کارخانے سونپ دیئے۔ اور ہر کام کا مختار بنایا۔ اگر یہ خبر آئی ہوتی تو ساری
امت پر اس کا ماننا واجب ہو کر ایمان میں داخل ہوتا اور اہل سنت کے عقیدوں کی کتاب میں مذکور ہوتا ہے جب یہ نہیں ہے تو وہ
بھی نہیں۔ علاوہ یہ کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کو فرماتا ہے۔ کہ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ تو کہہ
کہ نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب کو نہیں جانتا۔ اور یہ بھی ارشاد کیا ہے۔ کہ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي

ٹھہرے ۔ ای سفیو خدا کے واسطے ان باتوں کی داد دو ۔ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللہُ ف ۱۴۲
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللہُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور کہا
اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں کہ حضرت یوسف نے قید خانے میں اور قیدیوں سے کہا کہ ای رفیقو قید خانے کے کئی مالک جدے جدے بہتر ہیں
یا ایک اللہ زبردست فش یعنی یوسف علیہ السلام نے سب کو سنا کے بات کی دو شخص کے ساتھ سو کہا ۔ کہ مر نہیں مانتے ہو ۔ تم ورے اس کے
مگر کئی ناموں کو ٹھیرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کچھ سند نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے سوا اس نے
تو یہی حکم کیا ہے ۔ کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو سو یہی ہے ۔ دین مضبوط ۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ ف یعنی اول تو معلوم حق ہے
کئی مالک کا ہونا بہت برا ۔ اور نقصان رکھتا ہے بلکہ ایک مالک زبردست چاہیے ۔ کہ سب مرادیں انکی وہی کر دے اور سب کام بند
اس کے بنا دے اور دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں ۔ وے کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں یہ آپ ہی لوگ خیال کرتے ہیں ۔ ا
کہ فلانے کام کے مختار کا نام ہے ۔ اور فلانے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں ۔ اور کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر یہی طرح ایک مدت
میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے اور تیزی لوگوں کا خیال باپ دادوں سے سنتے سنتے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے حالانکہ وے سب محض غلط

سو اس جانور کو اس جانور یا اس روح کیلئے چھوڑے اور کہے۔ کہ میں نے اسکی نذر نہیں کی ہے۔ تو قرینہ دلالت کرتا ہے۔ کہ صاف اسکی نذر کی ہے

کیونکہ احمد کبیر کی نذر گائی مقرر ہے اور شیخ سدو کی نذر بکرا پھر جو کوئی اُدھر کی گائی ادھر کا بکرا کرے۔ اور کہے کہ میں نے نذر نہیں کی ہے

تو قرینے کی دلالت سے اسکی بات سُننے کے لائق نہیں مگر یہ کہ ویسی گائی یا بکرے کو اور کام میں لگاوے۔ تا کہ اسکی سچائی ظاہر ہووے

اور یہ تو کہتے ہیں کہ یہ جانور ہم نے فلانے کی نذر نہیں کی ہے مگر ان کا جانور کہتے ہیں۔ سو اس واسطے کہ اس جانور کو ذبح کر کے محتاجوں کو کھلاویںگے

تا کہ اس بزرگ کو ثواب پہنچے۔ سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ وہ بزرگ تمہارے کچھ حقدار نہیں۔ نہ تنہا محتاج ثواب کے۔ لیکن تم انکے مرادیں برلانیکی توقع

رکھتے ہو اس واسطے ایک جانور ویسے بہت کچھ پہنچ لینے کی طمع اشعب طماع کی سی رکھتے ہو۔ نہیں تو انبیا کے بعد سب اُمت سے افضل ابو بکر صدیق

ہیں اور حضرت کے ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور امام ابو حنیفہ اور دوسرے امام مذہب کے پیشوا ہیں جب لوگوں کے مقصد برلانیمیں مشہور نہیں ہیں

تو تم نہ انکی گیارہویں کرتے نہ چراغاں نہ جھنڈے نہ علم نہ ان کے نام کے جانور نہ بیڑی نہ بدھی نہ طوق نہ چوٹیاں نہ اور کچھ حالانکہ ان کے حق جو تم محسن

ہر مات ہیں سو اور بزرگوں سے بہت زیادہ ہیں۔ باوجود اسکے آپ ان سے منتیں نہیں کرتے۔ پھر کوئی کر کسیکی منت نہ مانے۔ تو اس کو

اس بزرگ کا منکر ٹھہراتے ہو۔ حالانکہ تم آپ تمامی انبیا اور صحابہ اور امہات المومنین اور مجتہدین کی منت نہ کرنیسے بقول اپنے ہی سب کے منکر

ہو بیٹھے پھر دوسروں کو کیا کسی کے منکر کہو گے۔ تمہارے ہی قاعدے سے محمد بن جابر یا ہم کے منکر نہیں ٹھہرے جب تک تم لوگوں کے منکر ہو

سعد نے اس پانی کو تبرک اور اچھوتا مانا نہ جنب کو اور حائض کو اور زچہ کو اس پانی کے دینے اور برتنے سے منع بتلایا۔ اور اس پانی سے
پاؤں دھونے اور آبدست کرنے کو حرام ٹھیرایا۔ یہ خلاف تمہارے ایسے غیراللہ والو کے مانے کہ اپنے بڑوں کو چڑھائے ہو سو کھانے اور پانی
کو اچھوتا مانتے ہو۔ اور جب غسلے کے جانور اس پر پڑنے نہیں دیتے۔ اس کو کھانے کو تو کیا دو گے۔ جوتیاں پہنے ہوئے اس کو کھانے کے
گرد پیش آنے نہیں دیتے۔ اور پانی سے وضو کرنے نہیں دیتے۔ اور یہاں یہ بھی جانیئے کہ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یعنی یہ کنواں سعد کی والدہ کا
یا یہ کنواں سعد کی والدہ کا۔ یہ کو اس سعد کی والدہ کیلئے کہنے سے مراد یہ ہے۔ کہ یہ کنواں ایسا کہ سعد کی والدہ نے بنوایا ہے۔
تاکہ لوگ اس سے نفع پاویں اور خیر جاری رہے۔ اب سعد نے اس کو کھدایا ہے تو کیا ہوا اس نے آپ کو اس کام میں اپنی والدہ کا
نائب ٹھیرایا ہے۔ اور ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ کے معنی سعد کی ماں کا ملک کر کے نہیں بنتے۔ کیونکہ مرے کو ملک کہاں۔ مال کے واسطے
کر کے ٹھیک نہیں بنے۔ کیونکہ غیراللہ کیلئے ہو اس میں ثواب کہاں۔ اس واسطے اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ کنواں خیر جاری سعد کی ماں کا ہے اس کا
ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔ دوسری تقریر اس تقریر کے شبہ کی یہ ہے۔ کہ نذر کئے ہوئے جانور میں حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ اللہ کے غیر کیلئے
نذر کیا گیا۔ اور دل سے یا زبان سے اس کی نذر ہے۔ کر کے شہرت دیا گیا۔ پھر جو کوئی اپنے جانور کو کسی غیراللہ کی نذر کیلئے کر کے کہتا ہے
کہ یہ جانور فلانے کا ہے۔ تو وہ البتہ جانور حرام ہے۔ یا اگر کوئی جانور کسی نذر کی مقرری جگہ کے یا روح کے واسطے مقرر ہے۔

کام بن جاوے۔ تب وہ جاہل اتنا سونا روپا اس نیک کار کے پاس لا کر کہے۔ کہ حضرت میں نے آپ کی منت مانی تھی سو یہ مُراد بر آئی

یہ سونا روپا نذر ہے۔ وہ نیک مرد پھیر دے تو یہاں علت ان جاہل ہی میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ سونا روپا کچھ کسیکی نذر کیلئے خاص نہیں لہ

وہ نیک مرد نذر چڑھنے کا علم نہیں کبھی ایسی علت چڑھانے کی چیز میں ہوا کرتی ہے۔ جیسا کوئی جاہل کسی گائے کے ماتھے کو صندل لگا کے

اس کے سینگوں اور گلے میں پھول باندھ کے کسی گمنام قبر کہنے کے لا کے ذبح کرے۔ تو یہ گائے کے نذر چڑھانے کی صورت ہے اور وہ گائے نذر

کی صورت بن گئی۔ اہل دیانت اس کو قبول نہ کرینگے۔ اگرچہ وہ قبر نذر نیاز سنت کرنے کی جگہ نہیں اور وہ بھیجنے والا کہتا ہے کہ میں نے نذر نہیں کی ہے

کبھی یہ علت اس میں ہوا کرتی ہے جبکو سب لوگوں نے نذریں نیازیں منتیں چڑھانے کا علم ٹھیرا رکھا ہے پھر کوئی ویسے کا مخصوص جانور

کیا ہو چنانچہ سید احمد کبیر کی گائے اور شاہ مدار کی گائے اور سید سالار کا مرغ اور شیخ سدو کا بکرا تو شبہ ہے اس نے نذر کی ہے۔ کوئی دیانت والے

اس کو نہ کھاویگا۔ مگر بددیانتوں کی بات نیاری ہے۔ اور انکو غیر اللہ کی نذر نیاز پیاری۔ اس تقریر سے صاف معلوم ہو چکا کہ جو مشکوٰۃ

وغیرہ کی روایت کے موافق سعد بن عبادہ انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ مرحومہ کے بعد ~~جو مشکوٰۃ وغیرہ کی روایت کے موافق~~

ایک کنواں کھدوا کے ھذا لاُمِّ سعدٍ کہہ کے فرمایا تھا۔ سوائے غیر اللہ کو نذر نیاز چڑھانے والو ہرگز تمہارے مدعا کے موافق نہیں

کیونکہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرک و بدعت سے بہت دور تھے۔ اور انکی والدہ مرحومہ بھی۔ پھر یہ فرزند کے حق میں غیر اللہ کی نذر چڑھانے کے نشان ہیں

معی غیری ترکتہ - میں بڑا بے پرواہ ہوں - شریکوں کی نسبت کرنے ساجھے سے جو کوئی کچھ کام کرے جس میں شریک کرے میرے غیر کو
میرے ساتھ - تو چھوڑ دیتا ہوں اسکو اور اس کے ساجھے کو یہ روایت کی - اس حدیث کی مسلم اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے - کھانوں اور جانوروں
وغیرہ کو غیر اللہ کی نذر کرنے کے مقدمے میں بعضی لوگ بیر ام سعد کے قصے کی سند لیا کرتے ہیں سو اس باب میں ایک تقریر دلپذیر لطیف
بڑی تہی سو یہاں لکھی جاتی ہے - کہ بعضی لوگ جو غیر اللہ کو کوئی چیز چڑھاتے ہیں یا غیر اللہ کا جانور کرتے سو مباح چیزوں کو حرام جانتے
ہیں ایسی چیزوں کے حرام ہونیکی علت میں غیر اللہ کی نذر کرنی ہے - پھر یہ علت کبھی نذر چڑھانے والے میں بھی نذر چڑھائے جانوالے میں بھی
اور اسکو چڑھائی جاتی - سو دونوں میں بھی پائی جاتی ہے - جیسا کہ مدار کی گائے پہنچانے والا اس گائے کے ماتھے اور گلے کو صندل لگا کے
اور اسکی سینگوں میں اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کے دم مدار دم مدار کہتا ہوا اس گائے کو لا کے شاہ مدار کے جھنڈے یا مزار کو چڑھاوے
تو یہاں اس شخص میں بھی اس گائے کے حرام ہونے کی علت موجود ہے - کہ اس نے صاف غیر اللہ کی نذر کی ہے - اور اس گائے میں بھی حرام
بن جانے کی علت ظاہر ہے کہ مدار کی نذر ہونیکی خاص علامتیں سب کی سب اس میں موجود ہیں - اور جھنڈے اور مزار میں اسکو چڑھتی سو خود یہ
کے حرام بن جانیکی علت موجود ہے - کیونکہ نذر نیاز کے چڑھنے کے مقام خاص بن چکے - کبھی ایسی علت فقط نذر کرنیوالے میں ہوتی ہے
جیسا کہ کوئی جاہل کسی ملک جا کے غائبانہ نہ کہے - کہ ای فلانے صاحب میری مدد کرو میں تمہیں اتنا سونا روپیا چڑھاؤنگا - فقط کا اس کا

مناسب ہے۔ وہ نیز گو اہل لالی الآخرہ اور مروہ کی اس میں تصریح بڑا اعتراض ہے کیونکہ ان کے کہنے سے یہ نکلتا ہے۔ کہ لغیر اللہ کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کر گیا۔ غیر اللہ کے واسطے ذبح کرے اور
اللہ کے غیر کے نام سے ذبح پکار کے کہاں سے نکلا۔ جو اعتراض کہ ہم اہل کا ترجمہ کہا ہے۔ ہم بھی یہاں اہلال کے معنی سے مقرر کر لینا اور لغیر اللہ کو اللہ کے غیر کے نام سے کر کے معنی کرنا اللہ کے کلام کو بدلنے کے ترجمہ
یعنی معروف تھی بہ نسبت کے لازم نہ تھا کہ نئے معنے لیے ہیں کیونکہ کسی جانور پر کسی کا نام تعظیم سے پکارنا یعنی یہ کہنا کہ یہ جانور فلانے بزرگ کا ہے۔ تو اگر یہی لازم تھا کہ اس جانور کو ذبح کر کے
اس بزرگ کی نیاز میں صرف کیجئے۔ نیاز یہ عمل سب مشرکوں میں مروج تھا۔ اور سب کی نسبت بت پرستوں میں اور اکثر بدعتیوں میں مروج ہے۔ اسی لحاظ سے اہل کا معنی ذبح کیا گیا ہے اور کہتے
ہیں کہ اہل کا اصلی معنی وہی ہیں کیونکہ جہاں ذبح کیا گیا کہنا ہے سو وہاں اہل نہیں کہتے۔ عرب کے محاورے میں نہ قرآن مجید کے نہ شریعت کے عرف میں غیر اللہ کے لیے معنی
غیر اللہ کی نذر کیا ہوا جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال ٹھہرانا خدا کے کلام کو بدل دینا ہے۔ اور ایک بات جاننا چاہیے۔ کہ ہمارے لوگ حنفی علما کہتے ہیں کہ جو مسلمان ذبح
کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کو بھول کر نہ کہے اور ذبح کر ڈالے۔ وہ جانور حلال ہے۔ کیونکہ اللہ اس کے دل میں ہے اللہ ہی کے نام پر ذبح کرتے کا ہے اور نہ غیر اللہ کے نام پر۔ اور شافعی
علما کہتے ہیں کہ اگر جان بوجھ کے بھی نہ کہے۔ اس کا جانور ذبح کیا ہوا بھی حلال ہے۔ کیونکہ مسلم کے دل میں ہمیشہ اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتا ہے۔ ان مسائل سے معلوم ہوا کہ ذبح
کرنے والے کے دل میں جس کے نام کی تعظیم سے ذبح کرنا مقصود ہو۔ اسی کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہوتا ہے۔ اور جس کے دل میں اللہ کے غیر کی تعظیم کے واسطے ذبح کرنا مقصود ہو اور ذبح کرتے
وقت اللہ کا نام لے۔ تو بھی وہ جانور مردار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذبح میں اس کو اللہ کے غیر کی تعظیم بھی مقصود تھی۔ اس نے شرک کیا۔ مشرک کا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے اللہ تعالیٰ
حدیث نے حدیث قدسی میں فرمایا۔ کہ أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

یا اس کو بیچ کے اس کا پیسہ محتاجوں کو کیوں نہیں بانٹ دیتے۔ یا اس جانور سے دوسرا بدل کیوں نہیں کرتے۔ ان سب قیدوں سے

معلوم ہوا۔ کہ یہ جانور تمنے اس بزرگ کو چڑھایا ہے۔ پھر یہاں عاجز ہوئے۔ تو کہتے ہیں کہ ہمنے یہاں نذریں معین کی ہیں۔ کہ اس جانور کو

ذبح کرکے پکا کے فقیروں کو کھلاویں اس کا جواب یہ ہے کہ اس نذر کا اسی طرح سے ادا کرنا کب فرض ہے۔ واجب ہے یا سنت مستحب

یوں ہی سے ڈالے کوئی فقیر ذبح کرے۔ یا بیچ لے یہ سن کے مشرک شعار لوگ جل بھن کے کباب ہو جاتے ہیں۔ پھر غلط اس میں آ کے

سو بکا کرتے ہیں۔ شعار پاسخ فرو ماندی و خاستی۔ صف ہرزہ گوئی بیاراستی بعضے ملایاں ہر کرن خوان کہتے ہیں کہ جب مسلمان کافروں

کا ملک فتح کریں تو بتوں کی نذر نیاز کی چیزیں اور جانور غازیوں پر حلال ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بزرگوں کو چڑھایا ہوا جانور بھی حلال ہو جانا

جواب اس کا یہ ہے کہ دار الحرب کا حکم علیحدہ اور دار السلام کے ذمیوں کا حکم جدا پھر جو ذمی اپنے دیوں کی نذر نیاز کا کھانا تم کو لا کے

تو شاید تم کھا جاؤ گے۔ اسی طرح دیو کو پوجنے کا جانور دیو کے نام پر تم کو دے تو تم کو چکھا کے ہضم کر جاؤ گے شاباش

اچھے ملا ہو۔ تمہارے حق میں شیخ سعدی نے خوب کہا۔ کہ[٥] چوں سگ درندہ گوشت یافت نہ پرسد۔ کین شتر صالح است

یا خر دجال۔ مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں ملا کو حلوے مانڈے سے کام۔ یہاں بعضے معترض کہتے ہیں کہ اس مصنف کا

یہ قول مولانا عبد العزیز کے اس قول سے کٹتا ہے جو انہوں نے سورہ البقر کی آیت کہ وما اہل بہ لغیر اللہ سے اسکی تفسیر میں

آداب اسکو بجا نہیں لاوی۔ برخلاف بدعتیوں کے جو بزرگوں کے نام کے کھانیکو متبرک سمجھتے ہیں اس کے آگے ہاتھ باندھ کھڑے ہو کے عود اگر جلا
کے کہیہ پڑھ پڑھا کے سر جھکا کے آداب بجا کے کس کس تعظیم سے کھانے کھلاتے ہیں پھر ارواحوں کو چڑھانا نہیں تو کیا ہے یہ بعینہ ہندوؤں
کی رسم و رسم ہے ان کو نے اپنے بڑوں کی ارواح کا پوجا کرتے ہیں۔ پھر یہ مدعی مشرک شعار اس کے واسطے ظاہر اچھا نام تراش کے جاہلوں کو
بہکاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ فاتحہ ہے یہ تبرک ہے۔ نیاز توشہ ہے۔ مستحب ہے اچھا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوعُوْنَ۔ اللہ خوب
جاننے والا ہے۔ جو انہوں نے جمع کر رکھا ہے۔ اپنے دلوں میں اپنے نامہ اعمال میں وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ
اور اللہ کی مدد مانگی گئی ہے۔ اس بات کے رد پر جو تم لوگ بناتے ہو۔ اور اسی طرح بزرگوں کے نام پر چڑھایا ہوا جانور مشرک شعاروں
کے یہاں عزت رکھتا ہے۔ اس کو دانے چارے پر سے ملتا نہیں۔ اس کے چاروں طرف ان سے پھرانے سے ڈرتے ہیں چنانچہ انکی تراشی ہوئی
ایک نقل ہے۔ کہ کسی فلانے بزرگ کی نذر کا مرغ چرا کے کھا لیا تھا سو تین دن تک وہ مرغ اس کے پیٹ میں بانگ دیا کیا۔ یہ رسم بھی مشرک شعاروں
نے ہندوؤں سے سیکھی ہے۔ کہ وے لوگ دیوتاؤں کے نام چڑھائے ہوئے جانور کو کسی چیز کے کھانے سے منع نہیں کرتے اور اسکی فضیلت
میں ایسی ہی افواہیں بکا کرتے ہیں پھر یہ مشرک شعار لوگ سینہ کے میان ہوا بھی سے حاضر ہو کے کہتے ہیں کہ فلانے بزرگ کا جانور نہیں سمجھا یہ تھا
سے۔ کہ ہم اس کو ذبح کر کے کھا جاوینگے۔ فقیروں کو کھلاوینگے۔ تا اس بزرگ کو ثواب حاصل ہو اس عذر لنگ کا یہ جواب ہے کہ اس جانور کو جیتے جی کیوں نہیں دیتے

منع سے نہیں ہو سکتا۔ نہ نہانے کے معنی سے نہ مذہب کے منفی و تعریف کی معرفت سے نہ پینے کی خصوصیت کے واسطے نہ سنت پڑھانے کی خصوصیت

کے واسطے پھر یہ سب نہیں تو باقی رہی وہی خصوصیت کہ ان کے ذہن پر نو بند تھی۔ اس کے ادا کے واسطے صلاح دی کہ الامر نعید کے

قیاس پر کون صحابی نے عمل کر کے کسی کھانے کو یا کپڑے کو یا جھنڈے یا نقشے کو یا کسی پرندے یا چوپائے کو یا اپنے مرے ماں باپ دادا یا ماں بہن

یا بیٹا یا بیٹی کا کر کے ٹھہرایا ہے۔ اور شہرت دیا ہے یا مردے کی جانب سے اللہ کی خوشی کے واسطے پیغمبر کی فرمود کے واسطے کے موافق کچھ خیرات دینا

مستحب ہے۔ پھر اس کو رسم و عادت ٹھہرا کے ناموری کے واسطے اور لوگوں کو بنانے سنانے کے لئے عمل میں لانا شیطانی کام ہے

حدیث میں آیا ہے کہ مَن سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَن رَایَا رَایَا اللّٰہُ بِہٖ۔ یعنی جو شخص کہ لوگوں کو سنانے کا کام کرے

اللہ اس کو سنانے کا رسوا کرے۔ اور جو کوئی لوگوں کے نمائش کا کام کرے۔ اللہ اس کو نمائش کا رسوا کرے۔ اُمّتِ محمد کے تھوڑے کو اس سے

کیا نسبت پھر نیم ملایاں خطرہ ایمان جو اس حدیث سے یعنی دن تہواروں مردوں کا کرنے کا اور منتوں کے حرام ٹھہرانے کا فتویٰ ان لوگوں

کو دیتے ہیں۔ سو ان کو میں کیا کہوں۔ ان حدیثوں کا مضمون ان پر درست آیا کہ اَجرَأُکُم عَلَى الفَتوىٰ اَجرَأُکُم عَلَى النَّار۔ یعنی جو دلیر

تم میں کا فتویٰ ان پر ہو سو دلیر ہے دوزخ کا۔ آگے ہے یعنی دوزخ میں گرنے پر۔ اور فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَاَضَلُّوا۔ یعنی پھر فتویٰ دیا بے علم

سو آپ گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ پھر کسی صحابی اور تابعی اور کسی دوسرے عالم نے ملا جی صاحب نے بھی اس کو کہ ہائی کو حرام نہیں ٹھہرایا اور کسی طرح کے

پہنچانا ثواب و شتہ گرہتے اور یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی روایت میں یہ بات نہیں کہ حضرت نے سعد کو حکم فرمایا۔ کہ تو آن کنوؤ کو اپنی والدہ کا کر کے شہرت
سے یہ بات آنحضرت پر بہتان ہے۔ اب کا ایک آدھا نیم ملا جو اس بہتان کو اختیار کیا ہے۔ سو شاید اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ایک بڑے
محدث کی فارسی کتاب میں جہاں اس قصہ کا بیان ہے۔ تہاں کاتب کی غلطی سے گفت کی جگہ گو لکھا گیا ہے۔ سو یہ نیم ملا اس کے
دہوکے پر یہ تہمت کر کے بیٹھا۔ القصہ ان سب روایتوں سے یہ ثابت ہوا۔ کہ سعد اپنی ماں کی نذر مطلق ادا کرنے کیواسطے کسی طرح کے خیر کے کام
جن کے کرنیکی نذر ہو سکتی تھی سو حضرت سے پوچھا۔ شاید ان سب کاموں کو بھی ان بزرگوار نے ادا کیا تو اس ضمن میں ادا ہو جاوے جب یہ بات
ان کی ماں کی جانب سے ادا کرنے کی تھی اس واسطے کو آن کنوے کے ھذہ لام سعد کہا۔ یعنی ان کے ذمہ تھی نذر کی بابت کا کنواں اس سے
ام سعد کا بنیجا۔ ساتواں دسواں بیسواں چالیسواں ششماہی چھ ماہی نوماہی برسی حاضری توشہ صحنک اچھوتا تبرک سال بسال کا عرس کہاں سے
نکلا۔ اور یہ جو بعضا نیم ملا کہتا ہے۔ کہ مردوں کا کھانا کہنا اس حدیث سے جائز نکلتا ہے جواب بقول تمہارے اگر ھذہ لام سعد
کا معنی ام سعد کا کنواں کر کے فرض کریں۔ تو مردے کا کھانا کہنے کو اسپر قیاس نہ کیا جائے۔ ہاں اگر برتن میں پانی بھکے اسکو اچھوتا اور تبرک اور ام سعد
کی روح کا اس پر آنا مانکے۔ اور اس پانی کو یہاں بانٹنے سے وہاں ام سعد کو پہنچتا ہے۔ کہکے یا ام سعد سے کسی مراد آنے کیواسطے پانی چڑھانے کی منت
مان کر ام سعد کا پانی کہا جاتا تو اس مردے کا کھانا کہنے کا قیاس اسپر صحیح ہوتا۔ تامل کیا چاہیئے۔ کہ ھذہ لام سعد کی عبارت میں لام ملک کے

اور یہ روایت بھی صحیح ہے۔ کہ سعد نے حضرت سے عرض کی۔ کہ میری والدہ ناگہاں گذر گئیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر بات کرتیں تو وصیت کی ہوتیں۔ کیا پھر ان کی طرف سے میں خیرات کروں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اور نسائی نے اس خیرات کا بیان یوں کیا ہے۔ کہ پھر سعد نے پوچھا کہ بہتر خیرات کونسی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ پانی پلانا۔ اور یہی حدیث مشکوٰۃ کے باب صدقۃ المرأۃ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے لکھی ہے۔ سو اس کی عبارت کے معنی یہ ہیں۔ کہ بی بی عائشہ نے نقل کی۔ کہ ایک مرد نے یعنی سعد بن عبادہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں ناگہاں مر گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بولی ہوتی تو کچھ خیرات کی ہوتی۔ سو کیا اس کو کچھ ثواب ہوگا۔ جو اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سعد نے حضرت سے فتویٰ پوچھا۔ کہ میری والدہ گذر گئی۔ اور اس پر نذر باقی رہ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے نذر ادا کر۔ نسائی نے اس حدیث سے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ سعد نے عرض کی کہ کیا اس کو بس ہوگا۔ جو میں اس کی طرف سے بردہ آزاد کروں۔ اپنی ماں کی طرف سے۔ پھر محدثوں نے ان روایتوں کے مضمونوں کو ملایا ہے۔ کہ شاید سعد نے ان سب باتوں کو اکٹھا پوچھ لیا گیا پوچھا۔ یا ترتیب سے ایک ایک کا حکم جدے جدے وقتوں میں تحقیق کر لیا ہو۔ پھر قاضی عیاض نے کہا کہ سعد کی ماں پر جو نذر تھی سو اس مقدمے میں جدی جدی باتیں ہیں۔ بعضوں نے کہا۔ کہ مطلق نذر۔ اور بعضوں نے کہا کہ روزہ۔ بعضوں نے کہا کہ بردہ آزاد کرنا۔ اور بعضوں نے کہا کہ کچھ خیرات دینی۔ پھر اپنے مدعا ان لفظوں پر پیش گذرانتے ہیں۔ الغرض ان سب روایتوں کو ملانے سے غرض یہ کہ پورا قصہ معلوم ہوئی اور اہل بدعت کو جو مردوں کے باب میں رسمیں اور عادتیں انشا کرتے ہیں اس قصے کی سند غلطی سے لیتے ہیں سو گنجائش نہ رہے۔

قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ۔ خلاصہ یہ کہ انصار میں سعد بن عبادہ خزرج کے
قبیلے کے سردار تھے۔ وے دومۃ الجندل کی لڑائی کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گئے ہوئے تھے۔ انکی والدہ شریفہ
عمرہ مسعود کی بیٹی قیس کی پوتی جو مسلمان ہو کے حضرت کی صحبت سے مشرف ہوئی تھیں۔ سو مدینہ منورہ میں یکایک گذرنے لگیں تو
حاضروں نے کہا۔ کہ وصیت کیجیو۔ تب انہوں نے کہا۔ کہ کس چیز میں وصیت کروں۔ مال جو ہے سعد کا ہے۔ بعد ایک مہینے کے سعد بن عبادہ
حضرت کے ساتھ مدینے کو آئے۔ تب حضرت نے اس بی بی کی قبر پر جنازے کی نماز پڑھی۔ سعد نے اپنے والدہ کے انتقال کے وقت
کا مذکور حضرت کی جناب میں عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ کیا میری خیرات کرنی اس کو فائدہ دیگی تو آپنے فرمایا۔ کہ ہاں تب سعد نے کہا فلانا باغ
اسکی جانب سے صدقہ ہے۔ یعنی محتاج لوگ اس کا میوہ کھایا کریں کوئی اس باغ کو کبھی نہ بیچے۔ نہ مالک بنے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ سعد نے عرض کی
کہ میری ماں مر گیا ہے۔ پھر کونسی خیرات بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب فضل الصدقہ کی دوسری فصل میں سعد بن عبادہ
کی روایت اس عبارت سے لکھی ہے۔ کہ اس نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ میری ماں مرگئی پھر کونسا صدقہ بہتر ہے تو آپنے فرمایا۔ کہ پانی سعد نے
تب کنواں کھودا۔ اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے ہے۔ کہ سعد نے کہا۔ یعنی انکی نیابت سے کھدوایا ہوا اور ایک وجہ یوں روایت ہے کہ سعد نے کہا
کہ کیا اگر میں انکی طرف سے بردہ آزاد کروں تو انکو ثواب پہنچے۔ یعنی نفع ہے۔ تو آپنے فرمایا کہ بردہ آزاد کر اپنی ماں کی طرف سے

يا رسول الله ينفعها ان اتصدق عنها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم فقال سعد حائط كذا وكذا
صدقة للحائط سماه وقال الشارح منسوبا الى النسائي انه اي سعد ابن عبادة قال ان امي ماتت فاي
صدقة افضل قال الماء وله اجلة اخر انه اي سعد قال النبي عنها قال ان اعتق عنها فاعتق
عن امك ثم قال قدس روحه ان لا تنافي بينهما فيحتمل ان يكون السؤال بالكل معا او مرتبا في اوقات مختلفة
ومنه الضيا مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان رجلا
وقال الشارح هو سعد بن عبادة قال لرسول الله صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم ان امي افتلتت نفسها
واراها لو تكلمت لتصدقت افاتصدق وسلم عنها فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نعم قال الشارح
وبين النسائي جهة الصدقة المذكورة انه اي سعد قال لعبدونك فاي الصدقة افضل قال سقي الماء
قال القائل وقد روي هذا الحديث في المشكاة ايضا لكن بايراد كلمة انها سماكان اراها وبالجملة
الاستفهامية فهل لها اجر ان تصدقت عنها بوضع ان اتصدق عنها في الفصل الثاني من فصل
باب الصدقة منها عن سعد ابن عبادة قال يا رسول الله ان ام سعد ماتت فاي الصدقة افضل

إن أمي توفيت وأنا غائبة عنها فهل ينفعها إن تصدقت عنها وفي أخرى للنسائي فأي الصدقة أفضل

لاحتمال أن يكون سأل عن النذر وعن الصدقة معاً وفي أوقات مختلفة وعن أفضل الصدقة أيضاً

أنفع وقال والأظهر أنه كان نذراً في المال وأما أحاديث الصوم فقد علله البيهقي أهل الحق

بالاختلاف في سنده ومتنه وشذوذه واختلافه وأما رواية العتق فموافقة أيضاً فإن العتق

من الأموال قال ابن عبد البر واستشهد من قال إن النذر كان صياماً بحديث ابن عباس أن رجلاً

قال يا رسول الله إن أمي ماتت وعليها صوم رواه الشيخان ثم ردّه بأن في بعض الروايات عن ابن عباس

ماتت فقضية أخرى وقد أوضحه الشارح بعد البيان بجوابه صلى الله عليه وآله وسلم أعتق عن

عن أمك وظاهره أن الواجب كان نذراً الإعتاق وعلى تقدير كونه نذراً مطلقاً أو غيره فيكون الإعتاق

كفارة اليمين انتهى وقال الغفاري مالك عن سعيد بن عمرو بن شرحبيل بن سعيد بن سعد بن عبادة

مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في بعض مغازيه فحضرت أمه الوفاة بالمدينة فقيل لها أوصي فقالت فيم

أوصي إنما المال مال سعد فتوفيت قبل أن يقدم سعد بن عبادة فلما قدم ذكر له ذلك فقال سعد

سعد بن عبادة استفتى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إن أمي قد ماتت وعليها نذر ولم تقضه فقال رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم اقضه عنها وقال الشارح زاد النسائي من طريق سليمان بن كثير عن الزهري في ذلك الحديث عنها فقال سعد
أيكفي عنها أن أعتق عنها قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اعتق عن أمك وقال الشارح أيضاً معزياً إلى طبقات ابن سعد
المحدث المشهور أن اسم أم سعد بن عبادة الصحابي هي عمرة بنت مسعود بن قيس أسلمت وبايعت ماتت ورسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم غائب في غزوة دومة الجندل وكانت في شهر ربيع الأول في سنة خمس كان ابنها
سعد معه فقدم النبي صلى الله عليه وآله وسلم فأتى قبرها فصلى عليها وقال الناقل إن في جامع الأصول عن
ابن المسيب أن أم سعد ماتت والنبي غائب فلما قدم صلى عليها وقد مضى لذلك شهر أخرجه الترمذي ثم شرع
الشارح كون الحديث السابق المرسل مسنداً حيث يقول للنسائي من طريق سليمان بن كثير عن الزهري عن عبيد الله
عن ابن عباس عن ابن عبادة أنه استفتى النبي صلى الله عليه وآله وسلم مجملة من مسند سعد ثم قال الشارح
قال عياض اختلفوا في نذر أم سعد فقيل كان نذراً مطلقاً وقيل كان صوماً وقيل كان عتقاً وقيل صدقة واستدل
كل قائل بأخبار مختلفة في قصة أم سعد قال الحافظ ولا منافاة قوله أي قول سعد في الحديث الآخر أن

احمد گیسوی کے فرزند کہلانیوالے اس سید بزرگ کے نام کا بکرا ٹھیراتے ہیں۔ یعنی انکی نذر اور ان جانوروں کو سانڈ بنادیں۔ اور کوئی اعتراض کرے تو عذر کریں۔ کہ ہم اپنے باپ دادا کے نام سے جانور مقرر کر رکھتے ہیں۔ سو ایسا عذر ان کا نامقبول ہے۔ اسطرح سے نذر کیا ہوا جانور یعنی بھوت کا یا پری کا وہ سب حرام ہے اور کرنے والے پر شرک ہوتا ہے۔ ش۔ یعنی مخلوق کے نام پر کسی جانور کے چڑھانے کیواسطے مقرر کرکے یوں مشہور کیا۔ کہ یہ جانور فلانے کا ہے۔ ایسے شہر سے یہ نہیں ٹھیرتا۔ کہ وہ بزرگ اس جانور کا مالک ہے۔ نہ اس کا خریدار نہ اس کو ہبہ کرکے طور پر لینے والا پھر بعضے کم بخت طالب العلم جو کہتے ہیں کہ مدین چرواہے کا بکرا وغیرہ اس اس کا ملک کرکے مشہور ہے۔ لیکن اس کو چڑھایا ہوا کرکے مشہور نہیں جو جانور اللہ کے غیر چڑھائے ہوئے معلوم ہوا ہے۔ ذبح سے حلال نہیں ہو سکتا۔ بعضے احمق جو اپنے قیاس پر مسائل دینی میں اجتہاد کرتے ہیں۔ سو کہتے ہیں کہ کسی شخص کی روح کے نام سے کسی جانور کو مشہور کرنے جائز ہے۔ جیسا کہ گائے سید احمد کبیر کی ہے یا مرغا رجب سالار کا یا بکرا خواجہ احمد گیسوی کا کیونکہ سعد صحابی نے کنواں کھدوا کے اپنے والدہ مرحومہ کے نام سے مشہور فرمایا تھا۔ پہلا جواب تو اُن کا یہ ہے۔ کہ اس قیاس پر تم جو فلانے بزرگ کا جانور کہا کرتے ہو سو کوئی خویشیوں اپنے کے نام کے جانور کیوں نہیں کرتے۔ پھر کوئی تم کبھی نہیں کہتا۔ کہ اماں کا بکرا۔ یا باوا کی گائی۔ دادی کا بکرا دادا کی مرغی۔ دوسرا جواب یہ کہ ام سعد کے انتقال کا اور اس کنوئیں کے کھدوانیکا قصہ محدثوں کی روایت سے سن لو۔ تاکہ جواب کی حقیقت تمکو صاف معلوم ہووی۔ فی شرح الموطا للشیخ سلام اللہ عَلَيْهِ الرَّحْمَة۔ قَالَ مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ

سو کہا حَرَمٌ لِلْمَدِیْنَةِ عِنْدَنَا۔ اس کا بیان آگے مفصل ہو چکا ہے مگر وہاں کے جانور اور درختوں کی حمایت کرنی کئی احادیثوں میں آئی ہے
سو وہ حمایت رسول کے فرمودہ کی ہے۔ یہ بات اللہ ہی کے واسطے ہے۔ تو حقیقت میں یہ تعظیم اللہ کی ہوئی۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا۔ کہ مَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ جو کچھ دیا تم کو رسول نے سو لو اور جس سے منع کیا باز رہو۔ سو بار ہو گئی یہ روایت مدینہ منورہ کے اطراف کی بعض قبر مکرم
وہاں ہونے ہی کی حدیث نہیں۔ اگر قبر مکرم ہی کی جہت سے ایسی روایت کوئی مقرر کیا ہوتا۔ تو اس وقت دو میں تو معترض کا اعتراض ہو سکتا ولیکن ایسا تو نہیں اسکے سوا ان کا اصل
میں عمل صحیح ہے۔ اور نسبت صحیح بھی ظاہر بخلاف اجمیر وغیرہ زیارتگاہوں کے کہ وہاں عمل صحیح اور نسبت صحیح بنتے ہی نہیں کیونکہ کسی بزرگ کی قبر کے واسطے
وہاں کے اطراف کو حرم کا شبیہ ٹھہراتے ہیں اس واسطے یہ صورت یہاں شرک ٹھہری۔ کیونکہ یہ تو غیر اللہ کی عبادت کی نشان ہے اور نئی شریعت نکالنی
بھی ہوتی ہے۔ یہ دونوں تو شرک ہیں۔ چنانچہ آگے معلوم ہو چکا۔ مع قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اور فرمایا سورۂ انعام میں ف ۱۴۳
یا گناہ کی چیز کہ مشہور کی گئی ہو۔ اللہ کے سوائے کسی اور کی طرف۔ ف جیسا سور اور مردار ناپاک حرام ہے۔ ایسا وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے
سو خود گناہ کی صورت بن رہا ہے۔ کہ اللہ کے سوائے اور کسی کا نام ٹھیرایا اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جانور کسی مخلوق کا ٹھیرایا رہا ہے۔ اور وہ جانور حرام ہے
اس آیت میں اس بات کا کچھ مذکور نہیں۔ کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجئے۔ جب حرام ہو بلکہ اتنی بات کا ذکر ہے۔ کہ کسی مخلوق
کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا یہ گائی سید کبیر احمد کی ہے یہ بکرا شیخ سدو کا ہے۔ وہ حرام ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی جانور مرغی یا اونٹ کسی
مخلوق کے نام کا کر دیجئے۔ وہی کا یا بنی کا یا باپ یا دادے کا کہ سید احمد کبیر کے اولاد کہلانیوالے اپنے جد سید احمد موصوف کی گائی اور خواہ

کیونکہ سطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ٹھیرائے ہیں۔ سوے کسی اور زیارت کے واسطے مخصوص نہیں۔ پھر اور جگہ سے وسیوں کاموں کو مخصوص
کرنا ہی شریعت بنانی ہے۔ اور شریعت ٹھیرانی اللہ کی صفت ہے خاص اور رسول صاحب شرع اس کے نائب ہیں پھر اگر کوئی اس صفت میں آپ دخل کرے
یا دوسرے کو دخل دے تو وہ مشرک ہو جاوے۔ اس واسطے مصنف کہتا ہے۔ کہ کسی زیارت گاہ میں حج کا سا طور اور حاجیوں کا سا بھیس نہ بنا دیجے کیونکہ
یہ شرک کی بات ہے۔ اور بعضے نادان طالب العلم اور گور پرست جہال اور پیروں کا صدقہ کہانے والے مجاور مصنف کی اس نصیحت پر چڑھ کے مصنف کی
تکفیر کرتے ہیں۔ اس بہتان کے بہانہ سے کہ اس نے قبر شریف کی زیارت کو منع کیا ہے۔ ارے منصفو اس مصنف کے کلام سے روضہ مبارک کی
زیارت کی منع کہاں نکلتی ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی جاہل بھی حاجیوں کا سوانگ کر کے نہیں جاتا۔ اور حج کے مناسک وہاں بجا نہیں لاتا
یہ زیارت متقدمین حنفیہ کے مذہب میں موکدہ مستحب ہے۔ مصنف آپ خود زیارت سے مشرف ہوا ہے پھر اس کا اس کو شرک ٹھیرانا کیونکر
ثابت ہوا۔ وہاں اجمیر اور کلبر گہ اور مکھن پور اور بابا بدھن کے پہاڑ اور ناگور وغیرہ کے جانے والے اکثر حاجیوں کا سوانگ بلکہ تیرتھ جانے والوں کا
سا بھیس کر کے جایا کرتے ہیں۔ اور وہاں ایسے کرتے جو شبیہہ حج کے مناسک کے ہوویں۔ پھر ایسے زیارتوں کو جانے کی منع البتہ
مصنف کے کلام سے نکلتی ہے۔ بعض جاہل کہتے ہیں۔ کہ مصنف کے کلام سے مدینہ کے حرم کا انکار نکلتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے
کہ مدینہ منورہ کو احرام کا حرم کہاں ہے۔ کون احرام سے وہاں داخل ہوتا ہے۔ اس واسطے حنفی علما مدینے کے حرم کے قائل نہیں۔ اور سب حنفی کتابوں میں لکھا ہے

سمجھ جو کوئی الٰہی سمجھے۔ سو اسکی نادانی ہے یا گمراہی۔ اور اس قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین دنیا کی امید رکھنی ہے۔ سب شرک
کی باتیں ہیں ان سے بچا چاہئے۔ کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے۔ کسی مخلوق کی یہ شان نہیں۔ کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے
تتمۂ نکتہ۔ کعبۃ اللہ اور اس کے متعلق مقامات خالص تعظیم الٰہی کے جگہیں ہیں۔ ان میں کسی بندے کی تعظیم کا بالکل دخل نہیں دوسری
جگہوں میں بندوں کی تعظیم کا شائبہ بھی رہتا ہے۔ اگرچہ عبادت کی راہ سے نہیں۔ لیکن ناقصوں کا خیال اکثر غلو اور مبالغہ
کی طرف دوڑ کر کے بندوں کی تعظیم کو اللہ کی تعظیم کے حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ مقامات متبرکہ میں نظر پڑتا ہے۔ جو عزت
لینے کی جہت سے اور زائرین و مزور کیلئے استغفار کرنے سے ایک قسم کی عبادت اور ایک نوع کی تعظیم الٰہی ہے۔ اور اس ضمن میں صاحب مزار
کی حرمت سو ناقصوں نے صاحب مزار کی تعظیم میں غلو کر کے اللہ کی تعظیم کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ بلکہ مزار اور مرقد کی پرستش کیا کرتے ہیں
اس واسطے مصنف نے خالص ذکر کعبے کا دیا۔ باقی پاک جگہوں کو مومن کے قیاس پر چھوڑ دیا۔ جانا چاہئے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کی
وساطت سے ایک ہی جگہ کا سفر عمر میں ایکبار ہر قدرت والے مسلمان پر فرض کیا ہے۔ سو کعبے کے حج کا سفر ہے۔ اگرچہ جہاد کا سفر اور
ہجرت کا سفر فرض ہے۔ لیکن ایک جگہ کا سفر نہیں جدھر وہ سفر لازم ہوا ادھر سفر بھی لازم ہوتا۔ اسی طرح کعبے کا احترام فرض ہے یا سنت و مستحب
اسی طرح عرفات میں ایک وقت معین تک کھڑے رہنا فرض کیا ہے۔ اور کسی زیارتگاہ میں نہیں۔ اسی قیاس پر کئی کام جو کعبے کے اور کعبے کے حرم سے مختص ہیں

دل میں شوق - ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہم وہاں کے جانیکا شوق ڈال دیا ہے کہ ہر طرح سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور
دور سے قصد کرتے ہیں - اور رنج اور تکلیف سفر کی اٹھا کر میلے کچیلے وہاں ہو کر پہنچتے ہیں - اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح
کرتے ہیں - اور اپنی منتیں یعنی نذر نیاز ادا کرتے ہیں - اور پھر میل کچیل دور کر کے نہا دھو کے صاف پاک کپڑے پہنتے ہیں کر اس گھر کی
زیارت کو جاتے ہیں - اور اس کا طواف کرتے ہیں - اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھری ہے وہاں جاکر خوب نکالتے ہیں کوئی
چوکھٹ چوم رہا ہے - کوئی دروازے کے سامنے دعا کر رہا ہے - کوئی غلاف پکڑ کے التجا کرتا ہے - کوئی اس کے آس پاس اعتکاف کی
نیت کر کر رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے - کوئی ادب سے کھڑا ہوا اس کے دیکھنے ہی میں مصروف ہے - غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم
کے کرتے ہیں - اور اللہ ان سے راضی ہوتا ہے - اور انکو دین دنیا کا فائدہ ملتا ہے - سو اس قسم کے کام اور کی تعظیم کیلئے نہ کیا چاہئے اور کسی
کی قبر پر یا چلے پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا بدون حکم خدا اور رسول کے ہے اور وہاں جاکر جانور ذبح کرنا اور شرک بدون حکم خدا اور رسول کے
ہے اور شرک اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا شرک بدون حکم خدا اور رسول کے - اور اس کے گرد و پیش جنگل کا ادب کرنا شرک بدون حکم خدا اور رسول کے
یعنی وہاں شکار نہ کرنا - درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا شرک ہے گویا اسلام میں کسی قبر کو حج کے شعائر اور مناسک اور طواف
اور حرم بنایا ہے - نہ کسی مخلوق کے گھر کو - اور مدینہ منورہ کی عزت حرم جو ہے - سو اللہ کے حکم سے ہے - قبر مبارک کی حرم بنایا ہے [illegible]

آدم کی امنیہ سے نکلا۔ امنیۃ عربی میں ارمان کو کہا کرتے ہیں ۔ اور ش۔ اسی طرح تعظیم الٰہی کے مکانوں میں سے ہے۔ صفا مروہ ش سے اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ کہ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ یعنی صفا و مروہ جو ہیں۔ سو اللہ کی عبادت کی جگہوں میں سے ہیں۔ دو پہاڑ ہیں ایک کا
نام صفا دوسرے کا نام مروہ۔ صفا کا نام اس واسطے صفا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام صفی اللہ اس پر بیٹھے۔ اور مروہ کا نام مرأۃ سے نکالا گیا ہے
امراۃ عربی میں عورت کو کہتے ہیں۔ اس پر حوا بیٹھیں اس واسطے اس کو مروہ کہنے لگے۔ اور مقام ابراہیم ش۔ یہی اللہ کی تعظیم کے مکانوں
میں سے ایک مکان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی ۔ اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے نماز
کرنے کی جگہ۔ یعنی اس کے پیچھے طواف کا دوگانہ پڑھو۔ وہ ایک پتھر ہے۔ کہ اس پر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ کی دیواریں
اٹھاتے تھے۔ ان کے قدم مبارک کا نقش اس پر ہوا تھا۔ آج کعبۃ اللہ کے صحن میں وہ پتھر موجود ہے۔ ۔ اور ساری مسجد الحرام
ش۔ کعبہ اور اس کے آس پاس جو نماز کی جگہ ہے۔ اور مکہ سارا کہ مکہ معظمہ ش۔ وہ شہر جس میں کعبۃ اللہ ہے۔ اور مکہ سارا حرم
ش جو کعبہ کے آس پاس کی زمین ہے کئی کوس تک حرم کا حد ان ملکوں کی دعوت بنیوں میں سے جس کا ترجمہ یہ ہے یعنی حرم کی حدیں
باندھی گئی ہیں۔ سو مدینے کی طرف سے تین میل تک گئی ہیں۔ تو وہاں سے حرم شروع ہوتا ہے۔ اگر تو اس کو کسی طرح سے جاننا چاہتا ہے
اور عراق اور طائف کی طرف سے سات میل۔ اور جدہ کی طرف سے دس میل اور جعرانہ کی طرف سے جو جگہ ہے اس کی طرف سے نو میل ہم لوگوں کے

ستانجہ فرمایا کہ فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام - مزدلفہ ایک جگہ ہے - عرفہ اور منی کے درمیان مزدلفہ کا نام ازدلاف سے بنا ہے۔ جو معنی میں
ایک دوسرے سے نزدیک ہونے کو کہتے ہیں - اس جگہ میں آدم و حوا نزدیک ہوئے - بعضے کہتے ہیں کہ اس میں یا اس سے نزدیکی حاصل ہونے کے کام کرتے ہیں
اس واسطے اس کا نام مزدلفہ ہوا - اور بعضے کہتے ہیں کہ جب لوگ عرفات سے چل نکلتے ہیں - اس جگہ پہنچنے سے منا کے مقام کے نزدیک ہو جاتے ہیں - اور بعضے کہتے
ہیں کہ مزدلفہ کا نام زلفۃ من اللیل سے بنایا گیا ہے - جس کا معنی عربی میں ایک پارہ رات کا ہے۔ کیونکہ لوگ عرفات سے چل نکل کے کچھ رات گئے اس جگہ پہنچتے
ہیں بعضے کہتے ہیں کہ مزدلفہ کا نام زلفۃ سے نکالا گیا ہے - کیونکہ زلفہ عربی میں ہموار پتھر کو اور صاف زمین کو کہا کرتے ہیں - مزدلفہ کی زمین بھی ویسی
ہی ہے - اور منی تو تعلیم الہی کے مکانوں میں سے ہے۔ اور منی میں بھی اس کا اشارہ اس آیت میں ہے۔ کہ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ
کَذِکْرِکُمْ آبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا - یعنی جب ادا کر چکو تم اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسا یاد کرنا تمہارا اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے
زیادہ - یعنی جاہلیت کے عرب منی میں کھڑے ہو کے اپنے دادوں کی شان و شوکت شرافت نجابت بکا کرتے تھے۔ سو اللہ تعالی نے ارشاد کیا کہ
ان صفات کے عوض منی میں اللہ کا ذکر کرو - بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کرو - منی جو ہے - سو ایک گاؤں ہے مکے میں کہ وہاں عید الضحی کی قربانی
وغیرہ کیا کرتے ہیں - اس کا نام منی ہونے کے سبب ابن عباس کی روایت میں یوں آیا ہے - کہ جب جبریل علیہ السلام یہاں آدم علیہ السلام سے جدا ہونے لگے
تو کہنے لگے تَمَنَّ - یعنی اپنے ارمان خدا سے مانگ لو - آدم علیہ السلام نے کہا کہ اَتَمَنَّی الْجَنَّۃَ - یعنی میری ارمان جنت ہے - سو گویا اس سے منی نام

ہی مزدلفہ کے آخر میں جسکو قزح کہا کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے اسجگہ یاد کرتے ہوئے اللہ کی اور دعا

مانگتے ہوئے یہاں تلک کہ پوری صبح ہوئی، روایت کی اسکی مسلم نے تفسیر مدارک میں اس آیت کے نیچے کہتا ہے۔ کہ نیہ دلیل علی وجوب

... آیت میں دلیل ہے واجب رہنے پر ٹھہر رہنے کے عرفات اور عرفہ جہاں

سو حاجیوں کے ٹھہر رہنے کی جگہ ہے۔ کیونکہ افاضہ یعنی چل نکلنا ٹھہر رہنے کے بعد ہے حج کیلئے مکہ ۔۔۔۔۔ ۱۲ اسیل پر اس کا نام عرفہ جو ہوا سو

وہاں آدم وحوا جنت سے نکالے گئے۔ بعد بچھڑے تھے سو اللہ کی حکمت سے اس جگہ آ پہنچ کے ایک نے دوسرے کو پہچانا عربی میں

پہچاننے کو عرفہ کہتے ہیں۔ اسی سے عرفہ کا نام ٹھہرا بعضے یہ کہتے ہیں۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے جب ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک

تمام سکھلا چکے تو پوچھا۔ کہ اَعَرَفْتَ۔ کیا تمنے پہچانا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ کہ عَرَفْتُ یعنی میں نے پہچانا۔ پھر عرفت کے لفظ سے

عرفہ کا نام ٹھہرا بعضے کہتے ہیں۔ کہ عرفہ کا نام عرفت سے نکلا ہے۔ یعنی خوشبو بنائی گئی۔ چیز یہ اس واسطے کہ وہ جگہ مقدس اور پاکیزہ

اور بزرگی والی ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ عرفہ کا نام عَرَف سے نکلا ہے۔ اور عُرَف عربی میں خوشبو کو کہتے ہیں۔ اس جگہ کی ہوا پاکیزہ

ہے گندگی سے دور۔ برخلاف منیٰ کے ہوا کے کہ وہاں بہت جانور ذبح ہونے کے سبب سڑنے کی ہوا سے نسبت نہیں رکھتی

اور شعائر تعظیم الہی کے مکانوں میں سے۔ مشعر۔ مزدلفہ ش۔ بھی ہے اس کا اشارہ قرآن میں مشعر الحرام کرکے آیا ہے

ہو۔ اُس کو عربی میں کعب کہتے ہیں۔ اسی جہت سے اس مقدس گھر کا نام کعبہ رکھا ہے۔ اور جو چارپہلو کوئی ہووے اُس کو بھی عربی میں کعب
کہتے ہیں۔ کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کے بنانے کا حکم آیا۔ تب آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ کتنا اونچا بناؤں
تب انہوں نے اپنے پاؤں کے گٹھنے تک بنانے کا اشارہ کیا۔ پاؤں کے گھونٹے کو عربی میں کعبہ کہتے ہیں۔ اس واسطے اس گھر کا نام کعبہ ہوا۔
اور قرآن میں آیا ہے۔ کہ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ ٹھہرایا اللہ تعالیٰ نے کعبے کو حرمت کا گھر قیام لوگوں کے واذا سمعوا۔ سورہ مائدہ
واسطے یعنی سبب قیام کا ہے۔ ان کے دین اور دنیا کے کام اس طرح سے کہ جو وہاں داخل ہوا۔ سو پناہ میں آیا۔ کوئی اس کا آڑے نہیں ہو سکتا۔ اور وہاں
ہر طرف کے پھل اور کمائیاں کھنچی چلی آتی ہیں۔ اور وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا اور یاد کر جب کہ ٹھہرایا ہم نے کعبے کے
گھر کو رجوع کی جگہ لوگوں کے اور ڈر سے بچنے کی جگہ۔ م اور شعائر تعظیم الٰہی کے مکانوں میں سے جو عرفات میں بھی ہے کہ فَاِذَا
اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔ الآیہ یعنی جب کہ چلو تم عرفات سے تو ذکر کرو اللہ کا مشعر حرام کے پاس
یعنی عبادت کے حرمت والے نشان کے پاس۔ وہ ایک پہاڑ ہے۔ مزدلفہ میں جس کا نام قُزَح یا مشعر الحرام۔ سارا مزدلفہ ہے
اور مسجد جو پہاڑ پر ہے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے۔ کہ اَلْمَشْعَرُ الْحَرَامُ هُوَ جَبَلٌ فِیْ آخِرِ الْمُزْدَلِفَةِ یُقَالُ لَهٗ قُزَحُ وَفِی الْحَدِیْثِ
اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَفَ بِهٖ یَذْکُرُ اللّٰهَ وَیَدْعُوْ حَتّٰی اَسْفَرَ جِدًّا رَوَاهُ مُسْلِمٌ یعنی وہ ایک پہاڑ

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ اور فرمایا اللہ صاحب نے سورہ حج میں کہ خبر کر دے لوگوں میں حج
کی۔ ش۔ یعنی ابراہیم جب اونہوں نے اس حکم کو بجا لانے کے لیے مکے کے پہاڑ پر جس کا نام ابو قبیس ہے چڑھ کے پکار دیا۔ کہ اے لوگو تمہارے
پروردگار نے ایک گھر بنوایا ہے۔ اور تم پر اس گھر کا حج فرض کیا ہے۔ سو تم کو چاہیے کہ اس گھر میں یہ حکم ان کے بجا لاؤ۔ اور سب طرف سے جو طرف منہ پھیر کے
بول دیے۔ تو جس کی تقدیر میں حج لکھا تھا۔ لیث باپوں کی پیٹھ میں سے اور ماؤں کے پیٹوں میں سے جواب دے چکے۔ کہ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ یعنی حاضر ہوتے
ہیں پاس اے پروردگار۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چلے آویں تیری پاس ش اور اب اور آویں ہمیشہ اوسے پیادے۔ ش۔ یعنی مرد اور دبلے
اونٹوں پر۔ ش یعنی۔ جو کہ چلے آتے ہیں۔ دور کے راستے سے کہ آ پہنچیں اپنے۔ ش دین و دنیا کے۔ م فائدوں کی جگہ میں اور یاد کریں
اللہ کے نام کئی معین دنوں میں پاس چیز پر کہ دیا ہے انکو مویشی اور چوپایوں میں سے۔ ھدیہ سو کھاؤ اس میں سے۔ ش۔ جیسے اونٹ گائے بکری بھیڑ اور
قربانی کے جو ذبح کرتے ہیں۔ انکو اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں سو کھاؤ اس میں سے۔ اور کھلاؤ بدحال محتاج کو۔ پھر چاہیے۔ کہ تمام ش دور کریں میل
کچیل اپنا۔ ش جیسے بدن اور سر کا میل گرد غبار اور ناخن وغیرہ۔ م۔ اور پوری کریں منتیں اپنی۔ ش جیسے ہدی اور قربانی وغیرہ م اور طواف
کریں اس قدیم گھر کا ف اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے لیے یعنی مکان ٹھہرائے ہیں۔ سو جیسے کعبہ۔ ش جو سب تعظیم الٰہی کے مکانوں سے بہتر ہے
اور بہت مشہور اور حج اسلام کی جگہ اور اللہ کا حرم خاص ہے۔ اور اس کا نام کعبہ ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ جو چیز اونچی ہو یا انچان۔ پر ہو یا اونچی بنائی

مگر جن لوگوں کے دل میں ٹیڑھا پن ہے ۔ سو پیچھے پڑتے ہیں ۔ اسکی متشابہات کی فتنہ چاہنے کو ۔ اور اس کے معنے اٹے جانے کو اور

نہیں جانتا ۔ اس کے معنی مقبلانے کو کوئی اللہ کے سوائی ۔ اور یہی ارشاد کیا ہے ۔ کہ اَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۔ کیا اللہ ہی

سے اور اسکی آیتوں ہی سے اور اس کے رسول ہی سے تم ٹھٹھول کرتے ہو ۔ اعتراض ۔ ان آیتوں میں عبادت کے طور پر ادب سے

کھڑے رہنے کا منع نہیں نکلتا ہے ۔ جواب ۔ قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ کے قرینے سے کیونکہ مسجدوں کا قائم

دائمیہ نماز ہے ۔ اور اللہ کا ذکر اور تلاوت خاص مسجد کے بابت حدیث میں آیا ہے ۔ کہ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ

وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ ۔ یعنی مسجدیں جو ہیں ۔ سو اللہ کے ذکر نماز اور قرآن کے تلاوت کے واسطے ہیں ۔ ان میں نماز جامع ترجیح

حسبما اطول رکن قیام ہے جس میں کھڑے اللہ کو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کر کے پکارنا ہی فرض اسکے بعد

مصنف نے یہ سمجھایا ۔ کہ ان مکانوں کا ذکر کرے ۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کیلئے مقرر فرمایا ہے ۔ انہیں کی مکان کا ذکر جو

قرآن میں صریح آیا ہے ۔ ذٰلِکَ آیت کے ضمن نکلتا ہے ۔ سو اس آیت کی تفسیر میں مذکور کرتا ہے ۔ اور تعظیم الٰہی کے مکان

۱۲۶ کو ان پر بیان کریں وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا

مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ

کر سکتی جائیں۔ بندوں کی اعضاؤں میں جیسے ناک ہاتھ زانو پاؤں کی انگلیاں اور سجدہ کر سکتی جائیں زمین وغیرہ پر اور مسجدیں اور سجدے

حاصل یہ کہ سجدہ کرنے کے اعضا اللہ ہی کو سجدہ کرنے کے لئے ہیں۔ اور سجدہ کرنے کی جائیں بھی اسی کو سجدہ کرنے کے اور کو پکارنے

کیلئے خاص اور سجدے بھی اسی کیلئے مخصوص پھر دوسروں کو سجدے کر کے پوج کے نہ پکارا چاہئے۔ ہاں عادت کے موافق

اور کام کاج کو پکارنا کچھ منع نہیں۔ پھر معبودی کے لوازم سے نہ پکارا چاہئے۔ بعض لوگ اللہ انکو اچھی توفیق دیوے اُمت

کی مسخری کرتے ہیں۔ اور سجدوں میں بیٹھے کہتے ہیں۔ کہ دیکھو صاحب مسجدیں تو اللہ کے واسطے ہیں۔ یہاں بیٹھ کے مؤذن کو نہ

پکارا چاہئے۔ نہ امام کو۔ نہ کسی کو پکار کے وضو کا پانی منگا چاہئے۔ نہ قرآن ملکہ مُصلا کیطرف سانپ چلے تو بھی اسکو پکار کر

اسکو کہا نہ چاہئے۔ کہ اے فلانے تم سانپ سے بچو۔ غرض اس طرح کی خرافاتیں بکے چلے جاتے ہیں اپنے ایمان کی خرابی سے کچھ

نہیں ڈرتے۔ اور آیت کی قیدوں کو نہیں سمجھتے۔ اور مسجدوں اور سجدہ گاہوں کیلئے خاص کر کے اس کے حاضر ناظر رہنے کا اشارہ جتنے

اس اداکرنے سجدہ اور سجدہ گاہ کے قرینے سے غیر کے پکارنے کو اللہ معبود کے پکارنے کے طور پر ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ نا عقل ایمانی

والے اس مضمون کو سمجھے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں جا بجا فرمایا ہے۔ کہ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ یعنی سمجھنے لوگوں کے واسطے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے

کہ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ یعنی کیا سوچتے نہیں قرآن کو۔ کیا دلوں پر قفل ہیں۔ اور عقل ایمانی سے

جو لوگ بے نصیب ہیں۔ ان کے حق میں فرمایا گیا ہے۔ اور اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ

بے شک مسجدیں اللہ ہی کی ہیں سو نہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو۔ اور یہ کہ جب کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ کا پکارتا اسکو تو قریب ہیں
کہ ہو جاویں اس پر ٹھٹھ۔ یعنی کہہ دے کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو۔ اور نہیں شریک سمجھتا اس کا کسیکو۔ ف یعنی جب کوئی
اللہ کا بندہ اپنے دل سے اسکو پکارتا ہے۔ ش۔ تو اکثر لوگ اسکے آس پاس ہجوم کرتے ہیں۔ کبھی اسکے روکنے کے واسطے اور اسکے
کام کو روکنے کیلئے۔ اور کبھی حال و قال سے تعجب کرنے کے سبب۔ اور کبھی اسکی ہنسی کرنے کے لئے لیکن بعض بیوقوف لوگ یہ سمجھنے
لگتے ہیں۔ کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا۔ جسکو چاہے دیوے جو چاہے چھین لے۔ اور اس بات کی امید کرکے اس پر ہجوم کرتے ہیں تب
چنانچہ تفسیر عزیزی میں بھی یہ مضمون لکھا ہے۔ کہ نبی کو چاہئے کہ یہی بات بیان کرے۔ کہ مستقل کے وقت لکھا ہوا اللہ ہی کا حکم ہے
اور نفع اور نقصان کا امید۔ ش اور ڈر۔ ہے اور رکھنا اسی سے چاہئے۔ یہ معاملہ کسی سے رکھنا شرک۔ ق۔ نفی الحال الوقف
ہے میں اس شرک سے بیزار ہوں۔ سوا رب کوئی چاہئے۔ یہ معاملہ مجھ سے کرے۔ اور بس اس سے راضی ہوں۔ یہ ہرگز ممکن نہیں۔ اس آیت سے
معلوم ہوا۔ کہ ادب سے کھڑا ہونا۔ یعنی جیسا کہ خدا کے آگے کھڑا ہونا رکھے۔ ویسے کسی کے سامنے ادب سے ہے۔ ہے اور اسکو پکارنا اور
اس کا نام جپنا۔ ش۔ یعنی کسی کی یاد کی تسبیح کرنی۔ م۔ نہیں یہ ہوتا ہے۔ کہ اسنے خاص اپنی تعظیم کیلئے ٹھہرائے ہیں
اور کسی سے یہ معاملہ نہ کرے۔ کہ شرک ہے۔ ق۔ یعنی شرک فی الدعا والذکر ہے۔ مساجد جمع ہے مسجد کی۔ اور اسکے معنی سجدہ

مذہب نبی زمین پر رہنے کا - اسکے سوای میں حضرت آدم کے وقت لوگ اپنی بہنوں سے نکاح بھی کر لیتے تھے - چاہئے یہ لوگ

ایسی ایسی بتیں لانوالے اپنی بہنوں سے نکاح کریں - اور اصل یہ کہ بندے کو اللہ کا حکم ماننا چاہیئے - جب جسنے جو حکم کیا - اسکو جان

و دل سے قبول کرلینا چاہئے - اور حجت نہ نکالے - کہ اگلے لوگوں پر تو یہ کام نہ تھا - ہم پر کیوں ہوا - ش - اللہ تعالیٰ نے فرمایا - کہ تِلْكَ

أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ - وہ گروہ تھی جو جا چکی - اسکو ہے جو کچھ

کہ اسنے کمائی - اور تمکو جو کچھ کہ تم نے کمایا - اور تمکو پرسش نہ ہوگی - اسکی جو وے کر تے تھے - اور یہ بھی فرمایا - کہ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ

دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ + اور جو کوئی ستاہے اسلام کے سوا اور دین سو ہرگز قبول نہوگا اس سے اور وہ

آخرت میں ٹوٹے والوں میں ہے - پس مسلمان کو چاہئے کہ حکم کے ر تصنیف حجتی نہ سنیے - مثل بھی مشہور ہے حجتی لعنتی - کما سی حجتیں

لگانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے - اسکی مثال یہ کہ بادشاہ نے اپنے ملک میں ابتدا تک شرع عقل و نقل کے موافق ہر حکم جاری کیا

بعد اس کے ایک حکم ارشاد اسی مذہب پر صادر جاری کیا - پھر جو کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم پہلے ہی حکم پر چلے جاویں گے - تجدید حکم نہیں مانتے

تو وہ باغی ہو جاتا ہے - قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا - یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ جن میں

لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ - اور کہا اللہ صاحب نے سورۂ فصلت میں کہ مت سجدہ کرو سورج کو نہ چاند کو سجدہ کرو اللہ کو

جس نے پیدا کیا انکو۔ جو تم اس کے بندے بنا چاہتے ہو۔ ف۔ تفسیر بیضاوی میں یوں لکھا ہے کہ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

لِاَنَّهُمَا مَخْلُوْقَانِ مَامُوْرَانِ مِثْلُكُمْ - یعنی مت سجدہ کرو سورج کو نہ چاند کو۔ کیونکہ وہ دونوں فرمانبردار مخلوق ہیں جیسے تم ہیں

اور اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ کہ فَاِنَّ السُّجُوْدَ اَخَصُّ الْعِبَادَاتِ ؛ یعنی بیشک سجدہ سب

عبادتوں میں خاص زیادہ ہے۔ یعنی جو آدمی چاہے۔ کہ اللہ ہی کا بندہ بنے۔ ف۔ خاص وہ بنے تو اسیکو سجدہ کرے اور کسیکو

چاند سورج کو نہ کرے۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ ہمارے دین میں یوں ہی فرمایا ہے۔ کہ سجدہ کرنا حق خالق کا ہے۔ پس کسی مخلوق

کو نہ کیا چاہئے۔ کہ مخلوق ہونے میں سورج چاند ولی اور نبی برابر ہیں۔ سو جو کوئی یہ بات کہے۔ کہ اگلے دینوں میں کسی کسی مخلوق کو بھی

سجدہ کرتے تھے۔ جیسے فرشتوں نے حضرت آدم کو کیا۔ اور حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو۔ اب ہم بھی کسی بزرگ کو کریں

تو کچھ مضائقہ نہیں تو یہ بات غلط ہے۔ ف۔ کیونکہ وہ دین منسوخ ہیں۔ اور ان سجدوں کی حقیقت میں مفسروں کا اختلاف

تفسیر جلالین میں سورۂ یوسف کی آیت وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کے نیچے اور جس آیت میں فرشتوں کا سجدہ آدم کی طرف ہونیکا

مذکور ہے سو ان آیتوں کے نیچے لکھا کرتے ہیں۔ سُجُوْدُ انْحِنَاءٍ لَا وَضْعِ جَبْهَةٍ - یعنی وہ سجدہ کرنا جھکنے کا سجدہ کرنا تھا۔

اور باندھتے اور دور دور سے جاتے اور تربت پر چھپر اور سائبان اور شامیانے کھڑے کرتے اور مورچھل جھلتے اور اسی قبیل کے کام کرتے سو شرک پسند

لوگ ان کے شاگرد و نارشید سند توں جھنڈوں اور قبروں سے بعینہ عمل میں لاتے ہیں۔ یہ سب شرک کے کام ہیں تو سمجھ لیا ہیں۔

در حقیقت جیداروں کے پاس سب شرکی کے افعال ہیں۔ یہاں صرف نمونہ از خروارے بتلائے گئے۔ عقل والا اس پر قیاس کر لیگا

اس فصل میں مصنف نے سمجھ والوں کی کم فہمی پر بھروسا کر کے لفظ عبادت شرعی کا مذکور کیا اور کہا کہ چوتھی فصل اشراک فی العبادة کی برائی کے بیان میں

یعنی عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو جو اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں۔ سو اس فصل میں یہ مذکور ہے کہ قرآن اور حدیث

میں اللہ کی تعظیم کے کون کون سے کام بتلائے ہیں۔ تاکہ اور کسی کے لئے وہ کام نہ کیجیے کہ شرک لازم نہ آوے۔ قال اللہ تبارک وتعالی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۰ فرمایا

اللہ صاحب نے سورہ ہود میں کہ بیشک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف یہ بات کہنے کو کہ بیشک میں تم کو ڈرانیوالا صاف ہوں۔ کہ نہ عبادت

کرو مگر اللہ کو۔ بیشک میں ڈرتا ہوں۔ تم پر دکھ کے دن کی مار سے۔ ف یعنی مسلمان اور کافروں میں مقابلہ حضرت نوح کے وقت سے

شروع ہوا ہے۔ سو جبھی سے اس بات پر مقابلہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں۔ کہ اللہ ہی کی تعظیم کسی اور کی نہ کیجیے

اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں وہ اوروں کے واسطے عمل میں نہ لائیے۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

بندہ تیرے بھلے کو کہتا ہے۔ اس نصیحت سے دعا ہے مجھے۔ ورنہ اس شرک اور بدعت میں۔ اور بھی ہو خراب کیا ہے مجھے۔

چوتھی فصل کے شرح کا مقدمہ

یہاں مصنف عبادت شرعی ہی کا مذکور کرتے ہیں۔ ضرور تھا۔ کہ طبعی اور صناعی عبادت کا بھی بیان کریں۔ کیونکہ شرک پسند لوگ مخلوق

پرستی میں یا طبعی اور صناعی عبادت کے لوازم بجا لا سکتے ہیں۔ کہ ہم نے تو اسکی عبادت شرعی نہیں کی۔ اس لئے عبادت طبعی اور صناعی

کی ماہیت لکھی جاتی ہے۔ کہ جب آدمی دین کی تربیت نہ پایا ہو۔ اور کسی عزت والے شخص یا چیز سے کسی کام کے بے سبب کرنے یا اعتقاد کیے

یا بے سبب اپنی حاجت اس سے بر آتی دیکھے۔ تو اس کے دل سے اس معزز کے حضور آپ کو نہایت ذلیل کرنا اور اس بات کو اپنی دو جہان

کی بہتری کا سبب سمجھنا بالطبع پیدا ہوتا ہے۔ یہی اصل ہے عبادت طبعی کا۔ جیسے ہندو آفتاب اور چاند کو اور رام کشن کو اور بشن کے اوتاروں کو

اپنے خیال کے موافق پوجنے لگے ہیں۔ اور جب پوجا کرنے والے آپ سے کو پوجتے ہیں۔ اس کے لئے اقسام کی چیزیں اور کام اور اس کی تعظیم کے نشان

مقرر کئے ہیں اور عمل میں لاتے ہیں۔ وہ عبادت صناعی ہے۔ اس کا منشا عبادت طبعی۔ اسی طرح سے شدوں حضیدوں قبروں قبوں کے ساتھ

شرک پسند لوگ جو معاملے کرتے ہیں۔ کبھی عبادت طبعی کبھی صناعی کبھی دونو کا مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ سب بت پرست بتوں کے

روبرو جا جا یا جا بجا جاتے اور ناچ کراتے اور بت کے۔ ڈیرو جو کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں گذرانتے ہیں۔ سو ان کو پرشاد مان کے کھاتے

سوان کو سمجھا کر راہ راست پر لاوے۔ سو یہ بات بزرگوں کی حسن خدمتگاری اور انکی قرابت کی خیرخواہی ہے اور یہ بات اللہ کے خلق کی اقتدا ہے

جیکے باب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ اور اللہ تعالیٰ نے وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ

فرمایا۔ اور حضرت پیغمبر نے اپنی قرابت کو ڈرایا۔ تو بیشک خوب کام کیا ہے۔ اس پر طعن و مذمت بیوقوفی اور بے دیانتی کی دلیل ہے ہاں

ایک بات جاننا چاہیئے۔ کہ جنکو خدا نے جنتی فرمادیا۔ اور پیغمبر کے واسطے سے انکو یہ بات کی خوشخبری دی۔ انکی عاقبت بخیری کی علامت بتلا

دی۔ سوان بزرگوں کا حال اسیا رہا۔ کہ جو دیکھے موافق کرے۔ کہ یہ جنتی ہیں خدا کا۔ وہ ان سے سچا ہے۔ اور رسول نے سچی خبر دی۔ برخلاف

اس کے جو آپ کو جنتی سمجھے ہیں۔ ان کے افعال دلالت کرتے ہیں۔ کہ خدا نے ان سے جنتی ہونیکا وعدہ نہیں کیا۔ اور رسول نے انہیں خوشخبری

نہیں دی۔ کوئی بہشتی کہلانے سے بہشتی نہیں ہوتا۔ اگر یوں ہوتا تو تمام سفے جو بہشتی کہلاتے ہیں۔ بہشتی ہوتے خدا فرماتا ہے۔ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ

وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔ یعنی آپ کو پاک نہ کہلاو۔ وہ خوب جاننے والا ہے۔ اُس کو جو پرہیزگاری کرے۔ اور یہود دیوں کے حق میں فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ یُزَکُّوْنَ۔ کیا تو نہیں دیکھا۔ انکی طرف کو جو آپ پاک کہلاتے ہیں۔ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ

بلکہ اللہ پاک کرتا ہے۔ جسکو چاہتا ہے۔ عجب تماشا ہے۔ کہ مصنف بیچارہ نصیحت کرتا ہے۔ کہ یارو خراب نہ ہو۔ یاران ناخوش ہیں کہ ہمکو

ہم کو نصیحت کرتا۔ ہم خواہ مخواہ خراب ہونگے۔ میرزا روہ مرحوم کی دو بیتیں تھوڑی سی تبدیل سے مقدمے کے مطابق ہیں۔

اس واسطے چاہئے کہ سب زیادہ اُس بزرگ کے حکم اور قاعدے آپ مانیں اور لوگوں کو منادیں۔ اور ایسے کام اللہ آپ کریں کہ اس بزرگ کی قرابت
کی نسبت منزہ کرم نیک کام و نام ہے۔ اور معقود پھر اپنی جانب سے اُس کا ننگ نہ لگاویں۔ پھر تماشا یہ ہے۔ کہ آپ تو ایسے ایسے حق اس بزرگ
کی قرابت کے ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے حکم نہیں مانتے۔ اور اپنی بدچالیوں سے اسکی قرابت کو بدنام کرتے پھر اس بزرگ پر اپنے بچاؤ کا حق گنلاتے ہیں یہی
قصہ ہے۔ کہ تیرا امیر ہوں ہیں انکی اس بے انصافی کا بندوبست آگے ہی سے کرنا ضرور تھا۔ اسی اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا۔ کہ وے اپنے
قرابتیوں کو ڈرا دیویں۔ سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کھول کر سنا دیا۔ کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے اختیار کی ہو
سو یہ میرا مال موجود ہے۔ مجھکو کچھ دخل نہیں۔ اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ اور کسی کا
وکیل نہیں بن سکتا۔ وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا درست کرے۔ اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی اپنی اپنی تدبیر کرے۔ ف۔ پاک ایمان اور عمل صحیح
اور نیت صحیح سے پھر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آتی۔ جبتک معاملہ اپنا اللہ سے صاف
نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔ بعضے جہاں یہاں اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مصنف نے یہاں اس حدیث کو یہاں کیوں لایا۔ کہ جس میں یہ بات ہے کہ بی بی فاطمہ
بچالو اپنی جان آگ سے۔ میں تیرے کام نہ آونگا۔ اللہ کے یہاں کچھ۔ کیونکہ اور حدیثوں کے بموجب حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر تو آتش دوزخ
حرام ہے۔ جواب اس کا یہ۔ کہ سچ ہے حضرت صاحبزادی پر آتش دوزخ پر حرام ہے۔ مگر مصنف کا مقصود یہ ہے۔ کہ جو لوگ بزرگوں کے

لواحق ۔ کے باب تغییر الناس میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہ نے کہ جب اُتری یہ آیت کہ ڈرا تو اپنی برادری
کو جو قرابت نزدیک کا ناتا رکھنے میں تمہید ہے ۔ تب پیغمبر خدا نے پکارا ۔ اپنے ناتوں کو بھی اکٹھا کر کے بھی پکارا ۔ اور جدا جدا بھی پھر فرمایا اے
اولاد کعب بن لؤی کی بچاؤ تم ۔ اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ میں اختیار نہیں رکھتا تمہارا اللہ کے یہاں کچھ یا فرمایا کہ میں تمہارے کام نہیں آئیگا تمہارے
اللہ کے یہاں کچھ اور اے اولاد مرہ بن کعب کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے بیشک میں کام نہ آونگا تمہارے اللہ کے یہاں کچھ ۔ اور اے اولاد عبد شمس کی
بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے ۔ کیونکہ میں بیشک اختیار نہیں رکھتا تمہارا اللہ کے یہاں کچھ ۔ اور اے اولاد ہاشم کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ
میں بیشک کام نہیں آونگا تمہارے اللہ کے یہاں کچھ ۔ اور اے اولاد عبد المطلب کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے ۔ کیونکہ بیشک میں کام نہ آونگا تمہارے
اللہ کے یہاں کچھ ۔ اور اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے ۔ مانگ لے ۔ مجھ سے جو چاہے ۔ میرا مال ۔ میں کام نہ آونگا تیرے اللہ کے یہاں کچھ ف
یعنی جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں ۔ انکو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے ۔ اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں بس اور
سمجھتے ہیں ۔ کہ اس کے پر ہماری قرابت کا حق ثابت ہے ۔ اور قرابت کا حق ادائی لازم اور قرابتی کی مشکل کشائی مقدور بھر ضرور خصوصاً عرب
کہ اپنے قبیلے کے واسطے جو کچھ حمیت اور تعصب رکھتے ہیں سو مشہور ان خیالوں سے بزرگ زادے نازپرور سادہ دل عیاشت نافہم سمجھتے ہیں
کہ وہ بزرگ اپنے کو خدا سے بچا ہی لینگے ۔ کیونکہ صلہ رحم کا اقتضا یہی ہے ۔ پر یہ نہیں سمجھتے ۔ کہ اس بزرگ کی قرابت کا حق آپ پر بھی ثابت ہے

کو آپ ہی ایک آن میں کروڑوں کام چھوٹے بڑے درست کر سکتا ہے۔ اس کے بندوبست میں کسی چھوٹے بڑے کو کچھ دم مارنے کی طاقت نہیں اور ایک

ذرہ کام کر سکنے کی مقدرت نہیں۔ پس جو کچھ چیز بھی اسی سے مانگا چاہیے۔ اور بڑی بھی۔ کیونکہ مشکوٰۃ۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ سلوا اللّٰہ کل شیء حتی

الشسع فان اللّٰہ لم ییسرہ لم یتیسر عن عائشۃ مانگو اللہ سے ہر چیز جوتی کے تسمے تک بھی۔ کیونکہ اگر وہ اس کو میسر نہ کرے گا تو

میسر نہ ہو۔ اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ یسأل احدکم ربہ حاجتہ کلہا حتی یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع ت عن انس۔ کہ چاہیے تم

میں کا مانگے پروردگار سے اپنی حاجت کی چیز سب کی سب یہاں تک کہ مانگے اپنی جوتی کا تسمہ جب ٹوٹ جاوے اور یہ بھی آیا ہے کہ

یسأل احدکم ربہ حاجتہ حتی یسألہ الملح وحتی یسألہ شسع نعلہ ت عن ثابت البنانی مرسلا۔ چاہیے

کہ مانگے تم میں کا ہر ایک اپنے رب سے اپنی حاجت یہاں تک کہ مانگے اس سے نون۔ اور یہاں تک کہ مانگے اپنی جوتی کا تسمہ یہ کوئی نہ چھوٹی چیز

دے سکتا ہے۔ نہ بڑی الخ۔ اخرج الشیخان عن ابی ہریرۃ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین دعا النبی صلی اللّٰہ

علیہ وآلہ وسلم قرابتہ فعم وخص فقال یا بنی کعب بن لؤی انقذوا انفسکم من النار فانی لا املک لکم من اللّٰہ

شیئاً او قال لا اغنی عنکم من اللّٰہ شیئاً ویا بنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار فانی لا اغنی عنکم من اللّٰہ شیئاً

یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللّٰہ شیئاً مشکوٰۃ

وہی لوگ ہیں جن پر درودیں ہیں ان کے پروردگار کے طرف سے۔ اور مہربانی ہے۔ اور وہی لوگ ہیں ہدایت پائے ہوئے۔ اور بھی
فرمایا۔ کہ وَلَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى
كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۔ یعنی مقرر جانچے جاوگے اپنے مالوں کی بابت میں اور اپنے
جانوں کی بابت میں اور مقرر سنوگے ان سے جنکو تم سے آگے کتاب دی گئی۔ اور ان سے جنہوں نے شرک کیا۔ ستاتی باتیں بہت
اور اگر صبر کروگے اور پرہیزگاری کروگے۔ تو وہ ہی پکی باتوں کی قسم سے ہے۔ پر خدا نے کہیں نہیں اور فرمایا۔ کہ جب تم پر کچھ مشکل پڑے تب فلانے
معروف بندے کے نام کا ختم پڑھیو۔ یا کسی کرم بندے کی نذر نیاز کیجو تاکہ ہم تمہاری مشکل آسان کردیں۔ اس واسطے مصنف نے یہ باتیں کہیں ہیں۔ اور جو
کچھ کہا سو حدیث کے موافق کہا۔ چنانچہ أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ؛ لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَهُ الْمِلْحَ حَتَّى شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ ؛ مشکوٰۃ کے باب الدعوات
میں لکھا ہے۔ کہ ترمذی نے ذکر کیا۔ کہ انس نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ ہر کسی کو چاہئے۔ کہ اپنی سب حاجت کی چیزیں
اپنے رب سے مانگے۔ یہاں تک کہ نون بھی اس سے مانگے۔ ف۔ یعنی اللہ صاحب کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہ سمجھے کہ بڑے بڑے
کام تو آپ کرتے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے کام اور نوکروں چاکروں کے حوالہ کردیتے ہیں۔ بلکہ وہ ایسا ہی قادر مطلق ہے۔

اور دو ٹیلوں کے درمیان جو کھلی جگہ رہتی ہو۔ اس کو بھی وادی کہتے ہیں۔ جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے حجاز کے میدان اور جنگل اس لئے
مصنف نے وادی کا ترجمہ قرینے کے موافق کہیں میدان کر کے لکھا۔ کہیں جنگل۔ فائدہ سیر اور اخبار کے واقفوں پر ظاہر ہے۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم
پر کیسی کیسی سختی پڑی اور کیا کیا مصیبت آئی۔ پر ان کو سید المرسلین نے فرمایا۔ کہ اپنے نام کا ختم پڑھیں۔ اور نہ کسی نبی ولی کے نام کا اور یہ بھی
نہ فرمایا۔ کہ کسی کی نذر نیاز مانیں۔ نہ ان حضرتوں نے کسی کے مقدس کے نام کا ختم پڑھا نہ کسی کی نذر نیاز مانی۔ بلکہ مرشد برحق کے ارشاد سے
اور اپنے اعتقاد سے اللہ ہی پر توکل کیا۔ اسی کو پکارا۔ جب ہم سنت و جماعت ہیں تو چاہیئے کہ اپنے پیغمبر کی سیرت اور صحابہ کے طریق پر چلیں۔ کیونکہ
سنت و جماعت کے معنی یہی ہیں۔ اور ان کے نشان حضرت نے یہی بتلائے۔ کہ ہُمْ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ ۔ یعنی وے لوگ ہیں جو اس
بات پر ہونگے۔ جس پر میں اور میرے یاران ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی جب اپنے بندوں پر مصیبت پہنچنے کا وعدہ کیا۔ تو انہیں صبر فرمایا۔ اور صابروں
کے اجر کا بیان کیا اور ان کی ثنا کی۔ چنانچہ آیت اس مدعا پر دلیل ہے کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۔ یعنی مقرر ہم آزماوینگے تمکو ڈر اور بھوک اور گھٹانے سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے ۔
اور خوشخبری دے اُن صبر والوں کو جب پہنچتی ہے مصیبت انکو تو کہنے لگتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے

عَلَی اللّٰہِ کَفَاہُ الشُّعَبُ۔ مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ عمرو بن العاص نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ کہ بیشک آدمی کے دل میں ہر وادی کی طرف راہ ہے۔ سو کوئی پیچھے ڈالے اپنے دل کو سب راہوں کے تو کچھ پروا نہیں اسکو سب جگہوں میں۔ ف۔ یعنی جب آدمی کو کچھ چیز کی طلب ہوتی ہے۔ یا کوئی مشکل پڑ جاتی ہے۔ تو اسکے دل میں ہر طرف خیال دوڑتے ہیں۔ کہ فلانے پیغمبر کو پکاریئے۔ فلانے امام کی مدد مانگئے۔ فلانے پیر شہید کی منت مانیے۔ فلان پری کو مانیے۔ فلانے نجومی رمال سے پوچھیے فلانے ملا سے فال کھلوائیے۔ سو پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے پڑتا ہے۔ تو اللہ اس سے اپنی قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے۔ اور اس کو اپنے نیک بندوں میں نہیں گنتا۔ اور اللہ کی تربیت اور ہدایت کی راہ اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ اور وہ شخص اسی طرح انہیں خیالات کے پیچھے دوڑتا دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی دہری ہو جاتا ہے۔ کوئی ملحد اور کوئی مشرک۔ کوئی سب سے منکر۔ اور جو کوئی اللہ ہی پر بھروسا کرتا ہے۔ اور کسی خیال کے پیچھے نہیں پڑتا۔ تو اللہ اس کو مقبول بندوں میں گن لیتا ہے۔ اور اس پر ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے۔ اور اس کے دل کو چین اور آرام سے

پالتا ہے۔ ف۔ تنبیہ اور اس کے دل کو چین اور آرام السیا بخشتا ہے۔ کہ خیالات باندھنے والوں کو ہرگز میسر نہیں ہوتا۔ جو توکل ف ۱۳۷
والا چین و آرام سے پالتا ہے۔ تنبیہ۔ شعب جمع شعبہ کی۔ شعبہ پانی بہنے کی چھوٹی راہ کو کہتے ہیں۔ جو ریتی میں پڑتی ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے سوتوں کو شعبہ کہتے ہیں۔ اور بڑے نالے کو بھی اور روڈ خانے کو بھی۔ وادی عرب میں ندی کے پاٹ کو کہتے ہیں اور پہاڑ کے

جب بنی معاویہ کی مسجد پر سے گذر کرنے لگے۔ تو حضرت اس مسجد میں آئے۔ پھر اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور آپ نے اپنے پروردگار سے دیر تک دعا مانگی۔ پھر ہماری طرف پھرے۔ سو فرمانے لگے۔ البتہ میں نے تین چیزیں مانگیں سو دو چیزیں دیں۔ اور ایک چیز مجھے نہ دی میں اپنے پروردگار سے مانگا۔ کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے۔ سو یہ چیز مجھے بخشی۔ اور میں نے اس سے مانگا۔ کہ انہی کے دشمنوں میں سے ان کا جو کم نہ پیدا کرے۔ یعنی مسلمان لوگ آپس میں جنگ و جدال سے رہیں۔ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ سو نہیں دیا ہے مجھ کو۔ یہ حدیث مسلم میں ہے۔ اور ترمذی کی کتاب میں خباب بن ارت سے یہ حدیث ہے۔ کہ میں نے اس سے مانگا۔ کہ عام قحط سے میری امت کو فنا نہ کرے۔ سو یہ مراد دی۔ اور میں نے اس سے مانگا کہ ان میں سے بعضوں کو انہیں میں سے بعضوں کے درد کا مزہ نہ چکھاوے۔ سو یہ مراد میری نہ دی۔ غرض انبیا کی بھی دعا قبول ہونے سے نبوت کی کچھ تنقیص کی کمی نہیں۔ بلکہ عظمت اور استغنا اور کبریائی کے اقتضا یوں ہی ہوا ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ مگر دعا کی زینت یہی ہے کہ اختیار میں ہے اور قبول کرنا بھی۔ اور دعا بھی کرنی اور مراد بھی یعنی دونوں تقدیر میں لکھی ہیں۔ تقدیر سے کوئی کام خالی نہیں ہے۔ تو بندہ اور کچھ کام کرنے کی کسی کو قدرت نہیں بر منشاء مراد ہوتا یا نہ ہوتا۔ نبی ہو یا ولی۔ سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے۔ اور اس کی جناب میں دعا کرے۔ پھر اس کو طاقت نہیں تھی۔ پھر وہ مختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے۔ چاہے اپنی حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے۔ اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ آدَمَ بِکُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ کُلَّهَا لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِاَیِّ وَادٍ اَهْلَکَهُ وَمَنْ تَوَکَّلَ

نیستی تو گر شدہ باسور باندار دحباد - تا آنچہ ما فرمودہ ایم - وہ کم کردہ ایم - کہن اتی بر جسہ ما دانیم بکنیم - شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوۃ کے

ترجمہ میں لکھا ہے۔ کہ شیخ ابن الہمام نے سنن ابی داؤد سے یہ روایت لکھی ہے۔ کہ جب ... میں آنحضرت مضر کے قوم کے حق میں بددعا کرتے

تھے۔ جبرئیل آکے آپ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور کہا۔ اے محمد تم کو گالی اور بددعا کرنے والا نہیں پیدا کیا۔ تمکو لوگوں کیلئے رحمت پیدا کیا

اس بگڑے میں تم کو کچھ کام نہیں۔ جسکو اللہ چاہے لعنت کرنے اور ہلاک کرنے جا با ہو کریگا۔ بعد جبرئیل نے آنحضرت کو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ

کی دعا سکھلائی۔ انتہی اور امت کے حق میں دعا مانگنے کی حدیث میں بھی اسبات کا اشارہ ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ عَنْ سَعْدٍ اَنَّهٗ اَقْبَلَ

مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ یَوْمٍ مِّنَ الْعَالِیَةِ حَتّٰی اِذَا مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِیْ مُعَاوِیَةَ دَخَلَ فَرَکَعَ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ

وَصَلَّیْنَا مَعَهٗ وَدَعَا رَبَّهٗ طَوِیْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَیْنَا فَقَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ ثَلَاثًا فَاَعْطَانِیْ اثْنَتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَةً سَاَلْتُ رَبِّیْ

اَنْ لَّا یُهْلِکَ اُمَّتِیْ بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِیْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا یُهْلِکَ اُمَّتِیْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِیْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا یَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَیْنَهُمْ

فَمَنَعَنِیْهَا۔ لِمُسْلِمٍ وَالتِّرْمِذِیِّ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ سَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا یُهْلِکَ اُمَّتِیْ بِسَنَةٍ فَاَعْطَانِیْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا

یُسَلِّطَ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَیْرِهِمْ فَاَعْطَانِیْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا یُذِیْقَ بَعْضَهُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِیْهَا + یعنی سعد رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے۔ کہ رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونچان کی طرف سے جہاں مدینے کے کچھ گاؤں ہیں چلے آئے۔ یہاں تک کہ

صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد الرکوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللھم اشدد وطأتک علی مضر واجعلھا سنین کسنی یوسف یجھر بذلک وکان یقول فی بعض صلوٰتہ اللھم العن فلانا وفلانا لاحیاء من العرب حتی انزل اللہ لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم متفق علیہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چاہتے۔ کہ کسیکو دعا یا بددعا کریں۔ تو قنوت پڑھتے بعد رکوع کے کبھی کہتے۔ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے کہ یا الٰہی بچالے ولید بن ولید کو اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش ابن ابی ربیعہ کو۔ الٰہی شدت کر اپنی پامالی کی مضر کے قبیلہ پر۔ اور کر اس پامالی کو قحط سالیاں یوسف کے قحط سالیوں کی سی اور پکار کے فرماتے اس کو اور اپنی بعضی نمازوں میں فرماتے۔ کہ الٰہی لعنت کر فلانے اور فلانے کو عرب کے کئی قبیلوں کو اس وقت تک کہ اتارا اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون کی آیت کو روایت کی اسکی بخاری اور مسلم نے۔ شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ کے باب القنوت میں اس آیت کے معنے یوں لکھے ہیں۔ نیست ترا اے محمد تصرف در کارخانہ خداوندی وحق امری بر کار وی جل وعلا تصرف واختیار ہمہ بدست قدرت اوست واوست مالک ایشان کہ ہلاک گرداند۔ یا توفیق دہد ایشان را برجوع کند۔ تفضل ورحمت خود اگر مسلمان شوند۔ یا عذاب کند ایشان را اگر بر کفر وظلم خود بمانند

[illegible]

ذلك فأوحى الله تعالى إليه لو دعوتني بالذي دعى به آدم ومن دونه ما أجبتك فيه ولكن أخبرك

بما منعت به هذا إلا أنه يطلب الدنيا بالدين انتہی روایت ہے کہ ایک شخص موسیٰ علیہ السلام کی خدمتگاری کرتا تھا۔

پھر لوگوں سے کہنے لگا۔ کہ مجھی خاص دوست نے یوں فرمایا۔ کہ مجھے موسیٰ اللہ کے رازدار نے یوں فرمایا۔ مجھ سے موسیٰ اللہ سے بات چیت

کرنیوالے نے یوں فرمایا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ایسی روایتیں سنا سنا کے پیسہ پیدا کیا۔ اور اس کا مال بہت ہوا۔ پھر ایکایک گم ہو گیا۔

سو موسیٰ اسکی تلاش کرنے لگا۔ اور لوگوں سے اسکی خبر پوچھنے لگے۔ اس کا نشان کہیں نہ پاتے تھے۔ اس وقت تک کہ ایک روز کسی ایک

شخص نے ان کے پاس ایک سؤر کو لایا۔ جسکے گلے میں کالی رسی بندھی تھی۔ سو کہنے لگا۔ کہ اے موسیٰ فلانے شخص کو پہچانتے ہو کیا

آپنے فرمایا۔ کہ ہاں۔ اس نے عرض کی۔ کہ وہ شخص یہ سؤر ہے۔ تب موسیٰ کہنے لگے۔ کہ خداوندا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہ اس کو اپنے

حال طرف پھیر لا۔ تا میں پوچھوں۔ کہ اسپر یہ مصیبت کیوں پڑی۔ پھر اللہ نے انکی طرف وحی بھیجی۔ کہ تو جن جن باتوں سے آدم اور آدم

سے ورے انبیا صلوٰۃ پکارے ہیں۔ ان باتوں سے پکار لگیا۔ تو بھی تیری دعا اس کے باب میں قبول نکرونگا۔ لیکن میں نے جس سبب سے

اس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ سو تجھکو اسکی خبر سنا دیتا ہوں۔ کہ وہ دنیا کو دین سے کمایا کرتا تھا۔ اور وہ حدیث جو قنوت کے باب میں مذکور ہے

اس سے بھی ایسا ہی دعا نکلتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے باب القنوت کے پہلی فصل میں ہے۔ کہ عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ

بیچ گھر جہاں کے بڑے جیسے تعمل کر جاتے ہیں مگر کسی کو کچھ نفع پہنچا دیں - ملائکہ کے لکھے سے کچھ گھٹ بڑھ نہیں سکتا - ش - فی الاصل گرجایا خواہ مخواہ

که هر سوی از جهان کامند + گر نباشد جنبان ارادت او - نتوان کاستن هر یک مو + در همه و مقام آن آمده + که بر آن برزه بغیر امید + از منزدی ارادت

او سوده - نتواند ذرهٔ افزود + مگر سارے خلائق عزم لاویں - کہ ایک تل اس جہاں میں سے گھٹا دیں - و یا ذرہ کریں اس پر زیادہ - نہ ہوگا گر نہ ہو اس کا ارادہ

ف ۱۳۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام الناس کہتے ہیں - کہ انکو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے - کہ تقدیر کو بدل ڈالیں اور جسکی تقدیر میں اولاد نہیں

اسکو اولاد دیویں - جسکی عمر تمام ہو چکی ہو - اسکی عمر بڑھا دیں - سو یہ بات کچھ صحیح نہیں - تمام علما کے - بلکہ یوں سمجھنا چاہئے - کہ اللہ اپنے بندے کی دعا کبھی

قبول بھی کرلیتا ہے - اور انبیاؤں کی اکثر - اعتراض - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ انبیا کی تمام دعا قبول بھی نہیں ہوتی - یہ کیا بات ہے جواب

یہ بات صحیح ہے چنانچہ نوح علیہ السلام کی دعا ان کے بیٹے کنعان کے حق میں قبول نہ ہوئی - اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا ان کے خادم کے حق میں جو انہی

دین بیچ کے دنیا کمائی تھی - اس کا قصہ احیاء العلوم اور قوت القلوب اور حیاۃ الحیوان میں مذکور ہے - کہ روی ان رجلا کان یخدم

موسیٰ علیہ السلام فجعل حدثنی موسیٰ نجی اللہ حدثنی موسیٰ کلیم اللہ حتی اثری وکثر مالہ ففقدہ موسیٰ وجعل

یسأل عنہ فلا یحس لہ اثرا حتی جاءہ رجل فاتیتہ وفی یدہ خنزیر وفی عنقہ حبل اسود فقال لہ موسیٰ

تعرف فلانا فقال نعم - فقال ہو الخنزیر فقال موسیٰ یا رب اسئلک ان تردہ الی حالہ حتی اسألہ بما

این صفحه از نسخه سهواً سفید مانده است

کلامی نیفتاده

وگرنہ وہ تو سب سے نزدیک ہے۔ ش۔ چنانچہ فرمایا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ یعنی ہم نزدیک ہیں اسکی طرف یعنی بندے کی طرف

اسکی شاہ رگ سے بھی۔ اور قریب و مجیب اس کے مبارک ناموں میں سے مشہور نام ہیں۔ پھر جو کوئی ان آیتوں کے معنی میں تامل نہ کرے۔ اور عقل

ایمانی سے اور نظر اعتقاد سے اللہ کے اس قرب کو اور رب و حاتیوں کر نہ کو پاوے۔ اور نہ دیکھے تو حقیقت میں عقل کا اندھا ہے مصنف نے

مثال اسکی ش ایسی کہی۔ جاننا چاہیے کہ ایک رعیتی اپنے پادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے۔ اور وہ پادشاہ اسکی عرض سننے کو متوجہ ہے

پھر وہ رعیتی کسی امیر وزیر کو کہیں دور سے کہے۔ کہ تو میری طرف سے فدوی بات حضور میں عرض کر دیجیے پس وہ اندھا ہے یا دیوانہ۔ ش ۔ع

دوست نزدیک تر از من بمن است ۔ وین عجب تر کہ من از وی دورم ۔ چہ کنم با کہ توان گفت کہ او ۔ در کنار من و من مہجورم ۔ ومن العجائب

والعجائب جمۃ ۔ قرب الحبیب وما الیہ وصول ۔ کالعیس فی البیداء یقتلہا الظما والماء فوق ظہورہا محمول ۔ یعنی

عجب باتوں میں کی بات یہ ہے اور عجائب بہتیرے ہیں نزدیک رہنا دوست کا اور نہیں۔ اسکی طرف پہنچ سکنا جیسا کہ اونٹ جنگل میں پیاسے مارڈالتی ہے ان کو پیاس

اور حال یہ ہے کہ پانی ان کے پیٹوں پر لدا ہے۔ اس واسطے رسول کریم نے ہم کو عقل دادرس کہا ہے۔ اور پھر فرمایا سکو ہر مراد اللہ ہی سے مانگئے اور مشکل میں

اسکی مدد چاہیے۔ ش۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ہم کو سکھایا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اور آگے حدیث میں آیا ہے کہ اذا

استعنت فاستعن باللہ ۔ اور یہ نستعین ہی مشہور ہے اور یقین سمجھ ہے کہ قسم تقدیر ہرگز نہیں پھرتا۔ اور لکھا ہرگز نہیں مٹتا

ثُمَّ جَاءَكُمْ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِصْرِيْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔ یعنی یاد کیجیو جب اللہ تعالیٰ نے عہد نبیوں کا اس کا بیان کر جس سبب سے کتاب کی

قسم سے اور ایمانی عقل کی قسم سے نبات کی ہے پھر جب آئیگا تمہارے پاس رسول سچ ٹھیرانا ہوا اسکو جو تمہارے ساتھ ہے۔ تو مقرر ایمان لائیو تم

اس پر اور البتہ یاری کرو تم اس کی۔ تب سمجھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ کہ تم نے اقرار کیا۔ اور لیا اس بات پر میرا عہد۔ کہنے لگے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا پھر شاہد ہو

اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہدوں میں کا ہوں۔ اور ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمودے موافق اپنے کرنے والے کو رحمت یاد کریگا تم

کوئی سفارش کرے یا نہ کرے۔ اور اسی طرح کہ وہ سب خبر سے پاک ہے۔ مگر بندے سے مانگو اور بادشاہوں کا سا دربار نہیں کیا تھا۔ کہ بعضی وکیل بنیں ہم تک

اور امیر وزیر ہی رعیت پر حکم چلاویں۔ اور بعضے لوگ انہی کا ماننا ضرور ٹھیرے۔ بلکہ اللہ اپنے بندوں سے نہایت نزدیک ہے جس طرح فرمایا کہ وَاِذَا

سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

یعنی جب پوچھیں تجھکو میرے بندے میرے سے تو کہدیجیو۔ کہ مقرر قریب ہوں میں پہنچتا ہوں میں پکار کو پکارنے والے کے جب مجھکو پکارے

پھر چاہیے۔ کہ میری مانیں اور مجھ پر ایمان لاویں۔ شاید کہ وے راہ پاویں۔ جو دانا بندہ اپنے دل سے اسکی طرف متوجہ ہووے تو اسکو

اپنے منہ کے روبرو ہی پاوے۔ وہاں اپنی غفلت ہی حجاب ہے۔ اور کچھ پردہ نہیں جو کوئی اس سے دور ہے اپنی غفلت کے سبب دور ہے

کہ جو کوئی اپنے ان کے کام کے برآمد ہونے کے واسطے کسی بزرگ کو اللہ کی جناب میں وسیلہ لاوے۔ اور وسیلہ لانے سے اُس کام بر آوے۔ تو خدا کی جناب میں اس وسیلہ
لانے والے کو مقصود بالذات رہتا ہو۔ سو اپنا کام ہوگا یا وسیلے کا اظہار شرف و اقرار اپنے ایمان کا اس وسیلہ پر۔ یا اس وسیلہ کی پیروی کا عہد۔ پہلی
صورت میں ہم کو بحث کرنا ہے۔ باقی صورتیں سب بیشک اچھی ہیں۔ پہلی صورت میں جو کام وسیلہ لانے والے کا مقصود بالذات ہے۔ یا خدا کی خوشی کا ہو
ہوگا۔ یا وسیلے کا اظہار شرف و اقرار اپنے ایمان کا اس وسیلہ پر یا اس وسیلہ کی پیروی کا عہد مقرر! تو اس کے حاصل ہونے کے واسطے اس نے تصوروں کا
وسیلہ لانا بیشک اچھا ہے۔ پھر اگر وسیلہ لانے والے کی خوشی کا کام ہوا اور اس کے واسطے وہ مضطر اور لاعلاج ہو گیا ہو تو معذور ہے۔ اور یہ وسیلہ لانا
بے صبری اور بیقراری کا نتیجہ ہے اور مقصود بالذات اپنا کام ہی ہے۔ نہ وسیلہ اس بات کو ہم سب وجہ سے خوب نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح اگر یہ سمجھے
کہ بن وسیلہ لائے کے اپنا کام بر آنے کا ہی نہیں۔ تو یہ بات بھی اچھی نہیں۔ پھر اگر عادت کے موافق ہر کام کے برآمد کی دعا میں وسیلہ لایا کرتا ہے
تو کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ پھر جن صورتوں کا مضائقہ ہے۔ سو اول مذکور ہو چکیں۔ پھر آدم علیہ السلام نے جیسا بعض روایتوں میں ہے۔ کہ اپنے قصور کی معافی کے
واسطے آنحضرت کا وسیلہ لایا تھا۔ سو اپنے ایمان کا اقرار آنحضرت پر اور اس جناب کے شرف کا اظہار اور اپنے اتباع کا عہد تھا۔ اگر بالفرض
انہوں نے آپ کا زمانہ پایا ہوتا۔ اور ان سب سے اللہ کی رضامندی اور رحمت کرنی مقصود تھی۔ نہ اور کچھ۔ کہاں یہ ڈھب کہاں خود غرض بدعتیوں کے
معاملہ لانیکا طرز۔ کوئی کج بحث یہ نہ کہے کہ آدم پر آنحضرت کا اقرار اور انکی اتباع کا عہد کہاں فرض تھا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ آیت کی رو سے آدم علیہ السلام
پر تو کیا سب انبیا پر فرض تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ

اس بزرگ کے واسطے سے مجھ پر رحم کر۔ اس رحمت خاص میں جو اس بزرگ کو شامل ہے۔ مجھے داخل کر۔ یا حق سبحانہ تعالیٰ کے وعدہ تفضلی کو

جو اپنے درگاہ کے بیکاروں سے فرمایا ہے۔ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ دستگیران کے طفیل سے مانگتا ہے۔ چنانچہ تحوشامین ایک آیا ہے

رفعصبہ جو بعض روایتوں میں بتعلیہ لانا مذکور ہوا۔ ایسے مناسب وجہوں سے ہیں۔ نا ابن العربیوں کی وضعوں سے جنکا قبلہ ہمت اپنا ہی مطلب و مدعا ہے جسکو مطلق

قسیم ہے وے کرو مانیں مانگا کرتے ہیں۔ پھر اس بیان واقعی سے مصنف کے قول کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ جو کہا کہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے۔ کسی کی

وکالت کی حاجت نہیں۔ جو کوئی اس کو یاد رکھے وہ اس کو یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ مَنْ ذَكَرَنِي

فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُ ۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ

عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي ۔ یعنی بندہ جو گمان مجھ سے کرتا ہے۔ میں اس گمان کے ساتھ ہوں۔ اور میں ساتھ ہوں جو وہ مجھ کو یاد کرے

اور آگے کی حدیث میں آیا ہے۔ وَاحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ۔ لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ مصنف نے

توسل کی جائز صورت کو منع کیا ہے۔ نہیں بلکہ اسلئے تو آگے چلکے یا شیخ عبدالقادر کے ختم کے مقدمے میں یوں کہا ہے۔ کہ اللہ کہیدے

تو شیخ عبدالقادر کے واسطے۔ تو بجا ہے۔ انتہی۔ کیونکہ یہ جائز صورت ہے۔ مگر ایسی صورتوں کو واجب سمجھنا یا بر آمد کار کو اس پر موقوف ماننا

اور خدا کی جناب پر دنیا کے غافل اور مغرور بادشاہوں کا قیاس کرنا یاروں کی خوش فہمی اور خوش فہمی ہے۔ یہاں ایک نکتہ ہے ۱۳۵

مبتدی لوگ اکثر بزرگوں کے نذر و نیاز اور توشہ عرس وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ اور اپنے زعم میں اس کو جائز جانتے ہیں۔ ایسے مسلمان بھائیوں لوگوں
کا خیال فاسد اور عقیدہ باطل ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ جو وسیلہ ڈھونڈنے کے واسطے فرمایا ہے۔ تو یہ ہر ایک کی صفت معطی و وہاب مجیب و رزاق و
نافع کا ہے۔ لیکن کوئی واسطہ مراد بر آنے کا ہو۔ سو اس کی صفت مانع اور منتقم اور ضار کا مقابل ہو نہیں سکتا۔ جیسا بد اعتقادوں نے سمجھا ہے
اگر خدا انتقام لینے کو ہو۔ سو اسکی صفت منتقم ہے تو بندے خدا سے اس کے عوض نفع کروا سکتے ہیں۔ ایسے عقیدے ایمان میں خلل ڈالتے ہیں پھر
جو کوئی مثلاً اللہ کو کسی بزرگ کی قسم دیکر اپنے کام کے بر آمد کے واسطے یا یہ جانے کہ اپنا اٹکا ہوا کام فلانے بزرگ کا واسطہ دینے سے خدا کر دیگا۔ نہیں تو کر دینے
کا نہیں۔ یا اللہ کے فضل کی ہمت رکھے۔ اور یہ جانے کہ کسی بزرگ کا واسطہ لائے بغیر بندے کا کام نہیں بنتا۔ اس واسطے نہیں اسکو بزرگوں کا
واسطہ دے اور نہیں بزرگوں کو کہا ہے کہ خدا سے کہکر میرا کام بنا دیں۔ یہ سب گمراہی کی صورتیں ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ لیکن اگر کوئی اپنے
اٹکے ہوئے کام سے لاچار ہو کر بیقراری کرنے لگے۔ اور کبھی خدا کو کہے کہ یا اللہ فلانے کے وسیلے سے میرا کام کر دے۔ یا کسی بزرگ کے مزار پر جا کر یا
حضرت اللہ سے عرض کرو۔ کہ میرا کام کر دے۔ سو یہ صورت جائز ہے۔ صاحب گو شاید کسی کام کی بر آمد میں سب کی دعا پر موقوف نہیں اگرچہ
تمام دعائیں جو قرآن میں بندوں کو سکھلائی گئی ہیں۔ اور ساری دعائیں جو حدیثوں میں آئی ہیں۔ ایسی وسیلوں سے خالی ہیں۔ اور ایک صورت
یہ ہے۔ کہ وسیلہ لانے والے آپکو خود بنسبت دعا مانگنے کے لائق نہ جانے کہ کسی بزرگ مقبول کو اس طرح سے وسیلہ لاوے کہ میں گنہگار تو ہم کیسے

یعنی اللہ ہی کو بس ہے جو اس کو یاد رکھے وہ اسکو یاد رکھتا ہے۔ ش۔ کہ فرمایا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ اور حدیث
قدسی میں آیا ہے۔ کہ قال اللہ تعالیٰ یَا ابْنَ آدَمَ اِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِكَ ذَكَرْتُكَ فِي نَفْسِي وَذَكَرْتَنِي فِي مَلَاٍ ذَكَرْتُكَ فِي مَلَاٍ
خَيْرٍ مِنْهُمْ وَاِنْ دَنَوْتَ مِنِّي شِبْرًا دَنَوْتُ مِنْكَ ذِرَاعًا وَاِنْ دَنَوْتَ مِنِّي ذِرَاعًا اقْتَرَبْتُ مِنْكَ بَاعًا وَاِنْ اَتَيْتَنِي
تَمْشِي اَتَيْتُكَ اُهَرْوِلُ۔ حسنٌ من انس۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھکو یاد کیا اپنے جی میں یاد کرونگا
میں تجھکو آپ ہی آپ میں۔ اگر تو یاد کریگا مجھکو ایک گروہ میں یاد کرونگا تجھکو ایک اُن سے بھلے لوگوں میں۔ اگر تو نزدیک آئیگا مجھسے بالشت
بھر۔ تو نزدیک آونگا میں تجھسے ہاتھ بھر۔ اگر نزدیک تو مجھسے ہاتھ بھر تو نزدیک آونگا میں تجھسے باع بھر۔ اگر تو آئیگا میری طرف چلتا ہوا تو میں
آؤں تیری طرف دوڑتا ہوا۔ روایت کی اس کو امام احمد نے انس سے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ فراموشت نکرد ایزد دراں حال
کہ بودی نطفہ مدفون و مدہوش ۞ روانت داد و عقل و طبع و ادراک ۞ جمال و نطق و رائی و فکرت و ہوش ۞ دہ انگشت مرکب کرد در کف۔ دو بازو بر کتف
مرکب ساخت بر دوش ۞ کنوں پنداری ای ناچیز ہمت۔ کہ خواہد کردنت روزی فراموش ۞ ف قصہ مختصر! بہتیوں میں یہ مشہور ف ۱۳۲
ہوا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تقدیر کے موافق یا بے اتفاقی سے یا کسی پر ناخوش ہو کر اس کا کام نہیں کرتا۔ جب کسی بزرگ زبردست کا نام درمیان
لاتے ہیں۔ یا اس بزرگ کا دامن پکڑ لیتے۔ تو حق تعالیٰ اس بندے کا کام کر دیتا ہے۔ وہ بزرگ خواہ مخواہ اس کا کام کروا دیتے ہیں اسی [illegible]

فلانے بزرگ کے متوسل کہتے ہیں۔ اور ان کی نذر نیاز کرتے گویا ان کو رشوت دیتے اور ان پر شعر گیت گانے بنانے کرین جیسے ان کو خوش
کرتے ہیں۔ تا اپنے کام نکالیں۔ پھر بھی جو غرض لوگ بزرگوں کے متوسل نہیں۔ کیونکہ اپنے مطلب کے آشنا ہیں اگر سچ مچ ان بزرگوں کو وسیلہ ٹھہراتے
ہوتے تو ان حضرتوں کے فرمودہ پر چلتے۔ جو عین شریعت ہے۔ پھر شرک و بدعت میں کاہیکو گرفتار ہوتے۔ جو بالکل ان وسیلوں کے خلاف ہے۔ اور دین
میں وسیلوں سے مراد یہ ہے۔ کہ خدا نے جس کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے۔ اخلاص سے تہ دل سے فرمانبرداری کرنی۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اور فرمایا کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ حاصل یہ کہ رسول کی پیروی بڑا وسیلہ ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ
کے فرمان کا حاصل یہی ہے۔ تفسیر جلالین میں اس وسیلے کی تفسیر یوں لکھی ہے۔ مَا يُقَرِّبُكُمْ اِلَيْهِ مِنَ الطَّاعَةِ۔ یعنی اللہ کی طرف وسیلہ
وہ بات ہے۔ جو نزدیک پہنچاوے۔ تمکو اس کی فرمانبرداری کی قسم سے۔ اور تفسیر بیضاوی میں یوں ہے۔ کہ الوسیلۃ ای ما تتوسلون الی ثوابہ
تعالٰی والزلفٰی من اللہ تعالٰی من فعل الطاعات وترک المعاصی۔ یعنی وسیلہ وہ بات ہے۔ جسکو تم اللہ کی طرف پہنچنے کا اور اس جناب سے
نزدیک ہونیکا سبب ٹھہراتے ہو۔ فرمانبرداری کے بجالانے کی قسم سے۔ اور گناہوں کے چھوڑنے کی قسم سے۔ غرض خدا کے ہاں کا وسیلہ جو ہے سو ان
پادشاہوں کی یہاں کے وسیلوں کا سا نہیں۔ اس واسطے مصنف نے کہا بلکہ وہ شہ۔ یعنی رب العالمین ہے بڑا کریم شہ و رحیم جیسے وہاں
شہ یعنی خالق اور بندہ پیدا کے سامنے ہیں۔ وہ کسی کی وکالت کی حاجت نہیں۔ شہ چنانچہ فرمایا۔ کہ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔

ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک
رفعت الاقلام وجفت الصحف ۔ مشکوۃ کے باب التوکل میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا۔ کہ نقل کیا ابن عباس نے کہ تھا میں پیغمبر خدا کے
اکیلے سو فرمایا کہ لڑکے یاد رکھ اللہ کو۔ کہ وہ یاد رکھے تجھکو۔ یاد رکھ اللہ کو کہ پاوے تو اسکو اپنے روبرو۔ اور جب مانگے کچھ تو مانگ اللہ ہی سے اور
جب مدد چاہے۔ تو مدد چاہ اللہ ہی سے۔ اور یہ یقین سمجھ لے۔ کہ بیشک سب لوگ اگر اکٹھے ہو جاویں۔ اس پر کہ نقصان پہنچاویں۔ تجھکو نقصان
نہ پہنچا سکینگے۔ سوا اسکے کہ فائدہ پہنچاویں تجھکو۔ تو فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ مگر جتنا لکھدیا اللہ نے تیرے حق میں۔ اور جو اکٹھے ہو جاویں اس پر۔ مگر اتنا ہی کہ لکھدیا ہے
ف ۱۳۲ اللہ نے تجھ پر۔ اٹھائے قلم اور سوکھ گئے کاغذ۔ ف یعنی اللہ صاحب گو سب بادشاہوں کے بادشاہ ہے۔ پر اور بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں
کہ کوئی رعیتی بہتیرا التجا کرے۔ اس کی طرف مارے غرور کے خیال نہیں کرتے۔ اسلئے رعیتی لوگ اور امیروں کو ملتے ہیں۔ اور ان کا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں
تا کہ انکی خاطر سے التجا قبول ہووے۔ ش۔ مخفی نہ رہے۔ کہ ایسے وسیلے ڈھونڈھنے والوں کو اپنا مطلب مقصود بالغرض اس واسطے لوگ ان
الغرض کہلاتے ہیں۔ پھر جب ان کا مطلب وسیلہ سے نہ نکلے۔ تو دوسرا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔ اگر اس سے بر آمد کار نہ ہووے۔ تیسرے وسیلہ کی طلب
میں پڑتے ہیں۔ علی ہذا القیاس ان کو مطلب سے غرض ہے۔ کسی وسیلہ سے کام نہیں۔ لیکن خدا کے ہاں وسیلہ ایسا نہیں بلکہ وسیلہ بالذات
چاہئے۔ اور باقی کام مطلوب بالعرض۔ اور ایسا نہیں۔ تو وسیلہ ٹھہرانا ایک قسم کا نفاق ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ اپنے مقصد کے بر آمد کے واسطے

اگرچہ کوئی یوسف احبب یا جبرائیل یا میکائیل کرکے غرضیکہ بس پڑھتا ہوا اور ان کے آنے اور اپنے روزی کشادہ کرنیکا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور نہ یا وشاہ

وقت سے فراغت۔ ورنہ اس کے شمارے اور مدد معاش اور بگاڑ اور بیوپاری وغیرہ کا انکار ہوا۔ باقی سب باتوں کو انہیں پر قیاس کیا چاہئے۔ پھر ہم اُن

مخالفوں سے کہتے ہیں۔ کہ مصنف کی اس عبارت سے (جو یہ ہے ہر بندے کو چاہئے۔ کہ ہر دم اُسی) ہر ہر فقرہ کا خلاف کلی یا جزئی قواعد اسلامیہ سے

ثابت کرکے پہلے فقرے کے خلاف میں تو یہ۔ کہ بس ہر بندے کو چاہئے۔ کہ ہر دم ہر اللہ ہی کو نہ پکارے یا بس ہر بندے ہی کو نہ چاہئے ہر دم اللہ

ہی کو پکارے یا اللہ ہی کو نہ پکارے۔ بلکہ اس کے ساتھ غیر کو بھی ہر دم پکارا کرے۔ یا نہ اللہ ہی کو نہ پکارا کرے۔ نہ اللہ ہی کے غیر کو۔ اور دوسرے فقرہ

کے خلاف میں تو یہ۔ اور اللہ ہی سے ڈرتا نہ رہے۔ یا اللہ ہی سے نہ ڈرتا رہے۔ بلکہ اس کے ساتھ غیر اللہ سے بھی ڈرا کرے۔ یا اللہ ہی سے نہ ڈرتا

رہے۔ لیکن غیر اللہ ہی سے نہ ڈرے۔ یا نہ ہی اللہ سے ڈرا کرے۔ نہ اللہ ہی کے غیر سے۔ اور تیسرے فقرے کے مقابل میں یہ تو کہ ہمیشہ اللہ کی

التجا نہ کرتے رہے۔ بلکہ اس کے ساتھ غیر اللہ کی بھی التجا کرتا رہے۔ یا اس کی ہی التجا نہ کرے۔ یا غیر اللہ کی التجا کیا کرے۔ یا نہ اللہ کی التجا کرے نہ اللہ

کے غیر ہی کی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا۔ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ

وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ

اور دوسرے کسی معنی پر بھی ہیں۔ اور دوسرے کسی معنی پر بھی ہیں۔ تو ایسا کہنے والا بے شبہ کافر ہو جاوے۔ اور اسی طرح اگر کہے

کہ اللہ ہی کی اطاعت کیجئے۔ اور کسی مخلوق کی فرمانبرداری بالکل نہ کیجئے۔ تو بھی کفر ہوئے۔ سو گویا حضرت رسول کی اطاعت کا انکار نکلتا ہے

اسی طرح اگر کہے۔ کہ اللہ ہی موجود ہے اور کوئی مخلوق جس معنی میں موجود نہیں۔ تو البتہ خلاف شرع لازم آوے۔ اور بڑی بڑی قباحتیں

اس پر مرتب ہووین۔ اور اسی طرح اگر کوئی گمراہ یا احمق کہے۔ کہ قیامت میں کسیکو اللہ ہی مغفرت کرے تو قبول کر دیگا۔ اگر کسی کی شفاعت نبیا

تو نہ منظور ہوگا۔ ایسا کہنے والا بیشک کافر ہے۔ اور شافعوں کا منکر ہو اگرچہ ایسے اشعار کی سند بھی لاتا ہووے۔ حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

رفتن بپائی مردی ہمسایہ در بہشت " تو بھی مشرع نہیں۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ اللہ سوای کوئی خالق نہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کا انکار نہیں

نکلا۔ جنکی زبانی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ کہ وَاِذْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ۔ یعنی جب پیدا کرتا میں

تمہارے لئے بچڑے مانند صورت پرندے کے۔ اور اسی طرح کوئی کہے۔ کہ اللہ ہی شافی اور مردوں کو زندہ کرنیوالا ہے۔ تو حضرت

مسیح علیہ السلام کے معجزے کا منکر نہ ٹھہرا۔ جو اللہ تعالیٰ نے انکی زبانی فرمایا ہے۔ کہ اُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی

یعنی اور چنگا کرتا میں مان پیٹ کے اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا میں مردوں کو اور اسی طرح اگر کوئی کہے کہ اللہ ہی رزاق ہے

اسی سے روزی مانگا چاہئے۔ اور کسی سے نہیں تو اس بات میں میکائیل علیہ السلام سے جو رزقوں پر موکل ہیں۔ بے پروائی نکلے

انکی شان ہے۔ جسکے حق میں اللہ کی خوشی ہی ہو تھوڑی۔ کہ اسکو دوزخ میں نہ بھیجے۔ تو دے اور چار دیکھے دینے کو تیار ہے۔ ف

خاتمہ بحث شفاعت ؛ بعضے مشرک شعار لوگ مصنف کی اس ساری عبارت پر جو ان کے مقتداؤں کے سراسر خلاف ہے اعتراض

کیا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے کلام سے یہ نکلتا ہے۔ کہ بزرگوں کو ناچیز سمجھئے۔ ان سے تکبر اور گردن کشی رکھئے۔ تعجب نہیں کہ

کہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے جو بندے مخصوص ہیں۔ سو اسکی درگاہ میں بجا لائے۔ تو بزرگوں کو ناچیز سمجھنا اور ان سے گردن کشی کرنا تو بلکہ

اگر ایسا ہوتا تو اکثر مضمون قرآن اور حدیث کے ان کم فہموں کے اعتقاد سے بیجا ہونگے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اذا ذکر اللہ وحدہ

اشمازت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون۔ یعنی جب اللہ ہی

اکیلا مذکور ہو۔ تو رک جاتے ہیں۔ دل ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں آخرت پر۔ اور جب مذکور ہوویں اور لوگ جو اللہ سے ورے ہیں تو یکایک

وے خوشحال ہوتے ہیں۔ اے عقل و نقل کے مخالفو۔ بعض امور ایسے ہیں۔ کہ ان میں جناب اقدس الٰہی کی خصوصیت ہے نہ ہوے دوسرے

سے خاصان حق کو بھی اس میں ایک طور کی خصوصیت ہے۔ اور بعض امور میں [illegible] بندوں کو بھی۔ پھر اگر وہ ایسے امور ہیں کہ خدا

ہی سے اس امور کو خاص رکھئے۔ اس کے سوا کسی اور مخلوق سے بالکل ان کو مخصوص نہ کیجئے۔ تو خلاف دین یا عقل ہے۔ چنانچہ اگر کوئی کہے

بندہ کو جو مرحمت چاہئے وہ بھی اللہ ہی سے لیا کرے۔ تو بیشک ایسا کہنے والا کافر ہو جائے۔ اگر اسی طرح کہے اور انہی پر ایمان لا دے

حمایت اور پناہ میں نہیں لیتا۔ اور کبھی مدعیوں میں آپ ہی شریعت کے مخالف کو پناہ دینے اور سفارش کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا کہ جس

اٰوٰی مُحدِثاً فَعَلَیہِ لَعنَۃُ اللہ " الحدیث جس نے پناہ دی بدعتی بدکار کو اس پر خدا کی لعنت۔ اس بات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت اور دوسرے حضرات خدا کے

مقابل کسی کے حامی نہ بنیں گے؛ ہاں اللہ کے حکم سے کسی کی شفاعت کر سکیں گے۔ پھر شفاعت کا معنی جدا ہوا۔ اور حمایت کا معنی جدا۔ کیونکہ کوئی سفارش کرے تو کہیں گے

کہ اس نے حمایت کی۔ اسی طرح جو کوئی بھی اور حمایت کرے کسی کی تو کہلائے۔ گو کوئی نہ سمجھا یہ کہ وہ کسی کی سفارش کرتا ہے۔ ہاں کچھ نفع کی بات ضد کی وجہ سے غرض یہ بات

کسی طرح سے واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس نے مسافر مصنف کے کسی اور کے فقرے میں کسی حامی کے بھروسے پر شریعت کو خوار کرنے سے منع کر کے آیا شریعت

خدا و رسول کی راہ و رسم۔ اور رسول بھی خدا کے باغیوں کے حامی ہونے والے نہیں۔ اس واسطے حامی کے راہ و رسم کہنے سے معلوم ہوا کہ وہ حامی اور راہ و رسم

لوگوں کے تراشے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے تراشے ہوئی کی کچھ اقتدا کرنی نئی شریعت تراشنی ہے۔ وہ تو کفر اور شرک ہے۔ اسی واسطے مصنف نے کہا۔ کہ یہ بھی یہ

بڑی قباحت کی بات ہے۔ اور سارے نبی ولی اس سے بیزار ہیں۔ وے ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے۔ بلکہ خفا ہوتے ہیں۔ اور الٹے اسی کے دشمن بن

جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بزرگی تو یہی تھی کہ اللہ کی خاطر جورو بیٹے مرید شاگرد نوکر غلام یار آشنا سب کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے۔

اور جو یہ لوگ اللہ کے اختلاف ہوتے۔ تو وے بھی ان کے دشمن ہو جاتے۔ تو پھر یہ کیا دیوانے لوگ لیے کیا ہیں کہ وے سب بھولے

لوگ ان کے حامی بن کر اس کے خلاف مرضی اپنی طرف سے اس کے حضور جھگڑنے بیٹھیں گے۔ بلکہ بات تو یوں ہے کہ الحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ

کسی کو خدا کے جناب میں آنحضرت کے روبرو ہی برابر رتبہ کہاں ہے۔ اور جو اس جناب کی عرض مقبول ہوگی۔ سو دوسرے کی کہاں ہوگی اس واسطے سب کو چاہئے
کہ آنحضرت کی فرمانبرداری پوری بجا لاویں کیونکہ یہ فرمانبرداری اللہ ہی کی ہے۔ اور اسی سے شفاعت آنحضرت کی امید ہو سکتی ہے۔ نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر
بھروسا کیجے۔ اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکار دیجے۔ اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جائیے۔ اور اس کے احکام یعنی شرع کو بے قید کر دیجے
اور اس حمایتی ٹھہرائے ہوئے کی راہ و رسم کو مقدم سمجھئے۔ ف۔ حمایتی کے گھمنڈ پر اصل مالک کو بھولنا اور اسکی شریعت کو بے قید کر دینا اور اس کے رسول کی
پیروی کو حیلوں حوالوں پر ٹال دینا۔ اور سچے نائبان رسول کے فرمودے کو نہ ماننا اور کسی کو اپنے خیال سے حمایتی ٹھہرا کے جھوٹے قصے کہانیاں اس حمایتی
پر باندھ کے اسی کو اسی کی راہ و رسم ٹھہرا کے اپنا طریقہ مقرر کرنا بڑی گمراہی ہے۔ جیسے مداری اور جلالی وغیرہ پیر پرستوں نے نکالا ہے کہ ہم کچھ
۱۲ پیر کے مریدوں نے اس ہی کر رکھا ہے۔ ف۔ یعنی یہاں بعضے بدعتی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ہم تو حضرت کو اپنا حمایتی ٹھہراتے ہیں۔ پھر انکو حمایتی بنا کر اپنا
اور انکی راہ و رسم پر چلنا بدعت کی بات کہاں ہے۔ جواب۔ پہلے حمایت کے معنی سمجھ لو۔ حمایت کسی چیز یا کسی شخص کو نیچے سے بچا رکھنے کو کہتے ہیں۔
اور ہندوستانی محاورہ میں کسی کے پیچھا کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ اپنے اختیار اور زور اور تدبیر سے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے۔ کہ حمایتی کی گدھی عراقی کو لات ماری۔ غرض
شفاعت سے کہ شافع مشفوع کو مشفوع منہ کے رحم و کرم پر سونپتا ہے۔ کہ وہی اس کے بچاؤ کے اسباب مہیا کرے۔ ایسے سونپنے ہی کو
سفارش کہتے ہیں۔ یہاں مصنف نے اسی لگاؤ معنی سے حمایت کا لفظ بولا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جناب سرور عالم کے مقابل کسی کو یہ نہ کر سکنا۔ گنہگار آپ
ہی پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ حاصل یہ کہ اللہ جس کو چاہے۔ اسکو بچا لیتا ہے۔ پر اس کے گرفتار کو کوئی نہیں

میں نے بے سبب ہی آ کے۔ تو فرمانے لگا آپ جو بدی کرو گے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ میں تمکو بچانے والا ہوں۔ معاذ اللہ یہ سب دعوت کے برخلاف

اور نبوت کے بر ضد ہے اللہ پناہ دے۔ اگر شفیع المذنبین کی مقصد تم سمجھتے ہو۔ تو بیان کرو۔ اگر نہیں سمجھتے۔ تو گنہگاروں کی شفاعت کے معنی کو سمجھنے والوں

پر عرض پڑھو۔ مگر اتنا سمجھا کرو۔ کہ جس گنہگار کو گناہ کفر کے سرحد تک نہ پہنچاوے۔ سو اس گنہگار کی شفاعت خدا کے حکم سے ہو سکتی ہے۔ یا عذر نیک

سے چھوٹ سکتا ہے۔ یا خود بخود آپ بخشدیتا ہے۔ بلکہ شفیع المذنبین کا مقصود واللہ اعلم یہ ہے۔ کہ جب کسی سے بڑا گناہ ہو۔ تو وہ اللہ سے شرمندہ

ہو کر اور ڈر کر نہ عذر خواہی کا منہ رکھتا نہ گناہ بخشانے کا۔ آپ بے امید ہو کر نکلا سا بنکر مبادا یہ خیال کرے۔ کہ میرا ایسا بڑا گناہ ہے۔ کہ عذر خواہی اور بخشائی

سے باہر ہو چکا۔ اب یوں ہی گناہ کرتا ہوا مر جاؤں۔ معاذ اللہ جیسا اشراف قبیلے کی عورت سے کہیں بدکاری ہو جاوے۔ اور قبیلے سے بے امید ہو کر لچے

فسق میں چلی جاتی ہے۔ کہیں بڑا گنہگار بھی ہے۔ اور ایسا ہو جاوے۔ کیونکہ اس میں کفر کا ڈر ہے۔ ایمان ڈر اور امید کے درمیان ہے۔ اس واسطے حضرت نے گنہگار

امید کے تین راستے بتائے ہیں۔ ایک پہلا اور دوسرا شفاعت۔ تیسرا اللہ کی بے سبب بخشائش۔ پہلے مومن کے حق میں اس کے سوائی آدمی کا قاعدہ

ہے کہ جو کسی بری جگہ میں لوگوں کا عذر خواہ اور اسکے حق میں کلمة الخیر کہنے والا ہووے۔ تو سب اسکی طرف رجوع لاتے ہیں اور اسی کا کہا مانتے ہیں

اور اس کے قاعدے اور قانون پر رہتے ہیں۔ اس واسطے آنحضرت وحی سے قیامت میں اپنے ہونے ہاری شفاعت کی حقیقت اس گنہگار امت کو سمجھا کر

اپنی فرمانبرداری اور شریعت پر چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ دیکھو کہ جب لوگ کسی پیر فقیر سے بچاؤ کے امیدوار رہتے ہیں۔ تو اسکی پابندی کرتے ہیں اسکے کہے

نسل منع حق پکا اور جامع ہوتا ہے - اور اسی کے حکم سے شافع مشفوع لہ کی شفاعت کرتا ہے نہ مشفوع لہ کے حکم سے نہ اپنے تمنا سے نہ اسکی خوشی

اُن کے نہ سفارش ماننے سے اور یہ بھی جاننا چاہیئے - کہ مومن کی نجات آخرت تین چار طرح سے ہونی امید ہے ایک تو نیک اعمال کی جزا سے دوسرے فضل رحمت الٰہی

سے تیسرے شفاعت سے چوتھے بدعملوں کی سزا کے بعد پھر ان میں سے کسی کو شفاعت کو اپنی تخلیف پانکا یعنی سبب خیال کر لینا محض نادانی کی زبردستی ہے

جب یہ چاروں صورتیں ہی ممکن ہیں - ان میں سے ایک ہی کو واجب جاننا بے سمجھی کی دلیل ہے - بلکہ ایمان کے فضل کا سبب گو کہ ایمان اور ڈر کے بیچ میں ہے

اس واسطے اپنی نجات کے سب لوگو الله سے ہی سونپ دینا اور رسول الله کے حکم کے موافق توحید اور اتباع سنت کی موافق الله کی مرضی کو حاصل کرنا ضرور ہے وہ

بھروسا کرنے والوں کے کاموں کو بخوبی بنا دیتا ہے - چنانچہ فرمایا - کہ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ - اور یہ بھی جاننا چاہیئے - کہ مصنف نے جو کہا کہ

یہ حاجت بھی اس کے اختیار پر شاید ٹھیرانے کا حکم ہووے - تو اوروں کو شافع ٹھیرا دیگا - حضرت کو نہیں - جب اب نہیں ہے تو مصنف کے کلام پر قرائن

گو کہ نہیں ہو سکتا - فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ - اور بھی ایک کام کی بات یاد رکھنا چاہیئے - کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا ہے کہ میں گنہگاروں کا

شفیع ہوں - اس بات سے آپ کا مقصود بتلانا مقصود تھا - کیا یہ کہ میں بدکاروں کا جنبہ دار رہوں - یا یہ کہ جو کوئی خدا کا خلاف کرے - آپ کا مقصود کرنا

مقصود ہے - میں خدا کے مقابل اس کا حامی ہوں - یا یہ کہ میرے سکھائے ہوئے ادبوں کو اور قاعدوں کو چھوڑ کے شتر بے مہار بن کر جو چاہو کرو سو کرو

میں تمکو چھڑا لونگا - یا یہ کہ ہر چند خدا کی مرضی تمہارے برخلاف ہو - میں تم کو اس کے ہاتھ سے چھڑا دونگا - یہ کہ اعلی ڈرا ڈرا کے لوگوں کو اپنے بس

اس اعتراض سے تو جھتے ہیں کہ جب کلام اللہ پر چھوڑ دیا سو کل کی آتی ہے اور حدیثوں پر نظر کرتے فرض اور جزو ایمان ٹھیرا ہے۔ یا نہیں اگر ٹھیرا ہے تو گنہگار نہیں تو
بے ایمان ٹھیرا۔ اتنا ہے کہ اعتراض وغیرہ نہیں ہے۔ اس سبب سے خواہش کر خواہش نہیں۔ اگر گنہگار ہاں تو ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت میں کیا مفسدہ لازم آیا کہ کتاب کے
واسطے شفیع ٹھیرانا خدا کے اختیار سے باہر ہی ہے۔ عقیدہ میں جو کہتا تھا کہ انبیا اور فرشتے اور صدیق اور شہید اور عالم اور پرہیزگار اور
نیک اعمال اور قرآن اور کعبہ اور روزے بھی شفاعت کرینگے۔ سو باطل ہی کہا۔ اس سبب سے شفیع ہوئے۔ سید المرسلین کی شفاعت کبری کا درجہ
ثابت نہیں رہتا۔ اگر ثابت نہ رہتا تھا۔ تو ہم جب جانتے کہ منکر سب عقائد والے ٹھیرے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ پھر اگر کوئی کسی کو کہے کہ فلانے
کو ٹھیرانے کے واسطے خداوند تعالیٰ اسکو شفیع کرتا ہے۔ سو وہی جو شفیع کیا وہ جانتا ہے۔ کوئی نبی کو نہیں شفیع ٹھیرا دے۔ یا کسی فرشتے کو یا کسی صدیق
یا شہید یا عالم پرہیزگار یا نیک عمل یا قرآن یا کعبہ یا روزے کو شفیع کو اپنا کہنے والا سید المرسلین کی شفاعت کبری کے درجہ کا منکر ہوا۔ ہرگز نہیں اور یہی
جانتے ہیں کہ اللہ نے جس شخص کو شفاعت کا درجہ بخشا ہے۔ تو وہ جب نہیں۔ اور یہی جانتے کہ اللہ نے جس شخص کو شفاعت کا درجہ بخشا ہے تو وہ جب
نہیں سکتا کہ ایک کی شفاعت بھی کرے۔ ہر شخص کا درجہ یقین۔ لیکن مستوجب کو کہاں یقین ہے۔ کہ اپنی شفاعت اس شخص پر واجب ہے
پھر اپنے خیال خام سے اپنی شفاعت کے کو شخص پر لازم ٹھیرانا بالکل نادانی ہے۔ لیکن اپنی ہر طرح کی باطنی سبوں کو اسی پر سونپنا اور ایسے ہی شفاعت کی
امید رکھنی فرض اور عین ایمان ہے۔ سو مسلمان کو لازم ہے۔ کہ ایسے فرض کو نہ چھوڑے۔ اور یہی جانا ہیں نہ ہر مرے اسکا سوای کسی کے مقرر کر لینے سے

بإخراجهم من النار بشفاعة نبينا صلى الله عليه وآله وسلم وسائر الأنبياء والملائكة وإخوانهم من المؤمنين ۔

چوتھی شفاعت کا ذکر ان گنہگاروں کے حق میں جو داخل ہو چکے ہوں گے دوزخ میں۔ سو متعدد صحیح حدیثیں ان کے نکالے جانے میں دوزخ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے سب اور تمام انبیاء اور ملائک کی شفاعت سے بھی اور ان کے مومن بھائیوں کی شفاعت سے بھی۔ انتہیٰ اس باب میں اور بھی حدیثیں آئی ہیں۔ پھر اس بحث سے ہمارا کہنا ثابت نہیں۔ تم نے جو کہا۔ کہ اوروں کی شفاعت مظنون ہے۔ تو اس سے اگر مراد یہ ہے۔ کہ مظنون بعض سے ہو وہ غلط کیونکہ اور صاحبوں کی متعلق شفاعت حدیثوں میں منصوص ہے۔ چنانچہ کئی حدیثیں اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ یہ ایسی مثال ایسی ہے۔ جیسا ایک شخص بے ہدایتی کے کاموں میں مشغول رہے۔ اور یہ کہے کہ مجھے کیا پروا۔ مجھے حضرت علی کی محبت بخشوا لے گی۔ جب اسکو یہ کہا جائے کہ یہ بات [illegible] ناشایستہ [illegible] تو وہ جواب دے کہ جاؤ جی مجھے حضرت علی بخشوا لیں گے۔ تب وہ اسکو کہنے لگے۔ کہ بھائی اس مطلب کو الگ رکھو۔ اس کی بات یہ ہے۔ کہ جسکو چاہے [illegible] کرے۔ ایسی [illegible] کی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ خیر ان باتوں سے اگر کوئی رافضی حضرت علی کا انکار سمجھے۔ تو اس سنی کا کیا نقصان ہے۔ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر۔ اس کے سوائے معترض کے قول سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک سوائے کوئی شفیع معین نہیں ہوا۔ پھر اگر ایک ایک افراد کی بہ نسبت تمام افراد کا شفیع متعین نہیں ہوا ہے۔ اسی طرح ہر ایک کے واسطے۔ بس ہر فرد کا یہی حال ہے۔ پھر ایسی کیا تعیین ہر افراد عالم کا شفیع معین نہیں ہوا۔ پھر خدا جسکو چاہے ہمارا شفیع معین کر دے۔ تو یہ بات صادق آئی ہے۔ اور معترض ہی کے قول سے اس کا اعتراض [illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس قسم کی شفاعت میں وہ کوئی کہ اللہ چاہے - اور نووی کو اس باب میں تردد ہے کیا سبب کی تردد کا
سبب یہ ہے کہ نہ اس بات کی تصریح آئی نہ نفی اور کہا - یہ شفاعت ہے - گذر جانے پل صراط پر رکھنے کے بعد اور لازم آتی ہے - اس سے نجات آتش سے
چوتھی شفاعت نکالنے میں اسکے جو دوزخ میں داخل ہو چکے ہیں - جس حال میں کہ اُنکے دل میں ذرہ بھر ایمان رہا ہے اور اس قسم کی شفاعت خاص نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے - پانچویں شفاعت نکالنے میں اسکے جو آتش میں ڈالا گیا ہو موحدین میں سے سوائی ان لوگوں کے جو چوتھی قسم میں مذکور ہوئے
اور شریک ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قسم کی شفاعت میں انبیا اور ملائکہ اور مومنین اور امام لقانی بھی ہدایت المرید شرح جوہرۃ التوحید
میں ایسا ہی لکھا ہے - دیکھ لو - اور امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے - کہ الثالثۃ الشفاعۃ لقوم استوجبوا النار فیشفع فیہم نبینا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومن یشاء اللہ - الرابعۃ فیمن دخل النار من المذنبین فقد جاءت ہذہ الاحادیث باخراجہم
من النار بشفاعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والملائکۃ واخوانہم من المؤمنین - یعنی تیسری قسم کی شفاعت اس قوم کے
ہے - جو دوزخ کے لائق ہوں - پس شفاعت کرنے کے انکی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ کوئی کہ چاہے اللہ تعالی ؛ چوتھی شفاعت اسکے حق میں جو دوزخ
میں داخل ہوا ہو گنہگاروں سے پس مقرر آئی ہیں حدیثیں نکالنے میں - ان لوگوں کے دوزخ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اور ان کے مومن بھائیوں
کی شفاعت سے " اور امام سبکی نے شفاء السقام میں لکھا ہے - کہ الشفاعۃ الرابعۃ فیمن دخل النار من المذنبین فقد جاءت الاحادیث الصحیحۃ

ثم العلماء ثم الشهداء ۔ استیر شہیدان رواہ ابن ماجہ ۔ بالجملہ ۔ کہ تخصیص شفاعت بہ بہشت گرفتن بے جہت زیادہ فضل و کرم الشان

است ونتائج اہل خیر مسلمانان ثابت است ۔ واحادیث مشہورہ دریں باب وارد آں از برائے مغفرت معاصی شاہد ۔ یا رفع درجات و انکار شفاعت

بدعت و حدیث مرقوم ہے ۔ عن عبد اللہ بن ابی الجدعاء مرفوعاً یدخل الجنۃ بشفاعۃ رجل من امتی اکثر من بنی تمیم

قلنا سواک یا رسول اللہ قال نعم سوای ۔ یعنی عبد اللہ بن ابی جدعاء نے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت

میں جائینگے ۔ میرے کسی ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم کے قبیلے سے زیادہ لوگ ہم نے پوچھا ۔ کہ یا رسول اللہ آپ کی شفاعت کے سوا تو فرمایا

ہاں میری شفاعت کے سوا ۔ انتہی ۔ اور امام شمس الدین رملی نے کتاب غایۃ البیان میں شفاعت کے اقسام میں لکھا ہے ۔ الثالثۃ فی اناس استحقوا

دخول النار فلا یدخلونھا قال القاضی وغیرہ ویشرکہ فیھا من یشاء اللہ وتردد النووی فی ذلک قال السبکی لانہ

لم یرد تصریح بذلک ولا ینفیہ قال وھی فی اجازۃ الصراط لحدیث وضعیہ ویلزم منھا النجاۃ من النار الرابعۃ فی اخراج

من ادخل النار من الموحدین وفی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان وھی مختصۃ بہ ۔ الخامسۃ فی اخراج من بقی

من الموحدین من ایمان معہ غیر ھؤلاء ویشارکہ فیھا الانبیاء والملائکۃ والنبیون ۔ یعنی تیسری قسم کی شفاعت

ان لوگوں کے حق میں ہوگی ۔ جو دوزخ میں جانے کے لائق ٹھہرے ہوویں ۔ سو دوزخ میں نہ ڈالے جاویں ۔ کہا قاضی عیاض وغیرہ نے کہ شریک

اور ہم تئیں لوگ کہنے لگا ہے۔ یہاں پیرا اس کا بیٹے کا معنی ظاہر ہے۔ چنانچہ ایسے آگے لکھا ہے۔ کہ اس کا شفیع بنا دیگا۔ اور یہاں لکھا کہ ہمارا
تشفیع کردے۔ سوا اس سے تبنے ہم مسلمان ہیں سبھوں کا کر سکے کہاں سکیں گے۔ اسکے سوائی حدیثوں میں اوروں کی شفاعت سے بھی بڑی بڑی
جماعتوں کا بخشا جانا مذکور ہے۔ چنانچہ یہاں حدیث شریف دمیری کی کتاب حیاۃ الحیوان میں اویس قرنی کے مناقب کے تحت میں لکھی ہے۔ روی احمد
فی الزہد عن الحسن البصری انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدخل الجنۃ بشفاعتہ رجل من امتی اکثر
من ربیعۃ ومضر قال الحسن وہو اویس القرنی۔ یعنی روایت کیا احمد نے زہد کی کتاب میں حسن بصری سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے داخل ہونگے جنت میں شفاعت سے ایک شخص کی امت سے میرے زیادہ ربیعہ اور مضر کی قوم سے کہا حسن بصری نے وہ مرد اویس قرنی ہے
اور یہ حدیث ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھی ہے۔ اخرج ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیدخلن الجنۃ
بشفاعۃ عثمان سبعون الفا کلہم قد استوجبوا النار الجنۃ بغیر حساب۔ یعنی روایت کی ابن عساکر نے ابن عباس سے
کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان کی شفاعت سے جنت میں بے حساب چلے جاوینگے ستر ہزار شخص جن سبھوں پر آگ
یعنی دوزخ کا عذاب واجب ہو چکا ہے۔ اور مشکوۃ کے باب صفۃ الجنۃ میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ کہ وعن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ۔ شفاعت میکنند روز قیامت سہ یعنی الانبیاء پیغمبران

الٰہی اخواہ جسکو چاہیگا۔ وہ اپنے علم سے اس کا شفیع نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہی سمجھا جاوے کہ جس اعتراض کے قابل نہیں۔ مگر شفیعوں کی شفاعت باذن اللہ
و قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ شفاعت مانگنے والے کے گڑگڑانے پر کچھ موقوف نہیں۔ پھر یہی کیا بس ہر ضعیف کتاب آتا ہے۔ کہ غرض جس طرح ہر صفات ربی اسکی
سونپا جا سکتا ہے۔ یہ صفت بھی اسکا اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔ جسکو وہ چاہے۔ ہمارا شفیع کر دے۔ پھر اس کا ایسی صورت کہ شفاعت الوہیت کے مدعا کو
جدا ہے سونپنا اور وہ جسکو چاہے اپنا وسیلہ مقرر کرے۔ اسی اختیار سے نہیں اپنے اختصید سو اس میں دخل دیا اور اپنے خیال خام کو بیچ میں نہ لانا اور احادیث
کے کہنے پر جو صرف معنی الٰہی نہ کر سکتا ہو پر اس مقام محمود کا رو رو حضرت کے شافعیت کے درجہ کا انکار کر نہیں سکتا۔ کیا تمہارے خیال تمہارا خدا میں آنحضرت
کی شافعیت کا درجہ بڑا ہے۔ کہ شفاعت چاہنے والا گنہگار ہو۔ اور کیا ہو سکتے ہی کیا مرتبہ۔ سمجھو تو حضرت جبرائیل گے۔ جیسا کہ فرمایا ہے +
حشر کی وہ شب ہے سب کہ ہم کیا عظیم۔ بخشنے کو جمیع کر رہا ہے۔ اور یہ نہیں کہا ہے۔ نہ دنیا قائم ہے نہ عقبی قائم ہے پھر اس مشکل کو موقوف ہی سے
نعوذ باللہ ایسی گفتگو سے تو شافعیت کا درجہ ثابت نہیں ہوتا۔ مگر خدا کے وعدہ سے ثابت ہوتا ہے۔ تیسری جسکو چاہے ہمارا شفیع کر دے
کہنے سے آنحضرت کی شفاعت کا انکار نہیں کیا۔ تمہاری ان لفظوں سے جو اعتراض کیا ہے سورۂ بقرہ۔ افسوس ہے کہ تم نے ہی ہندی عبارت
کے سمجھنے کا حوصلہ پیدا نہیں کیا۔ اس ورق میں کہ ہمارے کے لفظ سے جمیع مسلمان مراد ہیں۔ کیونکہ کہنا نہ ہوسکتی ہے کیونکہ ہندی
گفتگو میں ہمارے کا معنی کبھی میرا کر کے بھی ہوتا ہے۔ اور میرا اس کے کہنے کا معنی بھی ہوتا ہے اور میرا تیرا کہنے کا معنی بھی

کو تسلی ہوئی۔ اور طالبان تسلی کا خاطر ہے۔ کیونکہ حضرت کا شافع ہونا وعدے کے سبب سے متیقن ہے۔ اور دوسروں کا مظنون اور اعتبار دربار کا مسلمانوں کو

شفیع ہونے سے خاص حضرت کی ذات شریف بتائی ہے۔ نہ مفہوم عام کہ لفظ (حسب) سے معلوم ہوتا ہے **جواب** ۔ سبحان اللہ۔ مصنف کی

عبارت کو خوب ہی سمجھی۔ کیونکہ اس کے پورے کلام کو دیکھنے سے یہ بات مفہوم ہوتا ہے۔ کہ بندے کو چاہئے کہ شفاعت سے چھوٹنے کے مقصد کو بھی اللہ ہی سے سوچے

وہ اپنی مرضی مقدس کے موافق اس بندے کی تدبیر کریگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت جگہ یہ فرمایا ہے۔ کہ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ۔ اگر بندے کو یہ چاہیے

کہ اپنے خیال میں کسی کو اپنا حاجتی ٹھہرا کے اسی پر توکل کر بیٹھے۔ چنانچہ اس طرح کا توکل کرنا اکثر لوگوں میں پھیل گیا ہے۔ یہ بات کہ ان کی طول طویل اللہ نے کیسے لکھے ہیں

مضمون بہت سی جگہ میں ہے۔ تو لوگوں کی نصیحت اور عمل درست کرنے کے واسطے مصنف نے ایسی باتیں کہیں۔ لیکن انہوں نے بیان مقام محمود اور شفاعت کبریٰ

اور زیارات سے متعلق شفاعت کا بحث نہیں کیا۔ بلکہ مصنف نے بیان شفاعت جو مفہوم عام کی طرف نسبت رکھتی ہے سو اس کا بحث کر کے تمام ہو چکا۔ ان باتوں سے

آنحضرت کی شفاعت کا انکار تراشے ہو۔ سو یہ مرتبہ بالکل نہیں ملتی۔ کئی جگہ ہے۔ یہیں ہے کہ شفاعت چھوٹنے کے مقصد کو اللہ ہی سے چاہیے۔ اور دعا

سے کوئی شفیع اس کے چھڑانے کے واسطے مقرر ہونے سے آنحضرت کی شفاعت کا انکار کیونکر نکلا۔ جب شفیع مقرر کیا اللہ کی مرضی مقدس پر ہے۔ تو آنحضرت

کو ٹھہرانے کا نہیں ہوا۔ وہی کو ضرور شفیع ٹھہراویگا۔ غرض کیا۔ اگر کسی کو کسی جماعت کا شفیع ٹھہرا ہے۔ تو حضرت کی شفاعت کا درجہ موقوف ہو گا ایسے

نکلتا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں کچھ نسبت تضاد کی نہیں۔ دوسری یہ کہ مصنف نے آگے لکھا ہے کہ بس ہر بندے کو چاہیے۔ کہ ہر کام میں اللہ ہی کو پکارے

جس کو چاہے ہمارا شفیع کرے۔ ش۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَیْسَ لَهُم مِّن دُونِ اللهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ اور فرمایا کہ قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ای

لا یشفع احد الا باذنہ فکان ہو المستحق بعبادتہ اوحی لانہ ہو الشفیع فی الحقیقۃ وہو یاذن فی الشفاعۃ لمن یشاء من عبادہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کو ہے شفاعت۔ یعنی شفاعت نہ کریگا کوئی شخص مگر اللہ کے اذن سے پس اسی کی عبادت میں مشغول ہونا

بہتر ہے کیونکہ حقیقت میں اللہ ہی شفیع ہے۔ اور وہ ہی اذن دیگا جسکو چاہیگا اپنے بندوں میں سے انتہیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب شفیعوں کو ہی سوائے شخص کی

ضد کا امیدوار کیا ہے۔ چنانچہ آگے مذکور ہو چکا۔ پھر کسکو معلوم کہ کسکو کس کا شفیع ٹھہرانا ہے۔ اور بندے کے قابو میں کب ہے۔ کہ جسکو چاہے اپنا شفیع ٹھہرا لے۔ فرض کیا

ٹھہرا یا بھی تو اس کے ٹھہرانے سے وہ شفیع کب اس کا شافع ٹھہرتا۔ مگر یہ جب خدا حکم کرے۔ تب ہی اسکی شفاعت کریگا۔ اس واسطے اس دعا کو بھی خدا ہی پر چھوڑنا چاہیئے۔ یہاں

ایک مدعی کا اعتراض اور اس کا رد لکھا جاتا ہے۔ اعتراض۔ جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کرے۔ اگر مصنف یوں کہتا جسکو وہ چاہے زید کا شفیع کرے۔ تو صحیح ہو سکتا تھا

کیونکہ زید کے واسطے کوئی شفیع معین نہیں۔ اور جب ہمارا شفیع کرے۔ تو ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ہمارے کا مفہوم جمیع مسلمان ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے واسطے شفیع

مشہور ہو چکا ہے۔ اور اس عبارت سے تو اب ہی کوئی شفیع ٹھہرا کے نہیں سکتا۔ لیس حاصل ہے اس عبارت کا یہ ہوتا ہے۔ کہ جسکو وہ چاہے مسلمانوں کا شفیع کردے۔ یعنی

چاہے آدم کو۔ چاہے ابراہیم کو۔ چاہے عیسیٰ چاہے موسیٰ کو چاہے حضرت کو۔ چاہے کسی اور کو۔ تو ممکن ہے کہ سب کو چاہے حضرت کو نہ چاہے اور حضرت

کو چاہے سب کو نہ چاہے۔ اور سب کو چاہے۔ تو حضرت کا انکار نکلا۔ جب حضرت کو چاہا۔ سبکو چاہنے کا انکار نکلا۔ یا سب کو بھی اور حضرت کو چاہا کہ

بُرا لگتا ہے ۔ ہاں باغی مذہبوں کا دستور ایسا ہی ہے ۔ کہ اپنے ملک یا کہ دراب کہیں ۔ تو خوش اور وہ ملک میاں کو بچھو دینے سے ناخوش رہتے ہیں ۔ القصہ کوئی کہے کہ جس کو چاہے اس کا شفیع ٹھہرا دے ۔ تو کیا قباحت لازم آئیگی ۔ حالانکہ کئی طرح کے شفیعوں کا بیان عقائد کی بحث میں آگے ہو چکا ہے جیسے کعبہ قرآن کئی سورے ۔ اور نیک اعمال وغیرہ ۔ عجب ہے کہ بعض دین فروش طالب علم بھی بدعتی مذہبوں کے ساتھ ملکے شیطان پاک دین کی کو شفاعت کا منکر ٹھہرا کے دونو جہان سے روسیاہی کراتے ہیں ۔ اور مصنف تو شفاعت جو مشفوع لہم کی طرف نسبت رکھتی ہے ۔ سو اس کا بحث کرتا ہے چنانچہ حقائق میں کہا ہے کہ اکثر لوگ انبیا اولیا کی شفاعت پر بہت بھول رہے ہیں ۔ افسوس کہ انہوں نے اس سے شفاعت جو شافعوں کی طرف نسبت رکھتی ہے ۔ خیال کیا ۔ جب ہندی کتاب سمجھنے میں یہ حوصلہ پیدا کئے ہیں تو منطق معانی اصول فقہ کیا خاک سمجھے ہونگے ۔ مصنف نے تو صاف کہدیا کہ قرآن میں جس ولی نبی کی شفاعت کا ذکر ہے ۔ سو اس کا معنی شفاعت بالاذن ہے ۔ باوجود اس کے اسکو شفاعت کا منکر ٹھہرانا اپنی دینداری پر خاک ڈالنا ہے ۔ اور بہتان لگانے کے گناہ کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں ۔ دیباچہ میں مذکور ہو چکی ہیں ۔ اس کے سوا یہ حدیث بھی ہے ۔ کہ مَنْ اَشَادَ عَلٰی مُسْلِمٍ عَوْرَةً لِيَشِيْنَهُ بِهَا بِغَيْرِ حَقٍّ شَانَهُ اللّٰهُ بِهَا فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هب عَنْ اَبِي ذَرٍّ یعنی جو شخص مشہور کرے کسی مسلمان پر عیب کی بات اسکو کلنک لگانے کیلئے ناحق تو کلنک چڑھاوے ۔ اس کو اللہ تعالیٰ اسی بات سے دوزخ میں قیامت کے روز ۔ یہ حدیث امام جلال الدین سیوطی کی جامع صغیر میں ہے ۔ غرض کہ جس طرح ہر حاجت اپنی اس کو سونپا چاہئے ۔ اسی طرح یہ حقیقت بھی نہیں ۔ شق رحیم و کریم کے اختیار میں سونپنی

کی طرف شافعیت ہے ۔ اور اضافت کرتے مشفوع الیہم کی طرف شفاعت نوعی ہے ۔ اور اگلے قاعدوں کے موافق یہ شفاعت حق ہے
مگر ہر شخص کی شفاعت ایک جہت سے ظنی ایک جہت سے وہمی ہے ۔ کیونکہ کئی جہتیں ہر آدمی کا چھٹکارا ہو ۔ یا نہ ہو ۔ اگر ہو ۔ تو یہ چھٹکارا ہی اس حضرت سے ہو یا
شفاعت نوعی سے ہو یا شفاعت شخصی سے ہو ۔ خدا ہی جانے ۔ اور اسی کو معلوم کون شفیع ہوگا پھر ہر شخص کی شفاعت یقینی نہ ہوئی بلکہ ظنی یا وہمی ہوئی
اس واسطے شفاعت ظنی محض یا وہمی ہے ۔ مگر اس کی خاص شفاعت پانے پر کوئی نص صریح ہو ۔ تو اس وقت اسکی شفاعت یقینی ہو سکتی ہے ۔ یہاں ہر مدعی
کی شفاعت پر نص صریح کہاں اور اس شفاعت نوعی میں کسی مدعی کی شفاعت خاص شخصی داخل ہونا واجب یا لازم نہیں ۔ بلکہ اس مدعی کی شفاعت اللہ
کے اذن و حکم پر موقوف ہے ۔ اس کے بغیر اپنے سے کچھ نہیں ۔ چنانچہ مرشد الطلاب کا قول صاف دلالت کرتا ہے کہ وَاعْلَمْ اَنَّہُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لَا یَشْفَعُ لِجَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ بَلْ یَشْفَعُ لِمَنْ اَذِنَ اللّٰہُ فِیْ شَفَاعَتِہٖ ۔ یعنی جان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت نہ کرینگے ۔ اللہ کے تمام بندوں کیلئے
بلکہ شفاعت کرینگے اس کے لئے کہ جس کے لئے اللہ تعالی کہ شفاعت کا اذن دے ۔ انتہی اور اسکے ادعاء شفاعت سے اسکی شفاعت اس شفاعت نوعی
میں داخل ہونا مشکل کیونکہ اس نے اس ادعا سے اپنے کو ایک طرح کا مالک مستقل شفاعت ٹھیرایا ۔ اور دعوی مجرد سے اپنے مشفوع الیہم جانیکا معتقد بنا ۔ سبحان اللہ
دیکھو تو یہ عقیدے بیہودے آپ شفاعت اور مشفوعیت کے مالک ٹھیرنے کو مضائقہ نہیں جانتے ۔ اور اللہ کو اس بات کا مالک کہے تو خفا ہوتے ہیں
اور کہنے والے کو وہابی یا منکر اور منکر شفاعت محمدی ٹھیراتے ہیں ۔ آپ ہی آپ شفاعت کے مالک ہونا اچھا لگتا ہے اور خدا شفاعت کا مالک ہونا برا

بھروسا نہ کرے۔ ش ۔ کیونکہ فرمایا ہے کہ وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون ۔ اور فرمایا کہ من یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ اور فرمایا
کہ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ۔ مد کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے سب کسی کے اپنے فضل ہی سے قبول کریگا ۔ ش ۔ کیونکہ فرمایا ہے کہ وان یمسسک
اللّٰہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو ۔ یعنی اگر پہنچاوے تجھکو اللّٰہ کچھ سختی پھر اس کو کوئی نہ اٹھاوے سوای اسکے مد اور سب گناہ اپنی
ہی رحمت سے بخشیگا ۔ کیونکہ فرمایا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا
یعنی کہدے اے میرے بندو جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جان پر نہ آس توڑو اللّٰہ کی مہر سے بیشک اللّٰہ بخشتا ہے سب گناہ ۔ اور ایک جگہ
فرمایا ۔ کہ ومن یغفر الذنوب الا اللّٰہ ۔ اور ھو الغفور الودود ذو العرش المجید فعال لما یرید ۔ یعنی اور وہی ہے بخشنے والا محبت
کرتا مالک تخت کا بڑی شان والا ۔ کر ڈالنے جو چاہے ۔ اور جسکو چاہیگا وہ اپنے علم سے اس کا شفیع بناویگا ۔ ف ۔ اسجگہ
بعض بد عمل سیہ کار تیرہ روزگار جو شفاعت کے گھمنڈ پر بدکاری اختیار کرکے اپنا نامۂ عمل سیہ اور منہ کالا کرتے اور شفاعت کے بل پر عیش
مستیاں اڑاتے ہیں ۔ کہا کرتے ہیں ۔ کہ مصنف نے یہاں شفاعت مہدی کا انکار کیا ۔ افسوس ہے کہ وہ بیان شفاعت قطعی اور شفاعت ظنی
میں بالکل تمیز نہیں کرتے ۔ اور شفاعت قطعی اور شفاعت ظنی اور شفاعت وہمی ان بیہودوں کی سمجھ میں یکساں ہیں ۔ اسی مصنف نے بھی
کہ حضرت علیہ السلام کی شفاعت وعدۂ الہی کے بموجب اور باذن اللہ حق ہے ۔ اور جناب کی شفاعت نہ ثابت کرتے اس جناب کی طرف ف ۱۳۰

اور بھی فرمایا۔ کہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ اور بھی ادعونی استجب لکم۔ اور بھی امن یجیب المضطر اذا دعاہ الی

ڈرتا رہے۔ جس کو خدا نے ارشاد کیا ہے کہ وایای فارھبون۔ یعنی اور مجھی کو ڈرو۔ اور فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین ؛

یعنی پھر نہ ڈرو ان سے اور مجھی سے۔ اگر تم مومن ہو۔ اور ہمیشہ اسی کی التجا کرتا رہے۔ جس کو کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ کہ وانذر بہ الذین

یخافون ان یحشروا الی ربھم لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع ؛ الآیہ یعنی ڈر سنا دے۔ اس سے یعنی قرآن سے ان لوگوں کو جو ڈرتے

ہیں۔ حاضر ہونے کو اپنے پروردگار کے پاس کہ نہیں ہے ان کو اس سے ورے کوئی حامی نہ شفیع۔ الآیہ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ لا ملجأ ولا

منجا من اللہ الا الیہ۔ یعنی کوئی نہیں ٹھکانا ملجا اور پناہ کی جگہ اس سے بچنے مگر اسی کی طرف۔ مگر اور اسکو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے

جس کو کہ فرمایا ہے۔ کل لہ قانتون۔ یعنی سب اسی کے آگے ادب سے ہیں۔ اور یسئلہ من فی السموات والارض۔ اور حدیث

میں آیا ہے۔ کہ اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔ اور جہاں تک خیال دوڑاوے اپنا اللہ کے سوا کوئی کہیں بچاؤ نہیں

جس کے واسطے اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو کہہ دیا۔ کہ سب لوگوں کو سنا دیں۔ قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا

یعنی کہ دے کہ مجھکو نہ بچاویگا۔ اسکے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤنگا اسکے سوا کہیں سرک رہنے کو کہیں جگہ۔ جب یہ جناب کے حق میں بیان ہوا ہے۔ تو دوسرے کس گنتی

میں۔ اور یہی خدائے عزوجل نے فرمایا۔ کہ وھو یجیر ولا یجار علیہ۔ یعنی وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ میں اور کس گنتی میں

جس سے جو کچھ ہوا تھا۔ سوای مالک حقیقی کے اور دوانوں سے ہوا کر گیا۔ اس لیے آپ کے آپ شفاعت کریں گو یا آپ ہی ان مفسدوں کی مارپیٹ کیا کر ماندی ہا ہے

بیچاری موذیوں کو کہو تم پیر شفاعت کے گھمنڈ پر فسق و فجور شروع کر رہے ہو۔ کوئی حضرت شافع کو ناحق بدنام کرتا ہے۔ کچھ بھی سمجھ کر اس خطاب کی آنے لگی

مد نظر ہے۔ اپنے ہی ہاتھوں سے کیوں حضرت کے نوبت عقوبت میں گرفتار ہوتے ہو۔ القصہ تر ان باتوں میں کوئی تامل کرے۔ تو یقین سمجھے کہ اُعطیتُ الشفاعۃ

سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ جو قیامت میں وعدہ کے مطابق یقیناً آپ کو ملنے والا ہے۔ اس کا نام مقام محمود جس کا بیان ہم نے آگے کر دیا ہے۔ جب کہ

ملنے کی خاطر جمعی آپ کو وعدہ کے موجب حاصل تھی۔ اس لیے بھی شفاعت دی جائیگی۔ کہنے کی جگہ پر یوں فرمایا۔ کہ مجھی شفاعت دی گئی۔ علم بلاغت میں نامدگی

کہ جس کا کام ہو چکا آگے چل کر یقینی ہو تو وہاں مضارع کے صیغے کی جگہ پر ماضی کا صیغہ لایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم

مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۔ دیکھو یہاں الله تعالیٰ نے صور پھونکا جانے کے آگے ہی فرمایا کہ

صور پھونکا گیا۔ اور اس کے پھونکنے پر قبروں سے اٹھنے والوں نے کہہ دیا۔ کہ کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے جگا دیا۔ جب یہ مقدمے یقینی ہونے والے

تھے۔ اس واسطے مستقبل کی جگہ پر ماضی کو لایا کرتے ہیں۔ اور ایسے استعمال کیا۔ اسپر بھی اگر کوئی کجا بعلم نہ سمجھے تو ہم کیا کریں ۔ گر نہ بیند

بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ فہم سخن چون نکند مستمع ۔ قوت طبع از متکلم مجو ۔ پس ہر بندے کو واجب ہے کہ ہر وقت اسی کا

ڈر رکھا رہے ۔ش کس واسطے کہ حق سبحانہ نے ارشاد کیا۔ کہ وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۔ یعنی پکارو اسی کو ڈر اور لالچ اور تعجب کرنے سے اور ہمیں بھی فرمایا

اللہ کے چاہے کو شفاعت کے رد سے اور عاجزی کے رتبے تو کہاں کہ جو مانع ہو سکے - اس کا منادے اور مقابلے سے انتہی اور شفاعت کی حدیثوں میں اذن کا مذکور صاف ہے . چنانچہ ان میں کی ایک حدیث یہ ہے - کہ فَاَسْتَاْذِنُ رَبِّیْ فِیْ دَارِهٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ - یعنی پھر پروانگی مانگونگا اپنے پروردگار کی - اسکے گھر میں آنیکی یعنی اس کے خاص حضور میں آنے کی پروانگی دیجاویگی مجھے قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ - یعنی کہ سنا جاویگا مانگ دیا جاویگا - سفارش کر سفارش قبول ہوگی - اور فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا - یعنی تب باندھیگا میرے واسطے ایک حد - یہ باتیں سب جہتوں سے اذن پر دلالت رکھتی ہیں - باوجود اس کے بعض کچے طالب العلم کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے قیامت میں اللہ کے اذن سے شفاعت ہوگی سو وہ شخص شفاعت کا منکر ہے - استغفر اللہ یہ کہاں بات ہے - وہ جاہل طالب العلم اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ کا معنی سمجھا ہی نہیں - گویا یہ اگر وہ شفاعت بالفعل حاصل ہے تو عذاب قبر گنہگاروں کا اور ان کے بدعملوں کی سزا سب موقوف - اور اس باب میں جتنی آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں یہ سب کے سب بیکار اسی طرح گمراہ فرقوں کی حقیقت جو فرمایا گیا ہے - کہ کُلُّهَا فِی النَّارِ وہ بھی عبث ہوتا ہے - اگر پھر یہ کہیں کہ باوجود شفاعت کا اختیار رکھنے کے حضرت امت کی شفاعت نہیں کرتے مگر انکی سزا ہوئی بعد محشر میں آپ جب چاہینگے تب شفاعت کرینگے - اس بات میں بھی کئی خلل واقع ہوتے ہیں - ایک تو اس صفت کا خلاف جو اللہ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے - کہ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ؛ دوسرے اپنے امت کی حق تلفی کہ باوجود اختیار رکھتے ہوئے شفاعت کر کے نہیں چھڑا دیتے - تیسرے یہ کہ ان بدکاروں کی سزا پر آپ کی مرضی معلوم ہوتی ہے - قیامت کے دن تو کسی کو اختیار جزوی بھی نہیں رہیگا ۔

خود نفعی بکسی رساند۔ و حکم فرمان آمرزد مر خدا راست حکم شفاعت دہد آن را کہ خواہد در حق آنکہ خواہد انتہیٰ۔ اور جواہر التفسیر میں لکھا ہے قال اللہ تعالیٰ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ کیست آنکس۔ استفہام است بمعنی انکار یعنی نیست خیال کسی کہ در حضرت تواند کردن کسی را بر درگاہ جباری۔ رد سخن کفار قریش است کہ گفتند ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ می فرماید۔ کہ مطلوب کافران در خیر توقف خواہد۔ مانند مجلس را در قیامت زہرہ شفاعت نیست۔ مگر بدستوری او و بتان را در شفاعت بت پرستان اذن نیست بلکہ در آن روز ہر معبود باطل از عابد خود تبرا کند۔ اذ تبرأ الذین اتبعوا الآیۃ۔ و نزد اصولیان آن است۔ کہ حرف مطلق با مقیدی در باب حادثہ دارند شود مطلق کردہ۔ و عمل باید کرد مطلق را بر مقید۔ اور تفسیر خطیب شربینی میں لکھا ہے۔ کہ قال اللہ تعالیٰ من ذا الذی ای لا احد یشفع عندہ الا باذنہ لکبریاء شانہ و انہ لا احد یساویہ او یدانیہ۔ یعنی کون ہے وہ نہیں جو کوئی شفاعت کرے اللہ کے نزدیک مگر اسی کے اذن سے اسکی شان کی بزرگی کے سبب سے اور تحقیق کوئی نہیں شخص کہ اسکی برابری کرے یا اسکے قریب ہو اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ بیان لکبریاء شانہ و انہ لا احد یساویہ او یدانیہ یستقل بان یدفع ما یریدہ شفاعۃ و استکانۃ فضلا ان یعاوقہ عنادا او مناصبۃ یعنی یہ بیان ہے اسکی شان کی بزرگی کا اور یہ کہ نہیں کوئی جو اسکی برابری کرے نہ اسکے قریب ہو جو مستقل ہو اس طرح پر کہ دفع کر سکے

کہا صاحب تفسیر جامع البیان نے تفسیر میں آیہ قل للہ الشفاعۃ جمیعاً کے اللہ ہی مالک شفاعت کا ہے نہیں طاقت رکھتا ہے شفاعت کرنے
کوئی مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور نہیں نفع بخشیگی مگر اس کے حق میں کہ جس کے واسطے خدا تعالیٰ نے اذن دیا انتہی۔ اور تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ قال تعالیٰ
قُل لِلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعاً اَی لَا یَشْفَعُ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَکَانَ الْاِشْتِغَالُ بِعِبَادَتِہٖ اَوْلٰی لِاَنَّہٗ ھُوَ الشَّفِیْعُ فِی الْحَقِیْقَۃِ وَھُوَ یَاْذَنُ
فِی الشَّفَاعَۃِ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ یعنی کہا اللہ تعالیٰ نے کہ تو اے محمد اللہ ہی کی ہے شفاعت سب یعنی نہ کریگا کوئی شخص مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے پس
اسی کی عبادت میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ کیونکہ حقیقت میں اللہ ہی شفیع ہے۔ اور وہی اذن دیگا شفاعت کا جس کو چاہیگا اپنے بندوں میں سے انتہی
اور تفسیر کبیر میں اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئاً الآیہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اِنَّ فِیْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ لَا
یَمْلِکُ اَحَدٌ شَیْئاً فَلَا یَقْدِرُ اَحَدٌ عَلَی الشَّفَاعَۃِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیَکُوْنُ الشَّفِیْعُ فِی الْحَقِیْقَۃِ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ یَاْذَنُ فِیْ
تِلْکَ الشَّفَاعَۃِ فَکَانَ الْاِشْتِغَالُ بِعِبَادَتِہٖ اَوْلٰی مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِعِبَادَۃِ غَیْرِہٖ۔ یعنی قیامت کے
دن مالک نہیں ہوگا کوئی شخص کسی چیز کا سو قدرت نہ رکھیگا کوئی شفاعت کرنے پر مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے سو حقیقت میں وہی شفیع ہے
جو شفاعت کا اذن دیگا پس اسکی عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ دوسرے کی عبادت میں مشغول ہونے سے اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ
یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَیْئاً وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ روزیکہ مالک نشود ہیچ نفسی برای ہیچ نفسی چیزی را از منفعت یعنی ہیچکس نتواند کہ قوت

ان یکون حکمہ جاریا فی الکل ولا یکون لغیرہ فی شیء من الاشیاء حکم الا باذنہ وھو المراد بقولہ من ذا الذی یشفع

عندہ الا باذنہ الایہ ۔ یعنی اس سے اور یہ لازم آتا ہے کہ سب ہی میں اس کا حکم جاری ہے اور اس کے سوائی کسی کا حکم کسی چیز میں جاری نہیں

مگر اس کی پروانگی سے اور یہی مراد ہے ۔ اسکے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ فرمانے سے اور تفسیر کبیر میں جو امام فخر الدین رازی نے

کہا ہے ۔ ان الشفاعۃ الملائکۃ والانبیاء فی حق العصاۃ انما یکون باذن اللہ تعالی یعنی شفاعت کرنی فرشتوں اور

پیغمبروں کی گنہگاروں کے حق میں نہ ہوگی ۔ مگر اللہ کے حکم سے ۔ اور ابن حجر مکی کے شاگرد شیخ زین الدین بن علی المعبری نے کتاب ارشاد الطلاب

میں لکھا ہے کہ اعلم انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یشفع لجمیع عباد اللہ بل یشفع لمن اذن اللہ فی شفاعتہ یعنی

جانو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت نہ کریں گے ۔ اللہ تعالی کے تمام بندوں کے لیے بلکہ شفاعت کریں گے ۔ اسکے لیے کہ جس کے لیے شفاعت

اذن اللہ تعالی نے دیا ۔ انتہی اور فرمایا ۔ اللہ تعالی نے ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم من خشیتہ مشفقون یعنی شفاعت نہیں کریں گے

مگر اسی کے حق میں کہ اس کی مرضی میں جس کی شفاعت ہو ۔ حالانکہ فرشتے شفاعت کرنے والے اس کے ڈر سے کانپتے ہیں ہمیشہ ۔ اور فرمایا اللہ تعالی نے ولا تنفع الشفاعۃ

عندہ الا لمن اذن لہ ۔ یعنی ہرگز نفع نہیں دیگی شفاعت کسی کو اس کے ہاں مگر اس شخص میں جس کے لیے اللہ تعالی نے اذن دیا ۔ قال صاحب التفسیر

جامع البیان فی التفسیر قولہ تعالی قل للہ الشفاعۃ جمیعا الایہ ۔ ای ھو مالکھا لا یستطیع احد ان یشفع الا باذنہ

ممکن نہیں پھر شافع کی شفاعت سے کافر عذاب الٰہی سے بدون اذن قادر علی الاطلاق کے کیونکر بچ سکیگا علاوہ اس کے شفاعت کی کئی آیتیں اور مفسروں کی تفسیریں

صاف دلالت کرتی ہیں۔ کہ کوئی شافع بدون اذن الٰہی کے شفاعت کرنیکا حق ہی نہیں رکھتا اور نہ ہی کر سکیگا سو آیتیں انکی تفسیروں اور کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں

تفسیر خازن میں جو شیخ علاء الدین بغدادی سے ہی لکھا ہے۔ کہ قال تعالیٰ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ أَيْ بِأَمْرِهِ وَهٰذَا اسْتِفْهَامُ إِنْكَارٍ

وَالْمَعْنٰى لَا يَشْفَعُ عِنْدَهُ أَحَدٌ إِلَّا بِأَمْرِهِ وَإِرَادَتِهِ وَذٰلِكَ أَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ زَعَمُوْا أَنَّ الْأَصْنَامَ يَشْفَعُوْنَ لَهُمْ فَأَخْبَرَ أَنَّهُ لَا شَفَاعَةَ

لِأَحَدٍ عِنْدَهُ إِلَّا مَا اسْتَثْنَاهُ بِقَوْلِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ شَفَاعَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَشَفَاعَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ

وَشَفَاعَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ۔ یعنی کہا اللہ تعالیٰ نے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ یعنی کون ہے۔ وہ جو شفاعت کرے۔ مگر حکم سے اسکے

اور یہ استفہام انکاری ہے۔ معنی یہ کہ نہ شفاعت کریگا نزدیک اس کے کوئی شخص مگر اسکے حکم سے اور ارادے سے۔ اور یہ اس لیے مشرکوں نے کہا۔ کہ انکے

بت انکی شفاعت کرینگے۔ پس خبر دی اللہ تعالیٰ نے کہ نہیں شفاعت کسی کی نزدیک اسکے۔ مگر جسکا استثنا کرے۔ اور ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے قول سے جو الا باذنہ ہے

شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور انبیا کی اور فرشتوں کی۔ اور مومنوں کی جو ایک دوسرے کی شفاعت کرینگے۔ انتہی جب الا باذنہ میں پیغمبر صلی اللہ

علیہ وسلم اور انبیا اور فرشتے اور مومنین داخل ہو چکے۔ تو پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذن ہو چکا۔ کیا کوئی انکار کر سکیگا۔ حضرت کو حکم

ہو چکا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہ سب کو ہی حکم شفاعت ہو چکا ہو۔ حالانکہ یہ بات بالاتفاق غلط ہے۔ اور علاوہ تفسیر نیشاپوری نے بھی اسکا یہی معنی لکھا ہے یا دلیل

ظاہر میں اسکی سفارش کا نام ہے کہ اس چور کی تقصیر معاف کر دیا ہے۔ سو اس امیر نے اس چور کی سفارش خود مالک کی سامنے اسلئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے

یا آشنا اس کی حمایت اسنے اٹھائی ہے۔ بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھکر اسنے یہ بات کی ہے۔ کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھائی جو چوروں کا حامی بنکر

اسکی سفارش کرتا۔ تو آپ ہی وہ چور ہو جاتا۔ اس کو شفاعت باالاذن کہتے ہیں۔ یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوئی ہے سو اللہ کی جناب

پاک میں اس طرح کی سفارش ہو سکتی ہے۔ اور جس نبی ولی کا شفاعت کے بارہ میں قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ سو اسکے یہی معنی ہیں۔ یہ شق دلیل

یقینی ہے۔ کیونکہ اگلے قواعد میں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ شفاعت کرنے سے مراد صرف نتیجہ شفاعت کا مشفوع لہ کے واسطے حاصل کر لینا ہے سو تو بغیر

مرضی الٰہی بدون اذن امری اور تقدیری اس درگاہ کے ہونے کا ہی نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا۔ کہ شفاعت کرنی مشفوع عنہ پر زبردستی کر

نہیں۔ بلکہ کلمۃ الخیر کہنا ہے۔ مشفوع لہ کے واسطے مشفوع عنہ کے جناب میں سو جہاں زبردستی نہیں تو صاف معلوم ہو چکا۔ کہ بدون مرضی اللہ

اذن مشفوع عنہ کے نتیجہ شفاعت کا حاصل ہو نہیں سکتا نہیں۔ اور یہ بھی مقرر ہو چکا۔ کہ شفاعت فرع ہے۔ اور غفوری کی صفت اصل۔ لیکن صفات

منتقمی کی صفت کی مقابل ہونے والی نہیں۔ پھر بدون اذن کس طرح آپ سمجھ سکتا نہیں۔ آیت مالک یوم الدین کی اور والامر یومئذ للہ

۱۲۹ کی صریح دلیل ہیں۔ اس واسطے شفاعت باالاذن اور شفاعت کا خیال کرنا باطل ہے یقیناً۔ اس کے سوا اہل سنت والجماعت کے عقیدے میں ثابت

ہو چکا۔ کہ کوئی مؤثر اپنی تاثیر وقبول کرنے والی چیز میں بھی بدون باذن اللہ تعالیٰ کے اثر کر سکتا ہی نہیں۔ جب مؤثر کا اثر غیر اللہ میں بدون باذن اللہ نہ

تقریر یوں شبہ یہ کہ کوئی گناہ موجب یا مستلزم غفلت و علت فاعلی و علت غائی شفاعت نہیں ہے۔ پس تیرے گناہ ہی سبب یا مستلزم علت فاعلی و علت غائی
نہیں۔ سو اللہ ہی کے اذن امری و تقدیری سے ہونگے۔ نہ غیر کے اذن سے۔ پس نہ ہر ایک کے شافعیت کا حکم خدا ہی کی طرف سے ہوا چاہیے۔ نہ اس مذنب کی
جانب سے۔ پس تجھ مذنب کا حکم کرنا آنحضرت کی شفاعت سے اپنے باب میں باطل ہے۔ یہاں ایک کلام کی بات جانا چاہیے۔ کہ آنحضرت کو شفیع المذنبین
کہنا صحیح ہے۔ اور شفیع الفاسقین کہنا غلط۔ بلکہ بدتر گناہ یا کفر۔ کیونکہ شفیع المذنبین کہنا مدح ہے۔ اور شفیع الفاسقین کہنا گناہ ہے۔ اس لیے کہ احمق جاہل شفیع
الفاسقین کہے سمجھ کر نافرمانبرداری ہر بدی ہیں۔ سو بدعت میں مشہد ہیں۔ بد اعتقادی کی جہت سے بھی۔ بدعملی کی جہت سے بھی۔ فرق مذنب اور فاسق میں
یہ ہے کہ مذنب امر امتثالی یا اجتنابی کے حذف کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یعنی گناہ۔ اور مراد یہی ہے کہ اور جانبین کو سستی پر ہٹے علماء نے کہا ہے کہ امر امتثالی
و اجتنابی کے حذف کرنے کو مطلق گناہ ہے۔ اور ایسے امر و نہی توڑنا یا قصد کرنا گناہ نہیں ہے۔ العیاذ باللہ اسباب کو طحطاوی نے در مختار کے حاشیہ میں
لکھا ہے۔ قصہ مختصر۔ ایمان والے گنہگار کی مثال ایسی ہے۔ باقی تمثیل یہ کہ جیسے بادشاہ کی آئین کو سنا اور اس کی نافرمانی پر نگاہ کر اپنے تئیں تعزیروار سمجھتا ہے اور لائق
سزا کے جانتا اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں کچھ بات نہیں چھپاتا اور بعد میں اس کا منہ دیکھ
رہا ہے۔ کہ دیکھیے کہ میرے حق میں کیا حکم فرما دے۔ سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے۔ مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے اس سبب سے گناہ بخش نہیں دیتا
کہ کہیں لوگوں کے دل میں آئین کی قدر گھٹ جائے۔ سو ایسے کسی امیر وزیر کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے۔ اور وہ بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے

کو پہنچے ۔ سو مغفرت اور شفاعت کے قابل نہیں ۔ تو یہ بات اگر مسلمانوں کو جو فاسق الٰہی کے توڑنے کا شوق رکھتے ہیں ۔ بُری لگتی تھی

کہ مسلمان رہنا برا نہیں لگتا ۔ ایسا کافر گناہ کی مذمت سے جو لوگ بگڑتے ہیں سو ہنسی کا ہے کہ مسلمان کیوں نہیں بن جاتے کہ یہ جھگڑا

ہی چھوٹ جاوے ۔ اور دنیا اور آخرت بھی بہتر ہووے ۔ بعضے کج فہم منطقی کہا کرتے ہیں ۔ کہ جب آنحضرت شفیع المذنبین ہیں تو ہر مذہب کے تابع

ہوئے ہم مذنب ہیں ۔ پس حضرت ہمارے شافع ہیں ۔ اسمیں شبہ کی راہ نہیں ۔ جواب اس کا یہ ہے ۔ کہ آنحضرت شفیع المذنبین ہیں تو باذن اللہ ہیں ۔ تم نے اس

قید کو یہاں چھوڑ دیا ۔ دوسرے یہ کہ مذنبین کی شفاعت حضرت کے وزنمارت سے نہیں گنہگاروں سے ہی ۔ اگر آنحضرت کے ذریعات ہوتی ۔ تو آپ کی امت کے

دنیا میں حد اور تعزیر ہی نہ ہوتی ۔ اور اسی طرح قبر کا ضغطہ اور گنہگاروں کا عذاب عالم برزخ میں اور حشر کے مواقف میں واقع نہ ہوتا

ثالثاً یہ کہ گناہ مستلزم یا موجب لیاقت قابلی شفاعت کا نہیں ۔ عموماً نہ شفاعت محمدی کا خصوصاً ۔ کیونکہ صغریٰ میں اور کبریٰ کے قولاً

میں آیا ہے ۔ کہ سنتوں کو ترک کرنا شفاعت سے بے نصیب ہونے کا سبب ہوتا ہے ۔ اور آنحضرت نے نیک کام پر شفاعت کا وعدہ کیا ہے

ہیں ۔ اور کئی بدکام کرنے والوں کے حق میں لم تنلہ شفاعتی ارشاد ہوا ہے ۔ ان سب مقدمات کا نتیجہ یہ ہے کہ بحث منطقیوں کے مطلب کے

برعکس نکلتا ہے ۔ یعنی شفاعت مذنبین کلی ہوئی ۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ آنحضرت شفیع المذنبین ہیں باذن اللہ جیسا باب میں

اللہ کا اذن ہو اسکی شفاعت کرینگے ۔ پھر ہر مذہب کے حق میں شفاعت متیقن نہیں ۔ گو مذنب کے حق میں اسکا حکم متیقن نہیں ہے

بالمعصیۃ کفر" یعنی سمجھ جان بوجھ کر گناہ کو کفر ہے۔ اسی طرح کسی کی حمایت کے گھمنڈ پر خدا کے صریح مرضی کے خلاف کو آسان سمجھنا اور
اس کے صریح حکم کے توڑنا اور نبی کو اللہ کے ساتھ ٹھیرانا کفر سے کیا کم ہے۔ یہاں شفاعت کی گنجائش کہاں۔ پھر کون شافع ایسوں کی شفاعت
کریگا۔ جنہوں نے خدا کی شرع کو الٹی پشت کر دیا۔ اور اسکی مرضی داری کی ہرگز پرواہ نہ کیا۔ اور شافعوں کی شفاعت کے گھمنڈ پر اللہ کے مقرر قاعدوں کو
توڑنے سے نہ ڈرا۔ حقیقت میں شافعوں کو بدنام کیا۔ اور آپ روسیاہ بنا۔ اور اپنے تابعوں کو گمراہ کیا۔ اور پھر شافع لوگ ایسے لوگوں کی
شفاعت کا ہرگز کیونکر کرینگے۔ اسی واسطے مصنف نے آگے چل کے کہا ہے۔ کہ وے تو بادشاہ کے امیر ہیں۔ نہ چوروں کے ساتھی۔ پھر ان کو چوروں اور
باغیوں سے ہرگز کام نہیں۔ مگر وہ جو حدیث کہتا ہے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی حق۔ اس کا معنی ظاہر ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے قاعدے سے باہر نہیں نکلے۔ مگر ان سے کبیرہ گناہ صادر ہوئے ہیں۔ ہنوز انکی حیاء ایمانی اور اللہ کا ڈر اور
گناہ سے پشیمانی اور شرمندگی اور اللہ ہی سے التجا اور مغفرت کی امید باقی ہے۔ باوجود اس کے نفس کی شومی سے طبیعت کی خواہش سے مجبور ہو
کے اغوا سے بری عادت سے ان کے ہاتھ گناہ ہو گیا ہے۔ تب بھی بری حیاے ایمانی وغیرہ سب ان میں موجود ہیں۔ ایسے گنہگاروں کی
شفاعت یا مغفرت ہونے کی توقع امید ہے۔ مگر جو گنہگار بدعملی سے غرور بداعتقادی سے جو کفر کے سرحد کو پہنچ گئے ہیں۔ انکی مغفرت کا اور شفاعت کا
کوئی قائل نہیں۔ بس ہم نے تو حق بات کہدی۔ کسی کو میٹھی لگے یا کڑوی۔ الحق مُرّ عجب تماشا ہے کہ جب ایسے گنہگار گناہ کو کوئی سر پکڑ

دن ہونا ہی بتایا ہے۔ کہ انما التوبة علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالة ثم یتوبون من قریب۔ یعنی توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور ہے سو انکی جو برائی کرتے

ہیں نادانی سے پھر توبہ کرتے ہیں شتاب تو انکو معاف کرتا ہے اللہ۔ اور اس آیت سے بھی کہ ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر

احدہم الموت قال انی تبت الآن الآیة یعنی انکی توبہ نہیں۔ جو کرتے جاتے ہیں برے کام جب تک کہ سامنے آئی ایسے کسی کے موت کہنے لگا کہ میں نے

توبہ کی اب اور اس آیت سے بھی کہ الذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم ومن یغفر الذنوب

الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ اور بھی وے لوگ جب کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ کھلا گناہ یا برا کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو

اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر جان کر۔ غرض مصنف نے گنہ گار کو جو دی تمثیل دی

کہ کہا۔ کہ اس نے جو دی کو یعنی گناہ کو اپنا پیشہ نہیں ٹھیرایا۔ گو کہ جو کوئی گناہ کو اپنا پیشہ ٹھیرا لے۔ اگر تو بہ کرے۔ کہ اسکو حلال یا قریب حلال کے

جانتا ہے۔ نہیں تو اسکو ثواب جاننے میں تو شک نہیں ہے۔ اگر کنچنیوں کو اور قصابوں کو اور سود خوروں کو [illegible] کا مرتبہ سمجھنے والوں کو

اور ان کے دوسرے حرام کسب والوں کو اور گنہگاروں کے منہ میں کھانے والوں کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے ایسے برے پیشوں کو آپ پر حلال یا قریب حلال ٹھیرایا ہے

یہ بات تو البتہ ایمان کی منافی ہے۔ اور شفاعت کو اثر۔ اور ایسے شخص کی تائی پر اصرار کرنا کیا کم ہے۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے۔ کہ ایسے بڑا ہی گناہ کو ہلکا سمجھنا

کا نہایت برا ہے بیعت کر کہی جب ایمان کا فرق ہے۔ پھر شفاعت کا وہاں کہاں ٹھکانا۔ بہرکیف عقیدہ میں مقرر ہوا ہے کہ والاتفاق

يستنكف المسيح عن عبادته ويستكبر فسيحشرهم اليه جميعا۔ اور ان كل من في السموات والارض الا آتي الرحمن
عبداً۔ تفسير مدارك ميں اس آيت کی تفسير يوں لکھی ہے۔ ان اي ما كل من في السموات والارض الا آتي الرحمن عبدا اي
ذليلا يوم القيامة منهم عزير وعيسى يعنی کوئی نہیں آسمانوں میں اور زمین میں مگر یہ کہ آنے والا ہے رحمن کے پاس قیامت کے دن بندہ ہو کر
یعنی عاجزی کرتا ہوا قیامت کے دن انہیں میں سے عزیر اور عیسیٰ اور ہر مکرم منہ طلب جب اس کی رحمت کے سبب ہم خوشی سے جیتا دیا
ہی اس کی ہیبت سے بدن زہرہ پھٹتا ہے۔ تنبیہ۔ اسمگلیہ ایک طالب علم وہابی نے کہا کہ آنحضرت کو خدا سے ایسا ڈر نہیں۔ آہ یہ مبتدع حضرت کے خوف و
وحشت کا منکر ہے۔ مرج کے پیروں میں بیعت کرتا ہے۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ انا اعرفكم بالله واخشيكم منه یعنی میں تم سب سے زیادہ
پہچاننے والا ہوں۔ اللہ کا بڑا ڈر رکھنے والا اس سے۔ وہابی اس حدیث کا منکر ہوا۔ تو کیا عجب۔ تعریف حضرت انہ شمائل مقدس میں حضرت کا خوف و
وحشت کا اب بھی مذکور کیجئے۔ اسکے سوائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انما يخشى الله من عباده العلماء یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں عالم لوگ ہی۔ حضرت تو سب
عالموں سے بڑے عالم تھے۔ چنانچہ اگر حضور کے زمانے میں سب ایسے ہوتے دیکھا علم آپ ہی سے تعلیم پائے جیسے حبیب اللہ نے فرمایا۔ کہ عالم لوگ ہی اللہ کی ہیبت سے ڈرتا
ہے۔ تو عالموں کے عالم اس کے خوف میں ان سے زیادہ ہوئے۔ تیسری صورت یہ کہ اگر تجدید ہوئی تو ثابت ہو گئی کہ وحدت ہی حاصل ہے۔
خود ہی کو اپنے تکبر سے باہر چھوڑ دیا۔ مگر نفس کی شرارت سے مقرر ہو گیا۔ سو اکثر منہ سے اللہ تعالیٰ ڈرتا ہے۔ تنبیہ۔ تم معقولات کو گویا

ابھی گری کا سدہ باقی رہا ہے۔ کہیں ابست کی یا ورجیہ اتہامی دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ غنی عن العالمین۔ لا یجب علی اللہ شیٔ۔ اور سبحان

عما یصفون۔ فعال لما یرید۔ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن۔ یہ بیت قرآن و حدیث کے صریح مضمون سے اور عقائد کے قاعدوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی

کو اپنی مرضی کے موافق کرتا کسی کے مند پر تیرے یا ملک دیتا تا دیتا ہیں۔ اگر وہ سے دہنے دینے کی دلیل رکھو تو لاؤ۔ ھاتوا برھانکم

ان کنتم صادقین۔ سبحان ربک رب العزة عما یصفون۔ اور یہ جو کہتے ہیں۔ کہ ابھی گری کا سدہ باقی رہا۔ ہو کیونکہ نہیں سبحان اللہ۔ مصنف صاحب تو کیا

ہے۔ وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیری ہی نور دیتا۔ کسی کو حبیب بنائیں۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ ہے کسی کو خلیل کیا یعنی حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو۔ کسی کو کلیم کیا۔ یعنی حضرت موسی علیہ السلام کو۔ کسی کو روح اللہ کہا۔ یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کو دے خطاب بخشے۔ کسی کو

رسول امین و مکین روح القدس۔ روح الامین فرمایا۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام کو۔ ہر اگر یا مالک الملک ہی ہے۔ ورفعنا منہم۔ یعنی بندوں میں سے

اسجگہ پر بعضا پر بعض کہتا پھرتا ہے۔ کہ دیکھو کسی نے اپنا کو بندہ کہا۔ یہ تو توہین ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مدہ شہادت کا شرح یعنی اشہد ان

محمدا عبدہ و رسولہ پر اعتراض کرتا ہے۔ بلکہ اس آیت کو کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة اور اسی طرح ہوتوں

کو بھی حرف رکھتا ہے۔ سو کیا کہئے۔ انکس کر القرآن و فرمز ومری۔ آلست کہ جو اس کو اس بندہ ہی اور حقیقت میں ظاہر ہے کہ کوئی شخص

بندہ ہیم۔ بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا۔ اور علیحدگی کی حد سے زیادہ بڑھ نہیں سکتا۔ حق جل شانہ سبحانہ و تعالی نے فرمایا کہ یہ لوگ

نہیں پڑتی۔ اس سے چشم پوشی کر کے بندہ پرور عیب نمائی نہ کرے بلکہ حاصل یہ کہ جس بادشاہ حقیقی کو بزرگی کے سبب کسی مخلوق کو اپنا بنانا ہو

ہوا تمام خلق ویسے ہی بن جائیں۔ تو بھی اسکی بادشاہی کی رونق کچھ بڑھا نہ سکیں۔ اگر اس کے برخلاف ہو جاویں تو کچھ گھٹا نہ سکیں۔ اسی طرح پادشاہ عالم

پر کسی کا کیا چل سکتا۔ جو سبب کہ اسکی شفاعت مان لے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی پادشاہ زادوں یا بیگانوں سے یا کوئی پادشاہ کا معشوق اس مجرم کا

سفارشی بنکر کھڑا ہو جاوے۔ اور مجرم کی سزا نہ دینے دیوے۔ اور بادشاہ اسکی محبت سے لاچار ہو کر اس مجرم کی تقصیر معاف کر دے۔ اسکو شفاعت محبت

کہتے ہیں۔ یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب لاچار ہو کر اس مجرم کی تقصیر معاف کر دی۔ یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سفارش قبول کر لی۔ اور

یہ سمجھی کہ ایسا غصہ پی جانا اور ایک مجرم کو معاف کر دینا بہتر اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے پہنچیگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس

دربار میں کسی طرح ممکن نہیں۔ اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے۔ وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔ اور جاہل جیسا اول مذکور ہو چکا

ہے۔ یہ حاصل دستور رہا ہے۔ کہ کسی کی محبت میں دب جانا یا عاشق ہو جانا۔ اس لئے مصنف نے ثابت کی بابت شفاعت کے تصور کو نفی کیا

اور محبت جو بمعنی انفعالی صفت ہے۔ اگرچہ اہل کلام اس صفت کو جناب اقدس الہی کی طرف بے تاویل نسبت نہیں کرتے۔ اور انفعالی صفات سے اللہ کی

ذات مقدس کو منزہ مانتے ہیں۔ پھر بعض بے علم اسکا علم قدم کا اقرار کرتے ہیں۔ کوئی بات میں کہتا ہے اگر خدا تعالی صبر کی خاطر سے

اسکی شفاعت قبول نہ کرے۔ بلکہ بینجیے نبی مرضی کا موافق حق شفاعت قبول کرنا۔ تو وجوہ شفاعت کا ایک ہو۔ دوسرا کہتا ہے اس صفت کے قائل

شیئاً لان الکمال الذاتی لا ینقص بکونکم کذا الحدیث رواہ مسلم۔ یعنی اے میرے بندو اگر تم میں کا اول اور آخر اور آدمی اور جن تم میں کے ایک بڑے پرہیزگار مرد کے دل کے درجہ پر بن جاویں۔ مانند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تو نہ بڑھاوے گا تمہارا یہ ہو جانا میری بادشاہی کے کمال میں کچھ۔ کیونکہ یہ کمال ذاتی ہے جو بڑھاؤ کا محتاج نہیں اور بڑھاؤ کو قبول بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اسی کے کمال سے یہ پیدا ہوگا۔ جو تم میں اپنے ہی سے ایک بڑے متقی کے دل کے درجہ پر ہو جاؤ گے۔ اے میرے بندو تم میں کا اگر اول آخر اور آدمی اور پری تم میں کے ایک بڑے گنہگار مرد کے دل کے درجہ پر ہو جاؤ۔ تو گھٹانے کا نہیں ایسا ہو جانا تمہارا میری بادشاہی میں سے کچھ۔ کیونکہ کمال ذاتی وہ ہے۔ جو گھٹتا نہیں۔ تم ایسے ہو جاؤ۔ یہ الحدیث روایت کی اسکی مسلم نے انتہیٰ۔ ان دونوں فقروں میں کے پہلے فقرے میں اتقی کا لفظ آیا ہے یعنی بڑا متقی اور نہایت پرہیزگار سب آدمیوں میں سے وہی ہے۔ جو کفر سے ایمان لایا ہے۔ اور سب کفر سے ایمان والوں میں بڑا متقی وہ بندہ ہے۔ جو دیندار عالم ہو۔ اور سب دیندار عالموں میں سے بڑا متقی وہ ہے جو ولایت کبریٰ کے درجہ کو پہنچا ہو۔ اور اتقی کی معیاں صفت نفی سقفوں کا درجہ ابرہوں سوائے آپ کے دوسرے کو پہنچا ہی نہیں۔ اس واسطے محمد حیات سندی رحمہ اللہ علیہ اسکے پر علی اتقی قلب رجل منکم کی شرح میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ لکھا ہے۔ اور صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہے اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَاَعْلَمَکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا۔ یعنی بڑا متقی تم میں کا اور زیادہ جاننے والا تم میں کا اللہ کو میں ہوں۔ اب بعض کم فہم اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کا اعتراض بیجا ہے۔ اسی طرح مصنف پر جو تعریض کرتے ہیں۔ سو بے انصافی ہے۔ کیونکہ مصنف نے اتقی کی معیاں صفت والے کو ذکر کیا۔ سو آدمیوں میں سے سردار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ملکوں میں سے جبرئیل مگر تم پھر ترض کیا سننے اور بالا ہو کر صاحب نے یہ بات نہیں کی۔

مراد یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہر ایک نبی میں اپنا ظہور بتلایا ہے جن سب اسماء کا بیان ہے جو اس عالم میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ایک ایک ہو یا دو۔ دو
یا تین تین یا چار چار یا بڑھ کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ظہورات بہت سارے ہیں ان میں ایک آدم کا ظہور بڑا اعلیٰ ہے۔ پھر اللہ نے ظہورات
بے انتہا سے بے انتہا عالموں اور عالمیوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور شیخ اسی ڈھب پر کہتا ہے کہ جو لوگ پہلے اور پچھلے آدمی اور جن جبریل
اور پیغمبری ہی سے ہو جاویں۔ تو اس مالک الملک کی سلطنت میں اس کے سب کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی۔ اور جو لوگ سب مل کر شیطان اور دجال سے
ہو جاویں۔ تو اس کی کچھ رونق گھٹ نہ جاوے گی۔ اور ہر صورت سے بڑوں کا بڑا اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے۔ اور نہ کچھ سنوار سکے
ش: مصنف نے یہاں ایک حدیث صحیح کے دو فقروں کا مضمون ادا کر دیا ہے۔ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ اور مشکوٰۃ کے باب الاستغفار و
توبہ کی پہلی فصل میں ہے۔ اور امام نووی کے چہل حدیث کی آخر حدیث میں ہے۔ مصنف نے یہاں اس حدیث کو ذکر کر کے ان دونوں فقروں پر تکیہ کا نشان
لگا دیئے ہیں۔ وہ حدیث اس شرح کے ساتھ جو مولانا محمد حیات سندی محدث مدینہ سے منقول ہے۔ یَا عِبَادِی لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ
وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَا زَادَ ذٰلِکُمْ کَذَالِکَ فِیْ مُلْکِیْ
شَیْئًا لِاَنَّ الْمُلْکَ الذَّاتِیَّ الَّذِیْ لَا یَحْتَاجُ اِلَی التَّوَابِعِ وَلَا یَبْلُغُهَا بَلْ مِنْ کَمَالِہٖ یَنْشَأُ وَلَوْ کُنْتُمْ عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ مِنْکُمْ
یَا عِبَادِی لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ

اهواءهم من بعد ما جاءك من العلم انك اذاً لمن الظالمين یعنی اور اگر تو چلا انکی خواہشوں پر بعد اس کے جو تجھکو پہنچا البتہ تو بھی تبع

بے انصافوں میں - ان سب باتوں سے نہ قرآن کا جاتا رہنا - نہ نبوت کا ختم ہونا - نہ جناب کبریا کی نفی - نہ مومنوں کا ہلاک نہ کافروں کی خواہش

کی برآوری کر لینا مقصود ہے - بلکہ ایسی جگہوں میں شرطیہ کا جزا واقع ہونا لازم نہیں ہوتا - مگر کسی خبر کا امکان ذاتی یا ثبوت یا نتیجہ یا حکم کا بیان مقصود ہوا

کرتا ہے - پھر مصنف کے بیان سے صحت قدرت اور بے نہایتی خالقیت اور عظمت جل جلال خالق تعالیٰ مقصود ہے - نہ نفی خاتمیت نہ وجود مثل خاتم النبیین صلعم

یعنی کچھ صوفی بھی اس مقدمے میں غلو کرتے ہیں - سوال کا جواب ہے - کہ تحفۃ المرسلہ کی شرح میں لکھا ہے کہ فان قلت قد اتفق المحققون

من اصحاب الحقیقۃ علی ان العالم باجزائہ فکیف یصح القول بظہور الحق سبحانہ وتعالیٰ بجمیع اسمائہ فی الانبیاء والاولیاء قلت

لیس المراد بهذا القول ظہور الحق سبحانہ وتعالیٰ بمعنی ظہور الحق سبحانہ وتعالیٰ بجمیع اسمائہ مطلقاً بل المراد ان الحق تعالیٰ

وتعالیٰ ظہر فی واحد من الانبیاء والاولیاء بجمیع اسمائہ التی ظہرت فی العالم آحاد و مثنیٰ او ثلاث او رباع

او ازید - یعنی پھر اگر تو کہے - کہ مقرر کیا ہے ہم نے حقیقت والوں میں کے محقق لوگ اس بات پر - کہ تمام عالم اپنے جزوں سمیت حق تعالیٰ کے ظہور

میں کا ظہور ہے - پھر کیونکر یہ کہنا درست ہوگا - کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ظہور اپنے سب اسماء کے ساتھ انبیاء میں اور اولیاء میں ہے میں

کہونگا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ظہور اپنے سب اسماء کے ساتھ نہ ہونا یعنی ان حضرات کے ہونے میں بات ہے - سوا اس کے مراد ظہور مطلق نہیں بلکہ

تو ہر کوٹھے میں ایک ڈر سنانے والے کو بھیج دیتے۔ سو مان مت کافروں کی اور جھگڑ ان سے بڑا جھگڑا۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ کہ وَلٰکِنْ بَعَثْنَاکَ اِلٰی
اَہْلِ الْقُرٰی کُلِّھَا نَذِیْرًا لِیَعْظُمَ اَجْرُکَ۔ یعنی ولیکن بھیجا ہم نے تجھ کو سب کے سب ملکوں والوں کی طرف ڈر سنانے والا کر کے تا بڑا ہووے
اجر تیرا۔ انتہی۔ حاصل کلام یہ کہ سارے مخلوقات کو پیدا کرنے کی قدرت اللہ تعالیٰ کو ثابت رہنے پر قرآن سے سب دلیلیں ہیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
قرآن میں کئی جگہ آیا ہوگا۔ لیکن کسی مخلوق کا پیدا نہ کر سکنے پر ایک بھی دلیل قرآن و حدیث سے صریح نہیں پائی جاتی۔ مگر گمراہوں کے مارے کا کچھ علاج نہیں اپنے عقیدے
کے باقی رہنے کے واسطے خدا کی قدرت میں نقص لگانے کو مضائقہ نہیں جانتے۔ بعض لوگ اپنی بیوقوفی سے یا حسد سے کہتے ہیں کہ یہ مصنف ختم نبوت کا قائل
نہیں۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔ کہ خدا چاہے تو آنحضرت کے سے اعلیٰ پیدا کر ڈالے۔ جواب اس کا یہ کہ اگر چاہے تو یوں کر ڈالے۔ کہنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا
کہ وہ ایسا چاہ بھی کر چکا ہے۔ جیسا خدا نے فرمایا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا۔ یعنی اگر ہم
چاہیں تو لے جاویں اس کو جو بھیجی ہم نے تیری طرف پھر نہ پاتا تو اس کے لئے ہم پر کوئی ضامن۔ اور آنحضرت نے فرمایا۔ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَكَانَ
صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔ یعنی اگر جیتا ابراہیم تو ہوتا سچا نبی۔ اور لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَكَانَ عُمَرُ۔ وَلَوْلَا اللّٰهُ مَا مَلَّیْنَا اور ایک آیت میں کہا
قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ یعنی تو کہہ کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ
ہلاک کرے مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو یا رحم کرے۔ پھر کون بچاتا ہے کافروں کو دکھ کی مار سے۔ اور ایک آیت میں یوں ہے کہ وَلَئِنْ اَشْرَكْتَ

ثم في كونهما ايجاداً عن العدم او جمعاً من الاجزاء المتبددة والمقصود بيان صحة الاعادة بالقياس
على الابتداء وبشمول الامكان الذاتي المصحح للمقدورية لهما على السواء انتهى - یعنی جیسے کہ ہم نے شروع کی پہلی بار الشی
پھر لاسکیں گے اس کو یعنی پھر لاوینگے اس چیز کو جس کو ہم نے آگے پیدا رکھا - جیسا کہ ہم نے شروع میں فرمایا تھا - اس کو دونوں صورتوں میں کہ
یا تو ایجاد ہی عدم سے یا دونوں " اکٹھے کرنے ہی جدے جدے ہوگئے - سو اجزا کو مقصود اس بات سے بیان ہی مرے ہوؤں کو پھر پیدا کرنے کے
درست ہونے کا پہلے پہل پیدا کرنے کے قیاس پر اسلئے کہ امکان ذاتی جو مصحح مقدوریہ ہے - سو ان دونوں کو اس کا شمول برابر ہے - اور اس کے سمجھنے
کہ قدرت قدیم کا شامل ہونا ان دونوں کے ساتھ برابر ہے - مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا پہلے پہل پیدا ہونا اور لیکن پیچھے کے نسبت تاکے پھر پیدا
ہو سکتا دونوں ممکن ہیں - کیونکہ جو چیز ہوئی ہے - سو قدرت الہی سے ہونہار تھی - کہ ہم نے پھر موت کا ر منسوب ہو سکنے والی ہے جیسا آگے
منسوب تھی - پھر جیسا نیستی سے ہونہار ہو چکی - سو اب بھی نیستی سے ہونہار ہو سکنے والی ہے - ایسا ہونا بقدرت ہے - ان کا ہونہار ہونا
قدرت سے ہونے والی چیزوں کو پہنچا ہوا ہے - اور اللہ کی قدیم قدرت انکو پیدا کرنے کی سکت رکھتی ہے - ان دونوں باتوں کی نسبت ان دونوں طور کے پیدا ہونے
کی طرف برابر ہے - پھر ان دونوں میں کسی مخلوق کو مرتبہ ماننے کو پیدا کرنے پر اسکی قدرت ثابت ہے - نہ پیدا کرنا کسی مخلوق کے وسیلے جائز ہے اور قدرت
کی عاجزی انہیں - چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - کہ ولو شئنا لبعثنا في كل قرية نذيراً انتهى - فلا تطع الكافرين وجاهدهم به جهاداً كبيراً

ہمارے یہاں جائز نہیں اگرچہ کسی مصلحت کے واسطے ویسا بنانا موقوف کیا ہو۔ کہیں بنانے پر قابو تھا ورنہ۔ پھر ویسے قادر علی الاطلاق کو کسی کا مجبور

کیوں ٹھیراتے ہو۔ اور بندوں کا دھیان کیوں نہیں لاتے ہو۔ کسی کی سفارش وہ دیکر کیوں ماننے لگا۔ جیسا کسی نے اس قول کی باتیں خود سید المرسلین خاتم النبیین

شفیع المذنبین کے حق میں کہی ہیں ؎ ز سر کلاہ حکومت بفرق تو بنہاد۔ قضا کہ دست ہمہ عالم بحکم او مجبور + کہ این کلاہ لب بان و گوشہ بشکست

کہ معدوم کن تو بی آمرزش باشد + اگرچہ نسبت مبرین کہ در سیر وجود۔ موثر اند صفات اللہ نے مأثور + امل رسیدہ حوّامت بجمیع لب + خجل شود نرگس

گردش امل از وعدہ + تعجب است حکم تو امر قضا چنان منسوخ + کہ از ورود کلام مجید حکم زبور + پھر ویسے حاکم علی الاطلاق کی جناب کا ادب رکھنا نہایت ضرور

اور اس کی عظمت و جلال سے ڈرنا واجب۔ نہیں تو کفر کا خوف ہے۔ یہاں ادب عین ایمان ہے۔ از خدا خواہیم توفیق ادب + بے ادب محروم ماند

فضل رب + بے ادب خود را نہ تنہا نہ خود را داشت بد۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد + یعنی بے سمجھ ف ١٢٦ کہتے ہیں۔ کہ خداوند تعالی جیسا اپنا شریک پیدا کر

نہیں سکتا کہئے تو اس کا درجہ مخلوق کی جناب میں بے ادبی ہے۔ سبحان اللہ خدا کو قادر مطلق مانند مخلوق کہتے پیدا کر سکنے کے باب میں بے ادبی ٹھیری۔ اور بر پیدا کر سکتا

خدا کو مقدوریت ٹھیرانا کفر کا تو کیا ذکر۔ کہ جناب کبریائی کی بے ادبی بھی نہ ہو۔ واہ کیا پاک ایمان اور کیا ٹھیک مذہب ہے۔ کیا امام الاسلام نہیں پڑھے

کہ اس میں مذکور ہے۔ کہ او تواند کہ چنین عالم نہ بدمی آفریند و عدم انتہی اور سیپارہ اقترب سورہ انبیاء میں صاحب بیضاوی نے کَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ

اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ کی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ای نعید ما خلقناہ مبتدأ اعادۃ مثل ما بدأناہ

ہی سے بے خبر ہو جاتی ہے۔ کسی کام کے واسطے اُسکے اسباب اور سامان جمع کرنیکی کچھ حاجت نہیں۔ شق جب مصنف کو ایسے لوگوں کا عقیدہ معلوم کرنا منظور ہوا
کہ دیکھے لوگ الوہیت کے اعتقاد میں کئی طور سے قصور کرتے ہیں۔ ان قصوروں میں ایک بات یہ ہے کہ بعضے کہتے ہیں۔ کہ ما بعد عالم پر خدا کی قدرت ختم ہو گئی
اللہ تعالیٰ ان کے سے نیا نہیں کر سکتا۔ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ شاہ مدار کا سامنا ہی نہیں کر سکتا۔ بعضوں کے مذہب میں سید گیسو دراز کا سا خلق خدا سے
بن سکتا ہی نہیں۔ بعضے کچھ فقیہ کہتے ہیں۔ کہ خدائی میں چاروں اماموں کا سا کوئی موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہاں تک کہ ایک شاعر اپنی گمراہی کے رسالہ میں لکھتا
کہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ سے بھی موجود کو معدوم کرنا امکان ہی نہیں رکھتا۔ پھر ایسے ایسے عقیدوں کے بل پر کہا کرتے ہیں۔ کہ جس بات پر ولی اڑ جاوے۔ تو ہرگز خدا اس کا خلاف
نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے اوپر بڑی حکایتیں لاتے ہیں۔ ایک ان میں کی یہ کہ غوث الاعظم نے اپنے کسی مرید کی روح کو ملک الموت کے پنجہ سے چھڑانا چاہا۔ پھر آپ نے ان کے ف ۱۲۵
شیشے کو توڑ ڈالا۔ جس میں مردوں کی روحیں بند تھیں۔ تب اس دن کے مردے سب جی اٹھے۔ ملک الموت کی فریاد کچھ نہ چل سکی۔ دوسری حکایت یہ کہ
منکر نکیر نے غوث الاعظم کے کسی مرید سے پوچھا۔ کہ تیرا خدا کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ محی الدین۔ تب فرشتے اس کو مارنے لگے تھا آپ پہنچے جھڑکا منکر نکیر اور فرشتوں کی
مار پیٹ کر ان کے پر توڑ ڈالے۔ سو ایسے گرتے پڑتے حضور الہی میں پہنچے پر ان کی کچھ نہ چل سکا۔ غرض ان کے عقیدوں کو رد کرنے کے واسطے مصنف نے
خدا عزوجل سے خالق کی صفت کے بیان میں جو اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی دلیل سے اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اور یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اور اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ
اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ کی سندوں سے ثابت ہے۔ سو بیان کیا۔ کیسا ہی منتظم مخلوق ہو۔ اس کا بنانا یہ کر بانہیں خالق فعال

ہوئی تھی۔ سو وہاں وضو دی تھے۔ ایک مستشرع ایک لے شریع۔ لوگوں نے شریع کے پاس التجا کی۔ اُنہوں نے شریع کا حوالہ دیا تب لوگوں نے اُس کو گھیر لیا

اور بے ادبی آسمان کی طرف جوتیاں پھینکنے لگا۔ کہ برساتا ہے یا ماروں۔ اس کے برسات ہوئی۔ دوسری نقل یہ کہ ایک سہاگ نے فقیر نے فقط زور کی نجاست

ہاتھ میں پتھر اٹھا کے کہا۔ کہ برساتا ہے یا تیرے سہاگ پھوڑ ڈالوں یعنی اپنی چوڑیاں۔ سو یہ اُون تب تھا ابر آیا اور خوب بارش ہوا۔ نعوذ باللہ منہا۔ مسلمانو تامل کرو

کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو سید المرسلین اور محبوب رب العالمین تھے مینہ مانگنے کی نماز اور دعا اس ادب اور عاجزی اور انکسار سے کی۔ اور تعلیم فرمائی ہے۔ اور صحابہ کرام

اور اہلبیت عظام جو سب اولیاء کے سردار تھے۔ انہوں نے بھی اس ادب سے صلوٰۃ الاستسقا پڑھی۔ اگر گمراہوں کے تراشے ہوئے ڈھکوسلے کیسے کیسے بے ادبیاں

اور ڈھٹائیاں خدائے کبریا میں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اب آپ ان کے معتقد لوگ ہی روایت کرتے ہیں۔ لعنت دروغ ان کی گردن پر۔ پھر اگر خداوند حلیم مراد اُس

اور کریم ان بے ادبوں کے باوجود ان شوخ چشم بے ادبوں کی مراد بھی دے۔ تو استدراج ہے۔ ہرگز کرامت نہیں۔ کیونکہ یہی مرادیں فرعون اور نمرود کی

بر آئی ہیں۔ بلکہ حضور ابلیس لعین کی مرادیں جو اللہ نے دیں۔ سو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اور احادیث میں مشہور ہیں تو بہ کے حق میں وہ جگہ نے اللہ نے فرمایا ہے

کہ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ من آنچہ شرط الصحبت بود گفتم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

الغرض اس شہنشاہ عالی جاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے برابر پیدا کر ڈالے۔ اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر دے۔ اور ایک اور ہی عالم اس کی جگہ قائم کرے کہ اس کو محض ارادہ ہی

جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے - وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل - کہ اس نے خدائی کے معنے کچھ بھی نہیں سمجھے - اور اس مالک الملک

ن اعتراض کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس مصنف نے قرآن کا خلاف

کیا ہے - تو شفاعت وجاہت کا انکار کیا - حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ آیت مذکور ہے - کہ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اور مفسرین نے

اس کا معنی مقبول الشفاعة کر کے لکھا ہے - اور موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ آیت مذکور ہے - پھر اس آیت کے معنی یہی ہے پھر

یہاں سے شفاعت وجاہت انبیا کے واسطے ثابت ہو چکی - جواب اس شبہ کا یہ ہے - کہ وجیہ کے معنی مقبول الشفاعة لکھنے سے ثابت

نہ ہوا - کہ جناب اقدس الٰہی عیسیٰ علیہ السلام سے دبکر ان کی شفاعت قبول کرتا ہے - اگر یہ اعتقاد کیجئے تو نصاریٰ کے عقیدے سے بدتر ہوا

کیونکہ وے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں - والعیاذ باللہ - مگر عیسیٰ کو خدا کا وکیل نہیں جانتے - پھر مصنف کا ارادہ جو شفاعت وجاہت

سے یہ ہے کہ کسی سے دبکر اس کی سفارش کو قبول کر لینا اور وہ کہتا ہے کہ ایسی شفاعت خدا کے ہاں نہیں چاہیے - سو اس بات پر ان

عوام خوان کا شبہہ وارد نہ ہوا - مگر باقی رہا یہ کہ اس معنی سے شفاعت وجاہت کر کے کیوں اصطلاح کی - جواب اس کا یہ کہ لَا مُشَاحَّةَ فِی الْاِصْطِلَاحِ

یعنی اصطلاح ٹھیرانے میں کچھ مضائقہ نہیں - اگر یہ لوگ وجاہت کے یہی مفہوم کو سمجھتے - تو کبھی ایسے بے محل اعتراض نہ کرتے - اور یہ بیچارے معذور

بھی ہیں - اور ان کا کچھ قصور نہیں - کیونکہ اس مفہوم کو وہی لوگ سمجھینگے - جو دین دنیا کے دھندوں سے تعلق رکھتے ہیں - یا نسبت کہ ایک طالب علم

حضرت غنی عن العالمین کے دبکر سفارش قبول کرنے پر ایک حکایت نامعقول کی سند لائی ہے - سو یہ کسی کے ملک میں نہایت حشمت والی

مگر شفاعت اس کا سہارا۔ کیونکہ العیاذ باللہ۔ اگر حق سبحانہٗ تعالیٰ کو فقط انتقام ہی کی صفت ہوتی۔ اور غفاری کی صفت نہ ہوتی تو

شفاعت بھی نہ ہوتی۔ کہیں کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ حضرت منتقم پر شفاعت زور چل سکتی ہے۔ نہیں بلکہ وگناہ عفو میں شفاعت قبولیت کی

گنجائش رکھتی ہے۔ حاصل یہ کہ شفاعت جو ہے سو اللہ کی صفت قہاری اور منتقمی کے مقابل پڑنے والی نہیں۔ جیسا گمراہوں نے سمجھا ہے

بلکہ شفاعت غفاری کی صفت کی پرتو نہیں کی ایک پرتو ہے۔ کہ شافع کے واسطے سے مشفوع لہٗ پر پڑتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا۔ کہ وَاَنذِر

بِہِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ لَیْسَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ۔ یعنی خبردار کرے اس قرآن سے جنکو ڈر ہے

کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس ان کا کوئی نہیں۔ اس کے سوائے حمایتی۔ سفارش والا۔ اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ جیسے بادشاہ

کے ہاں کسی پر چوری ثابت ہو جاوے۔ اور جو کوئی امیر وزیر اُس کو اپنی سفارش سے بچالیوے۔ اس میں ایک تو یہ صورت ہے۔ کہ بادشاہ کا

جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے۔ اور اسکے آئین کے موافق اس کو سزا ہی پہنچتی ہے۔ مگر اس امیر سے دبکر اس کی سفارش مان لیتا ہے

اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے۔ اور بادشاہ یہ

سمجھتا ہے۔ کہ ہر ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ہر ایک جگہ چور سے درگذر کر جانا بہتر ہے۔ اس سے اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ

بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں۔ اور سلطنت کی رونق گھٹ جاوے۔ اسکو شفاعت وجاہت کہتے ہیں۔ یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے

اس کی سفارش چلی۔ سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور جو کوئی کسی نبی و ولی امام و شہید کو یا کسی پیر یا دلی کو اللہ

وتحقیق ما بہ الاستشفاعۃ والعذ مجرد اعتقاد ست بہ نبوت نبی علیہ السلام و لہٰذا تا ثیر این کتاب مشابہت واضعف والعذ ست انتہی نہ خالی تعلقاً اور افعال درود کے علاوہ باقی سب باتیں جن سے شفاعت کی امید ہوتی ہے ان چار باتوں کی فرعیں ہیں۔ **قوله** جو جتنا بڑا شفیع ہو۔ سو اللہ سے اتنا ہی بڑا ڈرنے والا اور اس کے غضب کے سبب سے اتنا ہی دور بھاگنے والا ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ آیا ہے اور حدیث میں اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشٰکُمْ مِنْہُ وارد ہے۔ تیسرا اور یہ بھی مشہور ہے۔ سے کہ نہ ہو نیکیاں امیش لو دیرانی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ اور قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ اور وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ حاصل ان آیات شریفہ کا یہ ہے۔ کہ ہر بندے کو چاہئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کرے۔ کیونکہ وہ حقیقت میں اللہ کی ہی فرمانبرداری ہے پھر جو کوئی آپ کے حکم کا برعکس کرے۔ اور اصل مسلمانوں کی راہ یعنی صحابہ کا طریقہ چھوڑ کر اور راستہ پکڑے تو خدا اس کو اسی راستے کا گرفتار کرے۔ اور منزل بری کو پہنچا دے۔ جو جہنم ہے۔ پر اب کے کچھ مسلمانوں میں عجب الٹی رسم نظر آتی ہے۔ کہ آپ تو حضرت کے احکام کا برخلاف کئے چلے جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی فرمانبرداری کے راستے پھیر لیتے ہیں۔ باوجود اس کے حضرت پر اپنی شفاعت لازم ٹھیراتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ سعی محمد کیسے اِستشفاعت گراست۔ کہ بر جادہ شرع آں سرور ست۔ **قوله** شفاعت مغفرت کا شعبہ ہے۔ یعنی اللہ کی خوشی کی صفت جز ہے

یعنی بےپروا اللہ سے ڈرو اور حکم کے موافق عمل کرو اس سے ضرور شفاعت ہوگی ۱۲

یعنی پیروی سنت کی ظاہر و باطن کے موافق عمل کرو اور بدعت سے بچو

سو یہ حکم کا ہے ۱۲

خدا نے شفیع کے شفیع ہیں۔ کہنا دون نفس علی کے محض بہتان باندھنا ہے۔ خدا اور رسول پر اور اس گپ پر "قطعاً شفاعت کی
امید پر نیک کام سے ہاتھ اٹھا بیٹھنا احمق جاہلی کاہلی بے نصیبی کی دلیل ہے۔ اور اس پر عمل کرنا شافع کو بدنام کرنا ہے۔ بلکہ شافع کی
جناب سے مردود ہونیکا باعث ہے۔ اور شفاعت کے بھروسے پر اپنے گناہوں کو ہلکے جاننا کفر اور اس گھمنڈ پر خدا سے بیڈر ہونا کفر ہے
فائدہ۔ خداوند تعالیٰ نے شفاعت محمدیہ پانے کے اسباب یہ بتائے ہیں۔ اوّل توحید شرعی بموجب اس حدیث کے کہ اَسْعَدُ النَّاسِ
بِشَفَاعَتِي مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهٖ ت عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَفِي الْبُخَارِي اَيْضًا۔ یعنی میری شفاعت سے بڑا نصیب
وہ ہے۔ جو کہے لا الٰہ الا اللہ دل کی سچوٹی سے بے ریا اور اس توحید کی باتیں بلغہ کے حاشیہ اتباع سنت میں ہیں۔ دوسرا اس حدیث کے موجب کہ
مَنْ اَحْيٰى سُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي كَانَ مَعِي ۔ اور درود سے متحقق ہونا۔ اور روح مقدس محمدی سے نسبت خاص پیدا کرنا
وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ اس جگہ ملا عبد العزیز کا کلام بہت چسپاں ہے۔ کہ فرمایا کہ اگر در طلب مردِ شفیع
یافت۔ زیرا کہ طلب علامت مناسبت است۔ و مناسبت مستلزم شفاعت زیرا کہ حقیقت شفاعت با خود ہست از تشفیع کہ بمعنی جفت
باشد۔ و خوب ساختن مناسبت۔ و مناسب با خود در احکام و احوال چنانچہ آتش چراغ را روشن کند۔ بواسطہ مناسبت مادی حق
امر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است را بکثرت صلوٰۃ برائی تحقق مناسبت۔ و تحصیل نامہ الشفاعۃ و بعد از مناسبات مجرد اعتقاد سیئت

سمجھئے۔ لہٰذا جیسے سب مومنوں کو شفاعت ہونیکی توقع اور نہ ہونے کا ڈر ہے۔ ویسے ان خروقوں کی ~~تقدیری اور مشیت~~ کبھی کبھی ہی ہر فرد کے

باب میں خوف و رجا چاہئے۔ **قتعالیٰ** ۔ یعنی جس شافع کی شفاعت ہوگی۔ سو اللہ ہی کے حکم سے ہوگی۔ کیونکہ اللہ کا اذن تقدیری

اور مشیت بھی کسی بندے سے اٹھنے کی نہیں۔ اور شافعیوں کی مشیت اللہ کی مشیت بن ہونکی بھی نہیں وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ

قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور کوئی بندہ کبھی فاعل مختار اور خالق افعال و ارادت ہو سکتا ہی نہیں۔ اور جو خاص بندے ہیں۔ سو ہمیشہ مرضی دار اور رضا جو

اور فرماں بردار اور حق تعالیٰ کے اذن امری کے منتظر رہا کرتے ہیں۔ بے اذن کچھ نہیں کر سکتے۔ اسی حالت کو کئی حضرات کی اصطلاح میں فنافی اللہ اور

کئی محقق فنافی الارادۃ کہا کرتے ہیں۔ بندے کے سب کام خواہ باطن میں جیسے ارادہ خوشی ناخوشی غم شادی ناپسندی رضامندی سمجھ بوجھ وغیرہ

یا ظاہر میں جیسے بولنا چالنا دیکھنا بھالنا۔ سننا۔ سونگھنا۔ چکھنا۔ چھونا کھانا پینا جانا آنا پھرنا وغیرہ سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے مخلوق ہیں

دم بدم پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ہوتے چلے جائینگے کیا دنیا میں کیا آخرت میں **قتعالیٰ** ۔ قرآن مجید میں جو آیا ہے کہ قُلۡ

الشَّفَاعَۃُ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا اور یہ بھی کہ لَیۡسَ لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیۡعٌ ۔ شفاعت اور شفیعوں کو اللہ سے مخصوص ٹھیرا کیا ہے اس کا مطلب

یہ ہے۔ کہ اس کے حکم اور مرضی بن شفاعت کا فائدہ حاصل ہی نہیں ہوتا۔ **قتعالیٰ** جس کے مشفوع ہونے پر نص نہیں اسکی شفاعت ظنی

محض ہے۔ **قتعالیٰ** جب شفیع حد سے حد سے بھی ثابت ہیں۔ تو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس کو کس کا شفیع کریگا۔ **قتعالیٰ** ملانے برکت

حقیقت میں خدا تعالے کے حضور بڑا درجہ پاوینگے۔ جسکو مقام محمود کہتے ہیں یعنی سراہا گیا۔ درجہ۔ وہ مرتبہ بڑے شافع کا ہے۔ پھر جس کے باب میں خدا
کی پروانگی ہوگی۔ اس کے حق میں عذرخواہی کرنی اصل میں اسی درجے والے کا منصب ہے۔ اس منصب کا حاصل ہونا قیامت میں آنحضرت کو بیشک حق ہے۔ خدا تعالے
نے فرمایا۔ اِنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اور ایک آیت میں اسی مقام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی
اور کئی حدیثیں صحیح بھی صاف خبر دیتی ہیں۔ کہ یہ منصب آنحضرت کو مقرر ہے۔ محشر میں حاصل ہوگا۔ پھر آنحضرت کی شفاعت جہاں سچی کتابوں میں
مذکور ہے۔ اس معنی سے حق ہے بخوبی کہ آنحضرت کو شافع بن کا ملنا منصب ہونے والا ہے۔ سو حق ہے اس معنی سے یوں اللہ تعالیٰ آنحضرت کی شفاعت
حق ہے۔ قاعدہ دوسروں کا شافع ہونا بھی باذن اللہ تعالی حق ہے۔ جیسے انبیا صدیق لوگ۔ شہید لوگ سچے عالم فرشتے اچھے عمل قرآن
اور کئی سورے جیسے تبارک وغیرہ کعبۃ اللہ یہاں تک کہ صالح پرہیزگار دوست اپنے دوست کی طرف سے عذرخواہی کریگا۔ اور چھوٹے بچے جو موے ہیں
اپنے ماں باپ کی سفارش کرینگے۔ یہ ثابت سب باتیں حدیثوں سے ہیں ان کا انکار بیجا ہے۔ **قاعدہ** جس شخص کے واسطے آنحضرت کی
شفاعت نام بنام آئی ہے۔ اسکو یقین کیا چاہئے۔ اور جس جس فرقے کے حق میں آئی ہے۔ سو وہ فرقہ اگر خاص آل اور اصحاب میں تو ان کے
ہر فرد کے حق میں یقین کیا چاہئے۔ کیونکہ قرآن کریم میں خدا تعالی نے جا بجا ان کے ایمان کی اور عاقبت بخیر کی گواہی دی ہے۔ اگر شفاعت معتبر کا
وعدہ کسی عام فرقہ کے حق میں وارد ہو تو ہم فرقے کے حق میں اس شفاعت کے ہونے کی امید رکھئے۔ پر اس فرقہ کے ہر فرد کے حق میں شفاعت کو لازم

اللہ کی مشیت بن ہونکی ہی نہیں۔ وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللہ ۔ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ پھر جو آپ نہ چھوڑے
یا چھڑانے کا اذن نہ دیوے۔ تو کیونکر چھوٹ سکئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ یوں ہی خدا جو چاہے تو بندے کا کیا چلے۔ پھر ایسے
سرکشوں کے باب میں مصنف علیہ الرحمہ نے جو کچھ مناسب جانا سو کہا۔ عقل رکھ کے سمجھئے۔ جہل مرکب کا کام نہ فرمائیے ؎
رنگ کارگہ روزے کہ کارگاہ خفیت شود پدید + سر شرمندہ بر رو یا عمل بر مجاز کرو۔ اس کے آگے کی عبارت سے جو قاعدے اچھے ہیں یہاں
لکھتا ہوں۔ قاعدہ جہاں شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف ہو کر مذکور ہووے۔ وہاں مراد شفاعت فعلی ہے یعنی
حضرت کے شفیعین کا مرتبہ اور مقام محمود میں کھڑے رہنا کا درجہ۔ چنانچہ صراط المستقیم میں مصنف کا قول نعت رسالت پناہی کے درمیان اس کے اس
عقیدے پر دلیل مبین ہے۔ کہ کہا درود و وجود نامحدود بر علم عرصہ وجود صاحب مقام محمود مطلع جریدہ اصفیا مقطع قصیدہ انبیا رونق افزائے چمن اصطفا
گل سرسبد گلشن اجتبا الخ اور جہاں شفاعت مشفوع لہ کی طرف مضاف ہو کر مذکور ہووے۔ یعنی بعض حدیثوں کے وہاں شفاعت علمی محض ہے جہاں
شفاعت اللہ کی طرف مضاف ہووے۔ وہاں اللہ کی شفاعت قبول کرنے سے مراد ہے جہاں شفاعت مشفوع لہ کے واسطے حدیث کی نص سے
ثابت ہوئی ہے۔ وہاں اس حدیث کے درجے کے موافق شفاعت کا اعتقاد ضرور ہے۔ یعنی ہمارے نبی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت
حق ہے۔ جس جگہ ہمارے پیغمبر کی شفاعت کی خبر آوے۔ سمجھا چاہئے کہ اسی شفاعت حق کے درجہ کا مذکور ہے۔ اس شفاعت کے معنی یہ آپ

جب گھبراہٹ دور ہوتی ہے۔ ان کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے کہتے ہیں اور حق وہی ہے اور وہی ہے بلند تر۔ ف یعنی جو کوئی کسی سے اپنا مانگتا
اور مشکل کے وقت پکارتا ہے۔ اور وہ اسکی حاجت روا کر دیتا ہے۔ سو یہ بات اس طرح کی ہوتی ہے کہ یا تو خود وہ مالک ہو یا مالک کا ساجھی یا مالک پر اس کا دباؤ
جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ کو مان لینا ہے۔ کیونکہ وے اس کے بازو تھامے ہیں۔ اور اسکی سلطنت کے رکن ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت
بگڑتی ہے۔ یا اس طرح وہ مالک سے سفارش کرے اور مالک اسکی سفارش خواہ نخواہ قبول کرے پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش جیسے بادشاہ زادے یا بیگمات
کہ بادشاہ انکی محبت سے انکی سفارش رد نہیں کر سکتا۔ ناچار انکی سفارش قبول کر لیتا ہے۔ سو جنکو سوائے اللہ کے لوگ پکارتے ہیں اور ان سے
مرادیں مانگتے ہیں سو نہ وہ مالک ہیں۔ آسمان و زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے اور نہ کہیں کا ساجھا ہے۔ اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں۔ کہ ان کے
دباؤ کو اس سے کرکر بادشاہ انکی بات مان لے۔ اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ نخواہ آپ سے دلوا دیں۔ بلکہ اس کے دربار میں ان کا تو
یہ حال ہے کہ جو کچھ فرماتا ہے۔ تو یہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیقات اس سے نہیں
کر سکتے۔ بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے۔ اور جب آپس میں اس بات کی تحقیقات کر لیتے ہیں۔ سوائے آمنا و صدقنا کے کچھ نہیں کر سکتے پھر بات
ف ۱۲۳ دفعہ کا تو مذکور ہے۔ اور کسی کی وکالت یا حمایت کرنی کیا طاقت رکھیں۔ سو اس جگہ یہ بات بڑے کام کی ہے۔ اسکو کان رکھ کر سن لینا نہایت
ضرور ہے۔ کہ اکثر لوگ انبیاء و اولیاء کی شفاعت پر بھول رہے ہیں۔ اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔ سو شفاعت کی حقیقت اب تو

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث آتی ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ کوئی غیرتمند نہیں اللہ ہی کی غیرت کے سبب سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری گناہوں کو اور
باطنی گناہوں کو منع کیا۔ اور کوئی شخص اللہ سے زیادہ عذر کو پیارا جاننے والا نہیں۔ اسی واسطے انبیا کو بھیجا۔ خوشخبری سناتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے اور کوئی
شخص اللہ سے زیادہ اپنی تعریف کو پیارا جاننے والا نہیں اسی واسطے بہشت کا وعدہ کیا ہے۔ اس جگہ ایسا بیان ہوا تھا۔ کہ دیکھو سید المرسلین کو یہ حکم ہوا ہے
کہ ایسوں کو نہ پکارو جن سے نہ کچھ نفع ہے نہ نقصان ہے۔ بلکہ اسی کو پکارو جو ہر نفع و نقصان پر قادر ہے۔ پھر جو کوئی اس سوائی اور کو پکارے
تو ظالم ٹھہرے۔ کیونکہ یہ نہایت بڑی قدرت والے کو چھوڑ کر بے قدرت والوں کو اسکی جگہ پکارنے لگا۔ بے قوتوں کو بڑی قوت والے کی جگہ پر ٹھہرایا۔
یہ تو کمال بے انصافی ہے۔ تامل کیجئے۔ کہ خدا کے سوائے دوسروں کو پکارنا ایسا برا ہے۔ کہ سید العالمین کو ارشاد ہوا۔ کہ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ
پھر اور کوئی جو غیر اللہ کو پکارے کہ مرادیں مانگے۔ تو اس کا کیا حال ہو۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ اور کہا
اللہ صاحب نے سورہ سبا میں کہ بھلا پکارو ان لوگوں کو تو خیال کرتے ہو سوائے اللہ کے سو وے تو اختیار نہیں رکھتے۔ ایک ذرہ بھر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں انکا
دونوں میں کچھ ساجھا اور نہیں اللہ کا ان دونوں میں سے کوئی مددگار اور نہیں کام آتی سفارش اس کے روبرو مگر جس کو پروانگی دے اس کے روبرو۔ یہاں تک کہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ حاصل کلام یہ کہ بہت بری بات ہے مجھ سے ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ثابت یعنی ایسی بڑی ذات کا ثبوت۔ جو ایسے ہیں ناکارے
یعنی کسی کام کے قابل مختار نہیں ہیں سو یہ لوگوں کیلئے ثابت کیجیے۔ ف۔ جس جگہ حق تعالیٰ کا ملہم ظاہر ہو۔ وہاں سب خلق ناکارے سے ہو جاویں۔ خصوصاً سیدالمرسلین
کی نظر عالی میں ع چو سلطانِ عزت علم برکشد۔ جہاں سر بجیب عدم درکشد۔ ہمہ ہر چہ ہستند ازاں کمتر اند۔ کہ با ہستیش نام ہستی برند۔ مشکوٰۃ کے
باب البیان والشعر میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَہَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ ع
اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ یعنی بہت سچی بات جو کسی شاعر نے کہی۔ سو لبید کی بات ہے۔ کہ الا الخ۔ یعنی جان رکھو کہ ہر چیز
اللہ کے سوا باطل اکارتھ ناکاری منیت و نابود ہے۔ یہ حدیث مسلم اور بخاری میں ہے۔ اور ترمذی۔ اور ابن ماجہ میں بھی اسی ڈھب کی روایتیں ہیں جس
بات کے بہت سچی ہونے کی گواہی مخبر صادق محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دی ہو۔ تو اسکی سچائی کو کیا پوچھنا چاہیے۔ علاوہ جب قرآن کے موافق ہو تو نور
ف ۱۲۱ علیٰ نور ہووے۔ کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَکُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ ف اہل ہندوستان کی اصطلاح میں شخص ذات کو کہتے ہیں نہ جسم کو
ورنہ یہ محاورہ بالکل غلط ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اسی ڈھب کی ایک حدیث لَا شَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ وَمِنْ اَجْلِ غَیْرَۃِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ الْفَوَاحِشَ
مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَخْصَ اَحَبُّ اِلَیْہِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰہِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ بَعَثَ الْمُرْسَلِیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ
وَلَا شَخْصَ اَحَبُّ اِلَیْہِ الْمِدْحَۃُ مِنَ اللّٰہِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ وَعَدَ الْجَنَّۃَ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ کی روایت سے

نہیں مارتے۔ اگر چاہیں تو ملکوں میں الٹ پلٹ کردیں۔ لیکن شرع کی پاس کرکے چپکے بیٹھے ہیں۔ سو یہ بات سب غلط ہے۔ بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل

دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ جیسے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ

[illegible] فرمایا اللہ جل شانہ نے سورہ یوسف میں اور مت پکار واللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ فائدہ دیوے تجھکو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے

یہ تو بیشک تو بھی بے انصاف ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ و نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے

یہود کہتے تھے کہ حضرت اپنی طرف ہو جائیں۔ اور نصاریٰ اپنی طرف مائل کرنے کو چاہتے تھے۔ اور [illegible] مشرک اپنے جانب رغبت کرنے کی امید رکھتے تھے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس بات کا اشارہ ہے۔ کہ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَہُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَہُمْ قُلْ اِنَّ ہُدَی اللّٰہِ ہُوَ الْہُدٰی

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَہْوَاءَہُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ یعنی اور ہرگز راضی نہ ہونگے تجھ سے

یہود اور نصاریٰ جب تک تابع نہ ہو تو ان کے دین کا۔ تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے۔ وہی راہ ہے۔ اور کبھی تو چلا انکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں

اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا اور مددگار۔ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ کہ فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ وَدُّوْا لَوْ تُدْہِنُ فَیُدْہِنُوْنَ۔ سو تو کہا نہ مان

جھٹلانیوالوں کا وے چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وے بھی ڈھیلے ہوں۔ یعنی تو ان کے بتوں کو بھلا کہے تو وے تیرے باتوں کو پسند کریں اور

قُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ کی تفسیر میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ یہ سب کافر لوگ اور ان کو پکارا کرتے تھے۔ گویا اسی واسطے سید المرسلین کو ارشاد ہوا کہ قُلْ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۔ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ نحل میں اور پوجتے ہیں اللہ کے ورے
ایسوں کو کہ نہیں اختیار رکھتے انکی روزی کا آسمانوں سے اور زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے ۔ ف ۔ یعنی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں ۔ ایسوں کی جن کا کچھ اختیار نہیں
اور انکی روزی پہنچانے میں کچھ دخل نہیں رکھتے ۔ نہ آسمان سے مینہ برسا دیں ۔ نہ زمین سے کچھ اگا دیں اور اسکی کسی نوع کی قدرت نہیں ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے
عوام الناس کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء اور امام شہید کو عالم میں تصرف کرنیکی قدرت تو ہے ۔ لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں اور اس کے ادب سے وہ دم نہیں مارتے ۔ اگر چاہیں تو دم میں
الٹ پلٹ کر دیں لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں ۔ سو یہ بات غلط ہے ۔ بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اسکی طاقت رکھتے ہیں ۔
ف ۔ یہاں سمجھا چاہئے ۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ شکوہ کرتا اور برا جانتا ہے ۔ ویسے بندوں کو جو پوجا کرتے ہیں ۔ ایسوں کا جو روزی نہ دے سکیں
نہ آسمان سے نہ زمین سے نہ کچھ برسا سکیں نہ اگا سکیں ۔ اور کچھ نہ طاقت رکھتے ہوویں ۔ پھر جو نصاریٰ عیسیٰ کو پوجتے ہیں ۔ اور مشرک دیوتوں کو پوجتے تھے اور
اور ہندو روحانیات کو سو وے سب رزاقی کی طاقت نہیں رکھتے ۔ بلکہ کسی کام کے قابل نہیں ۔ پھر یہی سمجھا چاہئے ۔ ان کچے مسلمانوں کا جو نبی ولی پیر شہید
امام امام زادے کا پوجا کرتے ہیں ۔ اور ان کے نام کے کچھ ٹوپیاں اور رزق کے روٹ وغیرہ کر کے ان سے رزق روزی کی امید رکھتے ہیں ۔ القصہ جو کوئی خدا کو چھوڑ کے
اوروں کو پوجے ۔ سو یقین وہ ایسے کو پوجتا ہے ۔ جو اس کو روزی نہ دے سکے ۔ اور آپ کچھ اختیار رکھ سکے ۔ پھر یہ جو کہتے ہیں ۔ کہ بزرگوں کو سب کچھ قدرت ہے
سب کچھ کر سکیں ۔ روزی رزق دے سکیں ۔ مار سکیں جلا سکیں ۔ بری حاجت اور اولاد دے سکیں ۔ پر وے اللہ کی تقدیر پر شاکر ہیں ۔ اور اس کے ادب سے دم

یعنی اللہ جل شانہٗ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا۔ کہ لوگوں کو سنا کر دیں۔ کہ میں تمہارے نفع کا یا نقصان کا کچھ مالک نہیں۔ لہذا تم جو مجھ پر ایمان لائے۔ اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور
ہو کر حد سے مت بڑھنا۔ کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے۔ اور ہمارا وکیل بڑا زبردست ہے۔ اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے جو ہم چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچا لیگا۔ کیونکہ یہ بات محض غلط ہے
اس واسطے میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کہیں بچاؤ نہیں جانتا۔ سو دوسرے کو کہاں بچا سکوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ یہ جو عوام الناس اپنے پیروں اور شہیدوں کی حمایت پر بھروسا کر کے
اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں کرتے۔ محض گمراہ ہیں۔ کہ سب پیروں کے پیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سو اللہ سے ڈرتے تھے۔ اور اس کی رحمت کے سوا
کسی طرح اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر کسی کا تو کیا ذکر ہے۔ غرض یہاں ایسا بیان منظور تھا۔ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں حکم ہوا ہے۔ کہ سب کو سنا کر
دیں۔ کہ میں تم سب کے واسطے نہ فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں۔ نہ ضرر پہنچانے کا۔ بلکہ نہ خدا بن پناہ نہیں رکھتا۔ یوں فرمانے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ کوئی حضرت سے نفع پہنچانے کی طمع یا ضرر
پانے کے ڈر سے یا حاجتی ہونے کی امید سے ایمان لاتا ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔ اور ان باتوں کے نہ ہونے سے کوئی ایمان لاتا ہو تو حضرت سے پھرنا مناسب نہیں کیونکہ نفع یا ضرر پہنچانے کا اور پناہ
دینے کا مختار اللہ ہے نہ حضرت پھر چاہئے۔ کہ پھر حضرت پر خالص اللہ ہی کے واسطے ایمان لاوے۔ نہ نفع کی طمع سے یا ضرر کے ڈر سے یا حاجتی ہونے کی امید سے۔ جب بات ایسی
ہو تو سچے مسلمان جو کچھ اور پریاں اور گنگا وغیرہ روح مبارک کو چڑھانے سے حضرت کے مہربان ہونے اور نفع پہنچانے کا یقین اور اگر نہ چڑھاویں تو ضرر دینے کا یقین و اعتقاد رکھتے ہیں
اور ایسی خوشامدوں پر یہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ کہ کتنے ہی گناہ کریں۔ تو کیا کل حشر میں آنحضرت آپ ہمارے حمایتی ہو کر خدا سے ہاتھ چھڑا لینگے۔ سو یہ عقیدہ باطل ہے جب خود حضرت
اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مجھ کو کوئی چھڑانے والا اور پناہ دینے والا نہیں۔ پھر تم کو ایسے خام طمع اللہ کے سوا کون پناہ دینے والا ہے قال اللہ تعالیٰ

مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور ایسی آیتیں بہت ساری مشرکوں اور بت پرستوں کو رد کرنے کے واسطے وارد ہوئی ہیں۔ تیسری فصل اشراک فی التصرف کے بیان میں

اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جن سے اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتَبَارَكَ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ

كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں کہ کون ہے وہ شخص کہ جس کے ہاتھ

میں ہے قابو ہر چیز کا اور حمایت کرتا ہے۔ وہ اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا۔ جو تم جانتے تھے۔ سو وہی کہدینگے۔ اللہ ہے کہہ پھر کہاں خبطی ہو جاتے ہو۔

ف یعنی جس سے پوچھئے کہ ایسی شان کس کی ہے کہ ہر ایک چیز اس کے قابو میں ہے۔ جو چاہے سو کر ڈالے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہ پکڑ سکے۔ اور اس کی کوئی حمایت ڈال

نہ سکے۔ اور اس کے تقصیروار کو کہیں پناہ نہ مل سکے۔ اور اس کے مقابل میں کسی کی حمایت نہ چل سکے۔ ہر کوئی یہی جواب دیگا کہ ایسی شان اللہ کی ہی ہے پس سمجھا چاہئے

کہ سوا اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خبط ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں بھی کافر بھی اس بات کے قائل تھے۔ کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس

کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر وے اپنے بتوں کو اپنے وکیل ہی سمجھا کرتے تھے۔ اسی سے کافر ہو گئے۔ سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا تصرف ثابت عالم میں کرے۔ اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو

مانے۔ ف۔ یعنی منت کرے۔ اور پوجے۔ چنانچہ آگے کئی جگہ مذکور ہو چکا۔ سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے۔ اور اس کے مقابل کی طاقت اس کو ثابت

کرے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔

فرمایا اللہ صاحب نے سورہ جن میں کہ بیشک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے نقصان کا نہ فائدے کا کہ بیشک مجھکو نہ بچاویگا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ پاؤنگا ورے اس کے بچاؤ

اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ غیب دانی الالوہیت اور ختم رسالت کو ضرور نہیں کیونکہ یہ بات اس رتبہ عالی کے نہ ذاتیات سے ہے نہ لوازم خارجی سے پھر ملزوم مالایلزم کو اپنی جانب سے واجب ٹھیرانا اس پر جھگڑنے بیٹھنا اور اس کے نہ ہونے سے اس بڑے رتبہ میں شک لانا دیندار کا کام نہیں۔ منافق کا فعل ہے۔ اور رافضیوں نے نبیوں کو اور اماموں کو سب ہونہار چیزوں کا تفصیلی علم ہونا نبوت اور امامت کی شرط لازم ٹھیرائی ہے۔ نہ اہل سنت پھر وہ کیونکر غیب دانی لازم نہ ہونے پر اس کو قیاس کیجیے۔ پھر اگر وحی یا الہام سے غیب کی کچھ مجمل باتیں معلوم ہوئیں۔ تو تفصیل اسکی اسی طرح ہنوز پردہ غیب میں ہیں۔ اور غیب کی باتوں کو تفصیل کو جاننا اللہ ہی کا کام ہے۔ فقط اور اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر مظہری کے بیچ جو بات لکھی ہے سو یہ ہے ایدل اگر مقبولی دلو الہی ہرزہ چند نہ تمامیت مطلقی سرگشتہ بود خواہ نبی خواہ ولی۔ در وادی لا ادری ما یفعل بی۔ کوئی یوں نہ کہے۔ کہ انبیا علیہم السلام اور اولیا رضی اللہ عنہم کو علم غیب ہو سکتا مذکورہ آیتوں اور حدیثوں میں اس وہم و ہام سے آنے کا کیا فائدہ۔ کیونکہ اگر لوگ شرک سے نہ ہوتے۔ تو ایسی باتیں بھی ان کے کہنے کے واسطے نہ ہوتیں۔ مثل مشہور ہے۔ جیسا منہ ویسا طمانچہ۔ جیسے روح ویسے فرشتے۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ لَوْلَا الْيَهُوْدُ لَمَا خَنَزَ اللَّحْمُ یعنی یہود نہ ہوتے۔ جنہوں نے سلوا کے گوشت کو خلاف حکم باسی کر رکھا تھا۔ تو باسی گوشت بگڑتا نہیں۔ ویسا ہی کہا چاہیے۔ کہ اگر مشرک نہ ہوتے تو ایسی آیتیں اور حدیثیں نہ آتیں۔ چنانچہ ایک آیت میں قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ اور ایک آیت میں ہے قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ

کہا کہ جو کوئی خبر دے تجکو کہ حضرت پیغمبر خدا جانتے تھے سو پانچ باتیں کہ اللہ نے ذکر کی ہیں۔ سو بیشک انہوں نے بڑا طوفان باندھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا یا امام یا کوئی ولی غیب کی بات جانتے تھے۔ مگر شریعت کے ادب سے منہ نہ کہتے تھے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ
کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ
وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔ مشکوٰۃ کے باب البکاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا ام العلاء نے
کہ کہا پیغمبر خدا نے کہ قسم اللہ کی کہ نہیں جانتا میں اور پھر قسم اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے ف
یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ سو اس کی حقیقت کسو کو نہیں معلوم ہے۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا حال
اور اگر کچھ بات اللہ نے اپنے مقبول بندوں کو وحی یا الہام سے بتا دی۔ کہ فلانے کا کام انجام بخیر ہے۔ یا برا سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل
دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔ اس حدیث کے فرمانے کا سبب یہ ہے۔ کہ ایک بڑے مہاجر صحابی جنکا اسم شریف عثمان بن مظعون تھا
گذر گئے۔ آنحضرت نے انکی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کچھ آنسو ڈھلے۔ اور بقیع میں انکو دفن کیا۔ سو جنازہ کے ساتھ ایک بی بی نے کہا کہ مبارک تجھے بہشت اے
مظعون کے بیٹے۔ کیونکہ عاقبت تیری بخیر ہے۔ تب آنحضرت نے اس بی بی کو ڈانٹا۔ اور فرمانے لگے۔ واللہ کہ لا ادری الخ یعنی اسی آیت کا مضمون ہے جو سورہ احقاف
میں آئی ہے۔ کہ قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔

اور ہدایت پانے والوں میں داخل ہو۔ اور اس خوشخبری کا نتیجہ اس کو حاصل ہو۔ خداوند تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں صبر کرنیوالوں کو حضرت اور مہربانی کی خوشخبری دی ہے اور ان کو ہدایت پانے والوں

میں گنا ہے۔ نہ جھوٹے مرثیہ پڑھنے والوں کو یہ حاصل ہو نہ سننے والوں کو ۔ من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم ۔ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال ۔ سبحان اللہ امام حسین رضی

جو بہشتی جوانوں کے سردار تھے۔ اور پیغمبر کے نور دیدے۔ وہ یزید کے فسق و فجور اور بدعت سے ناراض ہو کر فی اللہ اس کو خلافت پر سے اٹھا دینے کو اور امتوں کو ہدایت کرنے کو نکل کھڑے

ہوئے۔ آخر سر مبارک کٹوا دیا پر فسق و بدعت دیکھنے کو راضی نہ ہوئے۔ مگر یہ جھوٹے امتی اپنے امام کے حق میں کیسی کیسی بدعتیں اور شرک و کفر کے کام شروع کئے ہیں اور کرتے

جاتے ہیں خود یزید سے بڑھ گئے ہیں۔ اگر امام حسین علیہ السلام ہوتے تو پہلے ان بدعتیوں سے جہاد کرتے۔ اور ان مشرکوں کی گردن مارے ہوتے۔ ای عزیز و ماتم و مرثیہ کی بدعت

و شرک کی رفع کا ایک رسالہ ہدایت المؤمنین نام مفید ہے۔ اس کو مطالعہ کرنا غنیمت جانو۔ جو ہے مصنف نے اس روایت کے بیان میں قُولِی بِالَّذِی کُنْتِ تَقُولِیْنَ

کے ترجمہ میں یوں کہا ہے۔ اور جو کچھ پہلے گاتی تھیں وہی گائے جاؤ۔ شارح کہتا ہے کہ یوں کہنا مناسب تھا۔ کیونکہ وے گاتی نہ تھیں بلکہ زبانی آواز سے شہیدوں

کی منقبت پڑھتی تھیں۔ وہ کچھ راگ نہ تھا۔ اگر راگ گاتی ہوتیں تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں فرماتے ہوتے۔ کہ تَغَنِّی بِالَّذِی کُنْتِ تُغَنِّیْنَ ۔ جب

آپنے قُولِی بِالَّذِی کُنْتِ تَقُولِیْنَ فرمایا تو صاف معلوم ہوا کہ وے راگ گاتی نہیں مگر اچھی آواز سے اشعار پڑھتی تھیں اس کو گانا نہ کہنا چاہیے

ما اَخْرَجَ البُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِی قَالَ اللهُ تَعَالٰی

اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاٰیۃ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَةَ ۔ مشکوٰۃ کتاب رؤیۃ اللہ عز وجل میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا حضرت بی بی عائشہ نے

اپنے عورتیں انہیں کا اثر اب بھی باپ کی روح کو بخشتے ہیں یا نہیں کچھ غم فاسد کے موقع میں بھی کہ پہلا جاہلیت یا بدعتی کی خاطر تیری کیا عادی ہوتا ہوں مرد کو پہنچا ہے سو شاید کہ نفس ناچ

بھی ہوں کہ بالکل سمجھا گویا نعوذ باللہ منہا باقی ہاں بیتوں کا پہنا کہ دف کی جگہ پر مردنگ وغیرہ ۔ حاشا اللہ کبھی مردنگ اور دف برابر نہیں فقہا نے اسکو حرام کہا ہے کیونکہ وہ باجے

اس واسطے فسق و فساد کی علامت ٹھیری ۔ غرض فسق و فساد کا علم ہوئی اس کو صلاح کے کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں ۔ اور اسکو بجانا کافروں اور فاسقوں کے ساتھ تشبیہ ہوتا ہے اور دوسری

باجوں کو بھی اسی پر قیاس کیجیے ۔ چنانچہ اس بات کو فقہا نے صاف لکھ دیا ہے ۔ فقہا کے باجوں پر ظاہر ہے برخلاف دف کے کہ نکاح کے اعلان کے واسطے یا اسلام کی لشکر کی خوشی

کے واسطے یا عید کی خوشی کے واسطے عوام کو اس کا بجانا مباح ہے مگر فسق و فجور اور لہو و لعب میں جائز نہیں کہیں بعضی مرثیہ خواں اس حدیث کو اپنی طرف نہ کھینچ لیں کہ جیسے وہ کہا کرتیں

بدر والے بزرگوں کا احوال کہتی تھیں ویسے ہی ہم کربلا کے شہیدوں کا احوال گاتے پھرتے ہیں کیونکہ ان بیتوں کے مرثیے جھوٹ سے بھرے ہوئے ہیں انہیں اہل بیت پر بہتان اور تہمتیں ہیں

کہ حضرت امام نے یوں بے قراری کی اور زینب یوں بلائیں اور سکینہ یوں روئی گویا اہل بیت کا ہجو نامہ ہے ۔ اس میں جہاد اور شہادت کے فضائل کا بیان کہاں اس کے سوا

مرثیہ خوانی اور مرثیہ خوانوں کی مجلس اور روضہ کی گرنی بدعت ہے ۔ یہ رسم حضرت کے وقت میں تھی نہ صحابہ کے وقت میں ۔ نہ اہل بیت کے بزرگوں نے اس کو جاری کیا ۔ ماتم کی طرح

سال بسال کرنی بدعت ہے ۔ خلاف اس بات کے جو قرآن میں ہے ۔ کہ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ

عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۔ غرض جس کو کسی بزرگ کی محنت اور مصیبت یاد آئے اور وہ چاہے کہ آپ بھی اس غم

میں داخل ہووے تو چاہئے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہووے ۔ اور دل و زبان سے یہی کہے کہ ہم اللہ کے ہیں اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں تا اس پر اسکی خاص رحمت

سمدھانوں - کنچنیوں کی خوش آوازی خوش لباسی سے مجلس والوں کی شہوت کے تحریک کا سبب ہوتا - ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے اچھی اچھی کسبیوں کو بلا کے
ہوئے فساق اپنے حاضر مجلس ان کے مشتاق بنے بیٹھے رہتے ہیں - بھلا ایسی بدکاریاں نعوذ باللہ " اس مقدس شادی میں کہاں تھیں "
جس تم نے اپنی بدکاریوں پر سند ٹھیرائی ہے - دوسری بات یہ ہے کہ اس صحابیہ کی شادی میں فقط اعلان مقصود ہونے سے چند چھوٹی چھوکریوں نے کچھ خوش
آوازی سے اس وطن کے بزرگ کی بہادری اور شجاعت اور شہادت کا مذکور کر رہی تھیں - وہ مضمون عبادت تھی اور کچھ تمہاری شادی کا سا
راگ رنگ مقصود نہ تھا - اگر ہوتا تو مردوں کا قصہ کیوں کہنے دیتے - بلکہ مقصود عبادت در عبادت تھی - سنت نکاح کا ایک عبادت اور سنت اعلان دوسری
عبادت جہاد اور شہادت کا ذکر تیسری عبادت نہ کچھ اس میں رنڈیوں کا مذکور تھا - نہ عشق بازی کا اور نہ اسمیں کوئی موجب تحریک شہوت کا - بلکہ باعث
تحریک شوق شہادت اور عبادت کا تھا - برخلاف تمہاری کنچنیوں کی مجلس جس کا تھوڑا سا مذکور ہم نے اپنی مثنوی میں کیا ہے - یہ سب فسق اور فجور ہے
اسی طرح کنچنیوں اور ڈومنیوں کو دیکھنا اور ان کا راگ سننا حرام ہے - اور ڈوم ڈھاڑی قوال جو اپنی جوروؤں کو غیر مردوں کے روبرو بٹھانے اور ان کو راگ سنانے
کا حکم دیتے ہیں - سو دیوثی اور حرامکاری میں گرفتار ہیں - علاوہ اسکے دیوث پر جنت حرام ہے - ایسے بُروں کے عادت کر لینے ان کا کبیرہ میں اور فسق
ہونا نظر سے اٹھ جاتا ہے - انکے سماع ہونے کی سی صورت ذہن میں جم جاتی ہے یہ کفر سے قریب ہے اور کبیرہ کو ہلکا جاننا اس سے کم نہیں
اور توبہ کرنے میں دیر نہایت بڑا گناہ ہے - تعجب یہ ہے کہ حیدرآباد وغیرہ میں لوگ بیاہ کے جلسوں اور بعض نہیں بلکہ سبھی کی کوششیں مجلسیں

اور ان کے ساتھ گانے بیٹھیں - سو ان لوگوں کی ایک چھوکری کہہ گانے لگیں - پیغمبر خدا نے منع کیا - کہ یہ بات مت کہو - وہی جو پہلے گاتی تھیں
گائے جاؤ - اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ کسی انبیاء و اولیا یا امام شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھئے - کہ وے غیب کی بات
جانتے ہیں - بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھئے - اور نہ انکی تعریف میں ایسی بات کہئے - اور یہ جو شاعر لوگ پیغمبر خدا کی
کی تعریف میں یا اولیا بزرگوں کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں - یہ بات غلط ہے - پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر انکی تعریف کا انصار کی
چھوکریوں کو منع کیا - حالانکہ مرد ہوں اس کو کہے - یا اسکو پسند کرے - تعجب تعجب سے سننے میں آیا ہے - کہ ان کے بعضے مدعیان سنت
مشائخ نے اس حدیث سے گانے کا جواز دیکھنا کو سنت ٹھہرالئے - اور اسطرح بیان کرتے ہیں - کہ مطلب کے موافق مجلس اور مردوں کے موافق
عرس اور حضرت کی جگہ پر شیخ اور چھوکریوں کی جگہ پر قیمتیاں اور دف کی جگہ پر مردنگ وغیرہ اور عربی اشعار کی جگہ ہندی تان دھرپت
و حضرت وغیرہ - اور بدر کے الحان کی جگہ پر ہندی الحان اور صحابیہ کی گھر کی جگہ اتقی کا گھر - پس جب یہ باتیں مثل کو منی ہیں - تو حرام کیونکر
ہوئیں - بلکہ فعل نبی اور رسم صحابی کے ہونیکے سبب سے سنت ٹھہرینگی - جو ان تینوں کا ہے - کہ اس صحابیہ کے گھر میں قیام کا اعلان
مقصود تھا - جو حنفیہ کے پاس سنت ہے - اور مالکیہ کے پاس مستحب - کچھ نفس سماع مقصود نہ تھا - بلکہ ادائی سنت یا مستحب مقصود تھا
جیسے شادی میں ... اور خلاف تمہاری شادیوں میں رہا ہے - اترانا اور دوسرے کو ملکا جانتا فسق و فجور کرنا عورتوں کا چمکنا کنچنیوں کو نچانا گنگو ...

پیر ہرگز خدا نہیں بن سکتا۔ نہ خدا ان کے درجہ کے کروڑوں حصوں میں کا ایک بھی پا سکتا۔ اس کا تو کیا ذکر کہ خدا کے صفات کاملہ اس بزرگ جلیل القدر
میں موجود ہیں جس سے پوجا پانے کے لائق ٹھہرے۔ یا کسی کو اس کام کا پوچھا روا ہو۔ مگر کسی مومن کو خیال ہے۔ کہ ان باتوں کو نقل محض کرے۔ یا عاجزی
کے رو برو رکھتا پھرے۔ کیونکہ مبادا کسی موقوف کی سمجھ میں بزرگوں کی توہین جانے۔ یا حماقت سے کہنے والے کی تکفیر کرے۔ یا نادانی سے
اللہ کے عزت دیے ہوؤں کو خوار سمجھے کہ آپ گمراہ ہو جاوے۔ ۱ تمر تشنیع دادم کہ منبر مشکن۔ نگفتم کہ دیوار مسجد بکن ۲ کہا میں نے تشنیع سے کلڑی کو موڑ
نہ توڑنا مسجد کی دیوار توڑ۔ اَخرَجَ البُخَارِی الرُّبَیِّعِ بِنتِ مُعَوِّذِ بنِ عَفرَاءَ قَالَت جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ ف
حِینَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِی کَمَجلِسِکَ مِنِّی فَجَعَلَت جُوَیرِیَاتٌ لَنَا یَضرِبنَ بِالدُّفِّ وَیَندُبنَ مَن قُتِلَ
مِن آبَائِی یَومَ بَدرٍ اِذ قَالَت اِحدَاہُنَّ وَفِینَا نَبِیٌّ یَعلَمُ مَا فِی غَدٍ فَقَالَ دَعِی ہٰذِہٖ وَقُولِی بِالَّذِی
کُنتِ تَقُولِینَ ۔ مشکوٰۃ کے باب اعلان النکاح میں لکھا ہے۔ کہ بخاری نے ذکر کیا۔ کہ ربیع نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا آئے میرے گھر میں جب
شادی ہوئی تھی میری۔ پھر بیٹھے میری مسند پر۔ جیسے تو بیٹھا ہے میرے پاس سو دوں ہی شروع کیا۔ تب چھوٹی چھوکریوں نے ہماری دف
بجانے لگیں۔ اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے بڑے ہمارے بدر میں۔ سو ایک کہنے لگی کہ ہمارے میں ایک نبی ایسا ہے کہ جانتا ہے کل
کی بات۔ پیغمبر نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دے۔ اور وہ کہہ جو کہتی تھی۔ ف ربیع ایک بی بی تھی۔ انصار میں سے کہ ان کی شادی میں پیغمبر خدا آپ بیٹھے

تدری انت ولا قومک ۔ اور قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ۔ اور لا ادری ما یفعل
بی ولا بکم ۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے ۔ واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم ۔ اور انما انا بشر اذا
امرتکم بشیء من امر دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیء من رأیی فانما انا بشر ۔ اور بعثت داعیا ومبلغا ولیس الیّ
من الهدی شیء وخلق ابلیس مزینا ولیس الیه من الضلالة شیء ۔ اور انی فیما لم یوح الیّ کاحدکم
اور انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسی احدکم فلیسجد سجدتین وهو جالس ۔ اور انما انا بشر وانکم تختصمون
الیّ ولعل بعضکم الحن بحجته من بعض فاقضی له علی نحو ما اسمع منه فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی
قطعة من النار فلیاخذها او لیترکها ۔ اور انما انا بشر مثلکم وان الظن یخطئ ویصیب ۔ وما قلت لکم قال
الله تعالی فلن اکذب علی الله ۔ اور انما انا بشر مثلکم امزحکم ۔ اور انما انا عبد آکل کما یاکل العبد واشرب
کما یشرب العبد ۔ اور انتم اعلم بامور دنیاکم ۔ اور ملا حسین واعظ کاشفی نے اپنی تفسیر میں لا ادری ما یفعل بی ولا بکم
کی آیت کے نیچے لکھا ہے ۔ ای دل تا کے فضولی و بوالعجبی ۔ از من طلبان حقیقت بیطلبی ۔ سرگشتہ بود خواہ نبی خواہ ولی ۔ در وادی لا ادری
ما یفعل بی ۔ اسے ایمان دار بھائیو ۔ ان حدیثوں کو بغور اور تامل کر کے سمجھو ۔ کہ تم یقین جانو ۔ کہ مخلوق کیسا ہی مکرم و معظم ہو ویسے

آئیں بامد حدیثیں جو آگے آتی ہیں - سواس عمر ماہر دلیل میں ہے جب سید المرسلین نے یوں فرمایا ہو تو اور کسی کا حال اس پر قیاس کیجئے - پھر اسکے واسطے دوسری دلیل دینے کی کیا حاجت

نہیں - شارح کہتا ہے - اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَشِرْکِہٖ - میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان کی بدی سے اور اس کے شرک سے یعنی تو گویا یہ شیطان کی بدی

اور شرک ہے تو [illegible] - پھر جو ابلیس کو نکالنے جاتے ہیں - تو البتہ کانوں سے کیا ضرر آتا ہے کہ جرأت پاوے یعنی فاسق کو فسق سے [illegible] اور فسق کو برا تو

کے واسطے فسق کی کیفیت زبان پر یعنی مزہ رہتی - اور فاسقوں کی گفتگو کرنی اکثر لازم پڑتی - یہ تو اہل تقویٰ کے پاس البتہ مکروہ ہے - اسی طرح شرک کو بھی [illegible] ہوئے

لوگوں سے شرک و کفر کے [illegible] کو جاننا ہے - ترک اور کفر کی باتیں اور امر اللہ کے دینے کی اور اشیاء اللہ میں کوئی موجود ہے کہ [illegible] کی حقیقت کا بیان کرنا لابد ہوتا ہے اہل [illegible]

پاس سب [illegible] بعض العوذات تبیح المحذورات کا بیان کرنا [illegible] کے قاعدے سے اور نقل کفر کفر نباشد کے ضابطے

اور اس حدیث شریف کے موافق جو خیبر میں حضرت علی کو ارشاد ہوا تھا - کہ لَأَنْ یَّہْدِیَ اللّٰہُ بِکَ أَحَدًا خَیْرٌ مِّنْ حُمْرِ النَّعَمِ - یعنی تیری طرف سے ہدایت

دینا اللہ تعالیٰ کسی کو بہتر ہے - تیرے لئے لال رنگ کے جانوروں کے لینے سے [illegible] مالوں سے بہتر ہے - تا ہم مصنف نے شرک [illegible] اللہ کی صفات

غیر اللہ کا خالی رہنا بیان کیا - اور اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے جو باتیں کہ لازم آنے والی تھیں - انکو اور یا اس واسطے شارح کو

بھی مناسب ہوا - کہ ویسے باتوں کا اصل قرآن و حدیث سے ثبوت - اس واسطے کئی آیتیں اور حدیثیں یہاں لکھی جاتی ہیں - قَالَ تَعَالٰی

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ الآیہ اور مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَمَا کُنْتَ

ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں اور عاجز اور بے اختیار۔ اس طرح کی غیب کی باتوں میں بھی انکو برائی نہ تھی۔ کہ اللہ صاحب نے

انکو غیب دانی دی تھی۔ جس کے دل کا احوال چاہیں معلوم کرلیں۔ یا غائب کا احوال کہ دیں۔ کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا۔ یا کس شہر میں ہے یا کس حال

میں۔ یا فلانے کے ہاں اولاد ہوگی یا نہ ہوگی۔ اس سوداگری میں اسکو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ ان باتوں میں انبیاء اولیا سب بندے برابر ہیں۔ بڑے

اور چھوٹے محض بے خبر۔ یعنی جب تک اللہ خبر دے سے اور نہ وان یعنی انجان تا اللہ معلوم کرادے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے

اِنّی فِیما لَم یُوحَ اِلَیَّ کَاَحَدِکُم: یعنی مقرر ہیں جس بندے میں کہ مجھکو وحی نہ آئی ہو تم میں سے کسی ایک کا سا ہوں۔ سو جیسے لوگ

کبھی کچھ بات عقل سے کبھی کچھ قرینے سے کہ دیتے ہیں۔ پھر انکی بات کبھی موافق پڑ جاتی ہے۔ اور کبھی اس میں خطا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح

بزرگ لوگ بھی عقل سے یا قرینے سے کچھ بات کہتے ہیں۔ سو اس میں کبھی درست ہو جاتی ہے کبھی خطا مگر ہاں جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام

ہے۔ سو اسکی نرالی بات ہے۔ اور وہ انکے اختیار میں نہیں۔ یعنی اللہ کی وحی یا الہام سے وہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں۔ سو کبھی ایسے خلاف نہیں پڑتے

مگر جو ان کی عقل اور قرینے سے جیسے تجربہ اور دور اندیشی سے یا کسی کام کے اسباب ظاہر کرکے مہیا ہونے یا نہ ہونے سے اس کام

کے ہونے یا نہ ہونے کی بات کہتے ہیں۔ جیسا کھجور کے نر چھاڑ پھل وغیرہ۔ ما صدقت میں کچھ کہہ بیٹھے واسطے انکے اپنے سے منع فرمایا اور اس

سال کھجور کا پھل کم ہوا اور اَنتُم اَعرَفُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم ارشاد کرنیکا قصہ اور اِنَّمَا اَنَا بَشَر تُحنَعِقُونَ اِلَیَّ کی حدیث اور قبیل کی

اور جو جانتا میں غیب تو بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ پہونچتی مجھکو کچھ برائی میں تو فقط ڈرانیوالا ہوں اور خوشخبری سنانیوالا ان لوگوں
ف ۱۱۵ جو یقین رکھتے ہیں۔ یعنی کل انبیا اور اولیا کے سردار پیغمبر خدا تھے۔ اور انہیں سے سب نے اسرار کی باتیں سیکھیں۔ اسلیے انہیں کو اللہ صاحب نے
فرما دیا کہ لوگوں کو اپنا حال اپنے آگے صاف بیان کر دے۔ تاکہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جاوے۔ پھر انہوں نے بھی بیان کر دیا۔ کہ مجھکو کچھ قدرت نہ
نہ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے۔ کہ اپنی جان تک بھی نفع نقصان کا مالک نہیں۔ تو دوسرے کا کیا نفع کر سکونگا اور
غیب دانی میرے قابو میں ہوتی۔ تو جس میں بھلا ہوتا۔ اس میں قدم رکھتا۔ غرض کہ کچھ قدرت اور کچھ غیب دانی مجھ میں نہیں۔ فقط پیغمبری کا اور دوسرے کا شاید اتفاق اوگا نہ کا بیکو میں ملا
مجھکو دعوی ہے۔ اور پیغمبر کا یہی کام ہے۔ کہ برے کام پر ڈراوے اور بھلے کام پر خوشخبری سناوے۔ سو یہ بھی انہیں کو فائدہ کرتا ہے کہ جنکے
دلمیں یقین ہے۔ اور دلمیں یقین ڈالنا میرا کام نہیں۔ وہ اللہ ہی کا کام ہے۔ اور اسی کا اختیار اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ انبیا اور اولیا میں بڑائی ف ۱۱۶
ہوتی ہے۔ کہ وے اللہ کی راہ بتاتے ہیں۔ اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھاتے ہیں۔ اور اللہ ان کے بتانے میں
تاثیر دیتا ہے۔ اور سوا اس بات میں انکی ہرگز کچھ بڑائی نہیں۔ کہ اللہ نے انکو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو۔ جسکو چاہیں مار ڈالیں
یا اولاد دیویں۔ یا مشکل کھول دیں۔ یا مراد کسی کی پوری کر دیں۔ یا فتح و شکست کر دیں۔ یا غنی کو فقیر کر دیں۔ یا کسیکو بادشاہ
بنا دیں۔ یا کسیکی بادشاہت چھین لیں۔ یا کسی بیمار کو تندرست کر دیں یا کسی کے دلمیں ایمان ڈال دیں۔ یا کسی کا ایمان چھین لیں

اگر کوئی قیامت تک انکو پکارے تو وے کچھ نہیں کر سکتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں۔ اور
اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو۔ کہ وہ اپنی قدرت سے اور فضل سے ہماری حاجت روا کرے اور یوں سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نے
شرک نہیں کیا۔ یعنی ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی۔ سو یہ بات غلط ہے۔ اور شرک کی بات ہے اسواسطے کہ اگرچہ اس مانگنے کی
راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن پکارنے کی راہ سے تو صاف شرک ہے۔ اور ثابت ہے۔ یعنی یہ آدمی ان بزرگوں کو ایسا سمجھا کہ دور و نزدیک
سے برابر سن لیتے ہیں حالانکہ اللہ صاحب نے صاف اس آیت میں فرمایا ہے۔ کہ جو اللہ کے سوائے ہے وہ ان پکارنے والوں کے پکارنے سے
غافل ہے تب مگر اللہ کے خبر دینے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوتا۔ کہ انکی خبر اللہ کو خواہ مخواہ دیا ہی ہے۔
فرض کیا دیا بھی ہو۔ تو یہ کہاں سے معلوم ہوتا۔ کہ وے خواہ مخواہ ہی اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ بالفرض وے حضرات دعا بھی کرتے ہوں
پر یہ کہاں سے وجوب آیا۔ کہ خدا مان ہی لیتا ہوگا۔ پھر اس عالم مثال میں ہر چند نہیں بہتر یہ ہے۔ کہ اللہ ہی کو پکارو۔ کیونکہ قرآن میں فرمایا ہے
اُدعُونِی اَستَجِب لَکُم۔ اس آیت کا حکم دنیا اور عاقبت میں ہمیشہ باقی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ قُل لَّا اَملِکُ لِنَفسِی
نَفعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ لَاستَکثَرتُ مِنَ الخَیرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوٓءُ اِن اَنَا اِلَّا نَذِیرٌ
وَّبَشِیرٌ لِّقَومٍ یُّؤمِنُونَ۔ کہا اللہ صاحب نے سورہ اعراف میں کہ کہہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع نقصان کا مگر جو کچھ چاہے اللہ

[illegible]

١١٣
بیان سمجھانے اس بات کا کہ بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ بزرگوں سے دعا منگوانی شرک نہیں سو یہ ثابت نہیں اس بزرگ ... دعا کرنا ... ہذا بہتان عظیم

١١٤ مصنف کا قول
تعصب ... بزرگوں کی التماس کرنی ... اگرچہ سنت ... دعا منگوانی ثابت نہیں۔

اور نذر ماننے سے اسکو ادھر متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ سو گویا یہ خیال کئے ہیں۔ جیسا اڑتے ہوئے شکرے کو کسی پرندے کے طعمہ کے طمع پر بلاتے ہیں

سو عنقا شکار کس نشود دام باز چین۔ اینجا ہمیشہ باد بدست است دام را۔ یہ عقیدہ مشائین سے اور مشرکوں سے یونان اور فارس

اور ہندو وغیرہ کے لیا گیا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ہاں بزرگوں کی ارواح بس میں لانے کو اور موکلوں اور ستاروں کی تسخیر کرنے کو اور انکے تعاقب سے انکار کرتے

ہر ایک کے واسطے مدی جیدی نذر نیاز قربانی سو یہ مسلمانی معمول خوشنود مقرر ہے۔ اسکی تحقیق اس مذہب کے جاننے والوں سے اور دبستان مذاہب سے

بھی معلوم ہو چکی ہے۔ اکثر نام کے مسلمان اس طرح کے کام بزرگوں کی ارواح سے کیا کرتے ہیں۔ پاک مومن کی ایسی باتوں سے بجا فرزند شہیدوں کی

روحیں حدیث کی صحیح ہے کے سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھی گئی ہیں۔ میووں سے چرتے چگتے اور عرش کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں

پھر انکو اس مردار دنیا کے دانے چننے پر بلاویں تو کاہیکو آوینگے۔ مگر شیطان ان پیر شہید کے پوجنے والوں کو اغوا کرکے اپنا پوجا کروا

لیتا ہے۔ مگر نہ پاک روحوں کو نہ کبھی کے رشتوں پر آتے ہے نہ کسی کے پکارے پر کان واللہ اعلم ہے دوسرے شق مقدمہ کا بیان

یہ کہ حضرات عالیات کو اصل غرض بالکل قادر مان کر پکارا کرتے ہیں۔ سو بالذات قادر نہ ہو سکتا سب کے مرکز قدرت

نہیں رکھتے۔ شق کیونکہ خدا نے فرما دیا۔ کہ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ یعنی وہ او غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اور اہلسنت

کے عقیدے میں یہ ہے کہ بندے نہ فاعل مختار ہیں۔ نہ اپنی قوت اور قدرت اور فعل کے پیدا کرنے والے۔ نہ ان میں کوئی تاثیر ہو سکتی ہے

یہ آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے تصویر القہر و علوہ بالغلبۃ والقدرۃ یعنی یہ بات اپنے غلبے اور بلندی کی صورت ہے۔ جو غلبے کے ساتھ اور قدرت کے ساتھ ثابت ہے ۱۲

پہنچاتے ہیں۔ اور بھی ایک عقدہ جانا چاہئے۔ کہ جو کوئی کسی کی بولی کو یا آواز کو کان سے سُنے۔ تو اسکو عربی میں سمعؔ
اور استماع اور فارسی میں شنیدن اور ہندی میں سُننا کہا کرتے ہیں۔ اور زبانوں میں بھی اسی طرح مثلیں کیجئے۔ لیکن جب کبھی
بول چال کو ان کانوں سے نہ سُن سکے۔ مگر قرائن سے اس کا معنی نہ سمجھے یا کسی کی بات کو کسی کے دل کے ارادے کو بوجھے جیسا ان دونوں
صورتوں کو کسی زبان میں سننا نہیں کہتے۔ بلکہ سمجھنا اور بوجھنا اور فہم وحدس و ادراک کہتے۔ کیونکہ اس میں کان کو کچھ دخل نہیں۔ پس معلوم
ہوا۔ کہ سمع ان کانوں ہی سے تعلق رکھتا ہے اور سمجھ اور جان بوجھ سے۔ پھر جب مُردے کے کان تو قبر میں ٹوٹ گئے پھر ان کا سُننا تو
مگر جان کی سمجھ بوجھ باقی ہو گی۔ سو اسکو سمع اور سُننا کہنا مجاز ہے نہ حقیقت۔ جان کی سمجھ بوجھ کی ہے "کلیات کو پاسکیگی"
نہ جزئیات کو سو بھی عالم برزخ سمجھے کہ وہاں ارادہ کلی ہی بے پردہ ارادہ جزئی پر بندوں کے غالب ہے۔ برخلاف دنیا کے
کہ یہاں وہ ارادہ مقدس بندوں کے نفوس میں ارادہ جزئی کے پردے ظہور کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ جب اللہ چاہے۔ تو کسی مردے کو معلوم کرادے
جب نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں۔ اور یہ بھی سمجھا چاہئے۔ کہ جب جان پاک تن کے قید سے چھوٹ گئے۔ تو اسکو عالم اطلاق کا سیر تمام
نصیب ہوا سیر الی اللہ و سیر فی اللہ کے۔ پھر اسکو عالم تقیید کی پابندی سے کیا تعلق رہتا۔ لیکن مردہ پرست لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ
وہ اطلاق کے سیر کو چھوڑ کر عالم آزادی سے منہ موڑ کر دنیا کے قیدخانے اور قیدیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ سو یہ انکی غلطی ہے۔

ہو گی حدیث تو تواتر لفظی کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ ان کے ظاہر پر ایمان واجب ہوا۔ جو اُنکا معارض ہووے۔ اُس کا رد واجب لیکن حدیث جو صحیح
معارض ہو تو رد کرنا مناسب نہیں بلکہ تطبیق ہوا کہ اس حدیث کی تاویل ہو گی اس واسطے اسکی صحت تاویل کرنی ضرور۔ پھر جس حدیث کا مضمون
کسی آیت کے نص پر آ پڑتا ہووے۔ تو اس آیت پر ایمان لانا اور اس حدیث کے معنی اس ڈھب پر کرنا کہ آیت کے مضمون کے خلاف نہ ہووے۔ اس حدیث کے مانع کے
مفہوم کہتے ہیں یہ ہے کہ آیت لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کی آیت اور مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ معلوں کے نہ سننے پر دلیل ہو کر معارض ہوئی
مردوں کے نہ سننے کے احتمال پر دلیل ہو کر معارض ہیں۔ مردوں کے سننے کی احتمال کی حدیثوں کی بہر نوع کے سننے کا دعویٰ اُن آیتوں کے
دلیل کے برخلاف ہونے سے گویا یہ مسموع ہووے۔ بلکہ مردوں کے سننے کا دعویٰ اس کا سنیت مقدمات کے ساتھ واجب القبول نہ رہا۔ لیکن اس
دعویٰ کی دلیلیں کچھ حدیثوں سے نکل سکتی ہیں اس واسطے انکی تاویل کیا چاہیئے۔ اور ان آیتوں کی کیونکہ غیر واجب الایمان کی تاویل مضائقہ نہیں۔ پر
جو واجب الایمان کی تاویل بے سبب ہرگز روا نہیں۔ اس واسطے یوں کہا چاہیئے۔ کہ قبر والوں کو دنیا کا سا عادت موافق سنتا سنانا نہیں مگر عالم
برزخ کا سننا سنانا وہاں کی مصلحت کے موافق ہوسکے نہ یہ کہ ہر جگہ حاضر ناظر ہو کر لوگوں کی احوال و قصہ جو سنا ہی کرتے ہیں۔ ملک کیا تھا
پر کوئی شرعی دلیل جو واجب القبول ہو ثابت نہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جو شخص سلام کہے خود سنتے
تو آپ بموجب حدیث کے سماع حقیقی سے سنتے ہیں۔ چنانچہ کئی علماء نے اس بات کو لکھا ہے۔ اور جو دور سے بھیجے تو فرشتے آپ کو سلام

سَیَّاحُوْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِی السَّلَامَ وَنَحْوَہٗ عَنِ الْجِبْرَئِیْلِ ۔ یعنی بیشک اللہ کے فرشتے ہیں ۔ دنیا میں پھرا کرنے والے ۔
جو پہنچایا کرتے ہیں مجھکو میری امت کا سلام وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَکْثِرُوا السَّلَامَ عَلٰی نَبِیِّکُمْ کُلَّ جُمُعَۃٍ فَاِنَّہٗ یُؤْتٰی بِہٖ مِنْکُمْ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ
یعنی زیادہ کیا کرو ۔ سلام اپنے نبی پر جمعہ کو کیونکہ انکو پہنچایا جاتا ہے تمہاری جانب سے ہر جمعہ کو ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاِنَّ اَحَدًا لَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ
اِلَّا عُرِضَتْ صَلٰوتُہٗ عَلَیَّ حِیْنَ یَفْرُغُ مِنْہَا ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی تم میں کا درود نہ بھیجیگا ۔ مجھپر مگر یہ کہ ظاہر کیا جاویگا
اس کا درود مجھپر جب درود کہہ چکیگا ۔ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ
تَبْلُغُنِیْ ۔ یعنی کہیں کوئی امت محمدی میں سلام بھیجتا آنحضرت پر یا درود بھیجتا مگر یہ کہ پہنچایا جاتا ہے انکو ۔ لیکن تمہارے پکارنے کے پہنچنے پر کوئی دلیل نہیں
آنحضرت کے کاموں میں کیا شک نہیں ۔ اور آپ نے نہیں فرمایا کہ مجھے پکارا کرو ۔ تا تمہارا کام بنے ۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ ہی کو پکارا کرو جو تمہیں
مجیب ہے ۔ چنانچہ ارشاد کیا ۔ کہ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
پھر سید المرسلین محبوب رب العالمین کے پکارنے کی کیفیت معلوم ہو چکی ۔ باوجود ایسے تم اور بزرگوں وغیرہ کو جو پکارتے ہو سو بالکل لغو ہے ۔ بلکہ انمیں
بہت سا قباحتیں لازم آتی ہیں ۔ جو دین کے احکام جاننے والوں پر مخفی نہیں ۔ اور یہی ہم نے عرض کیا ۔ کہ انہوں نے سنا بھی ہو یہ کہاں یقین ہوا
کہ تمہاری مقصد برلاویگا ۔ مگر خیال رہے اور طرح علم کی بات جدی ہے ۔ ف ۔ جب آیات بینات سے معنی احادیث کے مضمون کے ثابت
ہوویں ۔ اور ہر ایک احادیث بھی کھلی ہیں ۔ تو مومن متدین کے پاس وے آیات واجب القبول ہونگی ۔ اور کہے جو شخص واجب القبول

پکار انکو بھی دور سے سنتے ہیں - لیکن اس محبت اندر شفقت صاحب ایسے سننے کے ثابت کرنے کا کیا فائدہ - مگر یہی کہ آدمی ہیبت اور گور پر برکت

مردوں کو سمع کی صفت اور علم کی صفت اور دور سے بخشنے کی صفت میں خداوند تعالیٰ کے شریک ٹھیراویں - اور اسکی خبر اور میں شخص کے نام اعمال میں

لکھی جاتی کہ فلانے غیرہ کی باتوں کو وسیلہ دنیا داروں کا کام نہیں ہے - بلکہ بے دین مکاروں کا شیوہ ہے - کوئی اس طرح وہاں پہنچاتا ہے - کہ ف ۱۱۲

امت کا درود و سلام فرشتے جناب نبوی میں پہنچایا کرتے ہیں - اور امت کے اعمال ہر ہفتے میں ایکبار یا دوبارہ درگاہ مصطفوی میں معروض ہوتے ہیں

پھر یہ انکار کیا ہی نہیں ہوگا - جواب درود کا پہنچنا اور اعمال کا معروض ہونا سچ ہے - سو اس پر حدیث آئی ہے - فی فصل تخفیفیہ علیہ الصلوٰۃ

والسلام تبلیغ صلوٰۃ من صلی علیہ او سلم من الشفا وللقاضی عیاض علیہ الرحمۃ لسندہ الی ابی ہریرۃ ان رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علیّ الا ردّ اللّٰہ علیّ روحی حتی اردّ علیہ السلام - یعنی کوئی مجھ پر سلام

نہیں بھیجتا - مگر یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ میری روح کو پھیر دیتا ہے تاکہ میں اسکے سلام کا جواب دوں - یعنی جو سلام کہنے والا مجھکو سلام کہے تو میں اللّٰہ تعالیٰ کی عنایت سے

بخشتا ہے مجھکو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں - یعنی و ذکر ابو بکر بن ابی شیبۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا بلغتہ - یعنی جو کوئی سلام مجھ پر کہے

میرے قبر کے پاس تو میں اسکو سنتا ہوں - اور جو کوئی مجھ پر سلام کہے دور سے تو مجھکو پہنچایا جاتا ہے - وعن ابی مسعود ان اللّٰہ

اور اسلام کی حدیث ہوتا ہے۔ مستغنی ہی پر دلیل نہیں ہے۔ یہ احتمال ہو ۔ احتجاج باطل ہو گیا۔ اس کے سوا جو آیتیں قرآن کے برابر نہیں ہے۔

اس لئے ہر مردے کے سننے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ خاص کر حضرت عائشہ نے بھی اس پر انکار کیا ہے۔ اگر مردیات ہی دین ہوتا۔ تو اس کو فقیہ وقت

پر جن سے دین کے وثوق لینے کا حکم ہے۔ سو یہ شدید نہیں رہتا۔ خفیہ کی دوسری تقریر یہ ہے۔ کہ جن حدیثوں کے احتمال سے تم مردوں کا سننا ثابت

کرتے ہو۔ بس موقعات خاص کے سننے کا احتمال ہے۔ مانند سلام اور دعا وغیرہ کے۔ لیکن اس خاص کو عموم نہیں سمجھنے اس عالم میں سننے کی آتی ہیں۔

سب کے سب مردے سنا کریں اور سمجھا کریں جتنے سارے مسائل فقہی اور سب قصے اور حکایتیں اور لغات اور محاورات مستقل اور معمے اور چیستان

اور ریاضیات کے مسئلے اور سبق جیسے حساب وغیرہ اور موسیقی ان سے باتوں کا سننا مردوں پر ثابت کرنا بڑا ہی شدید ہے میسر نہیں ہوتا

مگر دل کے عقیدے سے بہت کچھ ہیں یہاں سے کام ہمکو نہیں۔ ایسی باتوں کے سننے ہی کے تصورات فاسدہ سے اہل بدعت مردوں پر ناچ رنگ

کرواتے اور نوبتیں اور باجے بجواتے اور مشرکانہ عبارتوں سے مردوں کو پکارتے ہیں۔ اگر مردوں کے سننے کو خاص جانتے ہوتے تو ایسی بلا میں

نہ پڑتے۔ ہمنے قبول کیا۔ کہ بعض حدیثوں کے احتمال سے مردے سنتے ہیں۔ لیکن انہیں حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شارع

نے انکو سلام کہنے کی جگہ قبر کی نزدیکی کو ٹھیرایا ہے۔ پھر دور کے لوگوں کے پکارنے کو مردے سن لیتے۔ یہ کون نقل [illegible] سے ثابت

کوئی نہیں ہاں۔ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ عَنِ الۡحَقِّ شَيۡـًٔا۔ ہمنے فرض کیا کہ کسی نے تاویل عمدہ سے یہ ثابت کر دیا کہ

ان یکون احد اضل من المشرکین حیث ترکوا عبادة السمیع المجیب القادر الخبیر الی عبادة من لا یستجیب لہم

لو سمع دعائہم فضلا ان یعلم سرائرہم ویراعی مصالحہم یوم القیامة ما دامت الدنیا وہم عن دعائہم غافلون

لانہم اما جمادات واما عباد مسخرون مشتغلون باحوالہم - یعنی کون ہے اس سے بڑا گمراہ جو پکارے اور کو اللہ کے سوائے

جو اسکی پکار کو نہ پہنچے - یہ بات کھلی ہے اس بات کا کہ کوئی بھی بت پرستوں سے زیادہ گمراہ نہیں اس جہت سے کہ انہوں نے سننے ہارے خدا کی پکار

پہنچنے ہارے خدا کی قدرت رکھنے ہارے - خبر رکھنے ہارے - خدا کی عبادت چھوڑ کے انکی عبادت اختیار کی - جو انکی پکار کو نہ پہنچ سکیں

اگر انکی پکار کو سنیں تو بھی - پھر انکے دل کی جانیں اور انکو جو کچھ چاہئے - اس کا لحاظ رکھنا تو کیا ہے جب تک قیامت تک - یعنی جب تک کہ دنیا باقی ہے

اور وہ انکی پکار سے بے خبر ہیں کیونکہ وہ یا تو بت کی قسم ہیں یا اور بندے ہیں - جو اپس میں پڑے ہوئے اپنے حالوں میں لگ رہے انتہیٰ فتح

ش - یعنی نہ کہ صرف مسلمان کفر کرنے والے بڑے احمق ہیں کہ اللہ سے قادر علیم کو چھوڑ کر اور ونکو پکارتے ہیں خواہ ولی ہوں خواہ نبی اول تو وے ان کا پکارنا

سنتے ہی نہیں - ش - اول یہ سب کے پاس مسلم ہے کہ آخر تک انکو اپنی قدرت نہیں - مگر صادق کی خبر سے تجاوز نہ کیجئے - مسئلہ

بلکہ مدرکے لگنے کی حدیث سے لوگ مردے کے سننے کو ثابت کرتے ہیں - اور اکثر حنفی علما ان کے مقابل یہ آیت لاتے ہیں کہ وما انت بمسمع من

فی القبور کی صراحت ہی ظاہر ہے - اس کے یہ دونوں اور بیان کے صحابہ میں - اور نہ قابل اسم کے اور مراد ظاہر ہے بغیر ضرورت تاویل کی جیب نہیں

اور خلاف ان کے جل میں پھنسنا چاہئیے۔ لیکن یہ شخص دعوی نسبت ولی کا نہ رکھتا ہو سکتا ہے صحبت میں کہتا ہو سکہ کرامات اسکی طرف بھی معلوم ہا لگ
سو معلوم کیے نہ تا کہ میں یہ کہ جو بات میں چاہوں معلوم کر لوں۔ یا جب چاہوں تب نیست و نابود کر لوں۔ تو شاید یہ بات بڑی کی ہے کہ شخص شاید سمجھا گیا ہا بنا
اس وجہ سے خالی نہیں ہے یہ شخص جو سمجھا ہو اس کے دین حق کا ظہور یعنی توحید اور اتباع سنت کا چرچا ہونا اور کفر و شرک کی بیخ اکھڑنا اور اسکی بھی محبت
اور اطاعت اور اسکے رسول مقبول کی سمائی ہوتی اور فرمانبرداری اور اس شخص کی صحبت اور نصیحت سے لوگوں کے دل میں اللہ کی محبت اور بھی محبت
اور اسکے رسول مقبول کے آل و اصحاب کی محبت اور عادت مضبوط ہوئی اور قرآن و حدیث اور علوم دینی کی تحقیق کا شوق اسکی سعی سے لوگوں کی خاطر میں پڑ گیا
یہ سب سچے کی علامت ہیں۔ اور جو مٹا رہے اس کے دردم بدعتی اور قبر کا پوجا اور جاہلیت کے رسم عادت شادی و غمی میں اور نذر و نیاز میں صحیفہ اور
شیخ میں کوئی صلاحیت مانند اس کے کام رہتا مردود دخل میں جا کے جو یا شبہ میں یا اور شیخ میں کی صحبت میں اسکے اور اسکے اکابر کے قصے قرآن و حدیث
اور علم دینی کے عوض میں یہ ذکر ہوا کرتا ہے۔ یہ سب جھوٹے کی علامتیں ہیں۔ اور بھی بہت سی ہیں۔ مگر نمونہ مشتے از خروارے۔ قال اللہ
تعالیٰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ۔ اور فرمایا اللہ صاحب نے سورہ
احقاف میں اور کون گمراہ ہوگا اس شخص سے جو پکارتا ہے سوا اللہ کے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں اسکی بات قیامت کے دن تک اور وہ ان کے پکارنے
سے غافل ہیں۔ علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ

اور نہایت یقینی اس کے آنے کی ہی وقت کی خبر کسی کو نہیں۔ پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر پا تو کیا ذکر ہے جیسے کسی کا فتح اور کسی کی شکست کسی کا بیمار ہونا کسی کا تندرست ہونا کہ بیان میں نہ آوے قیامت کے برابر مشہور ہیں نہ ویسے یقینی۔ اور ایسے ہی مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی شخص کو نہیں۔ معلوم ہوا کہ اس کا حکم بہت بند ہو رہا ہے۔ اور اکثر ان موسموں میں برستا ہے۔ اور بسا اوقات نبی ولی اور بادشاہ و حکیم اسکی خواہش ہی رکھتے ہیں۔ سو اگر اس کے وقت معلوم کرنے کی کچھ راہ ہوتی تو کوئی البتہ پا لیتا پھر جو چیزیں کہ ان کا موسم مقرر ہوا ہے اور سب لوگ اسکی خواہش رکھتے ہیں۔ جیسے کسی شخص کا مرنا جینا اور اولاد ہونی غنی و فقیر ہونا فتح و شکست ہونی۔ سو ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کوئی نہ پا سکیں۔ اور اسی طرح جو کچھ کہ ماں کے پیٹ میں ہے اسکو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ ایک ہے یا دو نر ہے یا مادہ کامل ہے یا ناقص خوبصورت ہے یا بدصورت حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں پھر کسی کا حال ٹھیک نہیں جانتے۔ تو اور چیزیں جو آدمی سے چھپی ہوئی ہیں جیسے عاقبت اور ارادے اور ایمان و نفاق تو کیونکر جان سکیں۔ اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا۔ تو کل کو کیا کرے گا۔ اور کسی کا کیونکر حال جانے۔ بعضے کہتے کسی کچھ آئندہ کی بات آمد قیافہ سے یا رمل سے نہیں جان سکتا۔ اس سے ان کی معلوم ہوا۔ کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سو کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے۔ کوئی تقویم نکالتا ہے۔ یعنی حساب ستاروں کے ہر برج میں جیسے کا اٹکل اور اچھی بری ساعتیں اور دن وار ایسی ہی باتیں اٹکل ہوتی ہیں۔ سو اس شہر میں دیکھ دیکھ کے تعدد ہے۔ کہ ستاروں کی نظرات اپنی ان سعت ہونے سے [illegible] یا پھر اور تیرا شہری میں تقویم کو کیا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی دل کا [illegible] یعنی [illegible] وقت ہے۔ کوئی [illegible]

معلوم ہو سکتا۔ کہ حق تعالیٰ نے خواتے بزرگ کو ظاہر و باطن کی بالکل خبر دی ہے۔ پھر تب یہ یقین کر لینا کہ وے اس کا سب احوال جانتے ہیں ہو گمراہی

بے دینی ہے اور خلاف قرآن۔ مومن مخلص کو ایسے بے بنیاد سے اعتقاد سے دوری ضروری ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ من حسن اسلام المرء

ترکہ ما لا یعنیہ۔ یعنی آدمی کی مسلمانی درست ہونے کی بات میں سے اس آدمی کا بیہودے کام کو چھوڑ دینا ہے۔ جیسے قال اللہ تعالیٰ قل لا

یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ کہا اللہ صاحب نے سورہ نمل میں کہ نہیں جانتے جتنے لوگ ہیں

آسمان اور زمین میں غیب کو مگر اللہ۔ اور نہیں خبر رکھتے۔ کہ کب اٹھائے جاوینگے " ف یعنی اللہ صاحب نے پیغمبر کو فرمایا۔ کہ لوگوں سے یوں کہدیں کہ غیب

کی بات اللہ کے سوای کوئی نہیں جانتا۔ نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن۔ غیب کی بات کو جاننا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور اسکی یہ ہے

کیجیے لوگ سب جانتے ہیں۔ کہ ایک روز قیامت آویگی۔ اور یہ کوئی نہیں جانتا۔ کہ کب آویگی۔ تو ہر چیز کا معلوم کرنا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے

وقال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما

تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر ۔ کہا اللہ صاحب نے سورہ لقمان میں۔ بیشک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی اتارتا ہے مینہ

اور جانتا ہے جو کچھ ہے مادہ کے پیٹ میں ہے۔ اور نہیں جانتا کوئی کہ کیا کریگا کل اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مریگا۔ بیشک اللہ ہی جانتا ہے اللہ خبردار

ف یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں۔ اور ان کا جاننا کسی کے قابو میں نہیں ہے۔ چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا وقت پوشیدہ ہے

اس لیے فقہا نے اس کو پسند نہیں رکھا۔ اور اسی سے وہ جو بابا مولانا روم مثنوی شریف میں کیا خوب فرمایا ہے۔ ع این بنا شد دو نا اصحاب ضلال

کز نمی بینند ز قرآن جز فال۔ عزیز و قرآن مجید عقیدہ اور عمل سکھلانے آیا پر علما اس زمانے میں اسکو فالنامہ بنا رکھا ہے۔ اور حافظوں نے قبروں پر پڑھنا مقرر

کیا ہے۔ اس میں قرآن کی عظمت وشان کو نقصان ہوتا ہے۔ اگر اگلے فقہا ان کے حافظوں کے قبروں پر قرآن پڑھنے کو اور قرآن منحوس کہنے

اور شادیوں میں اس کے ختم کو بدفالی سمجھنے کو دیکھتے ہوتے تو شاید ایسے پڑھنے والوں کو تعزیر کا حکم لکھتے ہوتے۔ اور ان بدشگونوں سے بچہ بنانے والوں کو

مرتد کہا کرتے۔ فال وغیرہ کا حال تو معلوم ہوچکا ہے ف لیکن پیغمبروں کی وحی میں غلطی کبھی نہیں ہوتی۔ سو وہ ان کے قابو میں نہیں۔ اللہ صاحب جو آپ ف

چاہتا ہے سو بتا دیتا ہے۔ انکی خواہش کچھ نہیں چلتی ہے۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ۔ غرض اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی

بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا۔ یہ رد ان لوگوں کا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنی اختیار سے ہر غیبی بات کو جان لیتے ہیں۔ سو

مصنف نے ان کے عقیدوں کے رد میں قرآن کی آیتیں لائیں اور ان پانچ چیزوں کو ذکر کیا۔ جنکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر اگر کوئی شخص

کہے۔ کہ یہ حضرات انکو بھی اپنے اختیار سے جانتے ہیں۔ تو گویا قرآن کی آیت کا انکار کیا ہے تو کفر میں ہے۔ اگر یہ کہے کہ ان پانچوں چیزوں کے سوا اور غیبی

چیزوں کو اپنے اختیار سے جان لیتے ہیں تو ہم اس کا جواب دیں۔ کہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا یعنی

کوئی نہیں جانتا۔ کہ کل کیا کریگا۔ یہ بات سب کو شامل ہے کہ آپ ہی آئندہ کیا کام کریگا۔ سو معلوم نہیں ہوتا کہ خیر ہے یا شر ہوگا۔ سو کیا معلوم

بلکہ بطریق اولیٰ معلوم نہ ہووے۔ مگر یہ کہ خداوند تعالیٰ جتنا معلوم کرادے۔ اتنا معلوم ہوسکے۔ لیکن یہ کہاں سے کہ

تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا۔ اور تو ہی جانتا ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ تو غیبوں کا بالکل جاننے والا ہے۔ الٰہی اگر تو جانتا ہے

کہ یہ کام بھلا ہے میرے دین کے واسطے۔ اور دنیا کے واسطے اور میری عاقبت کے واسطے تو اسکو میری تقدیر میں کر اور اسکو مجھ پر آسان کر پھر

اس میں مجھ کو برکت دے۔ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے۔ کہ یہ کام برا ہے میرے دین کے واسطے اور دنیا کے واسطے تو پھیر دے اسکو مجھ سے اور مجھکو اس سے

تقدیر کر میرے لئے بھلائی جہاں ہو۔ پھر راضی رکھ مجھکو اس سے گو کہ تو سب چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ حدیث کا استخارہ غیب جاننے کے

واسطے نہیں ہے۔ برخلاف اس جعلی اور نقلی استخارے کے پھر اس کو یہ کہنا اور اسکو وہ کہنا دینداری سے دور کہاں وہ نبوی استخارہ کہاں یہ معنوی

استخارہ سے کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر شیر۔ نبوی استخارہ عبادت ہے۔ اور عام ہندوں کا شیوہ

اور اسمیں ثواب کی امید۔ برخلاف اختراعی استخارے کے کہ وہ غیب کو متعرض ہوتا ہے۔ اور نیز عام ہندوں کا شیوہ وطرز یہی نہیں۔ سے

گر مطلقاً یک اشارہ لب است ؎ لیکن کشف یہ ہے۔ کہ جان کے آئینے پر کبھی کبھی کسی عالم کا پرتو پڑ جاتا ہے۔ اور وہاں کا احوال ف ١٠٨

کچھ اس پر کھل جاتا ہے۔ لیکن اس صاحب کشف کا خیال سارے معنوں پر حسب صورت پابند تھا سو یہ صورت کبھی برابر پڑی کبھی کچھ تفاوت

کیا تھا۔ اس واسطے کبھی کشف ٹھیک پڑتا۔ کبھی نہیں۔ باوجود اسکے اب کشف بھی صاحب کشف کے قابو میں ہمیشہ نہیں ہوا کرتا ہے۔ مگر جب اللہ

چاہتا ہے تب ہو۔ اس واسطے اسکو نری غیب دانی نہیں کہتے۔ اور اسی طرح قرآن کی فال بھی غیب کو متعرض ہوتا ہے سو یہ بھی جعلی استخارہ کی قسم ف ١٠٩

پھر تعبیر کے قاعدے سے کبھی رویائے صادقہ ہوا کرتا ہے - جوں دیکھا تھا ویسا ہی ظہور میں آتا - اور کبھی ماؤلہ جس میں تعبیر کی حاجت ہوتی ہے

اور اس کے موافق ظاہر ہوتا ہے - اور اکثر اضغاث احلام ہے - یعنی خوابہائے پریشاں - جسکو خواب خیال کہتے ہیں - سو کچھ بھی اسکی تاثیر نہیں ہوتی

غرض یہاں استخارہ کے عمل کی کچھ حاجت نہیں - اکثر خوابوں میں ایسی باتیں خداوند تعالیٰ دکھلایا کرتا ہے - چنانچہ کوئی اس کا منکر نہیں ہو سکتا مگر

حدیث شریف میں جو استخارہ آیا ہے - سو وہ کچھ غیب کے معلوم کرنے کے واسطے نہیں - بلکہ جناب الٰہی سے کسی کام کی اجازت اور بھلائی

مانگنی ہے - نماز دو رکعت اللہ کے واسطے پڑھتا ہوں کر کے نیت باندھے اور پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں

الحمد اور سورہ اخلاص پڑھ کے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ

وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ - فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ

تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ

بَارِكْ لِیْ فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ

اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یا اللہ میں بھلائی مانگتا ہوں تیرے علم کے باعث اور قدرت چاہتا ہوں تیری قدرت کے سبب اور تجھ سے تیرا بڑا فضل چاہتا ہوں - کیونکہ

واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ محاورہ میں ان لفظوں پر مخفی نہیں۔ اور قرآن و حدیث میں بھی یہ صفت تشابہ آئی ہے۔ پھر اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جو کوئی ف ۱۰۶
یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے۔ کہ جب میں چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کر لوں۔ اور آئندہ کی باتوں کا معلوم کرنا میرے قابو میں ہے
سو بڑا جھوٹا ہے۔ کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ ف کیونکہ علم غیب الوہیت کا لازم ذاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ قُلْ لَا يَعْلَمُ
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ یعنی کہہ دے نہیں جانتا جو کوئی آسمان اور زمینوں میں ہے غیب کو مگر اللہ سو پھر جو کوئی
الوہیت کے لازم ذاتی کا دعویٰ کرتا ہے۔ سو خدائی کا ادعا کرتا ہے۔ اور جو کوئی کسی نبی ولی اور جن فرشتے کو یا امام امام زادے کو
یا پیر و شہید کو یا نجومی رمال فال کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن اشٹی کو یا بھوت پری کو ایسا جانے۔ اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے وہ مشرک ہے
اور اس آیت سے منکر ہے۔ اور یہ جو وسواس گزرتا ہے۔ کہ بعضے وقت کوئی نجومی یا رمال یا برہمن یا سگونیا کچھ بات کہہ دیتا ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو جاتی ہے
تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت ہو جاتی ہے۔ سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ علم غیب ان کے
اختیار میں نہیں۔ ان کی اٹکل کبھی درست ہوتی ہے۔ کبھی غلط۔ اور یہی حال ہے استخارے کا اور کشف کا اور قرآن مجید کی فال کا۔ ف معلوم کیجئے ف ۱۰۷
کہ استخارہ عرف میں اسکو کہتے ہیں۔ کہ ابھی ملاؤں اور بھی مشائخوں کی نکالی ہوئی رسموں کو کر کے اور منتروں کو پڑھ کے سو رہنے سے غیب کی
بات میں نظر آ جانا خیال میں رکھیں۔ مثل مشہور کے موافق۔ جو من میں بسے سو سپنے دیکھے۔ وہ بات خواب میں دکھائی دیتی ہے

بہت تحقیق کیا۔ کچھ حقیقت معلوم نہ ہوئی۔ اور بہت فکر و غم میں رہے۔ پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو بتا دیا۔ کہ وے منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ رضی پاک ہے
سو یقین یوں ہی رکھا چاہئے۔ کہ غیب کے خزانوں کی کنجیاں الٰہی کے پاس ہیں۔ کسی کے ہاتھ نہیں ہیں۔ اور کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ مثل یعنی عالم غیب کا
کوئی خزانچی نہیں۔ ہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دین الٰہی کے علم کے خزانے کے خزانچی ہیں۔ کیونکہ اللہ نے انہیں یہ علم دیا ہے۔ خصوص ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو
کہ سب پیغمبروں کا علم دیا ہے۔ پھر سب اہل حق آپ ہی کے علم سے عالم بنتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت کو حکم ہوا۔ کہ صاف کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے
مجھ پاس نہیں ہیں۔ چنانچہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ
اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ۔ یعنی اے محمد کہہ دے کہ میں نہیں کہتا تمکو کہ مجھ پاس خزانے اللہ کے ہیں۔ نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نہیں کہتا ہوں کہ فرشتہ
ہوں۔ مگر تین ف ـــــ یہ اللہ تعالیٰ اپنے ہی ہاتھ سے ثبت یعنی دست قدرت سے قفل کھول کر اس میں سے جسکو چاہیے بخش دے تو اسکا ۱۰۵ ف
کوئی ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ ثبت چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی کہہ دے مقرر فضل اللہ کے ہاتھ
میں ہے اسکو دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ اور تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ۔ یعنی برکت والا ہے وہ جسکے ہاتھ لوگی بادشاہی ہے اور فَسُبْحٰنَ
الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ۔ یعنی پھر پاک ہے وہ جسکے ہاتھ ہو اختیار ہے ہر چیز کا۔ اور یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ یعنی اللہ کا ہاتھ
ان کے ہاتھوں پر۔ یعنی ہاتھ پکڑنے کے معنی روکنا اور مانع ہونا ہے۔ یہ بات ہندی اور عربی اور فارسی کے ٹھیک محاورے کے موافق

غیب داں نہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح فرشتے کی قوتیں جن سے زیادہ تیز ہیں۔ جو جبرئیل جیسی ہو یا فرشتے پر کبھی تھی پر فرشتہ غیب داں
نہیں۔ امام امام زادے اہلسنت کے مذہب ہے غیب داں ہونا واجب نہیں۔ اگر خداوند تعالی انکو کوئی غیب کی بات معلوم کرادے تو انبیا شہادت ہے
غیب نہیں۔ پر بھوت پری کا جسم آتشی ہوتا ہے اسلئے حواس خاکی کے حواس سے زیادہ تیز ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کے حوال میں کہا گیا ہے کہ
ان کو بھی غیب داں نہ کہا جاتا ہے۔ کہ کفر ہے۔ پر مطلق غیب داں وہی اللہ کی ذات مقدس ہے۔ اس واسطے ارشاد کیا۔ کہ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ پھر جو تمام خلق پر غیب ہو سو ان پر شہادت ہے جو اس پر جامع شہادت ہے سو تمام خلق پر غیب ہے۔ اسی واسطے اپنی شان
میں فرمایا۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔ کسی کو علم غیب معلوم نہیں ہوتا۔ مگر جتنا کہ اپنے کرم سے وہ معلوم کرادے۔ اتنا ہی معلوم ہوتا ہے
اسی واسطے فرمایا۔ کہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ یعنی اور یہ نہیں گھیر سکتے اسکے علم میں سے کچھ مگر وہ جو چاہے۔ غرض انبیاء ہو
کر غیب جانتے ہیں اور اللہ کی تقدیر میں جو کچھ ہے۔ سو سمجھ لیتے ہیں پر اتنی قدرت نہیں ہے کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں
بلکہ اللہ جب اپنے ارادے سے کبھی کسیکو غیبی بات کی خبر جتاتا ہے۔ کر دیتا ہے۔ سو یہ اپنے ارادے کے موافق نہ اسکی خواہش پر چنانچہ
حضرت پیغمبر کو بارہا اتفاق ہوا ہے کہ بعضے بات کے دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ نہ معلوم ہوئی۔ پھر جب اللہ کا ارادہ ہوا
تو ایک آن میں بتا دیا۔ چنانچہ حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ مہینہ کئی تک

واسطے مصنف نے یہ ملک کہا ۔ جیسے کہ نا شکر بے ایمان اسکی تکفیر کرتے ہیں۔ اور جن کو امام صاحب یا کفر کرنا سب ہے ۔ کہ جن والے شیخ جن کو غیب جاننے والے

سمجھا کرتے ہیں۔ اس زمانے میں انکی بہتایات بہت ہے ۔ لیکن جو آپ پرست لوگ ہیں جو انکو بالکل غیب دان سمجھے سو اس زمانے میں کم ہیں۔ اس بات کو اچھا ہی دفع کر

دیا ۔ اور بعضے لوگ سب جانتے ہیں۔ کہ امام کو علم غیب ہو یا نہیں حد تو امام ہی نہیں ۔ اور ان کے ملا جیسا امام زادوں کے واسطے بھی علم غیب ثابت کرتے ہیں۔

اس واسطے ان کا ذکر کرنا ضرور پڑا ۔ وہی لوگ مشہور کیا مسلمان ہیں بہت بری کو بالکل غیب دان سمجھا کرتے ہیں یہ حضور صاحب والی حدیث اس واسطے ان

ف١ کا مذکور کرنا بھی لازم تھا ۔ حاصل یہ کہ سوائے خدا کے کوئی غیب دان نہیں ۔ اب غیب کے معنی بھی سمجھو کہ غیب سے مراد یہ ہے جو چیز چھپی ہو یا بات جو پچھلے کام کو کہا کرتے

ہیں۔ پھر جو ہم کو نظر نہ آئے نہ سنا جائے ۔ یا نہ سونگھا جائے ۔ یا نہ چکھنے میں آئے ۔ نہ چھونے میں آوے ۔ یا نہ سمجھنے میں آوے یا نہ بوجھنے میں ۔ یا نہ عقل میں

سو ہم پر غیب ہے ۔ اور جو اندھے پر غیب ہے ۔ سو دیکھنے پر شہادت ہے ۔ جو زکام والے پر غیب ہے سو کھلی ناک والے پر شہادت ہے ۔ جو بے حس ہاتھوں پر غیب ہے

سو چنگے ہاتھوں پر شہادت ہے ۔ جو بے سمجھ پر غیب ہے ۔ سو سمجھ والے پر شہادت ہے ۔ جو بے عقل پر غیب ہے سو عقل والے پر شہادت ہے ۔ جو عقل پر غیب ہے

سو عقل والے پر شہادت ہے ۔ لیکن ان کو غیب مطلق نہیں کہتے ۔ اور نہ اس علم اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے جو صاحب معجزوں کو اور صاحب کرامتوں کو معلوم

ہے غیب ہے ۔ اور نہ پر شہادت ۔ پھر انکو غیب دان نہیں کہتے ۔ اور یہی جانیے کہ ہم جنوں کے دیکھنے کی قوت اور سننے کی قوت اور بوجھنے کی انکا لطافت

کے سبب سے تیز ہے ۔ اگر آدمیوں کی نسبت کرتے اس واسطے وے غیب کی باتیں آدمی سے بڑھکر دیکھتے سن لیتے بوجھ لیتے ہیں سو اتنے سے

وَمَتَابَرَكْ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں کہ اس پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا۔
انکو مگر وہی۔ ف یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزوں کے دریافت کرنیکو کچھ اسباب بتادی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو کان
سننے کو ناک سونگھنے کو۔ زبان چکھنے کو ہاتھ ٹٹولنے کو۔ عقل سمجھنے کو۔ پانوں چلنے کو۔ اور یہ اسباب انکے اختیار جزئی میں دی ہیں کہ
اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں۔ جیسے جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا۔ تو آنکھیں کھول دیں نچاہا تو بند کیں جس چیز کا مزہ دریافت کرنیکو
ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا۔ نہ ارادہ ہو نہ ڈالا۔ سو گویا کہ ان چیزوں کی کنجیاں انکو دی ہیں۔ پس جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے۔ قفل اسی کے اختیار
میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کا دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے۔ تنبیہ یعنی اختیار
جزوی میں آناً فاناً اللہ تعالیٰ کے دیا کرنے سے مجازاً کہتا ہے۔ کہ بندے کے اختیار میں ہے۔ جب چاہیں نہ کریں۔ سو اس طرح غیب کا دریافت
کرنا اپنے اختیار ہو جب چاہئے کر لیجئے۔ یہ اللہ کی ہی شان ہے۔ کسی نبی ولی جن و فرشتہ پیر و شہید کو امام امام زادہ کو بھوت
و پری کو لایا ہے۔ یہ سب بے ادبی ہے۔ اس کے جواب میں بہت ہیں۔ انمیں ایک مختصر یہ ہے۔ کہ معظم جنابوں کو اس نے اول ذکر کیا۔
یہ دلالت کرتا ہے۔ اس کے پاس ادب پر۔ اور ان جنابوں کو یہاں ذکر کرنیکا سبب یہ تھا۔ کہ گور پرست ان سب حضرتوں کو غیب
جاننے والے ٹھہراتے ہیں۔ اور فقہا ان جنابوں کو بھی غیب دان سمجھنے کو کفر کہا کرتے ہیں۔ پھر ان گور پرستوں کے ایمان بچانے کے

اپنے اور خدا کے درمیان میں۔ دوسرا تقوی کرنا اپنے اور خلق کے درمیان۔ تیسرا تقوی اور پھر یہ بھی کہا کہ تقوی حراموں کو چھوڑنا ہے عذاب کے بچنے کے واسطے۔ اور شبہات کو چھوڑنا حرام میں پڑنے سے بچنے کے واسطے۔ اور کئی مباحوں سے بچنا اپنے آپ کو حفظ کرنے کے واسطے تاکہ ان میں اور نفس کی نجاست میں گرفتار نہ ہو۔ پھر جب آدمی اپنے اور آدمیوں کے درمیان جو معاملے ہیں انمیں تقوی کرے اور رذیلے کاموں سے آپکو بچا رکھے۔ تو اسکو ظاہر میں متقی کہینگے۔ اگرچہ اس باطن میں دونوں ڈب کا تقوی کرے جو آدمی کو اپنی جان کے ساتھ چاہیے۔ یا خدا کے ساتھ ہو۔ وہ نکرے اور باطن کا متقی نہ بنے بلکہ دل کا چور اور باطن کا فاسق یا مشرک ہے تو بھی ظاہر والے اسکو بظاہر متقی کہینگے۔ چنانچہ شیخ سعدی نے کہا ہے ۔ ہر کرا جامہ پارسا بینی ۔ پارسا دان و نیکمرد انگار اس صورت میں تقوی یا فسق یا شرک باطنی سے جمع ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ویسے کو فاسق متقی یا مشرک کہا تو اس پر کچھ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اس واسطے فاسق ہوا ہزار درجے بہتر ہے متقی مشرک سے اور وہ یعنی تقصیر وار ہزار درجہ بہتر ہے باغی خود نما سے کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے۔ اور وہ فریب پر مغرور۔

دوسری فصل اشتراک فی العلم کے بیان میں

یعنی اس فصل میں ان آیتوں و حدیثوں کا ذکر ہے جن سے اشتراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالی ف ۱۰۲

کہ ظاہری تقویٰ جدا ہے اور باطنی تقویٰ جدا ہے چنانچہ فرمایا۔ کہ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ٥ یعنی مقرر یہ دلوں کے تقویٰ کی
قسم سے ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ تقویٰ ظاہری فسق وشرک باطنی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بسبب عقیدہ لوگ ظاہر میں متقی
نظر آتے ہیں۔ اور باطن میں شاہ پرست اور ہوا پرست اور جھنڈہ پرست اور رشتہ پرست رہتے ہیں اور اسی طرح جائز ہے۔ کہ بعض تقویٰ قلوب
بعض فسق کے ساتھ جمع ہووے جیسا مومن فاسق کے ساتھ خیال میں نظر آتا ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ متقی مشرک کہنا دو ضد کا
جمع نہیں۔ نہ عقلاً نہ شرعاً نہ عرفاً۔ پھر اس پر اعتراض کرنا یا حسد سے ہوگا۔ یا کم فہمی سے۔ اسکے سوائے شرک پسند لوگ اپنی
جماعت کے متقی نماؤں کو پرہیزگار کہا کرتے ہیں۔ پھر مصنف نے ان کے عرف کے موافق انکے متقیوں کو متقی مشرک کہا ہوگا۔
میں تو کیا قباحت لازم آئی۔ ف چنانچہ یہود اپنے علما کو ربانیون کہا کرتے تھے۔ حالانکہ علم ربانی خدا شناس ف ١٠٠
اور کفر وشرک وفسق سے پاک ہوا کرتے ہیں۔ انکے علما تو ایسے نہ تھے۔ باوجود اس کے اللہ نے انکے عرف موافق فرمایا ہے
کہ لَوْلَا یَنْہٰہُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِہِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِہِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ
یعنی کیوں نہیں منع کرتے انکو ربانی لوگ اور علما انکے گناہ کی بات کہنے سے اور ان کے حرام کھانے سے البتہ برا کرتے ہیں۔
ف اور تقویٰ کا مذکور بیضاوی میں ہے۔ سو اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ تقویٰ کرنے کے تین مرتبے ہیں ایک تقویٰ کرنا ف ١٠١

تو اسی کے حکم سے کہ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ - یعنی سفارش نہ کرینگے - مگر اسکی جسکے لئے رحمٰن نے حکم دیا - ہے سو جتنی

بات خوب ولیں ثابت ہوجاوے - پھر جتنے گناہ اس سے ہونگے - بشریت کی راہ سے ہونگے - یا بھول چوک کر - اور ان گناہوں کا ڈر اسکے

دل پر گھر رہا ہوگا - ش - یعنی اسکے دل کے آس پاس لپٹا ہوا رہیگا - اور اس سے الٹا بیزار ہوگا اور شرمندہ کہ اپنی چال سے [illegible]

اور مثال ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت بہت آتی ہے - سو جوں جوں اس سے گناہ ہونگے - اسکے موافق اسکی ندامت بڑھیگی - اسی قدر اللہ کی رحمت بھی

بڑھیگی - سو یہ سمجھ لیا چاہئے - جسکی توحید کامل ہے - اسکا گناہ وہ کام کرتا ہے - اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرسکتی

ش - چنانچہ شیخ سعدی نے کہا - خوب کہا ہے کہ ہر کہ در سایۂ عنایت اوست "گنہش طاعت است و دشمن دوست"

اور جیسے فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی و مشرک سے - ش - اعتراض - جو مشرک ہو سو متقی نہیں ہوسکتا - اور جو متقی ہو سو مشرک نہیں

ہوسکتا - پھر متقی مشرک کا کیا معنی - جواب - ہم کہتے ہیں کہ متقی کا معنی لغت سے اپ کو بچا رکھنے والا ہے - اور محاورہ عرفی ف ٩٩

میں عرفی بدکاریوں سے بچنے والا اگرچہ باطنی رذائل سے نہ بچا ہووے - چنانچہ عرب میں کہتے ہیں - کہ فلانا [illegible] میں بڑا متقی ہے

اور فلانا متقی رہا کرتا ہے - لیکن اصطلاح شرعی میں ظاہر و باطن کے پرہیزگار کو متقی کہا کرتے ہیں - اب ہم کہتے ہیں - کہ یہاں تقی

کی عبارت محاورہ عرفی کے موجب واقع ہوئی ہے - پھر محاورہ عرفی پر اعتراض کرنا نادانی ہے - اسکے سوائے قرآن کریم میں بھی محاورہ عام ہے

کسی شاعر نے کیا خوب باندھا ہے ؎ گر گو ہر طاعت نہ سفتم ہرگز۔ ور گرد گنہ ز رخ نہ رفتم ہرگز + نو مید نیم زبارگاہ کرمت زیرا کہ یکے را دو نگفتم ہرگز۔ اور یہ نہ سمجھے۔ کہ یہ بات توحید والوں کو گناہ کرنیکی رغبت دینے کے واسطے ہے۔ بلکہ توحید کی برکت کیواسطے ہے کیونکہ جو توحید والا ہوگا سو یقین جانیگا کہ خدا ہی گناہ بخشنے والا ہے۔ اور وہی گناہ پر عذاب کرنے والا۔ اور وہی بے پروا خداوند ہے کسی کا حق واجب نہیں۔ کوئی اسکو روکنے والا نہیں سب بندے اسکی قدرت اور قوت کے آگے عاجز ہیں۔ اسپر کسی کا حیلہ نہیں۔ یہ سمجھ توحید کے قاعدے سے اسکے دل پر نقش ہوجاوے۔ تو اس کو گناہ کرنیکی جرأت کہاں باقی رہے۔ اگر توحید کے کمند پر گناہ کیا کرے وہ موحد کا مکا مگر تقدیر سے چارہ نہیں۔ اسواسطے اگر مقدر کا مارا گناہ کرے تو اسکی مغفرت کی امید ہے۔ چنانچہ مصنف نے بھی اس بات کا لحاظ رکھا اش اور کہا۔ کہ میرے یہی حق ہے۔ اسی نے جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوا۔ کہ کہ یکو اللہ کے سوائی مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ جانے۔ ش کہ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اور یہ کہ اس کے دل میں خوب ثابت ہوئی۔ کہ اللہ کے تقصیروار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں ش وَهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ ۝ اور اسکی بعال کسی بہور آدمی کا زور نہیں چل سکتا۔ ش کہ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۝ اور اس کے دربار میں کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا۔ کہ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۝ بلکہ جو گنہگار ہو

مقصود اس تمثیل سے یہ ہے۔ کہ بادشاہ کا غلام اپنے بر آمد مقاصد کے واسطے فی الحقیقت کسی سے محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن قانون بادشاہی کے موافق

جس سے جو کام میں تعلق رکھتا ہے۔ اسی قاعدے کے موافق اسی کارخانہ والے سے اس کے کام بنتے ہیں" پر وہ اس میں یا بادشاہ سے کام کہنا یا بادشاہ سے

مانگنے کا مقصد کسی امیر وزیر سے مانگنا بادشاہی قاعدے کے خلاف سمجھتا ہے۔ اگرچہ بکاول سے کھانا منگوا لیتا اور توشک خانے سے لباس اور توپ خانے سے ہتھیار

اور موزہ دوز اور کفش دوز سے موزے جوتیاں اور خاکروب سے آنگن اور طہارت خانے کی صفائی کرواتا۔ پر ان سب سے التجا اور غلامی نہیں کرتا ہے اخرج الترمذی

عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ابْنَ آدَمَ لَوْ لَقِیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا

ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً ۔ مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے۔ کہ ذکر کیا ترمذی نے

کہ انس نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے کہا۔ کہ اللہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اے آدم کے بیٹے بیشک تو جو مجھ سے ملے۔ دنیا بھر گناہ لیکر پھر ملے تو مجھ سے

کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا تو کسی کو۔ تو میں بھی ملوں تجھ سے برابر اس بخشش اپنی دنیا بھر۔ یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کیئے ہیں

فرعون بھی اسی دنیا میں تھا۔ اور ہامان بھی اس دنیا میں۔ بلکہ شیطان بھی اسی میں۔ پھر یوں سمجھئے۔ کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوئے ہیں

سو ایک آدمی ہی وہ سب کچھ کرے۔ لیکن شرک سے پاک ہو۔ تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کریگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں جیسے کہ شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارے ہو جاتے ہیں۔ بغ۔ اس مضمون کو

اور طبع خام مرض لا دوا ہے۔ اور بے دوتکلی اور سخت بے ایمانی۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مصنف نے جو لکھا ہے۔ کہ ہمکو اور کسی سے کیا کام سو بہت بری ہے ف۹۰

کیونکہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ اس کو نبی سے بھی کام نہیں ولی تو درکنار۔ اس وہم بیجا کا جواب یوں ہے۔ کہ تمکو محاورے کی خبر نہیں کیونکہ

ایسے استفہامی جملے کا مفہوم ہمیشہ ایک ایک جملہ کی طرف رجوع رہتا ہے۔ جو مقدر ہے یا مذکور۔ یہاں مذکور ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا

مضمون کہ اَنْ تَدْعُوَ اللّٰہَ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ۔ یعنی بہت بڑا کام وہ ہے۔ کہ تو پکارے کسی کو الله کی طرح کا ٹھیرا کر۔ حالانکہ

ہمکو اُسنے پیدا کیا۔ پھر ہم کو کسی سے کیا کام پکارنے کے واسطے الله کی طرح کا ٹھیرا کر۔ اور مقدر جملہ کی طرف رجوع رکھنے کا بیان یہ ہے۔ کہ جب کوئی

اجنبی کسی کے گھر گھس کے چلا آوے۔ اور آشنائی کی سی باتیں کرنے لگے۔ تو صاحب خانہ چڑھ کے کہے جاؤ صاحب ہمکو کسی سے کیا کام یعنی

تم اجنبی ہو۔ ہمکو کسی اجنبی سے کیا کام۔ یعنی اس کے جبراً عشق لگانے سے کیا کام۔ ان دونوں مثالوں میں یہ نہیں نکلتا۔ کہ ہمکو خدا سے بھی کام نہیں

محبوب کسی کو اپنا عاشق جان لے۔ پر اس کے دل لگانے سے راضی نہ ہو۔ اس واسطے اس کے تئیں کہہ بیٹھے کہ مجھکو کسی سے کیا کام۔ حاصل ان

سب تقریروں سے اس آیت کا مضمون ہے۔ کہ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ہ یعنی مت پکارو الله کے ساتھ کسی ایک کو۔ مثلاً جب

کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا۔ تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے۔ دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا۔ اور کسی چوہڑے

چوہڑہ [illegible]

چمار کا تو کیا ذکر۔ فی یعنی صاحب بھی اپنے سے اعلیٰ درجہ والوں کا مالک اور خداوند ولی نعمت اور صاحب برابر نہیں ٹھہرتا۔ کم پایہ والوں کا تو کیا ذکر

فرض کیا کہ مقدس روحیں حاضر و ناظر ہی ہوویں - پر رسول خدا نے کہاں ہمیں فرمایا ہے - کہ وے حاضر ناظر ہیں - تم نے اُن کا کاروبار الجھو - معلمان
مقدس ارواح سے تم سبق کہیں نہیں پڑھتے - کیونکہ وے حضرات تو دنیا میں علم کی کھان تھے - اب تو کیا پوچھنے - نُورٌ علیٰ نُور - پھر تم نے اُن
سے الف و بے کا حرف تو پڑھا ہو - الحمد وغیرہ جیدی بات ہے - عجب ہے - کہ کوئی دینی مسئلہ ان حضرتوں سے نہیں پوچھتے - باوجودیکہ انکو حاضر
ناظر سمجھتے ہیں - اور دین کے مسئلہ بتلانا ان کا اصل کام ہے - پھر ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی شخص مسئلہ ان سے پوچھتا ہو دنیا کے کاموں میں
ان حضرتوں کو دخل نہ تھا سو گمراہ لوگ جو کام ان سے مانگتے ہیں - تو دنیا ہی کا - پھر یہ کتنا خلاف قیاس اور قارب موضوع ہے - اور کیسا وضع الشیٔ فی غیر محلہ ہے
یعنی احمق لوگ تو ایسے ہیں - کہ ان حضرتوں کو بیچ بلا کے اپنی حاجت عرض کرتے جو مقصد بر نہ آئے - تو انکی جناب سے بد اعتقاد ہوتے
بلکہ برا کہتے - کیا یہ بے ایمانی ہوگی سوال بجا اور ملال بیجا ہے دوسری - شق بات ہی یہ کہ ہمارا رب خالق اللہ ہے اور اسنے ہمکو بتا دیا
میر مشاوریں بش - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؛ یعنی مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو پہنچوں ہ اور استفہام انکاری
سے فرمایا کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ - اور استفہام تقریری سے فرمایا - اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ ؛ ان
سب ارشادوں کا یہ نتیجہ نکلا - کہ اللہ ہی کو پکارئیے - کہ وہ پکار کو پہنچنے والا اور دعا کو قبول کرنیوالا ہے اور اُس بن کون کسی لاچار کی پکار کو پہنچنے
والا اسکی مقصد برلانیوالا کیا اللہ اپنے بندے کو بس نہیں - ہاں بس ہے - پھر اوروں کے پکارنے کی کیا حاجت رہی مگر خیالات فاسدہ کا کچھ علاج نہیں

اور اپنی نمائش منظور نکرے۔ اور لاف نہ کرے۔ اور لوگوں کی گمراہی کا سبب نہ ہووی۔ چنانچہ عقائد والوں نے لکھا ہے۔ کہ جو کوئی ولی
غرض کیواسطے یا اپنے فخر کیلئے کرامت بتلانے کا دعوی کرے۔ تو اس کے ایمان کو خطر ہے۔ پھر تم نے تو خوش ہوکر اپنی مرادیں پواتے
اور مقصد میں نکلواتے پھر یہاں کرامت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور جوں جوں تم او خدا سے ملتی جانے توں توں ترقی گمراہی میں کرتے ہو۔
جو کچھ ہندوا اپنے بتوں سے کر گذرتے ہیں۔ تم مزاروں سے کرتے ہو۔ پھر یہ سب کرامت کا محل نہیں۔ بلکہ تم کو خدا نے استدراج میں ڈال
رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں دو جگہ فرمایا۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ۔ اس
بیان واقعی سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالی نے کسی کو یہ طاقت نہیں بخشی۔ کہ آپ ہی حاجت بر لانیوالا ہووی ہے ہر جگہ حاضر و ناظر
رہے شرک کوئی نہ کہے۔ کہ وہاں ارواح پاک حاضر و ناظر ہیں۔ ہم اس وہم کا جواب دینگے۔ کہ حاضر ناظر ہونے کی خبر تمکو کیونکر ہوئی۔ ف ۹۶
کب مخبر صادق نے تمکو اس کی خبر دی۔ پھر کہیں فقیہوں نے لکھا ہے۔ کہ فلانے بزرگ کی روح کی گواہی سے نکاح کیا ہوں کرکے
کہنے والا کافر ہے کیونکہ اس نے مقتول روح کو غیب جاننے والی ٹھیرایا۔ کیا تمہارا وہم فقیروں کے اجتہاد سے بڑھکر ہے۔ پھر تم نے اس
صورت میں نیا مذہب نکالا۔ حالانکہ آپ ہی تو اوروں کے لوگوں سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو مولوی اسمعیل نے نیا مذہب نکالا ہے
ہاں اس نے جو تمہاری پرانی اختراعی باتوں کو دین حق کے قاعدے سے رد کیا ہے۔ تو تم نے اسکو نیا مذہب نکالنیوالا ٹھیرایا۔ بھلا سمجھو

اس شہر سے وہ جو چاہا کام ہرگز نہیں ہو سکتا - اور اندھیری رات میں شمع ہماری راہ کو روشن کر دیگی - اگر پیر بلاؤ کے شمع اللہ کی رضامندی کا کوئی

تو وے بچارے کیا کر سکینگے - درزی کے آگے تھان ڈال دو - ہماری مرضی کے موافق کپڑا نہیں کر کے ہی دیگا - اگر پیر بلاؤ کے مزار کے آگے

تھان ہمیشہ رکھ کر فرمائش کریں - تو وہ خبر کیا کر سکینگے - اسی طرح بغیر شمع روشن کئے مشکل آگئی - سنگنے مشکل پیر بلاؤ کی قبر پاس بیٹھ کے

دفع کی التماس کریں - تو وہ غریب کیا کر سکینگے - اب تم ہی انصاف کرو - کہاں شمع کہاں درزی - اور کہاں تمہارے پیر بلاؤ - پھر جو ان

چیزوں سے کام ہو سکتے ہیں سو ان مزار والوں کا کام نہیں ہو سکتا - گو کہ خداتعالیٰ نے ان چیزوں کو ان کاموں کے سبب کر دیا ہے نہ پیر بلاؤ کو

اگر تم کو عقل ہے - تو یہ بات سمجھ - نہیں تو وہی بات ہے جو شیخ سعدی نے کہا ہے ۔ اگر صد باب حکمت پیش نادان - بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

۹۵ ف - اب کوئی یہ کہے سکتا ہے کہ ہاں پیر بلاؤ اگرچہ ان کاموں کے سبب حقیقی نہیں لیکن انکی کرامت سے ایسے کام ہو جاتے ہیں - تو کہنا ہے اسبات کا یوں ہے کہ پہلے

پہلے کرامت کا معنی سمجھو - کہ کرامت کس کو کہتے ہیں - اور اس کا مقصود کیا ہے - اس واسطے ہم کہتے ہیں کہ کرامت اسکا نام ہے - کہ جو اپنی قدرت کے ملک

کسی مرید کی بزرگی ثابت کرنے کے واسطے کبھی ظاہر کرتا ہے - نہ ہمیشہ - کیونکہ اگر ہمیشہ رہے تو وہ عادت ہوئی نہ خرق عادت - اور یہ بھی جانتے

کہ اللہ کی عادت توڑنے کو کسی بندے کی قدرت نہیں ہے - اور مقصود کرامت کا ظاہر کرنے سے یہ ہوتا ہے - کہ لوگ اس ولی کی بات سنکے سمجھیں

فقط اللہ کی طرف رجوع ہو جاتے - اور شریعت کی پاسداری کریں - اور کرامت ظاہر ہونے کی جگہ وہ ہے کہ جہاں ولی دنیا طلبی نکرے ہے

نہ مانو بھی ۔ اور دلیل اس بے طاقتی پر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ہے بلکہ اس اعتقاد سے کہ اسکو حاجت بر
کی قوت اللہ نے دے دی ہے ۔ ہم اسکو جواب دینگے ۔ کہ اول تو یہ تفویضیہ عقیدہ خود غلط ہے چنانچہ آگے اس کا بطلان کہیں
۱۲ کہا ہے ۔ دوسرا یہ کہ تم کہاں سے جانا کہ اللہ تعالٰی نے پیر ملاؤ کو حاجت برلانے کا سبب بھی ٹھیرایا ہے ۔ کیا خبر سماوی نے
تم کو اسکی خبر دی ہے ۔ اب تو نہیں ۔ پھر جو تم نے اپنے گمان یا وہم و خیال سے ٹھیرا لیا ہے ۔ سو کیونکر تمہاری حاجت بر لانے کا سبب
ہونے کا سبب ہو ۔ ایسے خیال محال سے باز آؤ ۔ خدا ہی سے مانگو ۔ کیونکہ وہی مسبب الاسباب اور مقلب القلوب و الابصار ہے
چنانچہ آپ ہی نے فرمایا فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یعنی پھر پاک ہے ۔ وہ ذات جسکے ہاتھ ہے
قدرت ہر چیز کی ۔ اور اسکی طرف تم پھر جاؤگے ۔ پھر کوئی نہ کہے ادنے ادنے شخص سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں جیسے کہ مٹی کے
چراغ سے گھر کا اندھیرا دفع کرتا ہے ۔ ایک لوٹے کے پڑنے سے آگ کا دھبا اور ٹھنڈ دفع ہوتی ہے ۔ ایک ٹکڑا مردے
عورت کو بچہ دیتا ہے ۔ اور ایک بڈھے ٹٹو سے ایک منزل طے ہوتی کبھی ایک آدھ فقیر بھلا ہے کسی محتاج کی بھوک پیاس بجھا دیتا یا لکھ
بجھا دیتا پھر پیر ملاؤ کیوں نہ حاجت بر لانے کے سبب ہو سکیں ۔ جواب اس شبہے کا یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ نے جس کام کا سبب
مقرر کیا ہے وہ کام اس سے ظہور میں لاتا ہے ۔ اگرچہ وہ چیز حقیر ہو ۔ لیکن جب کسی بڑی چیز کو کسی چھوٹے کام کا سبب نہیں

اور گلستان میں بھی ہے ؎ منشین ترش از گردش ایام کہ صبر ۔ گرچہ تلخ است ولیکن بر شیریں دارد ۔ اور قرآن مجید میں آیا ہے ۔ کہ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ

یعنی یہ اور خوشخبری دے صبر والوں کو ۔ اور کھرے مومنوں کی تعریف میں آیا ہے ۔ وَالصَّابِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی صبر والے سخت محتاجی میں ۔ اور بیماری میں ۔ اور لڑائی کی سختی میں

وہی لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ پرہیزگار ہیں ۔ اور اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ یعنی صابر لوگ ہی پوری

پاویں گے نیک اپنے ان گنت ۔ اور تو بہم حکیموں نے کہا ہے ۔ کہ صبر تو چاروں فضیلت کا اصل ہے ۔ ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

ہے اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ نِدًّا

وَهُوَ خَلَقَكَ ۝ مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے ۔ کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا ۔ کہ ابن مسعود نے نقل کیا ۔ کہ ایک شخص نے

کہا یا رسول اللہ ۔ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے ۔ اللہ کے نزدیک فرمایا ۔ کہ تو پکارے تو کسیکو اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر حالانکہ اسی نے

تجھکو پیدا کیا ۔ یعنی جب کہ اللہ کو سمجھتے ہیں ۔ کہ وہ ہر جگہ حاضر اور ناظر ہے ۔ اور سب کام اسی کے اختیار میں ہیں ۔ اور

ہر مشکل کے وقت بھی سمجھکر اسکو پکارتے ہیں ۔ سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھکر ہرگز نہ پکارا چاہئے منکو بہت گناہ گار

اول تو یہ بات خود غلط ہے ۔ کہ کسی کو جھٹ پٹ ہر جگہ کی طاقت ہے ایسی شے مگر نہ حقیقتاً کیونکہ علم ایسا حقیقتوں میں ہے

بڑی الٰہی کی طرف سے ہے - کیا گلستاں بھی نہیں پڑھی - اس میں کیا ہے ؎ گر گزندت رسد ز خلق مرنج * کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد - از کماندار بیند اہل خرد - بعض بیچ میں مقاصد جابجا بڑھے ہونگے دیکھو اس میں کیا لکھا ہے - ؎ فی المثل گر جہانیاں خواہند

کہ سر موئی ز جہاں کاہند * گر نباشد چناں ارادت او * نتواں کاستن سر یک مو * ور ہمہ در مقام آں آیند * کہ براں ذرہ بیفزایند * بے ارادت

او سود * نتوانند ذرہ افزود * اور اللہ نے فرمایا - وعلی اللہ فلیتوکلوا ان کنتم مومنین * اس واسطے مومن کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا کرے

اور اپنی بات پر قائم رہے - ش یعنی توحید کے قول اقرار پر قائم رہے - چنانچہ آگے کی عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے بیشک

محاورہ میں بات قول اقرار اور عہد کو بھی بولتے ہیں - چنانچہ مثل مشہور ہے - مر جاوے - بات نہ جاوے - اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میرا دین جانچتا ہے

اور جیسا اللہ صاحب ش سب ظالم آدمیوں کو ڈھیل دیکر پکڑتا ہے - اور مظلوموں کو ان کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے - اسی طرح ظالم جنوں کو

بھی اپنے وقت پر پکڑیگا - اور نیک آدمیوں کو انکی ایذا سے بچا دیگا - ش یہاں کوئی نہ کہے - کہ مصنف نے فقط شیطانی ایذا پر صبر کرنے

کی وصیت کی لازم تھا - کہ اسکی نیک جزا بھی ذکر کرتا - تا صبر کرنیوالے پر صبر کرنیکی مشقت آسان ہوتی - اور بلاغت اور وعظ کا حق

ادا ہوتا - اس خیال کا جواب یہ ہے کہ صبر فرماتے ہی صبر کی بھلائی اور اس کا ثواب ہر ادنیٰ اعلیٰ کے ذہن میں آجاتا ہے - کیونکہ یہ سب مسلمانوں

میں یہ بات مشہور ہے - چنانچہ شیخ سعدی نے گلستاں میں فرمایا ہے ؎ صبوری برآرد مرادیت - کہ از عالمان حل شود مشکلات

دے سے اس کو ایذا نہیں دیتے۔ بلکہ ان کے ہاں قسم نفرت ہے۔ جس کا کہنا ہے اس کا نہ ستانیئے۔ برخلاف اس کے مخلوق پر تہمت

یہ ٹھہرایا ہے۔ کہ بزرگ لوگ اپنی ملازم و مومنوں کو جیسے کفار اور بت پرست رافضیوں اور خارجیوں کو چھوڑ کے اپنے دائمی خادموں اور معتقدوں کو

اماں آدھا خدمت چھوڑنے سے تلف کر ڈالتے ہیں۔ کسی قاضی رشوت خوار سے ہی کسی سے ایسی حرکت نہ ہوگی۔ بہلا ان کے لوئی

مخلوق ستیوں کے عقیدوں میں گئے بزرگ لوگ بدون کچھ لئے کسی کا کام نہیں بناتے۔ جو کسی کا کام بناتے ہیں تو اسی توقع پر کہ وہ کچھ لاویگا

جو نہ لاوے۔ تو ہاتھ پر ہاتھ ہی اپنا کیا پاویگا۔ یہ صورت بدتر رشوت خواری کی ہیں۔ تو کیا علام الغیوب اس رشوت خواری پر عتاب نہ کریگا

نہیں کیا۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے۔ اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاہُمَا فِی النَّارِ۔ اس کے سوا یہ نہیں سمجھتے۔ کہ بزرگ لوگ

ان کے بڑے بڑے کام کر کے تھوڑی سی میدلی ان سے لیا کریں۔ تو کیا فائدہ۔ کہاں سے اپنی قدرت کاملہ سے بموجب عندیہ

مخلوق پرستوں کے بتقیباس میدنی آپ ہی پیدا کرے نہیں سکتے۔ تا اپنا طہوری کا سامان اس گنج گراں سے بخوبی مہیا ہو۔

اور ان رشوت دینے والوں کی کچھ حاجت نہ پڑے یہ سب حضرات بزرگوں کی شان نہیں۔ کیونکہ وہی غنی حمید کے صفات کے پرتو میں مستغرق

ہیں۔ بلکہ جو کچھ تقدیر سے ہونی ہے وہ ہوتی ہے۔ بھلی بری سب ادھر ہی سے ہے۔ کیا تم نے آمَنْتُ بِاللّٰہِ کے موافق

ایمان نہیں لایا۔ اور اس میں یہ نہیں پڑھا۔ کہ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی تقدیر پر بھی ایمان لایا کہ اچھی

۹۴ بدعتوں کی کتاب میں لکھا جائیگا۔ سب سے عجب تر یہ ہے۔ کہ بعض احمق طالب علم جو شیخ چلّی کے سے شیخ اور لال بجھکّڑ
کے سے عالم کہلاتے ہیں۔ بھوت پری کے خوف سے ان کے واسطے جانور ذبح کرنیکو جائز رکھا ہے۔ جیسے ہندو اپنے توہم کے نام
پر جانور مارتے اور بل دیتے اور ریگ کرتے ہیں۔ ویسا ہی برہمن ہر شرٹ پیر زادہ اور ملا زادے دین فارغ سارے مسلمانوں کو شیطانوں کے
واسطے قربانی دینے کی تعلیم کرتے ہیں۔ مثلا دیسے تن بخش کو ذبح کرے۔ اور عوام خاص میں یہ بات پھیل رہی ہے۔ کہ فلانے بچّے کو
امام ضامن کی پاؤلی نہ پہنانے سے اس کو مار ہی ڈالا۔ اسیطرح ٹھوکرے کو میراں پیر کی نہ پہنانے سے اور فلانے کو شاہ مدار کی بدی
نہ ڈالنے سے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور معمولی مہندی نہ کھڑا کرنے سے پیران پیر یا شاہ عالم نے فلانے کا گھر جلا دیا۔ اور شاہ
مدار کا معمولی جھنڈا نہ کھڑا کرنے سے اور ان کا دھمال اور انکی گانٹھ نہ کرنے سے انہوں نے فلانے گھر کو اُجاڑ ہی دیا۔ اور
معمول موافق شربت نہ بٹانے سے یا معمولی کھچڑا شربت چنگے روٹ نہ کرنیسے یا بچوں کی نگر نہ کھینچنے سے امام حسین نے فلانے
شخص کی لٹیا ڈبو دی بیبی۔ یا سالار صاحب غازی کے کونڈہ نہ کرنے سے فلانے شخص کے یہاں کی برکت جاتی رہی۔ یا پیران پیر
کی گیارہویں نہ کرنیسے فلانے شخص کی دکان ویران ہوگئی۔ اے ایمان والو مومن غور سے سمجھو کہ ان مخلوق پرستوں نے ان بزرگوں کو
قطاع الطریق کر کے ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ رہزن تو جسپر قابو پڑے یا ان کا مقابل ہووے۔ اسی کو لوٹتے مارتے ہیں۔ لیکن جو انکو علاقہ

اُس کے اتلے تلے نہ کرے - کیونکہ وہ مہر پڑھتا ہے - چنانچہ سورہ جن میں آیت ہے - وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ
بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا - یعنی اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں کے پناہ پکڑتے - کتنے مردوں جنوں کی پھر انکو بڑھا
اور سر چڑھنا - ایک شاخ ابھی اور کئی طرز سے لوگوں کے ہاتھ سے شیطان پوجتے ہیں - اور ان سے پوجنے کا سامان منگواتے ٩٢
جیسے میوہ مٹھائی خوشبودار اور کسی رنگ کا کپڑا انہیں جو اسے پسند ہو - سو آپ لیتے اور بکاری چیزیں ہوں کہتے کہ اس کو لیجا کے کسی
پانی کے کنارے یا کہیں جنگل میں یا مسان یا گورستان میں رکھ دو - شیطان تمہارا پیچھا چھوڑ دیگا - یہاں ایک حدیث بھی بگاڑ
کے ارشاد فرماتے کہ اَلصَّدَقَةُ رَدُّ الْبَلَاءِ - حالانکہ اس حدیث کا لفظ یوں ہے - کہ اَلصَّدَقَةُ تَرُدُّ الْبَلَاءَ
یعنی کچھ خدا کیواسطے خیرات کرنی بلا کو دفع کرتی ہے - لیکن وہ صدقہ اس ڈھب کا نہیں - بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی محتاج کو
محض اللہ کی خوشی کیواسطے کچھ دیدیا اس کے فائدوں میں ایک فائدہ یہ بھی ہے - کہ دنیائی اور آخرت کی بلائیں ٹل جاتی ہیں
پھر اگر کوئی محض بلا ٹلنے ہی کی نیت سے کسی محتاج کو کچھ دیوے - تو نیت صحیح نہ ہونے کے سبب وہ صدقہ مقبول نہ ہوگا چہ جائیکہ
وہ شیطان کو رشوت دے - پھر شیخ جی اس سے کہے - کہ اَلصَّدَقَةُ رَدُّ الْبَلَاءِ - یہ صدقہ کاہے کو بدبختی اتارا ہے
شیطان کو اور ان پر چڑھ جاتا - ان پیروں اور ملاؤں کے کام اس بابت میں بہت عجائب ایمان رہا ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ

نیاز کی فکر کرتا اس رشوت سے ان کو خرق عادت پیدا ہووے۔ کبھی خوشامد کی باتیں اور منتیں کر کے ان سے خرق عادت کی توقع رکھتا پر سیدھا سادھا راہ ہدایت پر نہیں آتا۔ یہ سب اسکی حماقت اور ضلالت ہے۔ مگر کامل مومن وہی کہ اس خرق عادت کو اللہ کا فعل مانتا اور اس بزرگ کو اللہ کا بندہ جانتا اور اس سے ہدایت یعنی اللہ کی راہ دریافت کر کے اس موافق چلتا۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ۔ اور بالفرض کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لیکر ایذا دینے لگے تو اس پر صبر کرے۔ چنانچہ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان نے اپنی قوۃ سے چھو لیا۔ جیسے برے مادہ جذام اور خارش اور آنکھ آنے کے اور بستیلا وغیرہ کے ہوا کرتے ہیں کہ جنکے اثر کرنے سے بدن میں اسی قبیل کے مرض پیدا ہوتے ہیں۔ یا شیطان کسی شیطان الانس کے جی میں وسوسہ کر کے موحد لوگ کے گھر میں تعویذ فلیتہ بنایا گھر جلایا یا ہتھی پھرائی یا مٹی مار ڈالنے تعلیم کرے۔ القصہ تو موحد والوں کی ایذا پر کوئی شیطان آپ کھڑا ہووے۔ یا کسی اور شیطان الانس کو کھڑا کرے۔ تو موحد کو چاہیئے کہ نڈرے بلکہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے اور دونوں باتوں کے معنوں کے موافق عمل کرے۔ لا حول یعنی نہیں طاقت اور نہیں زور مگر اللہ کی طرف جو سب سے بڑا ہے۔ اور اعوذ الخ یعنی پناہ لیتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے اللہ نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور کچھ نہیں یہ شیطان ڈراتا ہے اپنے یاروں کو پھر تم اس سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو تو۔ لیکن شیطان کی

تاکہ کچے اور پکوں میں فرق ہو جاوے۔ اور مومن منافق جدا جدا معلوم ہو جاویں جیسے ظاہر میں کبھی متقیوں کو ہاتھ سے فاسقوں کے ہاتھ سے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادے سے ایذا پہنچ جاتی ہے۔ سو اس پر یہ صبر کرتے ہیں۔ اور ان کے تابعدار ہرگز نہیں بنتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اگر کوئی شخص اس شرک سے بیزار ہو کر اعدوں کا ماننا چھوڑ دے۔ اور انکی نذر و نیاز ماننے کو برا جانے اور غلط غلط رسموں کو مٹانے لگے۔ اور اس میں اسکو کچھ نقصان مال کا یا اولاد کا یا جان کا پہنچ جاوے۔ اور کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لیکر ایذا دینے لگے۔ تو اس پر صبر کرے۔ ش۔ **اعتراض** ۔ مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیاطین کو ایذا دینے کی قدرت ہے۔ لیکن اسکی اکثر عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بزرگوں کو ہرگز رنج و راحت پہنچانے کی قدرت نہیں۔ یہ تو صاف بد اعتقادی ہے۔ **جواب** ۔ شیطان مبعوث کو بالذات قدرت ہی کہ کے مصنف کے قول سے کہاں نکلتا ہے۔ بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ ہی کسی شیطان کو کسی بندے کی آزمائش کے واسطے مسلط کرتا ہے تا اس بندے کا ایمان اور بے ایمانی ظاہر ہووے۔ اسکی عبارت میں خوب تامل کیجئے" اسی طرح خداوند تعالٰی کسی نیک بندے کے ہاتھ پر کوئی کام خلاف عادت پیدا کرتا ہے تا دوسرے بندوں کے ایمان داری اور بے ایمانی ظاہر ہووے۔ پھر ان میں کوئی متقی باوجود اس خرق عادت کو دیکھنے کے شکر رہتا۔ اور ہدایت کی بات سنتا ہی نہیں" کوئی بدبخت اسکو جادو سمجھتا۔ اور ہدایت پر نہیں آتا۔ کوئی بے ہدایت اس بزرگ کو خدا ہی مانتا۔ اپنی گمراہی میں چلا جاتا۔ کوئی احمق لالچی طمع خام پیدا کرتا۔ اور اس بزرگ کو ایسے خرق عادتوں کی فرمائش کیا کرتا کبھی منہ

سکے پانے کو خداوند تعالیٰ آدمی کی عقل کو رسائی دیتا ہے۔ مگر توحید اور رضامندی کا علم انبیا کے واسطے سے بندوں کو سکھلایا ہے پہنچ کر

ہو چکے۔ سو علم سے آدمی کی دنیا درست ہوتی ہے۔ اور علم توحید سے دنیا اور آخرت دونوں درست ہوتے ہیں۔ یہی علم انبیا اور اولیا اللہ کی شان سے جاہل ہیں

اگرچہ حکیموں نے بھی کچھ توحید کا رستہ انبیا کی باتوں سے چرا چھپا کے نکالا ہے۔ چنانچہ افلاطون و سقراط۔ لیکن کہاں انبیا کی توحید اور کہاں ان

کم بختوں کی وحدت مطلقہ سو تقلید کے نسبت استادی رہے۔ حاصل یہ کہ یہ نہ کہ اللہ کے سوائی کسی کو حاکم سمجھے کہ کسی چیز میں

کچھ تصرف کر سکتا ہے۔ اور نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہراوے۔ کہ اس سے اپنی کوئی مراد مانگے۔ اور اپنی حاجت اس پاس لیجائیے۔ اَخْرَجَ اَحْمَدُ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ

وَحُرِّقْتَ۔ مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے۔ کہ امام احمد نے ذکر کیا۔ کہ معاذ ابن جبل نے نقل کیا۔ کہ فرمایا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے شریک نہ ٹھہرا اللہ کا کسیکو گو مارا جاوے۔ اور جلایا جاوے۔ یعنی اللہ کے سوا کسیکو نہ مان۔ ف یعنی نہ پوجے۔ اور اس سے نہ ڈرے کہ شاید

کوئی جن یا بھوت کچھ ایذا پہنچاوے۔ سو جیسا مسلمانوں کی ظاہر کی بلاؤں پر صبر کرنا چاہئیے۔ اور انکی دہشت سے اپنا دین بگاڑنا نہ چاہیے

اس طرح جن اور بھوتوں کی ایذا پر بھی صبر کرنا چاہیے۔ اور ان سے ڈر کر انکو نہ ماننے۔ اور یہ سمجھا چاہئیے۔ کہ فی الحقیقت تو ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے

مگر وہ کبھی کبھی اپنے بندوں کو جانچتا ہے۔ ف۔ یعنی آزماتا ہے۔ سو اور برے بروں کے ہاتھ سے نیکوں کو ایذا پہنچاتا ہے

کہ کبھی تو اپنا پیدا ہونا یاد نہیں۔ کہ میں اس کو اپنی ماں جانوں۔ تو لوگ سب کو احمق کہینگے۔ لو بڑا بے ادب۔ پس جب عوام الناس کے
ف ٨٩ کہنے سے آدمی کو بہت باتوں کا یقین آجاتا ہے۔ پھر پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے۔ انکے خبر دینے سے کیونکر نہ یقین آوے خصوصاً الست بربکم
کا قول و قرار سب کی فطری کے ہے۔ یعنی اصل پیدائش میں داخل ہے۔ اسکو دلیل طبعی سے مدلل کرنا بہتر ہے۔ اسواسطے ہم کہتے ہیں۔ کہ خود انسان کے
ہو رہی جیسے کہ ادراک پڑھ اور جو لحظہ صورت جب کبھی ظلم اور ہتیان یا بلا میں مبتلا ہو کر سب طرف سے بے امیدی ہوجاتی ہے تو ان کے دل کے
اندر سے ایک رجوع بے اختیار اٹھتا ہے۔ ایک ذات کی طرف کہ سب سے زیادہ قادر اور زور آور اور بے غرض اور انصاف دوست اور
عاجز نواز ہے۔ کہ کسی کے سمجھانے اور سکھانے سے دل میں اس عقیدہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ کبھی کسی سے نہ سنے ہوں۔ کہ اس صفت کی ذات
موجود ہے۔ یہ صفات کی سب ذاتی ہیں۔ جو امید رب ہونے کے لائق ہے۔ یہ بڑی علامت ہے اس قول و اقرار کی۔ گو یہ تفصیلہ اتفاقی ہوتا ہے
ف ٩٠ اور حق الحمد للہ فطری۔ لیکن ادنی تامل میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بتتبعہ [illegible] ہے۔ کہ دوسری دلیل کا محتاج نہیں ہے اگر اس حدیث سے حکم
کہ اصل توحید کا حکم و شرک کا منع اللہ تعالی نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کر دیا ہے۔ اور سارے پیغمبر اسکی تاکید کو آئے ہیں۔ اور ساری کتابیں اسکی
بیان میں اتری ہیں۔ سو آیت کریمہ ہم نے بھیجے بہت پیغمبروں کا فرمانا اور ایک وجہ کتاب آسمانی کا حکم اسی کا نہ میں ہے۔ کہ توحید خوب ثابت ہو گئی
اور شرک سے بہت دور ہو گئے۔ ف گو یہ سب علوم کیا طبعی کیا ریاضی کیا منطقی کیا تدبیر منزل کیا سیاست مدن کیا علم معاملات

اگر سکھے ہیں۔ تو انکو پیر استاد مولوی کاہیکو کہینگے۔ پھر انکی بات شرک میں نہ مانئیے کیا مہمل بات ہے۔ جواب بہت لوگ اس زمانے میں ہیں۔ کہ ایک صاحب تو پیر استاد اور مولوی بزرگ اور دوسری طرف سے بُرا سکھانے والے بدراہ لوگ اس زمانے میں ہیں۔ اور حافظ شیرازی وسینے والے بزرگی میں ثابت گنا ہوئے ہیں ادھر شرک وکفر کی باتیں اور کام کیا کرتے۔ اور ادھر شرک وکفر سے منع کرتے اس واسطے حضرت نے فرمایا کہ دونگوں سے دھوکا نہ کھائیے۔ ایک صاحب تو ان کے مولوی پن دیکھ کے انکی دوسری صحبت کی شرک کی توحید نہ سمجھئے۔ اور انکی سند نہ پکڑ لئے۔ جیسا خواجہ حافظ نے کہا ہے ۔ دوش از مسجد سوئی میخانہ آمد پیر ما ۔ چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما ۔ اور یوں بھی کہا ہے ۔ دام تزویر مکن چون دگران قرآن را ۔ اور یوں بھی ۔ واعظان کین جلوہ بر محراب ومنبر می کنند ۔ چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند ۔ اور یوں بھی کہ ۔ مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس ۔ توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند۔ اور یوں بھی۔ ای کبک خوش خرام کجا میروی بایست ۔ غرہ مشو کہ گربہ زاہد نماز کرد ۔ اور ایک ہندی مثل مشہور ہے کہ یہ توادہ ہو جانے ہے اور یہ جو کوئی خیال کرے۔ کہ ہم دنیا میں آئے اس بات کو بھول گئے۔ پھر معمولی بات کی کیا سند ہے۔ سو یہ خیال غلط ہے۔ اس واسطے کہ بہت باتیں آدمی کو آپ یاد نہیں ہوتیں پھر معتبر لوگوں کے کہنے سے وہ یقین کرتا ہے۔ جس کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں تھا۔ پھر لوگوں ہی سے سنکر وہ یقین کرتا ہے۔ اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے۔ اور کسی کو ماں نہیں بنا سکتا۔ پھر اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے۔ اور کسی کو ماں بتاوے۔ تو اس کو سب لوگ برا کہینگے اور حرامی بیٹا

یعنی اللہ صاحب نے سورہ اعراف میں یوں فرمایا ہے۔ اور جب نکالی تیرے رب نے پشت آدم سے انکی اولاد اور اقرار کروایا ان سے انکی جانوں پر کہ میں نہیں ہوں تمہارا رب

بولے کیوں نہیں۔ یہ ہمنے اس لئے کیا۔ کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ بیشک اس بات سے ہم غافل تھے۔ یا کہنے لگو کہ شرک کیا تو کیا تھا۔ ہمارے باپ دادوں نے

پہلے سے اور ہم تھے پیچھے انکے سو کیا برباد کرتا ہے تو ہمکو ان جھوٹوں کے کام کے بدلے۔ یہ ترجمہ ہے کلام اللہ کی آیت کا سو اسکی تفسیر میں ابی بن کعب

نے فرمایا۔ کہ اللہ صاحب نے ساری اولاد آدم کی ایک جگہ اکٹھی کی۔ اور انکی جدی جدی نسلیں لگائیں۔ جیسے پیغمبروں کی جدی اور شہیدوں کی جدی مثل اور نیکبختوں

کی جدی مثل۔ اور حکم برداروں لوگوں کی جدی مثل۔ اور بدکاروں کی جدی مثل۔ اسی طرح کافروں کی نسلیں لگائیں۔ جیسے یہود اور نصاری اور مجوس و ہنود

علی ہذا القیاس۔ پھر ان سب کی صورتیں بنائیں۔ یعنی کسی کی صورت جیسی دنیا میں بنانی منظور تھی ویسی ہی اول ظاہر کی۔ اسکو خوبصورت کسیکو

یعنی دست تسمیہ بدصورت کسیکو گونگا کسیکو کانا کسیکو اندھا۔ علی ہذا القیاس۔ پھر ان کو بولنے کی طاقت دی۔ پھر ان سب سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں

سو سب نے اقرار کیا۔ کہ تو ہمارا رب ہے۔ پھر ان سے سب قول و قرار لیا اور اللہ صاحب نے اس بات پر آسمان و زمین و آدم کو گواہ رکھا۔ اور یہ فرمایا کہ

ف ۸۸ اس قول قرار کو یاد دلانے کو پیغمبر آوینگے اور کتابیں لاوینگے۔ سو ہر کسی نے جدا جدا اللہ کی توحید کا اقرار کیا ہے۔ اور ترک کا الکفار۔ پس شرک کی

بات میں اپنے پیر کی سند نہ پکڑنی چاہیے۔ نہ پیر کی۔ نہ استاد کی نہ باپ دادوں کی نہ کسی بادشاہ کی۔ نہ کسی مولوی کی نہ کسی بزرگ کی شیخ

اعتراض۔ جو مصنف نے کہا کہ شرک کی بات کیلئے سند نہ پکڑنی چاہیئے۔ نہ پیر نہ استاد نہ مولوی نہ بزرگ کی بیشک پیر مولوی استاد کا حکم شرک سکھاتے

مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ فَجَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَيْهِمُ

الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ

السَّبْعَ وَاُشْهِدُ عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمَ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا اِعْلَمُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ غَيْرِيْ وَلَا رَبَّ غَيْرِيْ

فَلَا تُشْرِكُوْا بِيْ شَيْئًا اِنِّيْ سَاُرْسِلُ اِلَيْكُمْ رُسُلِيْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِيْ وَمِيْثَاقِيْ وَاُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِيْ قَالُوْا شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا

وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ لَنَا غَيْرُكَ - مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر میں لکھا ہے۔ کہ امام احمد نے ذکر کیا۔ کہ ابی بن

کعب نے اس آیت کی تفسیر میں کہ اذ اخذ ربک الخ فرمایا۔ کہ اللہ تعالی نے آدم کی اولاد اکٹھی کی پھر انکی شکلیں بنائیں۔ پھر انکی قوت گویائی

پھر ان کو بولنے کی طاقت دی سو لگے بولنے پھر ان سے قول و عہد لیا۔ اور انکی جان پر ان سے اقرار کروایا۔ کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا بولے

کیوں نہیں سو میں گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمین کو اور تمہارے باپ آدم کو اس واسطے کہ کہیں کہنے لگے یا لگو قیامت کے دن

کہ ہم نہ جانتے تھے سو جان رکھو بیشک بات یوں ہے۔ کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور نہیں کوئی مالک سوائے میرے اور مت شریک

ٹھہراؤ میرا کوئی۔ بیشک اب میں بھیجونگا تمہاری طرف اپنے رسول جو یاد دلاوینگے تم کو قول و قرار میرا۔ اور اتارونگا میں تمہپر کتابیں

اپنی۔ بولے اقرار کیا ہم نے بیشک تو مالک ہمارا۔ اور حاکم ہے۔ ہمارا نہیں کوئی مالک سوائے تیرے۔ اور نہیں کوئی حاکم ہمارا سوائے تیرے

میری ف - یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں - اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں - کہ اللہ کو مانیئے - ش - یعنی پوجیئے ۔ اور اس کے سوا کسی کو نہ مانیئے "یعنی

پوجیئے - اس آیت سے معلوم ہوا - کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہوتا آیا ہے - سو یہی راہ نجات کی ہے - اور اس کے سوا سب راہیں غلط"

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ

عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ - ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الریا میں لکھا ہے کہ مسلم

نے ذکر کیا کہ نقل کیا - ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہ میں بے پرواہوں ساجھیوں میں ساجھے سے جو کوئی کچھ کرے کام

کہ ساجھی کرے اس میں وہ میرے ساتھ اور کسی کو تو میں چھوڑ دیتا ہوں - اسکو اور اس کے ساجھے کو اور میں اس سے بیزار ہوں - ف - یعنی جس طرح

اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں - سو میں یوں نہیں کرتا - کیونکہ میں بے پرواہوں - بلکہ جو کوئی کچھ کام میرے واسطے کرے اور غیر کو بھی اس میں

شریک کرے تو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا - بلکہ سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں - اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں - اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ جو شخص ایک کام

اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے - اور کسی کے واسطے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے - اور یہ بھی معلوم ہوا - کہ شرک جو عبادت اللہ کی کرے - اور وہ بھی

٨٧ اللہ کے یہاں مقبول نہیں - ش - کیونکہ وہ نامقبولوں میں داخل ہو چکا - پھر اس کا کام مقبول کہاں - ھ - بلکہ اللہ اس سے بیزار ہے -

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رض فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ

اس نتیجے کا حاصل یہ کہ شئی کی ذات خود اپنی ذات سے بھی ذلیل ہے ۔ یہ تو بالکل مصنف کو مقصود نہیں ۔ بلکہ مقصود فقط یہ ہے سو اللہ کی شان کے
آگے مخلوق کی شان نہ گنے بجا نہیں کیا سا بیان ہے ۔ پیر اللہ کی عظمت شان کے آگے ہر مخلوق کو چمار کہنا مصنف کے قول سے نہیں نکلتا ۔ بلکہ چمار حقیقی سے
سو چمار سے بھی ذلیل ہے ۔ کہنے سے چمار کہنا کیونکر نکلا ۔ جو مخلوق پر بہت چمار پہلے پھر چمار کہتے پھرتے ہیں ۔ لیکن خود بد ہمانہ لسبا ہر کسی
کے تصور کو خدا اپنے دل میں ہوگا ۔ کر کے خیال نہ کیجئے ۔ کیونکہ خدائی کی عظمت و شان کے آگے کسی کی عظمت و شان باقی نہیں رہتی ۔ خدا کے رتبے پر قائم کرنے کے واسطے
کیسے ہی بڑے کے تصور کو ذہن میں لایئے ۔ تو وہ اس رتبہ بلند کے سامنے چمار سے بھی ذلیل لگے ۔ یعنی خوار سے بھی خوار نظر آوے ۔ فی الحقیقت اگرچہ ذلیل
کی نسبت کرتے عرش اعظم کا درجہ رکھتا ہو ۔ القصہ یہ مصنف کی بات اسی طرح پر ہے ۔ اسمیں کفر کہاں سے نکلتا ۔ لیکن حسد اور شرک السی
کی بات جدی ہے ۔ قصہ مختصر ۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۔ کی آیت سے شرک سب سے بڑا گناہ ہے ۔ اسی طرح عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے
کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے ۔ اور یہی حق ہے ۔ اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے ۔ کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے
سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں ۔ اور شرک اسکی بے ادبی ہے ۔ وقال اللہ تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ
أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ اور فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اسکو یہی حکم بھیجا ۔ یہ بات
دی ہے ۔ کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے تو ۔ یعنی پوجے اور عبادت مانے اور حقیقی شارع ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو میری بندگی کرو

جیسے جوتیاں سینی چڑھے ٹھانے یا بدبوئی کا اثر نہ پایا اور اس کے مانند لیکن یہ بھی ایک گالی ہے۔ اگر کہیے کہ چمار سا ذلیل ہے۔ تو اس سے مراد ذلت اور خواری

نہ خاص چمارپن نہ چمار کی۔ اپنی کوئی صفت۔ اور کوئی ذاتی یا خارجی صفت ہے۔ اور جب کہیے کہ چمار سے بھی ذلیل ہے۔ تو مراد بڑی ذلیل ہے۔ نہ چمارپن نہ اسکی اور

کوئی صفت۔ مصنف کا کہنا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا بڑا کہنے سے جو بڑائی کہ کسی بڑے مخلوق کو دوسرے مخلوقوں پر ثابت ہے۔ سو اس کا اور کیا ہے اور اسکی

شان کے آگے کتنے سے۔ جو نسبت کہ اللہ کی شان عظیم حقیقی اور مخلوق کی شان اضافی و اعتباری کے درمیان ہے واقع ہے بلکہ اپنے عظمت و جلال سے مخلوقات کی طرح

شان کو حاصل کیے جیسا کہ رکھتی ہے۔ سو اس کا ذکر کیا ہے جیسا بے بہی نہیں۔ کہنے سے مخلوق پرستوں کے عقیدے کے خلاف مخلوق کی طرح کی شان حاصل

معبود عظیم کے مقابلہ میں گیا ہے۔ یہی اس نے ارادہ کیا ہے۔ جیسا بھی دیا ہے۔ سو اگرچہ بہ مرتبہ علیہ ہے۔ لیکن اہل بیان کے طور پر سالبہ جانیہ مقصود ہے

یعنی خدا کا حق جو عباد پر ہے "کسی غیر کو تو گویا پہنچا ہو" "کسی بڑے کو پہنچایا ہی نہیں گیا" گو کہ بڑوں کی بڑی شان جو عقل و نقل سے چھوٹوں پر ثابت ہے

سو اللہ کی شان بلند کے آگے معدوم ہے۔ باوجودیکہ چھوٹوں پر بھی دوسرے مخلوقوں پر علی الدوام ثابت ہے "جیسے آفتاب اور فرشتے کہ انکو ہندو اور صابئین

دیوتا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ انکی شان مخلوقات پر ظاہر ہے۔ پر اللہ کی شان عظیم کے آگے مانند ذرّے کے شمار میں نہیں ہے ؏

چوں سلطان عزت علم برکشد — جہاں سر بجیب عدم درکشد ﴿ اور مصنف کے قول سے یہی نکلتا ہے۔ کہ اس شان جلیل کے آگے چمار خود چمار سے

ذلیل ہے۔ اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ چمار چھوٹوں میں افضل ہے۔ اور ہر چھوٹا بھی اللہ کی شان کے سامنے چمار سے ذلیل جیسا چمار بھی چمار پر ذلیل ہے

کہ وہ کسی چیز کے مدد سے ہو گیا ہے۔ سو ان کو جناب میں توحید اور ایمان۔ اطراف وجوہ سے بسلے تھے۔ ظاہر کا باپ کا جو خدا کہ معنا نہیں۔ گو خدا میں اثر بہت
ظاہر ہے۔ ایسے حال میں ہم کہیں۔ کہ اس کی کسی شان اور عظمت کے آگے برابر ہو یا ہوا ذرا سے ذرہ ہے۔ تو انکا کیا زور ہیں کہاں سے تقابل۔ اس عبارت میں دو تشبیہ ہیں
ایک تشبیہ — دوسرا حلیہ۔ حلیہ تو یہ ہے کہ تفصیل سے کیا۔ باقی التمثیل معقولوں کے پاس آئے جواب کی حاجت نہیں۔ گو کہ مثل کے جسم اجزا کی مطابقت
مثل کے جسم اجزا میں نہیں آتی۔ مگر اس کی صورت کا حال کا انطباق اس کی صورت حال پر بالکل ضرور ہوتا ہے۔ تو اس عبارت اور مثل میں کسی کو حکایت یا بت کندہ ثابت
نہیں ہوتا۔ لیکن مخلوق پرست حکایتوں کا یہ کام کے دام میں کیا کیا علاوہ۔ خدا ہی ان کا دوست کہتے۔ دوسری بات یہ کہ جو بزرگ کہلاتے خدا کے درجہ پر کہلوا لیتے ہوئے
تو البتہ وہ بزرگ ہیں حقیقت میں۔ مگر ہیں تو آزاد سے زیادہ ذلیل ہے۔ کہاں خدا کی شان کہاں اس کی بزرگی کی بساط اتنی سی ہے۔ مثل مشہور ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کوئی بھلا
بزرگ تو ہرگز خدا بنے سے راضی نہیں۔ ہوتے ہوں گے ذلیل کی نسبت انکی طرف کفر ہو گی۔ جو مخلوق پرستوں نے انکو بنا دیتے سے ہٹیں البتہ۔ اور یہی جانتے کہ ہر مخلوق بہت
۸۹ ف اپنے خیال ہی کو پوچھتا ہے۔ اس مدت اسی کا خیال ہے۔ اگرچہ اس کا نام ہر ولی وغیرہ کرکے رکھ دے۔ البتہ یہ خیال بت اس کا حمایت ہی ہے۔ اور یہی معلوم کیا جاتا ہے
کہ اگر کوئی کہے کہ خدا سے حمایت۔ یا حمایت کا سلسلہ۔ یا حمایت بھی قبلے کیا ہے یہ باتیں ایک ہی معنی پر ہیں۔ اور ایک ہی قوت رکھتی ہیں یہ مخلوق پرستوں نے کیا
سمجھا۔ جو کہا۔ کہ فلانے جناب کو فلانے نے حمایت کیا۔ نعوذ باللہ منہا۔ اصل میں تو نہیں کیا۔ مگر مخلوق پرستوں نے کیا ہے۔ اب جناب کہو کہ اگر کوئی کسی کو حمایت کیے
سہاوند وہ حمایت ہو۔ تو اس لیے اسکو گالی دی۔ اور جھوٹا کیا۔ اگر کہا ہو حمایت کا ملا ہے مگر تو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ حمایت ہے۔ مگر یہ نکلتا ہے کہ اس میں کوئی

میں بھی منکر و مشتبہ ہوا۔ اور گروہ شاہی میں مباحثے و نہم کرنے لگے۔ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ کے مصداق ہے۔ دوسری تقریر یہ ہے۔ کہ جو کام نشان مطلوب کا ہونے سے خاص حق حضرت معبود برحق کا ہو۔ سب ایسے کام کو کسی مخلوق کی عزت کا نشان ٹھہرانا ہے۔ تو شرک ہے۔ جیسے تسلیم سجدہ اور زمین چومنا اور [illegible] مستقل یا کسی اور بہت پیری کی تعظیم کے واسطے بجا لانا ہے۔ گویا ویسے بزرگ کام ایسے مخلوق کے حق میں بجا لانا ان کاموں کو ذلیل کرنا ہے جیسے حاکم وقت کو تسلیم یا قدم بوسی کرنی یا اس کے روبرو ہاتھ باندھ کے کھڑے ہونا۔ یا اس سے ایسی باتیں کرنی جیسے بادشاہوں کی جناب میں کیجیے۔ تو یہ بہت آداب بادشاہی کو ذلیل کرنا ہے۔ لیکن ویسے کام کسی فرشتے یا نبی یا ولی کی خدمت بجا لایا کریں۔ تو گویا منصفانہ [illegible] بادشاہی وزیروں اور امیروں سے بجا لاتے ہیں۔ اور وہ خلاف قاعدہ بادشاہی نہیں۔ اسی طرح ضعیفوں کا ادب پیروں اور استادوں کے ادب کیا کرتے ہیں۔ یہ بات بھی عرف کے قانون کے منافی نہیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کے نبیوں کو اپنے آداب بجا لائے۔ تو گویا مطلقاً اس صورت میں شرک کیوں ٹھہرتا۔ خصوصاً اپنے پیر کی جناب میں نقل ہے کہ کسی نے خواب میں اپنے پیر کو اور خدا کو دیکھا۔ پیر نے کہا کہ خدا کو آداب بجا لائیے۔ یا سجدہ یا طواف۔ لیکن مرید نے اس فرمودے کو اپنے پیر ہی کے بجا لایا۔ قیامت میں جب خدا نے سبب پوچھا۔ تو عرض کی کہ میں نے اسی قدم کی بدولت اس جناب کو پایا ہے۔ پیر پرستی ہی اقتضا کرتی ہے۔ اسکو شرک کیونکر کہیے۔ اور نصاریٰ کہا کرتے ہیں۔ کہ روح القدس اور فرزند حضرت [illegible] اور [illegible] زندگی میں اور حیات دائمی میں باپ کے برابر ہیں۔ پھر انکی تعظیم خدا کی تعظیم جیسی کیجیے۔ تو شرک کیونکر ہوا۔ وہ عین توحید اور ایمان ہے۔ اور ہندو لوگ [illegible] کے گنگا اور مہادیو کے [illegible] اور [illegible] بھی چھوٹی کریں گے

قوالبتہ بحث میں جیتیتا۔ تاہم ملائک کو پوجتے رہے ہیں اور یہود عزیز کو اور نصاریٰ مسیح کو۔ اور خیال کیا کہ حضرت پر اس سے مباحثت لازم آتی۔ آپ کے رو برو اس کا ذکر ہوا

فرمانے لگے جس نے آپ پوجا جانا پسند رکھا۔ سو وہ اپنے پوجنے والے کے ساتھ ہوئیگا جو پوجتے ہیں۔ سو شیطان کو اور اسکو جس نے انہیں اس کا پوجنا فرمایا ہے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ کہ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ یعنی وے لوگ جنکو آگے پہنچا ہماری جانب سے

احسان سو وہ اس سے دور کئے ہوئے ہیں۔ یعنی عیسیٰ اور عزیز اور دوسرے نیک عالم اور فقیر اور ملائکوں کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بھیجی۔ بل عباد مکرمون

یعنی بلکہ آن والے بندے ہیں۔ اس آیت تک کہ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی

الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی جو کوئی کہے ان میں کہ میں معبود ہوں۔ اللہ سے ورے سو وہ سزا دینگے۔ ہم اسکو جہنم اور اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ہم ظالموں کو

اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں یزید ابن مریم سے یہ حدیث لائی ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ کے بیان میں انکدرت فی جہنم

وکل من عبد من دون اللہ فھو فی جہنم الا ما کان من عیسیٰ وامہ ولو رضیا ان یعبدا لدخلاھا۔ یعنی تارے جھڑ

جاوینگے کفر کے جو قرآن میں آیا ہے۔ مراد یہ کہ ستارے بھوت ہوگئے جہنم میں پڑینگے۔ اور جو کوئی اللہ سے ورے پوجا گیا ہو سو بھی جہنم میں پڑیگا۔

مگر عیسیٰ اور انکی ماں مریم۔ سو معتب۔ اگر وے دونو اپنے پوجے جانے پر راضی ہوتے تو البتہ وہاں داخل ہوتے۔ اور کیا لطف ہے۔ کہ عبادت کی

کہ اس آیت کے مطلب میں شبہ آیا۔ سو ولیسا ہی ہے جتنی مخلوق پرستوں کو اللہ جات نہ کی عظمت شان نہ تھا۔ نہ اس کی شان کی خبر بھی

فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ - یعنی اے پروردگار ہمارے جسکو تونے داخل دوزخ کیا - سو تو نے اسکو رسوا کیا - پر جاہے کو جو دین سے پاکتے اکثر پس دوزخ میں ڈالے
جانے کی سوائی لازم نہیں آتی پھر خدا کے صفات یا اثبات کسی پر ثابت کرنے حقیقت میں اسکو ذلیل ٹھہرانا ہے - از کار ماند ہمیں بت از خدائی
اور کسی بڑے سے بڑے درجہ کو خدائی کے رکھنا خدا کے اور اسکے رسول کے حکم کے برخلاف ہے - جو توحید میں وارد ہے - جو کوئی علم الٰہی کا مخالف کرے یا اسکا خلاف کرے
راضی ہووے - وہ بڑا ذلیل ہے - خدای تعالیٰ نے فرمایا - اِنَّ اللّٰہَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ یعنی جو لوگ کہ اللہ کا اور اسکے رسول کا
خلاف کرتے ہیں - سو وے لوگ بڑے ذلیلوں میں کے ہیں پھر ایسے بڑے ذلیل نے جب کسی شخص کو خدائی کے رتبہ کا حق کا مستحق تصور کیا - اس شخص کا تصور البتہ ذلیل کے
ذلیل کے تصور سے بھی ذلیل ہے - خواہ وہ ذلیل چمار ہووے - یا سنگ یا خوک "یہاں انصاف سے نظر کیجے" - کہ خدا اور رسول کے حکم کا اسی مخالف کسی بزرگ کو
خدائی کے درجے پر تصور کرے - سو وہ تصور اس بزرگ کی ذات کا تصور کا ہے کو ہوا بلکہ وہ تصور بالذات ذلیل ہے - اگرچہ وہ تصور اُس تصور کرنے کو جھتا جاتا ہے - لیکن
حقیقت میں ذلیل چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے - پھر اس تصور نے ذلیل کی ہو کا حکم اس بزرگ کے اصل تصور کی طرف کب راجع ہوا - چنانچہ جب آیت اِنَّکُمْ وَمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ اَنْتُمْ لَہَا وَارِدُوْنَ کی آیت اتری - قریش کے کفار نے سُن کے بادبی کی طرح محمد بن اسحق
کی روایت میں ہے - کہ زبعری حارث کے اک کافر تھا - سو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل آیا - حضرت نے بحث کر کے اسکو خاموش کر دیا - اور یہ آیت پڑھی اِنَّ
کُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ الآیہ جب یہ الفاظ آپ تشریف لے گئے - تو عبد اللہ بن الزبعری نام آیا - حاضرین نے اسکا مجلس کی خبر دی اُسنے کہا اگر میں محمد کو

وہم ہی سمجھتا ہے۔ خاص خاص بڑے بڑے لوگ اللہ کے خاص بندے ہونے کے لحاظ سے بڑوں بڑوں سے بہت بڑے ہیں۔ لیکن انکو خدائی کی نظر سے دیکھیے تو اس الٰہ کی عظمت اور شان کے آگے ذرّوں سے بھی ذلیل تر یعنی بے عظمت و شان اور معدوم نظر آتے ہیں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ چراغ پیش آفتاب پرتوے ندارد و منارہ بلند بر دامن کوہ الوند پست نماید۔ اگر ایسی جگہ میں جہاں پر اسکو ذلیل کر کے لا کر دیا۔ تو ذرا و نیل آسمانے تھا جیا رہا ہو سے جو مخلوق بہت ہی ذلیل گنہگار ہے۔ کہ مصطفیٰ جیسے بڑے لوگوں کو حاضر کیا۔ اب مخلوق پرستوں کا شبہوں اور شکووں اور اعتراض کے جواب سنیے۔ اگر کوئی احمق کبھی خدا کی مساوات کی میں کسی بزرگ یا جن کو بجا لاوے۔ وہ ہرگز قبول نہیں کر لیگا۔ بلکہ یہ مخلوق پرست اس بزرگ کو نہیں پوچھتا۔ نہ اس کی بزرگی کے لئے تصور کامل کو بلکہ اسکے تصور ناقص کی پرستش کرنے لگا ہے۔ چنانچہ ایک کا بیان ہے۔ کہ شئی کا تصور اس کی ذاتیات اور عوارض لازمہ کے ساتھ اس شئی کا کامل تصور ہے۔ اور اس ذاتیات و عوارض کے سلب کلی یا جزئی کے ساتھ اس کا تصور ناقص یا ناقص ہے۔ اور شئی مکرم کا تصور جمیع موجبات اکرام کے ساتھ تام تصور ہے اور اس موجبات کے سلب کلی یا جزئی کے ساتھ اس کا تام تصور تکریم کے درجہ سے اتر جاوے گا۔ چنانچہ پیر و مرید کا تصور محبت الٰہی اور توحید اور اتباع سنت اور طلب رضائے حق کے غیبی سے تام تصور ہے اور جدائی سے چھٹنے یا ہٹانے کے غیبیہ سے ذلیل تر تصور ہے۔ کہ جاہلیت کے لوگ اور جو جو کمالات مراتب ایسی جو بھی خدائی سے اعلیٰ ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جہنم وانتم لہا واردون۔ یعنی مقرر تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو سو جہنم کی جھونکیاں ہو اور تم سب اس میں اترنے والے ہو۔ حالانکہ جاہلیں جو لوگ پتھر یا خشک لکڑیوں سے بھی بدتر ہے تمہارے نفس کے حساب میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انبیا کی زبانی فرمایا۔ ربنا انک من تدخل النار

جاالیک الاوحد، اور وما قدروا اللہ حق قدرہ اور لیس کمثلہ شیء اس شان کے آگے کسی شان کو وجود ہی نہیں رہتا۔ اگرچہ ایک اعلیٰ مخلوق کی شان سے

دوسرے ادنیٰ مخلوق کی شان تک عرش سے تحت الثریٰ تک کا فرق عقل اور شرع سے ثابت ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے اور مشہور ہے کہ کافر لعین مومن کامل عبد کامل اور معبود

کی شان کے باب میں ہے۔ جو بہت سے لوگوں پر مخفی ہے اور خبر کرتا ہے کا مطلب نہ ہو سکنے کسی چھوٹے مخلوق کی کسر شان مقصود نہیں۔ بڑے مخلوق کی کسر شان تو کاہے کو مقصود ہو

لیکن مصنف نے اسمائے توہمات کے طور پر ادا کرنے کو مناسب جانا نہ معقولات شرعی اور مشہورات عرفی کو بلکہ کذب خیالی کے طور پر مطلب ادا کیا ہے۔ یعنی مخلوق کی

نسبت اللہ کی شان کی طرف نسبت کرتے ہے۔ اس نسبت سے جو چمار کی خواری کو بادشاہ کی عزت کی نسبت کرتے ہوئے۔ دوسرا یہ کہ کسی مجلس میں ایک ہندو آتش پرست ایک آریہ ستانی

بحث کر رہے تھے۔ اتفاقاً ایک محمدی بھی وہاں جا نکلا۔ سنا کیا ہے کہ ہندو کہہ رہا ہے۔ تیری مورتی کا پوجا خواہ ان سب کو دیکھیے۔ یا ایک ایک کو ہرگز شرک نہیں

بلکہ عین خدا پرستی ہے۔ گویا یہ تینوں خدائی کے درمیانی درجہ میں واقع ہیں۔ یعنی ہر حال میں ان کا پوجا شرک نہیں۔ بلکہ عین حق پرستی ہے۔ ادھر سے آتش پرستی نے

کہا کہ ہمیں یعنی عقل اول و عرش و خستین کا پوجنا ہرگز شرک نہیں۔ کیونکہ وہ ممکنات کی نسبت کرتے خدا کا درجہ رکھتا ہے۔ اور خدا کی نسبت کرتے ممکن کا درجہ۔ آریہ ستانی

نے کہا۔ یہ سب کچھ نہیں یہ تینوں روح القدس اور کرسی کا پوجا اللہ کی عین ذات ہے۔ گویا یہ تینوں اللہ کے ساتھ برابر ہیں۔ زندگی اور حیات میں اور علم میں اور

قدرت میں۔ اور وجود میں۔ محمدی نے کہا۔ یہ بات بڑی ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کی عظمت کے ساتھ اتنی بزرگیوں کو کیا نسبت۔ کیسا ہی بزرگ بندہ ہووے

اس کا درجہ دوسرے بندے کے درجہ سے کروڑوں درجے بلند ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ کے رتبے کے برابر ہووے۔ ہرگز نہیں یہ تو تمہارے شرک اور ہمیں دھوکا ہی ہے

بیشک شریک بنانا اس کا کسی کو بڑی بے انصافی ہے۔ ف۔ یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے ۸۵
کہ کسی کا حق کسی اور کو پکڑا دیا۔ اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے
سر پر رکھدیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کونسی ہوگی۔ اور یہ یقین جان لینا چاہئے۔ کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے
ش جب مصنف نے شرک کے ظلم عظیم ہونے کی توجیہ حقیقی میں کہا۔ کہ بڑے سے بڑے کا حق لیکے ذلیل سے ذلیل کو دیا۔ ابی تو یہ اس سے بڑی بے انصافی اور کیا
ہوگی۔ اور یہ یقین جان لینا چاہئے۔ تو اس سے یہاں ایک سوال اٹھتا تھا۔ کہ اللہ جو سب بڑوں سے بڑا ہے۔ اس کا حق لیکے ذلیل سے ذلیل کو
دیجئے۔ تو البتہ بڑی سے بے انصافی ہوگی۔ لیکن جب وہ حق مخلوقات میں کے بڑے بڑے عزت والوں کو دیں۔ تو بڑی بے انصافی کاہیکو ہوگی اور
اس خیال سے لوگ کہیں ملائک اور کہیں ارواح کو کہیں ستاروں کو کہیں مزاروں کو بلکہ زندوں کو بھی پوجنے لگے ہیں۔ ایک اسکی ہوتیت کا۔ دوسرا
اوس کے لوازم عارضی کا متلزم اس کے رتبہ کا اس سے اتر سکتے مخلوقات پر۔ جو متفقا اس کے دیکھنے کی کا اس کے ماتر مخلوقات سے۔ جب مومن نظر ایمانی سے
ان دونوں لحاظوں میں نظر کرے۔ تو ہر مخلوق کا مرتبہ اس کو معلوم ہووے۔ اسی موافق اس کے باب میں عقیدہ شرعی رکھکر اس بات میں کہ زیادتی نہ
سمجھے۔ یعنی جسکو شرع نے اشرف المخلوقات فرمایا ہے سو اس کو اشرف المخلوقات ہی سمجھے۔ اور جسکو شرع نے ادون مخلوقات مانا ہے سو اسکو ادون ہی جانے
اور لیکن یہ پانچواں لحاظ ہے۔ کہ ہر مخلوق کی شان کو اللہ کی شان جلیل عظیم کے آگے اس کے تامل کرے تو اس لحاظ میں وہی اللہ کا فرمودہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شان

اور پیغمبر کا فرمودہ سنتے ہوئے بھی شرک کے کام سے نہ بچیئے۔ یہ تو صاف پیغمبر کا خلاف ہے۔ بالحاصل شرک کی سزا تو معلوم ہو چکی ہے اور باقی جو گناہ ہیں انکی جو جو سزائیں اللہ نے ٹھیرائی ہیں۔ سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دے چاہے معاف کرے اور یہ بھی سمجھا کہ شرک کوئی بڑا گناہ نہیں اسکی مثل کہ بادشاہ کی تقصیریں یا تقصیریں اس کے ملک کے لوگ جتنی کریں جیسی چوری قزاقی چوکی پہرے کے وقت سو جانا۔ دربار کے وقت کو ٹال دینا۔ لڑائی کے میدان سے ٹل جانا۔ سرکاری پیسوں کے پہنچانے میں قصہ کرنا۔ علیٰ ہذا القیاس ان سب کی سزا بادشاہ کے ہاں مقرر ہے۔ پکڑے چاہے معاف کر دے بعض تقصیریں ایسی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے۔ جیسے کسی امیر یا وزیر یا چودھری کیلئے تاج و تخت تیار کرنا۔ یا اسکو ظل سبحانی کہے۔ یا اس کیلئے کسی دن جشن کا ٹھیرا دے۔ یا اسے بادشاہ کا سا مجرا کرے اور بادشاہ کی طرح نذر دیوے۔ یہ تقصیریں سب تقصیروں سے بڑی ہیں۔ انکی سزا مقرر اسکو پہنچتی ہے۔ اور جو بادشاہ اس سے غفلت کرے۔ اور ایسا لوگوں کو سزا نہ دے۔ تو اسکی بادشاہت میں قصور ہے۔ چنانچہ عقلمند لوگ ایسے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں۔ پس اس مالک الملک شہنشاہ غیور سے ڈرا چاہیے کہ پرلے سرے کا غیور یعنی انتہائی مرتبے کا ہے زور رکھتا ہے اور ایسی ہی غیرت۔ وہ مشرکوں سے کیونکر نہ غیرت کریگا۔ اور کس طرح انکو سزا نہ دیگا۔ اللہ ان سب مسلمانوں پر رحمت کرے اور انکو شرک کی آفت سے بچائیں۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ ترجمہ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ لقمان میں۔ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور وہ نصیحت کرتا تھا اسکو اے بیٹے مت شریک بنا اللہ کا

محمد رسول اللہ بنا کرے۔ اور ان شرکوں میں سے کسی شرک سے پہلے سے مضبوط ہے اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ پھر جو کلمہ طیب اسنے سنانے پر کہا کرے ف ۹۳

اس کا معنی ہی نہ سمجھی تو کو جاہل ہے۔ یعنی نادانی کے کفر میں سا ہے۔ اگر اس کے ساتھ اسمیں کا کوئی شرک بھی کرنے لگے تو جاہل کافر مشرک ہے۔ پھر کلمہ کے معنی جان بوجھ کے ایسے

قسم کا شرک کرے تو وہ مشرک عنادی ہے یعنی ضدی مشرک۔ اگر ان سب باتوں کو دل میں حق جانکر زبان سے جھٹلاوے تو وہ جحودی کافر ہے یعنی مکر کافر

یہاں تک پہلی وجہ کی بات ہو چکی۔ اب دوسری وجہ کی تقریر یہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے کوئی شخص قرآن کے معنی نہیں سمجھتا تھا ف ۹۴

خصوصاً صحابہ کی روایت سے کہ جو کہ حدیث میں ہے۔ سو وہ کہ آنحضرت نے قرآن سے سمجھا تھا جو اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ سے شرک کی

باریکی کو سمجھ کے کئی باتوں کو شرک ٹھہرایا ہے۔ ایک تو یا سمعہ و ریاء جس کا شرک ہونا مشہور ہے۔ سوا اس کے طیرہ یعنی بدفالی کو بھی شرک ٹھہرایا ہے

اور فرمایا ہے اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ اسی طرح فرمایا کہ اَلتِّوَلَۃُ شِرْکٌ یعنی عورت پر ٹونا کرنا مرد پر شرک ہے۔ اور اسی طرح فرمایا کہ مَنْ عَلَّقَ تَمِیْمَۃً فَقَدْ اَشْرَکَ

رواہ احمد والحاکم من عقبہ بن عامر۔ یعنی جس کسی نے گنڈہ وغیرہ لٹکایا۔ سو مقرر شرک کر لیا۔ اور ایسی باتیں بہت ساری ہیں کہ آپ نے ان کو شرک ٹھہرایا ہے

اور پہلے درجے کے شرک کیساتھ لگایا ہے۔ کیونکہ انکی انتہا میں شرک نکلتا ہے۔ اسلئے کہ تم جو فاعل تمہارا پیدا اور مخلوقات کو تاثیر میں مستقل سمجھنا پہلے درجہ کا

شرک ہے۔ اس واسطے پاک مسلمان کو چاہئے کہ ایسے شرکوں سے بچے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو شرک فرمایا ہے۔ آپ کا فرمودہ خالی نہ جائیگا

ضرور بخشائش مشکل ہو گی۔ البتہ ہم کو ان خواں کا انکو جائز ٹھہرانا البتہ گناہ آئیگا۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ حیلہ حوالہ سے خواہ مخواہ شرک کیا ہی چاہیے

نہیں تاکہ میں امید نہ رکھوں سوا اسی کی اور دعائے قنوت میں آیا ہے کہ وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اور آیت وعلى الله
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ کی اور وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ کی اور حسبی الله ونعم الوکیل اور وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور اَلَيْسَ اللّٰهُ
بِكَافٍ عَبْدَهٗ کی ان سب آیتوں سے اللہ ہی پر توکل کرنے کا حکم نکلتا ہے۔ اس کے غیر یعنی غیر اللہ پر توکل کرنا شرک فی التوکل ہے۔ اور ان
ف ۱۲ باتوں کی تفصیل بہت ہے۔ باقی باتوں کو ان پر قیاس کیا چاہیے۔ اور یہ بھی پوشیدہ نہ رہے کہ عبادت ایک لفظ ہے۔ جو کہا جاتا ہے۔ ایسے
حد سے کاموں پر جو ان کاموں کا کرنا کمال عاجزی اور نہایت محتاجی اور بڑا کمال امید اور بہت ڈر اور لوبھ اور بہت محبت سے کسی کے لئے اشغال
پر لوہا انقیاد اور اخفا اور ادراک اور ارادے دنیا اور آخرت کے کام بنا اور نفع نقصان پہنچا سکنے والا سمجھ کے کیا کرتا ہے۔ پھر اگر یہ معاملہ شرع کے
موافق خدا ہی سے کرتا ہے۔ تو وہ عبادت شرعی ہے۔ اگر طبیعت کے اقتضا سے بدون فرمودہ شرع کے ایسے کام اللہ کی جانب کرتا ہے تو وہ عبادت
بھی طبعی ہے۔ اگر عرف کے اصطلاح موافق بدون حکم شرع کے کرتا ہے۔ تو وہ عبادت عرفی ہے۔ ان دونوں کا نام بدعت ہر ایک گناہ بڑا ہوتا
پھر اگر عبادت شرعی یا طبعی یا عرفی خواہ کلی ہو یا جزئی غیر اللہ کو بجا لاوے تو وہ مشرک ٹھہرتا ہے۔ شریعت کے حکم سے خواہ پیر ہو یا پیغمبر کے بقدر اور صاحب
وغیرہ اور جو نبیوں اور اماموں اور فرشتوں اور شہیدوں اور پیغمبروں اور پریوں اور دیوؤں اور بھوتوں اور شیطانوں کو عبادت شرعی سے نہیں پوجتے
بلکہ عبادت طبعی یا اصطلاحی یا عرفی سے پوجا کرتے ہیں۔ سو ان پر شرع سے غیر اللہ کو پوجنے کا اطلاق صادق آتا ہے پھر جو شخص کہ لا الہ الا اللہ

سکو ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہیگا۔ نہ اس سے کبھی باہر نکلیگا۔ نہ مریگا۔ نہ اس میں کبھی آرام پاویگا۔ اور جو کسی اور طرح کے شرک ہیں تو اسکی
جو اللہ کے یہاں مقرر ہے سو پاویگا۔ شرک بخشا نہ جائیگا کہ اللہ تعالی نے جو فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ اور اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اللہ اپنے شریک ٹھیرانے والے کو نہیں بخشیگا شریک ٹھیرانا تین قسم کا ہوتا ہے۔ یا ذات میں جیسا کہ نصاری کا کہنا کہ تین مل کر اللہ ہوا ٨١
یا صفات میں جیسے اللہ کی صفت کی سی اوروں کی صفت ثابت کرنی یا اللہ کے حقوق میں جیسے محبت ایمانی اور تعظیم ایمانی اور رہبانیت درود اور کمال امید
اور ڈر یا بھروسا اور کسی حکم کو اوروں کی بیچ سے ہوئے حکم کو شریعت سمجھنا دلیل ان باتوں پر یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ یعنی بعضے لوگ ہیں۔ جو پکڑتے ہیں اللہ کے سوائی اوروں کو اور ان سے محبت
محبت رکھتے ہیں۔ انکی جیسی محبت کی اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ محبت ہے اللہ کی یہ صورت شرک محبت کی ہونے سے وَلَا یُشْرِکْ[1] بِعِبَادَةِ
رَبِّہٖٓ اَحَدًا۔ فَلَا تَدْعُوْا[2] مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ یہ شرک غیر کی عبادت اور غیر کی مناجات سے منع ہے۔ اور[3] وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ
السیٰ آیتیں شرک کی خوف سے منع کرتی ہیں۔ اور مسند مقری سے۔ کہ الایمان بین الخوف والرجاء ظاہر ہے کہ کمال رجا یعنی بس مینڈ الیَس
نقصان خوف ایمان ہے۔ سو السی امید سے رکھنی شرک ہے اس واسطے لکھم کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللّٰھم اقذف فی قلبی رجاءک واقطع رجائی
عمن سواک حتی لا ارجو احدا سواک یعنی اللہ ڈال دے اپنی امید میرے دل میں اور کاٹ دے میری امید کہ ہمیشہ تجھ سے سوا ...

۱ یعنی نہ چاہئے کہ شریک کرے عبادت میں اپنے رب کی کسی کو
۲ یعنی مت پکارو کسی کو
۳ یعنی اللہ سزاوار ہے کہ اسی سے ڈرو

ف - یعنی شرک فی العلم۔ شرک فی التصرف۔ شرک فی العبادت شرک فی العادت کا صریح قرآن و حدیث میں ذکر ہے۔ سو اسکی
اسمیں پانچ فصلیں مقرر کی ہیں۔ پہلی فصل میں ذکر ہے شرک کی برائی کا اور توحید کی خوبی کا۔ دوسری فصل میں ذکر ہے اشراک فی العلم
کی برائی کا۔ تیسری فصل میں ذکر ہے اشراک فی التصرف کی برائی کا۔ چوتھی فصل میں ذکر ہے اشراک فی العبادت کی برائی کا۔ پانچویں
فصل میں ذکر ہے۔ اشراک فی العادت کی برائی کا ٥ پہلی فصل بیچ میں شرک کے ف ۱۰ یعنی اس فصل میں مجمل شرک کی برائی کا ذکر ہے۔ قال اللہ ف ۵
تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
بَعِیْدًا ٥ ترجمہ کہا اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھیرلے اس کا اور بخشتا ہے ورے اس سے جس کو چاہے۔ اور جس نے
شریک ٹھیرایا اللہ کا سو بیشک راہ بھولا دور بھٹک کر۔ ف یعنی اللہ کی راہ بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام و حلال میں امتیاز نہ کرے
چوری بدکاری میں گرفتار ہو جاوے۔ نماز روزہ چھوڑ دیوے جورو بچوں کا حق تلف کرے۔ ماں باپ کی بے ادبی کرے۔ لیکن جو شرک میں آ پڑا
وہ سب سے زیادہ بھولا۔ اسلئے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہوا کہ اللہ اسکو ہرگز نہ بخشیگا۔ اور سب گناہوں کو شاید اللہ بخش دیوے۔ اس آیت سے
معلوم ہوا کہ شرک نہ بخشا جاویگا۔ جو اسکی سزا ہے مقرر ملیگی۔ پھر اگر پرلے درجہ کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے۔ تو اوسکی سزا یہی کہ

کا ترجمہ ملک الملوک کا ہے اور یہی معنی ہیں شاہنشاہ کے کہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ سو شرک میں پڑے۔ تو شاہنشاہ کے معنی یہی ہیں جو حضرت نے فرمایا سو یاد رہے۔

اور حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اس لفظ مذکور کے کہنے سے حقیق کے فرمایا ہے۔ اس کا بیان آگے آئیگا۔ مگر بے قید لوگ متکبروں اور

سرکشوں کے حق میں برتا کئے ہیں۔ اور انکے پیرو ہنوز اسی طرح برتتے ہیں۔ اور فقہ کی کتابوں میں بھی ایسے معاملات کی برائی لکھی

ہے یا جب بڑے اوسکو بیمن حاجت قسم کھانیکی پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا باپ کی یا انکی قبروں کی قسم کھاوے۔

سو غیر اللہ کی قسم کھانے کے منع میں ایک حدیث آگے آچکی۔ دوسری ابو داؤد اور نسائی کی کتاب میں ابو ہریرہ سے روایت ہے

کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللّٰهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ۔ یعنی قسم مت کھاؤ

اپنے باپوں کی اور نہ جھوٹے معبودوں کی۔ اور قسم نہ کھاؤ۔ اللہ کی۔ مگر سچے رہ کے۔ جب سچی بات میں قسم کھانے کی حاجت پڑے اللہ

کی قسم کھانے میں مضائقہ نہیں۔ پر غیر اللہ کی قسم کسی حال میں نہ کھائیے۔ اور حضرت عمر سے روایت ہے۔ کہ حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے

فرمایا۔ کہ إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ۔ یعنی اللہ منع کرتا ہے تم کو اپنے باپوں کی قسم کھانے سے۔ یہ روایت موطا کی

کتاب کے سوا پانچوں صحاح میں ہے۔ سو ان تین شرک آمیز باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ اسکو اشراک فی العادت

کہتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح یعنی اپنی عادت کے کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے سو غیر کی کرے ان چاروں طرح کے شرک

خلاف مرادانہ ہنیں۔ حضرت بی بی کی [illegible] شاہ

ف ۲۷ عبد الحق صاحب کہا تو شہ حقہ پینے والا نہ کھاوے۔ ف ۲۷ اور یہ ہی بعضی جو نوبا پیش آتی ہے۔ اسکو انکی طرف نسبت کرکے رمضان ف ۲۷

انکی سنگیا پیر اگر دلوانا ہو گیا ہے۔ اور فلانے کو انہوں نے راندا تو محتاج بن گیا۔ اور فلانے کو نوازدیا تو اسکو فتح و اقبال مل گیا۔ اور فلانے ستارے کے

ف ۲۸ سبب قحط پڑا۔ اور فلانا کام جو فلانے دن سے شروع کیا تھا۔ یا فلانی ساعت میں ہو لو برا نہ ہوا۔ ف ۲۹ یا یوں کہے۔ کہ اللہ و رسول چاہیگا ف ۲۸

تو میں آ ونگا یا پیر چاہیگا۔ تو یہ بات بن جاوے گی۔ ف چنانچہ حضرت نے منع فرمایا ہے۔ کہ وَلَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَ

قُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ۔ یعنی نہ کہا کرو۔ کہ اللہ اور فلانے چاہے تو ہوگا۔ بلکہ کہا کرو۔ کہ اللہ ہی چاہے سو ہوگا۔ کیونکہ غیر اللہ جانے گے

ف ۲۹ ہو گا شرک فی المشیئت ہے ف ۷۹ یا ان کے حق میں ف یعنی غیر اللہ کے حق میں۔ جیسے پوجنے یا معبود جانا۔ ف یہ شرک فی الخطاب ف ۲۹

کیونکہ داتا جو او مطلق کا ترجمہ ہے۔ یہ بھی اللہ کی خاص صفت ہے سو اوسکو نہ کسی مدبر الدق نہ کہئے اور جیسے خداوند خدایگان

شہنشاہ کیا خاوند اور یہ مالک الملک شی الملک کی صفت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو اپنے ہی حق میں ہر تنزل قبول کو

سکھلا کے فرمایا ہے۔ کہ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔ یعنی کہدے کہ یا اللہ

اسے مالک بادشاہی کے دیتا ہے تو بادشاہی جسکو چاہے اور چھین لیتا بادشاہی جس سے چاہے۔ پھر ایسے لفظ کے حقیقی معنی

اصحاب کے طریقے کے برخلاف حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جس نام میں بڑے معنی پائے تھے۔ تربت اسکو دل والے تھے۔ مشکوٰۃ کے تفسیر الاسلامی کے باب

ف ۵ میں دیکھیے۔ چنانچہ آگے اسکی تفصیل آئیگی۔ اور بزرگوں کو ماننے کے طریق یہی ہیں۔ کہ جیسے کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگاوے جیسے کھیتی باڑی اللہ کی آدمی

سبی دکھی نماز کرے۔ جب کام میں اللہ کے سوا اگر دو سقایوں کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے کھیت سے نیا اناج اور باغ سے نیا پھل آوے۔ تو اول اپنے پیروں کو

چڑھاتے اور بعد میں اپنے کام میں لاتے ہیں۔ یہ رسم بھی انہوں نے ہندوؤں سے سیکھی ہے۔ کھیتی باڑی جس میں اللہ کا ہی حق دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ وَاٰتُوا حَقَّهٗ

یَوْمَ حَصَادِهٖ۔ اسباب کا مذکور پہلے آچکا۔ اور مثل۔ یہ بھی بزرگوں کے ماننے کے طریق سے دور کردے۔ ہیں اور ریوڑ میں سب اسکے نام کے

جانور مقرر کرے۔ اور پھر ان جانوروں کا ادب کرے۔ مثل۔ جانوروں کی زکوٰۃ حضرت نے مقرر کی ہے۔ اللہ کے واسطے اسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے

دیکھ لیجیے۔ بغیر اللہ کا حصہ اسباب میں خدا اور رسول نے مقرر نہیں کیا۔ مگر بت پرستوں نے اپنے بتوں کے لئے اپنے جانوروں میں سے حصہ مقرر کر رکھا ہے

چنانچہ جاہلیت میں کفار عرب کے یہاں یہ رسم تھی۔ اس کا بیان آگے آئیگا۔ ایسے ہی ہندو بت پرست بھی اپنے بتوں کا حصہ جانوروں میں سے نکالا کرتے ہیں

اسلیے مسلمانوں نے بھی انہیں سے سیکھا ہے۔ اور ان جانوروں کی تعظیم میں یہ لحاظ رکھتے ہیں۔ کہ کوئی انکو نہ لکڑی تھپڑ سے نہ مارے اور مثل مسلمان

کو سزاوار ہیں۔ کہ شرک فی العبادت اور شرک فی التصرف ایسا کرے۔ یعنی پیغمبر خدا کو کعبہ کو اللہ کے یہاں لاتے ہیں۔ جبکہ ایسی باتوں کو مانتے

ہیں یہ تماشہ ہے۔ کہ وہ کھانے پینے میں ہیں۔ مثل۔ اور کسی کی رسم پر سے بیچ کے فلانے لوگوں کو جاتے ہیں کھانا کھلانا ف ۶

ف ٤١ اس قسم کی تعظیم کرے۔ جب اڑے کام پر انکی نذر مانے شرک یہ بلا تو عالم گیر ہو رہی ہے۔ بیان کی کچھ حاجت نہیں ہے اور مشکل کے وقت انکو پکارے

شرک۔ چنانچہ کوئی یا پیر کہتا ہے۔ کوئی یا دستگیر کوئی یا علی کوئی یا امام اور اسی طرح کی باتیں بکتے ہیں۔ اور بسم اللہ کی جگہ ان کا

نام لیوے۔ چنانچہ کوئی اپنے کام کو یا علی مدد کرکے شروع کرتا ہے۔ کوئی یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کرنے اور بھی باتیں

اسی پر قیاس کیجیے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول مقبول نے اللہ ہی کے نام سے شروع کرنے کو فرمایا ہے۔ اور بسم اللہ کو ہر کام کے اول

مسنون ٹھیرایا ہے۔ کسی کام کے شروع کرنے میں کسی بزرگ کے نام لینے کو خدا اور رسول نے تو نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ صورت بسم اللہ کی

گردانی ہے۔ اس سے ایمان میں خلل آنیکا ڈر ہے۔ ایسی باتوں میں باپ دادے پیر استاد کی تقلید نہ کیجیے۔ اللہ اور رسول کے کلام کے

موافق عمل میں لائیے۔ انبیا اور اولیا کا معنی یہی ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں انکی پیروی اور فرمانبرداری کرے نہ یہ کہ حب اولاد ہو

انکی نذر و نیاز کرے شرک۔ چنانچہ کوئی کسی پیر کی منت ادا کرتا ہے۔ کوئی اپنے بچے کا سر کسی بزرگ کے مزار پر لیجا کے منڈواتا ہے

کوئی اپنے بچے کے سر میں کسی بزرگ کے نام کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی بیری کرتا۔ کوئی بدھی پہناتا ایسے ہی شرک کے کام کیے چلے جاتے ہیں

سب انہوں نے ہندوؤں سے سیکھے ہیں۔ بت پرستی کی پیروی کر رہے ہیں تس پر مسلمانی کا لاف۔ کیا یہ گمراہی نہیں ف ٤٢

ف ٤٣ کہ کوئی مسلمان کہلانے والا اپنی اولاد کا نام عبد النبی امام بخش پیر بخش رکھے۔ یہ بلا بھی عام ہے۔ پیغمبر کے فرمودے کے برخلاف اور لڑکے

چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ یعنی جس نے اللہ کے سوا اور کی قسم کھائی۔ سو اس نے شرک کیا۔ پھر اگر کوئی تکیہ و عادت یا غصے کے جوش سے کسی ماسوا کی قسم بھی کھا بیٹھا۔ تو اسکی سند نہ پکڑ لیجیے۔ کیونکہ اس نے ایسی قسم کھانیکو سند متوارث نہیں ٹھیرائی ہے۔ اگر ٹھیراتا بھی تو شریعت میں منع وارد ہونیکی جہت سے اس کا ٹھیرانا جائز نہ ہو سکتا۔ سوای اس کے مجتہد کا کیا سند نہیں بلکہ اجتہاد کی راہ سے فرمایا ہوا سند ہے۔ پھر یہ بحث ہے کہ جو کوئی نہ مانے۔ اور غیر غلط قسمیں کھا کے شرک میں پڑنے کو چاہے۔ تو اسکو ہم کیا کریں وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ اور یہ بھی جاننا چاہیے۔ کہ بعضے شاعروں کے قسمیہ اشعار دیکھ کے ملایان برگزین خوان کو اور ان کے تابعوں کو خلاف شرع قسمیں کھانے کی جرأت پیدا ہوئی ہے۔ عجب منہ کیجیے۔ کہ تو شاعروں کے قسم نامہ کو سند لاتے ہیں۔ اس کو اپنے زعم میں شریعت کی چار دلیلوں پر پانچویں دلیل ٹھیرائی ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ ایسے ہی مقدمات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ یعنی شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو خلاف حق باتیں حکایتیں انہوں نے اپنے اشعار میں سنوار سنوار کے لائی ہیں۔ مگر انہوں نے اسکی سند نہ پکڑی اور اسکو حق ٹھیرایا۔ کوئی نہ کہے کہاں شاعروں کو ہم کیونکر چھوڑیں۔ ہمنے تو ان کو مقتدا مان لیا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ مقتدا شریعت ہے پھر اسکے خلاف جیسی بات ہو۔ اتنی بات میں اس خلاف بات کرنیوالے کو چھوڑ دیجیے۔ ان باتوں کی دلیلیں کچھ مذکور ہو چکی ہیں۔ کچھ آئندہ مذکور ہونگی ہے غرض اس قسم کی چیزیں یا اللہ نے تو اپنی تعظیم کے واسطے بتلائے ہیں پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کے آثاروں شبیہوں کی صورت درگاہوں کی

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی یعنی پاکی بیان کر اپنے سب سے بلند پروردگار کے نام کی جس نے یوں کہا۔ ہمارا رب ہمارا مالک ہمارا خالق ش۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں جا بجا آیا ہے۔ کہ ربّنا اور وربّنا اور مولٰنا سے اور کلام میں جب قسم کھانیکی حاجت ہو تو اسی کے نام کی قسم کھائیے۔ ش۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے کہ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلَا یَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ یعنی جو کوئی قسم کھانیوالا ہے۔ مگر نہ قسم کھاوے مگر اللہ ہی کی۔ یہ روایت نسائی کی کتاب میں ابن عمر سے آئی ہے۔ اعتراض۔ فلانے فلانے بزرگ کے نام کی قسم کھاتے تھے۔ چنانچہ زید صاحب عمرو صاحب کی کیا وہ مشرک ہو گئے جواب فقہانے غیر اللہ کی قسم کھانیکو مکروہ اور حرام لکھا ہے۔ پھر فقہا کے فتوے سے ایسی قسم کھانیوالا مرتکب مکروہ اور حرام کا ہوا کہ نہیں۔ اگر تم کہوگے کہ نہیں۔ ہم کہینگے کیا فقہا تمہارے پاس جھوٹے تھے۔ اگر تم کہوگے کہ فقہا سچے ہیں۔ اور فی الواقع یونہی ہے تو وہ بزرگ مرتکب مکروہ یا حرام کا ہوا۔ پس اب تم مختار ہو کہ اس بزرگ کی بزرگی بحال رکھو یا نہ مگر اسکی پیروی اس بات میں نہ کرو۔ کیونکہ مکروہ اور حرام میں اسکے کرنیکی سند نہ پکڑنی۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ کسی شرع کے کام کو مکروہ کہتے۔ تو وہ شرک نہ ہوگا۔ سو نہیں کیونکہ جو شرک ہو سو مکروہ اور حرام ہے اگرچہ ہر مکروہ اور حرام ہے سو شرک نہیں پھر جو فقہا نے غیر اللہ کی قسم کھانیکو مکروہ لکھا ہے تو تم نے کہاں سے سمجھا۔ کہ وہ شرک نہیں اب جاننا چاہیئے۔ کہ شریعت کی اصطلاح میں غیر اللہ قسم کھانیکے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت اور جلال کو خاطر میں لاکر زبان سے اسکی قسم کا لفظ نکالنا کسی کام کے کرنے یا نکرنے پر سو اس مقدمہ میں کوئی اللہ کا شریک نہیں۔ اسی واسطے غیر کی قسم کھانیکی شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ یعنی جو کچھ رسول نے تم کو دیا۔ سو لو۔ اور جس سے منع کیا ہو۔ سو اس

سے باز رہو۔ لیکن بہت جاہل اپنے پیروں کی تقلید ان باتوں میں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ ہمارے بڑے نے ہمکو چھینکیں کھانے سے اور گھیا ترائی کھانے

سے منع کیا ہے۔ ہم نہ کھاوینگے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ ہمارے بزرگوں نے کالے رنگ کی چیز سے ہم کو پرہیز بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو ورثہ

ف ٦٩ سوگی۔ اور بہت سی باتیں اسی پر قیاس کر لیجے۔ اب توحید فی الاطاعت پر توحید فی التصرف کو عطف کر کے کہتا ہے۔ کہ وے اور برائی بھلائی

جو دنیا میں پیش آتی ہیں جیسے قحط اور ارزانی صحت اور بیماری فتح اور شکست اقبال اور ادبار غمی اور خوشی یہ سب انکے اختیار میں سمجھنا۔ شرک ہے بات ہے

گمراہ لوگ ہندوؤں کے طور پر ایسے کاموں کو اپنے بزرگوں کے تصرف اور ارادے سے سمجھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ فلانے لوگوں نے ہمارے پیر کی

نیاز کے حصہ میں بے ادبی کی۔ انہوں نے اسکی بستی میں قحط ڈال دیا۔ اور فلانا شخص انکی سنت چھوڑ دینے سے انکی پھٹکار میں آکر بیمار ہو گیا۔

ف ٧٠ اور فلانے انکی نذر ادا کرنے سے مر گیا۔ ایسے مہمل عقیدے رکھتے ہیں۔ اب توحید فی التصرف پر توحید فی العادت کو عطف کر کے کہتا ہے

کہ جو ارادہ کیا ہو۔ ارادہ جس کام پر جان کرتا تو پہلے اسکے اللہ کے ارادے کا ذکر کر دینا۔ شے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ

اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ یعنی نہ کہیو کسی چیز میں کل کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ جو اللہ اگر چاہیگا۔ تو ہم فلانا کام کرینگے

اور اسکے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اسکی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی۔ شے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی

وغیرہ پر ہرگز سوار نہ ہوتے تھے۔ نہ ان پر کوئی بوجھ لادتے۔ وہ شخص جو ہدی کے اونٹ پر سوار نہ ہوتا تھا۔ تو گویا حضرت نے اس شخص میں جاہلیت

کی عادت کا شبہ پایا۔ اس واسطے اس کو جھڑکی کا کلمہ کہا۔ اور سوار ہونیکا جو حکم فرمایا۔ سو آسانی کیلئے تھا۔ جب اس شخص نے اس کے ماننے

میں توقف کیا۔ تو اسکو وہ بات کہکے ڈانٹا۔ اور ظاہر یہ ہے۔ کہ اس شخص نے حکم ماننے میں توقف کرتا تھا۔ سو کرشی سے نہ تھا۔ شاید اسکو

یہ گمان تھا۔ کہ اس اونٹ پر سوار ہونے سے اپنے پر گناہ یا تاوان لازم آئیگا۔ اور حضرت نے سوار ہونیکو شفقت سے فرماتے ہیں۔ اس واسطے وہ اٹک

رہا تھا۔ جب آپ نے سختی سے فرمایا۔ تب حکم مانا۔ بعضوں نے کہا کہ وہ شخص چلتے چلتے تباہ ہو رہا تھا۔ تب حضرت نے اس کے سوار ہونے پر وہ

کلمہ فرمایا۔ سو اس کا معنی یہ ہوا۔ کہ سوار ہو۔ تجھکو تو بلا کی آپہنچی ہے۔ وَیلَکَ کے معنی تین ہیں۔ ہلاکت تجھ پر خرابی تجھکو عذاب تجھکو۔

چوتھی معنی جھڑکی کا کلمہ ہے۔ اور عربی محاورے میں یہ کلمہ خواہ مخواہ بددعا ہی نہیں۔ کسی جگہ پر رحم کیواسطے بولتے ہیں۔ کسی جگہ پر غصے

کیواسطے جیسا کہتے ہیں۔ کہ لَا اُمَّ لَکَ یعنی کوئی ماں نہیں تجھکو۔ یہ کلمہ جھڑکی کیواسطے ہے۔ نعوذ گو کہ حقیقت میں ماں کون ہے

اور کئی صحابہ نے بھی ضرورت کے وقت میں ایسے اونٹ پر سوار ہونیکا حکم دیا ہے۔ غرضکہ شرح مرقاہ میں یہ مسائل مذکور ہیں۔ دیکھ لیجئے

یہانتک توحید فی العبادت کا بیان ہو چکا۔ اب توحید فی الاطاعت کے بیان کو اس بیان پر عطف کرکے کہتا ہے اور ف ۶۸

کھانے پینے اور پہننے میں اس کے حکم پر چلنے یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا۔ اسی کو برتنا اور جو منع کیا۔ اس سے دور رہنا تش ساقیہم کہتے ہیں

لہا لاکنا - یعنی نہ ان پر سوار ہونا لازم نا ش۔ بدون ضرورت کے جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا

کہ ارکبھا بالمعروف حتیٰ تجد ظھرًا - یعنی سوار ہو ہدی کے جانور پر اگر تو محتاج ہے - اسکی طرف جب تک کہ تو دوسری سواری پاوے اس واسطے

حدیث اور خصوص لکھا ہے - کہ ولا یرکبہ مطلقًا بلا ضرورۃ فان اضطر الی الرکوب ضمن ما انتقص برکوبہ وحمل متاعہ وتصدق

بہ علی الفقراء - یعنی ہدی پر سوار نہ ہووے بالکل بغیر ضرورت کے اگر اس پر سوار ہونا ہی ضرور پڑ جاوے تو اپنی سواری سے اور اپنا سامان لادنے سے

جتنا نقصان ہوا ہو - اتنے نقصان کا عوض دینا پڑیگا - اور وہ عوض فقیروں کو دیا جاتا ہے - لیکن حدیث جو ترمذی کے سوا اور صحاح میں ابو ہریرہ

کی روایت سے آئی ہے کہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلًا یسوق بدنۃً فقال ارکبھا فقال یا رسول اللہ

انھا بدنۃ فقال ارکبھا ویلک فی الثانیۃ او الثالثۃ وفی روایۃ انس عند الترمذی فقال لہ فی الثالثۃ والرابعۃ

ویحک او ویلک وللنسائی منہ فی الرابعۃ ویلک - یعنی آنحضرت نے ایک شخص کو دیکھا - کہ ہدی کا اونٹ لئے جاتا ہے کعبۃ اللہ کی طرف

سو آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو لے - اس نے عرض کی - کہ یا رسول اللہ یہ کعبہ کے ذبح کرنے کا اونٹ ہے - تو فرمایا سوار ہو لے وائے تجھ پر - یہ فرمایا دوسری

بار میں یا تیسری بار میں انس کی روایت ترمذی کے نزدیک یوں ہے کہ فرمایا تیسری بار میں یا چوتھی بار میں ویحک یا ویلک اور نسائی کی روایت میں

انس سے یوں ہے - کہ چوتھی بار میں ویلک کرکے فرمایا - علما نے جو کچھ اس حدیث کے بیان میں کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جاہلیت والے لوگ سانڈ اونٹ

ہے اس واسطے مناسب ہے کہ اپنی اولاد کا نام میں خدابخش الٰہ دیا امۃ اللہ بنت یعنی اللہ کی بندی میر الٰہ داد الٰہ دی رکھنا شرح اہل سیر نے ہی کہا ہے کہ شیث
جو آدم علیہ السلام کے فرزند اور خاص پیغمبر کا نام ہے۔ سو اس کا معنی اس وقت کی زبان میں ہبۃ اللہ تھا۔ یعنی اللہ کا دیا ہوا اور اس کے سوا ابوداؤد کی کتاب میں ابو درداء
صحابی سے یہ حدیث بھی آئی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا
اَسْمَائَکُمْ۔ یعنی حضرت نے فرمایا۔ کہ تم پکارے جاؤ گے قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے باپوں کے ناموں سے سو اچھے رکھا کرو اپنے نام ظاہر ہے
کہ جب قیامت کے دن اللہ کے بندے کر کر پکارے جاویں بیشک عزت و شرف ہے اور اگر غیر اللہ بندے کر کے پکارے جاویں۔ تو بہت رسوائی ہے
اور کھیت و باغ میں اس نام کا تھوڑا بہت کر رکھنا شرح چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ یعنی و و حق اللہ کا کاٹنے کے دن
اور ہمن ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کرنا۔ شرح یہ صورت زکوٰۃ اور خیرات اور منت کی ہے بیان کی محتاج نہیں۔ اور جو جانور اس کے نام کا اس کے ف ۶۷
گھر کی طرف لیجاوے اس کا ادب کرنا شرح اس کو ہدی کہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامًا
لِلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَائِدَ۔ یعنی اللہ نے کعبے کو حرمت کا گھر ٹھیرایا۔ لوگوں کے چین کیلیے۔ اور حرمت کے مہینوں کو
یعنی ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب کو یعنی صلح اور امن کے مہینے ٹھیرایا تھا۔ اور ہدی کو یعنی کعبہ کی طرف لیجاتے سو جانوروں کو خاص انہی کا
نشان ٹھیرایا۔ اور قلادوں کو یعنی ہدی کے گلوں میں باندھتے سو چیزوں کو اُن جانوروں کے بچاؤ کا نشان ٹھیرایا کہ ان کے آزار نہ ہونا ملکیان کا

باب میں مذکور کیا ہے۔ وہاں دیکھ لیجئے۔ اور مشکل کیوقت اُسے پکارنا۔ ش کہ وَادْعُوْهُ طَمَعًا وَّ خَوْفًا۔ یعنی پکارا کرو اُس کو ڈرسے اور

آس سے۔ اور ہر کام شروع اس کے نام سے کرنا۔ ش قرآن کے سارے سوروں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اسبات کی دلیل ہے۔ اور اگلی

شریعتوں میں بھی یہ کام ثابت تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کی زبانی فرمایا ہے۔ کہ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا

اور سلیمان علیہ السلام کے مضمون میں فرماتا ہے۔ کہ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " اور حدیث میں بھی آیا ہے

کہ کُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَقْطَعُ ؎ یعنی کوئی عمدہ کام جو نہ شروع کیا جاوے اس کے کرنے میں بسم اللہ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے تو وہ کٹا ہوا ہے۔ یعنی اس میں برکت نہیں ہے۔ اور جب اولاد ہو۔ تو اس کے شکرئیے اسکے نام کا جانور ذبح کرنا۔ ش چنانچہ

حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ اَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّ اَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى یعنی دوڑا و اسکی طرف سے لہو۔ یعنی اسکی طرف سے عقیقہ کی

قربانی کردو۔ اور دور کرو اس سے پلیدی۔ یعنی بچے کے سر کے بال۔ اور حدیثیں بھی اس بات میں وارد ہیں۔ اور اولاد کا نام عبداللہ عبدالرحمن

تش کر کے رکھنا۔ چنانچہ حضرت نے اس بات کا اشارہ فرمایا ہے۔ کہ خَيْرُ الْاَسْمَاءِ مَا عُبِّدَ اَوْ حُمِّدَ یعنی بہتر نام وہ ہیں جو اللہ کے بندہ کرکے

ہوویں۔ یا محمد۔ یا احمد یا محمود کر کے ہوویں۔ اور شریعت محمدی کا قاعدہ صاف سکھاتا ہے۔ کہ ہر آدمی اپنی ہر چیز کو اللہ کی دی ہوئی جانا کرے اور

کہا کرے۔ تا اللہ کا ذکر اور شکر اور اسکی تعظیم اور اپنی بندگی کا محتاجی اقرار تازہ ہوجاوے اور عجب و خود پرستی اور اترانا نہ آوے۔ اس چیز میں بھی اپنا کسبت

یعنی ناموں کے بیچ پیارے نام اللہ کے یہاں عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔ اور خَیْرُ اَسْمَائِکُمْ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَالْحَارِثُ ٥
طبرانی کی کتاب میں ابو سبرہ صحابی سے روایت ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں سے بہتر نام عبداللہ و عبدالرحمن و حارث ہیں ٥
دیکھو خیر النساء

اس واسطے نہیں - کہ خداوند نذر کے سبب سے کام نہیں جانتا - بلکہ یہ ظاہر میں تاثیر ہے - کہ اس کا کام کرنے سے نذر کے کا کام نکل ہی آوے - یہ دونوں

باتیں باطل ہیں - ہرگز اس حیثیت سے نذر نہ مانیے - اسی واسطے صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ ابن عمر سے یہ حدیث آئی ہے - کہ نَهَى النَّبِيُّ صلى الله

عليه وسلم عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا یعنی منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے اور فرمایا - کہ وہ دفع نہیں کرتی کسی چیز کو

اور ان دونوں کی ایک روایت میں یوں ہے کہ کچھ بھلا نہیں لا سکتی - اور کچھ تو نہیں پر اس کے سبب بخیل سے نکالا جاتا ہے - یعنی کچھ مال - قَالَ اللهُ

تَعَالَى لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ بِشَيْءٍ لَمْ أَكُنْ قَدَّرْتُهُ وَلَكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ إِلَى الْقَدَرِ وَقَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ

الْبَخِيلِ فَيُؤْتِينِي عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ - حم - خ - ن عن أبي هريرة من الجامع الصغير - اللہ تعالی نے فرمایا - آدم زاد کو نذر کچھ لا نہیں

دیتی - جب کہ میں نے مقدر نہیں کیا ہے - لیکن پہنچاتی ہے نذر اسکو تقدیر ہی کی طرف حالانکہ میں مقرر کر چکا تھا - اسکو اسکے لیے نکال لیتا ہوں

میں اس نذر کی باعث اس بخیل سے سو دیتا ہے - سو مجھکو اس نذر پر جو کچھ دینا تھا سو مجھے اس پر اس کے آگے - موطا کی شرح میں لکھا ہے - کہ علما نے

کہا نذر کرنے سے منع وارد ہے - سو اس اعتقاد کے باعث ہے - کہ نذر تقدیر کو دفع کرتی کر کے مانیے - اور جب لوگوں کی عادت تھی کہ نفع لینے

اور ضرر کو دفع کرنے کے واسطے نذر کیا کرتے تھے - اور یہ کام تو بخیلوں کا ہے - اس واسطے ایسی نذر سے منع کرنا ویسے اعتقاد سے منع کرنا ہے

اگر نذر اس غرض سے ہو تو - لیکن جب بایک اعتقاد سے ہووے - تو اس کے کرنے کی ترغیب آئی ہے - پھر اس شارح نے مجتہد کا اختلاف نذر کرنے کے

وہ بھی ہو جاوے۔ اور حرام ہو سکتا بھی تو حرام کو وہ غالب کر کے اس کام کو حرام ٹھہرا لیتے۔ تا آدمی خدا کے غضب سے بچے۔ اور یہ مذہب فقہ میں مشہور ہے
۔ چوتھی بات یہ کہ اللہ صاحب نے بیچ اپنے رسول کی زبانی کبھی اپنے کلام سے کبھی ان کے کلام سے کبھی ان کے فرمائے ہوئے قاعدوں سے بھی
اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔ کہ جس طرح سے ہم اپنے دنیا کے کاموں میں۔ نذر بھی اللہ کو یاد کریں تاکہ وہ پورا ہو جاویں۔ اور جس ان کاموں میں اسکی تعظیم
تعظیم غیب بھی ہم کرتے ہیں تاکہ ایمان بھی درست ہو۔ اور ان کاموں میں بھی برکت ہووے۔ جیسے اپنے کام پر اللہ کی نذر ماننی جس اس بات کو اللہ نے اس آیت کے
ضمن میں سکھایا ہے۔ کہ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا یعنی نیک لوگ کی یہ خصلت ہے کہ اللہ سے جو نذر مانتے ہیں اس کو
پوری کرتے ہیں۔ اور ڈرتے رہتے ہیں۔ اس دن کو جس دن کی بدی اُدھر کے پہنچنے والی ہے۔ اور اس آیت میں بھی کہ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ یعنی چاہیے
کہ پوری کریں۔ اپنی منتیں کعبہ کو پہنچنے پر۔ غرض اللہ سے نذریں اور منتیں ماننی ایک قسم کی عبادت ہے۔ اسکی کرنے میں بندہ کی جانب سے اللہ کی تعظیم اور اپنی عاجزی
اور بے گذاری ظاہر ہوا کرتی ہے۔ یہ بات اگلی شرعوں میں بھی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے مریم کی ماں کی زبانی فرمایا۔ کہ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي
بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ اور آپ اس نذر کی مقبولی میں فرماتا ہے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ۔ اور مریم کے قصے
میں فرمایا ہے۔ کہ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا۔ یعنی تو کہہ دے کہ میں نے نذر کی ہے۔ مہربان خدا کیلئے روزے کی اور بات
نہ کروں گی۔ آج کسی آدمی سے دن بھر۔ اس سے بھی اللہ سے مانی ہوئی نذر کا ثبوت ہے۔ اور مانی ہوئی نذر بندے پر پوری کرنی واجب ہوتی ہے۔ لیکن

اور بعضوں نے کہا کہ یہ بات فقط ایک طور کی شباہت ہے - اور بعضوں نے کہا کہ بیشتر صورت جوڑ کے باقی کپڑے معین کیجئے - اور روضے کی کتاب میں اس بات کو
مستحب کہا ہے - پھر وے کپڑے کسی قول میں معین لینے والوں کے ہو جاتے ہیں - اور کسی قول میں مدینے کے فقیروں کو دیڈالنے کے ہوتے ہیں جیسے مکہ کے حرم سے
نکال کر پھر نہ وہاں کے فقیروں کو دیڈالا جاتا ہے - اور کسی قول میں بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے - انتہی - تنبیہ ۵ مصنف نے القیام القوی العزیم
کے انیسویں صفحے میں کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے دونو حرموں کو کر کے لکھا ہے - اسکی عبارت یہ ہے - از انواع تشریع السوء باید ست - از انجملہ تحسین امکنہ
متبرکہ بود مثل تحسین مکان ظاہر بر مقابر و مقامات برای نماز الی قولہ یا بطریق تکمیل مثل مساجد برای ادای فرض و عقد نکاح الی قولہ و مواضع مخصوصہ از حرمین
برای دعا الی قولہ و مساجد للہ برای سفر و سوی آن جہت تحصیل منفعت اخرویہ - انتہی - پس مدینہ منورہ اور قبر مکرم اس کتاب کے منہیات کے عموم سے خارج
ہیں - پھر اگر کوئی شخص عبارت کے قیدوں کو نہ سمجھ کے داخل مان کے بے ایمانی کے کام کو فرما دے - تو قہار شدید البطش وہ نوجوان ہیں اس سے انتقام لے
ہیں اور ایسے ہم کی باتیں کرے - سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے - اسکو شرک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی تعظیم میں کسی اور کی کرے - پھر یوں سمجھ
کر کہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں - یا یوں سمجھے کہ اسکی اسطرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے - اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے - ایسے
ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے - شبہ - مفتضو مصنف کا لحاظ شرک کے اطلاق کرنے میں دیکھئے کہ شرک جہاں موجب کفر تھا سو وہاں کہ دیا کہ مفتی شرع
جہاں شرک کا وجہ قوی اور اس کا خلاف ضعیف تھا - وہاں کہا کہ البتہ آدمی مشرک ہوتا ہے - تعلیقاً للحرام علی الحلال - یعنی جس کام میں حلال کا ہونا

یہ جرمانہ کرنے کی صحیح روایت کسی نے نہیں کی۔ شافعی رح کے قدیم مذہب میں ہے کہ حرم میں شکار کرنیوالے کا اور درخت کاٹنے والے کا جرمانہ اس کے کپڑے چھین لینا کرکے مقرر
ہوا ہے۔ شافعی کے قول میں اس کا اختلاف ہے۔ میری سند اپنی کتاب جو تواریخ میں ہے تخیر کے لفظ کے نیچے کہا ہے۔ اختلفوا ہل یضمن صید ما فقال الشافعی
انہ لا یضمن لانہ مکان یجوز دخولہ لغیر احرام فلا یضمن کصید وج الطائف وفی القدیم یسلب القاتل الصید حرم المدینۃ
والقاطع لشجرہا واختارہ النووی من جہۃ الدلیل۔ وعلی ہذا فقال امام الحرمین ان السلب لا یتوقف علی الاتلاف
بل یجرد الاصطیاد وسلبہ کسلب قتیل الکفار عند الاکثرین وقیل ثیاب فقط وقیل یترک لہ ساتر العورۃ ومؤنتہ
فی الرجوع ثم ہو للسالب او لفقراء المدینۃ او لجزء الصید او لبیت المال۔ یعنی مجتہدوں نے اختلاف کیا ہے۔ کہ مدینے کے حرم میں
جھاڑ کاٹنے والا اور شکار کرنیوالا ضامن ہوتا ہے یا نہیں۔ یعنی جرمانہ اسکے ذمہ پر آتا ہے۔ یا نہیں سو امام شافعی رح نے فرمایا کہ وہ ضامن نہیں ہو سکتا
کیونکہ مدینہ کا حرم ایسا مکان ہے جس میں بغیر احرام کے چلے آنا جائز ہے۔ سو بغیر جرمانہ لازم نہ ہوگا جیسے طائف کی وج نامی جگہ کے شکار کرنے میں
جرمانہ واجب نہیں۔ اور شافعی کے قدیم قول میں یہ تھا۔ کہ مدینے کے شکار کرنیوالے کے اور جھاڑ کاٹنے والے کے کپڑے چھین لینا چاہیے، اور امام نووی
نے اس قول کو دلیل کی جہت سے اختیار کر لیا ہے۔ اس پر نظر کرنے مجتہدوں کے فقط شکار کا لفظ کہنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شکاری شکار کو مار
ڈالنا ضرور نہیں۔ بلکہ شکار کرتے ہی اس کے کپڑے چھین لیا چاہیے۔ ان کپڑوں کا حکم ایسا ہے۔ جیسا کافروں میں مارے گئے کافروں کے کپڑوں کا حکم

اور اس قاعدے سے بھی اس کو چھوڑنا لازم ہوتا ہے۔ کہ جب کسی کام میں ایک وجہ اباحت کی ہووے۔ دوسرا وجہ کراہت یا حرام ٹھیرنے کا۔ یا کفر یا فسق ہونے کا
تو اس دوسری وجہ کو مقدم جان کے اس سے ہاتھ اٹھا لیجیے۔ پھر کوئی ہم رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے۔ جو کعبے کو پیٹھ دے۔ تو شرک میں پڑے
کیونکہ یہ دونوں ادب خاص کعبۃ اللہ کے ہیں۔ چنانچہ ان کا بیان آگے ہو چکا۔ اور کعبۃ اللہ کے ادب اور جگہوں سے کرنا خدا اور رسول کے مقصد کا خلاف ہے اور اسکو
کعبۃ اللہ کے مانند ٹھیرانا تشبیہ ہے۔ تو وہ کفر اور شرک ہے۔ پھر اگر کوئی وہاں مجاور ہو کر بیٹھے۔ گو یہ بات خانہ خدا کے خصوصیات میں کی ہے۔ اسکو بھی اور جگہوں میں
ہو بہو مانا یہی شرک ہے۔ جیسا اب مذکور ہو چکا۔ اسی طرح سے اگر کوئی ایسے مقاموں کے گردش کے جنگل کا ادب کرے شکن اپنے دل کی سازش سے نہ خدا اور رسول کی
سند سے جیسے حرم مکہ و حرم مدینہ کے جنگل کا ادب کرتے ہیں۔ مگر ان دونوں حرم میں فرق یہ ہے کہ مکہ معظمہ حرم کامل ہے۔ حرم کامل کے تین خواص ہیں۔ ایک تو
احرام بن وہاں نہ آنا۔ دوسرا وہاں کے جانوروں اور درختوں کو نہ ستانا اور ان کے ستانے سے شرعی جرمانہ لازم ہوگا۔ تیسرا وہاں لڑائی کسی بات سے اور ہاتھاپائی
نہ جانا اور شکار نہ کرنا۔ سب مکہ کے حرم ہی کو بالکل ثابت ہیں۔ وہ حرم احترام بھی ہے۔ اور حرم تحریم بھی۔ اور حرم حرمت و امن بھی۔ لیکن مدینہ منورہ کا حرم حرم
احترام نہیں ہے۔ بالاتفاق اگرچہ حرم حرمت امن ہے۔ اجماع سے پر اسکا حرم تحریم ہونے میں اختلاف ہے یعنی وہاں کے بارہ میل کے جانور شکار کرنے میں اور وہاں کے
درخت وغیرہ کاٹنے میں مجتہدوں کو اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ مضائقہ نہیں ہے اور دوسرے اماموں نے کہا کہ حرام ہے پھر جرمانہ ثابت نہیں ہے
اختلاف ہے خلاف کیا سعد بن ابی وقاص اور زید بن ثابت اور ابو ہریرہ ان تینوں صحابیوں نے مدینے کے شکاری کو حرام ہونے کی رو سے تعزیر کی ہے

تو سلام بھیجا کر حضرت پیغمبر فرمایا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا وَلَا تَتَّخِذُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا

قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ مَا كُنْتُمْ یعنی تم اور جو کوئی اندلس کے ملک میں ہو برابر ہیں یعنی

درود اور سلام بھیجتے ہیں۔ اور ملا علی قاری نے ان حدیثوں کے معنوں میں درۃ المضیۃ کے رسالے کے بیچ میں یوں لکھا ہے۔ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ إِشَارَةٌ

إِلَى النَّهْيِ الْوَارِدِ فِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ عَنِ اتِّخَاذِ قَبْرِهِ مَسْجِدًا أَيْ لَا تَجْعَلُوا زِيَارَةَ قَبْرِهِ عِيدًا مِنْ حَيْثُ الِاجْتِمَاعِ

كَمَا كَانُوا لِلْعِيدِ وَقَدْ كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَجْتَمِعُونَ لِزِيَارَةِ قُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ وَيَشْتَغِلُونَ عِنْدَهَا بِاللَّهْوِ

وَالطَّرَبِ انتہیٰ۔ یعنی بہت ظاہر ہے کہ یہ کلام اشارہ ہے۔ اس منع کی طرف جو دوسری حدیث میں آیا ہے قبر مبارک کو سجدہ گاہ ٹھہرانے

سے۔ یعنی نہ ٹھہراؤ قبر مبارک کی زیارت کو عید کر کے میلا جانے سے۔ اسکے لئے جیسا کھیل تماشہ کریں عید کے لئے اور یہود و نصاریٰ جمع ہوا کرتے تھے

اپنے پیغمبروں کی قبروں کی زیارت کیواسطے اور وہاں لگے رہتے تھے۔ کھیل تماشے خوشی کے کاموں میں۔ انتہیٰ۔ حاصل یہ کہ اس لئے حضرت نے ایسے

کاموں سے انکو بچنے کی راہوں سے منع فرما گئے ہیں۔ قول سے بھی فعل سے بھی اشارے سے بھی۔ اور فقہ میں بھی ثابت ہے۔ کہ کسی کام

کی راہ اور وسیلے کا حکم اسی کام کا سا ہے۔ چنانچہ فقیہوں کا قول ہے۔ لِلْوَسَائِلِ حُكْمُ الْمَقَاصِدِ۔ پھر قبروں کا تجمل اور شان و شوکت کا طریقہ

مجیب ثابت ہوا اکثر مراد و طلب مشرک شعاروں کے جمع کرنیکا اور شرک شعاری سے راضی ہونیکا سبب ہوتا ہے۔ اس لئے اسکو ترک کیا جاتا ہے

کیونکہ وہ رستہ ہے بت پرستی کا ہے۔ اور نشان ہے شرک شعاری کا۔ اسی واسطے جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت صحیح میں قبروں کے چراغدان

لگانیوالے لوگوں پر حضرت نے لعنت کی ہے۔ اور دوسری حدیث میں اپنی قبر مبارک کو عیدگاہ اور میلے ٹھیلے کی جگہ بنانے سے منع فرمایا۔ چنانچہ

ارشاد کیا۔ کہ لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيداً وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسکی روایت کرنے والے

ثقات ہیں۔ ابوداؤد نے احمد بن صالح سے اور ان سے عبداللہ بن نافع ثقہ سے جو امام مالک کا رفیق تھا۔ اس حدیث کی روایت کی ہے

اور ابو یعلی موصلی نے بھی اس حدیث کو لایا ہے۔ اس طریق سے کہ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً يَجِيءُ إِلَى فُرْجَةٍ كَانَتْ

عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فِيهَا وَيَدْعُو فَقَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثاً سَمِعْتُهُ عَنْ أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيداً وَلَا بُيُوتَكُمْ قُبُوراً فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي أَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور روایت کی اسکی ابو عبداللہ الواحد محمد بن الواحد مقدسی حافظ نے اپنی کتاب میں جس میں صحیح حدیثیں ذکر کی ہیں۔ اسی طرح کی حدیث سعید بن منصور

سہیل بن ابی سہیل سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ حسن بن الحسن بن علی ابی طالب نے مجھکو قبر مبارک کے پاس دیکھ کر پکارا۔ اور اس وقت

میں آپ حضرت فاطمہ کے گھر میں شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ سو کہنے لگا۔ کہ کھانا کھانے آ۔ میں نے کہا۔ کہ کھانے نہیں جانا چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا

کہ کیا تھا میں نے تجھکو قبر مبارک کے پاس۔ تب میں نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے سلام کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تو مسجد نبوی میں آوے

عند الله وهو في الصحيحين عن ام حبيبة وام سلمة ايضاً فذكرتا كنيسة رأتاها الحديث ٭ وفي الصحيحين عن عائشة وعبد الله
بن عباس قال لما نزل برسول الله صلى الله عليه وسلم طفق يطرح خميصة له على وجهه فاذا اغتم كشفها فقال وهو
كذلك لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا ٭ وفي الصحيحين عن ابي هريرة ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال قاتل الله اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد ٭ ولمسلم لعن اليهود والنصارى ثم
قال البعض فاتخذ المساجد على القبور لتعظيمهم لعلمائهم ولذا حكى الله عن الذين غلبوا على امر اصحاب الكهف انهم قالوا لنتخذن
عليهم مسجدا ٭ وقد صار التعظيم لها وسيلة الى الفتنة جميعا فلعنها النبي صلى الله عليه وسلم في آخر حياته ولعن
وهو في السياق فاعل ذلك لان هذه العلة هي العلة التي اوقعت كثيرا من الامم في الشرك الاكبر والاصغر
ولذا تجد قوما يتضرعون عندها ويخشعون بعبادة لا يفعلونها في مواضع العبادات والاوقات الاجابة ويرجون
من بركته وذلك لا يرجون في المساجد الثلثة ۔ ان حدیثوں سے ظاہر ہے ۔ کہ قبر مبارک جو سب قبروں سے اشرف اور اعلی اور سب نہایت گاہوں سے
بہتر اور اولی ہے ۔ سو اس کے حق میں حضرت نے یہ دعا کی ہے ۔ کہ بت نہ بنے اس سے ایسی رسوم نہ کیجیے کہ حضرت کی قبر مبارک میں اور جگہوں کا
مثل کتا نالے پہنچے گا اس سے پہلے جو کہ بت پرست لوگ اپنے بتوں کی تعظیم کے واسطے کیا کرتے ۔ سو مسلمان کو نہ چاہیے ۔ کہ زیارت گاہوں کی سب

وثنا يعبد اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور انبيائهم مساجد قال الشارح قال ابن عبد البر قيل معناه

النهي عن السجود على قبور الانبياء وقيل النهي عن اتخاذها قبلة وقال البيضاوي لما كانت اليهود والنصارى يسجدون

على قبور انبيائهم تعظيما لشانهم ويجعلونها قبلة واتخذوها اوثانا لعنهم ومنع المسلمين عن مثل ذلك وقال الشارح

وثنا يعبد قد وصل هذا الحديث اسناده البزار من طريق عمر بن محمد بن عبد الله بن عمر عن زيد بن اسلم عن

عطاء عن الخدري بلفظ الموطا واخرجه العقيلي عن ابي هريرة رضي الله عنهم مرفوعا قال ابو عمر واما قوله اشتد غضب الله

فانه محفوظ من طرق كثيرة صحاح وكان ذلك القول في مرض موته قبل وفاته بخمسة ايام لما ذكرت له ام سلمة وام حبيبة

كنيسة رأتاها بالحبشة اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قال صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي لم يقم منه

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد ولولا ذلك ابرز قبره غير انه خشي ان يتخذ مسجدا اه

اور عطاء ابن یسار سے رفعه اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد ۔ مالك ۔ وفي الصحيح عن عائشة ان ام سلمة ذكرت لرسول الله

صلى الله عليه وسلم كنيسة رأتها بارض الحبشة فذكرت له ما رأت فيها من الصور فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اولئك

قوم اذا مات فيهم العبد الصالح او الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا وصوروا فيه تلك الصور اولئك شرار الخلق

ان کے ذات انواط ہے ۔ تب آپ نے فرمایا تھا ۔ کہ تم نے اب کہا ۔ جیسے کہ موسیٰ کی قوم نے موسیٰ سے کہا تھا ۔ کہ اے موسیٰ ہمارے واسطے ایک
معبود ٹھیرا دے ۔ جیسے ان بت پرستوں کے واسطے معبود ہیں ۔ مقرر تم پیروی کرو گے تم سے اگلوں کی بالشت بالشت ہاتھ ہاتھ اگر وے کسی گوہ کے
بل میں گھسے ہوویں ۔ تو تم بھی گھسو گے ۔ یہ قصہ مشکوٰۃ اور دوسری حدیثوں کی کتابوں میں مذکور ہے ۔ پھر جیسے ہندوؤں نے نذر نیاز چڑھانے غیر اللہ کے نام
کے جانور کرنے ۔ بتوں کے چاؤ منانے ۔ تماشے کے ارمان نکالنے ۔ راگ رنگ کرنے ۔ اقسام کے باجے بجانے ۔ رنڈیوں کے تماشہ بینی کرنے
لوگوں سے منت سیدنی حب کرنے اپنے باطل راہ و رسم کی دھوم دھام شان و شوکت جتلانے بت و بتخانہ مقرر کر کے اقسام کے اسباب تجمل جمع کئے ہیں
اور اسراف و تبذیر کا داد دے رہے ہیں ۔ کہ ان بتوں کو پھول پہناتے کہیں صندل ملتے کہیں زیور اور کپڑوں سے آراستہ کرتے کہیں ان کے سر پر تاج شاہی
دھرتے اور چتر شاہانہ پھیرتے اور شامیانہ باندھتے اور مورچھل جھلتے اور آفتاب گیری پکڑنے اور تخت رواں پر بٹھا کر نکالنے اور تخت سلطنت پر بٹھلاتے اور نوشہالی
رسم ریت کرتے اسی طرح سے کچے مسلمان بھی ایسے کام کرنے کو کہیں قبریں پجوائیں ۔ کہیں جھنڈے علم اور کہیں تعزیے اور کہیں قاسم کا بچہ اور سانچق اور مہندی گشت
اور کہیں پیران پیر کی مہندی کہیں سالار مسعود غازی کا بیاہ ۔ کہیں بزرگوں کے نام کے چراغاں کہیں ان کے نام کے جانور کہیں ان کے نام کی نذر و نیاز نقدی سے بچوں کی
مٹھائی کنگنا غلاف وغیرہ سے کہیں صندل و عرس سے جو بیاہ کی رسموں سے کچھ کم نہیں ۔ کہیں باجے راگ ناچ سے بہ نسبت ہندوؤں کا سامان اور بت پرستوں کا
تھم سے ۔ حالانکہ امام مالک نے اس صحیح حدیث کی روایت کی ہے ۔ کہ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ

آسودگی و آرام اختیار کرکے بیٹھ رہے تھے ۔ لوگوں کے کفر و ایمان سے کچھ کام نہیں رکھتے تھے ۔ الحاصل علما کا دستور ہے کہ کلیے قاعدے بیان کرتے ہیں

پڑھنے والوں کی عقل و تمیز کے اعتماد پر تا جزئی مسئلے کو اُسکے کلیے قاعدے پر سمجھ لیں پھر اُسمیں جو کوئی منع ہوتا ہے ۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ

اسکا پھر یہ ہے سو فتنہ انگیزی کے واسطے ادھر اُدھر کا مسئلہ ادھر اُدھر کا قاعدہ اور ملا کے مصنف کو بدنام کرتا پھرتا ۔ پھر یہ شیوہ اہل انصاف

میں نہ تھا ۔ اب منع ہوتی ہر چیزوں جو جو بعد موقع سے اتنی کہہ رہے ہیں ۔ سو ان میں کثرت سے بلا ہے ۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ۔ مصنف خود یہ لفظ

جا کے زیارت شریف سے مشرف ہوا ہے اور اسکے مرشد اور پیر بھائی بھی اور اسکے شاگرد بھی ۔ شیخ عبد الحق کے مرشد کا کچھ علاج نہیں ۔ القصہ جو

کوئی اور پیر بزرگ ہو ۔ سو ان کی قبروں پر دور سے جا کر آوے یا وہاں روشنی کرے ۔ غلاف و چادر چڑھاوے ۔ انکے نام کی چھڑی کھڑی کرے

کرے ۔ انکے قبر کو بوسہ دیوے ۔ مورچھل جھلے ۔ اسپر شامیانہ کھڑا کرے ۔ سو شرک کے کام کی شباہت ہے ۔ کیونکہ ہندو لوگ جو کام اپنے

بتوں سے کرتے ہیں ۔ سو ویسے کام کرنے کیلئے کسی مسلم پیر کو انکی جگہ مقرر کر لینا ایک طرح کی شرک کا سامان ہے ۔ ذات انواط کی حدیث کے

قیاس پر ۔ قصہ مختصر اسکا یہ ہے ۔ کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حنین کی لڑائی کو تشریف لے چلے ۔ تو ایک بیری کا جھاڑ

جسکو جاہلیت کے ذات انواط کہا کرتے ۔ اور اس سے اپنے ہتھیار لٹکاتے ۔ اور اس کام کو اپنی فتح پانے کا باعث سمجھتے تھے ۔ اس

کے نزدیک سے ہمراہی لوگوں نے اور ایک بیری کا جھاڑ دیکھا ۔ سو حضرت سے عرض کرنے لگے ۔ کہ یا رسول اللہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات انواط ٹھہرا دیجیے جیسا کہ

روایت میں ہے۔ کہ المساجد بیوت اللہ فی الارض تضیٔ لاہل السماء کما تضیٔ نجوم السماء لاہل الارض۔ دوسری بات
ساری حدیثیں انکی فضیلت میں آئی ہیں۔ پھر اُس کے کیا معنی کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مسجدوں کے سوا اور کوئی مسجدوں کی طرف سفر کرنے کو تو منع کیا۔
اور مزاروں کے سفر کو روا رکھا۔ باقی رہا جہاد کا سفر اور تحصیل علم کا اور ہجرت کا سو ضرورت دینی کے سبب سے مشروع ہے۔ اسی طرح جان بچانے کا سفر اور تجارت
وغیرہ کا دنیا کی ضرورت کیلئے مباح ہے۔ دوسرا اسی متن میں اشتراک فی العبادۃ کا کلیہ قاعدہ باندھ کے کہا ہے۔ سو یہ ہے۔ اللہ کی تعظیم کرنی
مخلوق کیلئے وہ تعظیم جزئی ہو یا کلی۔ اس تعظیم کو اس مخلوق کا اصل حق سمجھے یا اللہ کی خوشی کا سبب یہ سب صورتیں شرک کی ہیں۔ پھر ان دونوں قاعدوں
کے مقدمات کی ترتیب سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ جو باتیں اور کلام اللہ اور رسول کے حکم سے جن کیلئے نکالے جاویں۔ اور شرک فی العبادۃ نہ ٹھہریں۔ سو مصنف نے انکی
منع کا ہرگز ارادہ نہیں کیا۔ اُس کے کلام سے ایسے امور کا منع کے ارادہ کا گمان کرنا اُس کے خلاف مقصود کو مقصود مان کے اپنی بے سمجھی یا جانبداری کو
ظاہر کرکے آپ ہی بیہودہ ہونا ہے۔ اور فی الحقیقت مصنف کا ارادہ انہیں کاموں کے منع سے ہے۔ جو اشتراک فی العبادۃ ہوویں۔ خواہ جزوی خواہ کلی خواہ
نقد زبردستی ان کو خدا اور رسول کے کلام سے کھینچ کر نکال کے شرک شماری میں ختم کرنے کو چاہتے ہوں۔ خواہ اپنی عقل کی تیزی سے اختراع کرکے
چرب زبانی سے اور عوام فریبی سے رواج دیتے ہوویں۔ لیکن جو کچھ خدا اور رسول کے کلام سے صاف نکلتا ہووے۔ سو مومنوں کی ہدایت کا سبب ہے۔
ولیسی باتوں کا مصنف کب منکر ہے۔ وہ تو انہیں کے رواج دینے کیواسطے قلم و رقم و قدم و درم سے ایسی ہی کوشش کرتا تھا کہ دوسرے عالم

نفل نماز کی فضیلت کے واسطے - اسیطرح ارشاد ہوا - لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَىٰ مَسَاجِدَ ثَلٰثَةٍ - اور ابو ہریرہ کا طور کو جانا - اور دوسرے صحابی کا ایسے سفر سے
منع بیان کرنا اس مثال کے قصے میں مذکور اور مشہور ہے - گویا اس حدیث کے ارشاد کا مضمون یہ ہے - کہ جن جگہوں کی فضیلت شارع کی نظر میں ثابت ہے
اور لوگوں کو انکی طرف سفر کرنا ایک عمدہ دینی بات نظر آتی ہے - سو ان میں تین ہی جگہوں کے سوائی سفر نکیجیے - پھر جن لوگوں نے یہ کہا - کہ یہ بات اسلئے ہے
کہ تین ہی مسجدوں کی طرف سفر کر کے جائیے - اور مسجدوں کی طرف سفر نکیجیو - پر ایسے بزرگوں کی قبروں کی طرف سفر کرنا منع نہیں ہوا - کہ یہ بات اسلئے ہے
کہ تین ہی مسجدوں کی طرف سفر کر کے جائیے - کیونکہ مراد یہ ہے مسجدوں کی جنس میں سے تین ہی مسجدوں کی طرف سفر کیجیے - بزرگوں کی قبریں مسجدوں کی
جنس سے نہیں - پھر اس منع میں کاہیکو داخل ہونگی - انتہی - سبحان اللہ یہ کیا بات ہے - کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گویا یہ فرمایا ہو کہ تین مسجدوں کے
سوا اور کسی کی قبر کی طرف سفر نکیجیے - اور قبروں کی طرف سلاور دور سے سفر کر کے جائیے - کہاں مسجدوں کی نماز پڑھنے جو اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں بڑی عبادت ہے
اور وہاں دعا مانگنی اور استغفار کرنا - اور کہاں کسی پیغمبر کی قبر کو دیکھنا - اور وہاں اپنے واسطے اور اُسکے واسطے دعا مانگنی دونوں میں کتنی تفاوت ہے - باقی جو کسی نے یہ کہا - کہ اس
حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خالی جگہوں میں تین ہی مسجدوں کے سوائی اور کسی جگہ کا سفر نہ کیجیے - لیکن جب بزرگوں کی طرف سفر کرنا خالی جگہوں کی طرف جانا نہیں ہے
بلکہ انہیں نیک مرد آسودہ ہیں - یہ سفر انکی زیارت کا ہوتا ہے - اسواسطے اس حدیث کے منع کے عموم میں داخل نہیں - انتہی - یہ بات بھی اگلی بات کی سی ہے کیونکہ
اول تو مسجدیں دوسری خالی جگہ کی سی نہیں ہیں - کیونکہ وہ خانہ خدا ہیں - انکی فضائل شریعت سے ثابت ہیں - چنانچہ طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس کی

یا ایسے ماننے میں اور کوئی کسی کی نہیں کرے۔ تو صاف اس بات میں ایک نئی شریعت نکالی۔ یا نئی شریعت کی تقلید کی۔ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے

یعنی شرک فی التشریع۔ ایسے شرک کا اشارہ اس آیت میں ہے۔ کہ اتخذوا احبارهم الایہ لا تشد الرحال کی حدیث کا بیان واقع۔ جاننا چاہیے ص ٦٢

کہ سفر حرج ہے۔ سفر حرج دین اسلام میں بدون دینی و دنیوی ضرورت کے مرفوع ہے۔ مسجدیں اگرچہ عبادت گاہیں ہیں۔ لیکن زیارت گاہوں کی جنس سے ہیں۔

مسجدیں جس حیثیت سے کہ عبادتگاہیں اور زیارت گاہیں ہیں۔ ان جگہوں کی جنس سے ہیں جنکی طرف سفر کرنیکو لوگ لازم سمجھتے ہیں۔ مسجدوں کی فضیلت

اور وفات پائے ہوئے صالحوں کی فضیلت شرعی جہت سے ثابت ہے۔ مجرد عقل کو کچھ دخل نہیں۔ مسجدوں کی زیارت اور صالحوں کی قبروں کی زیارت فضیلت

کے باعث ہوئی شریعت کی جہت سے ہے۔ جب مسجدوں اور صالحوں کی قبروں کی زیارت شریعت کی نظر میں خوب فضیلت ہے۔ تو یہ دونوں بھی شرعی زیارتگاہوں کی

جنس سے ٹھیریں۔ اگرچہ مسجدیں نمازگاہ اور اعتکاف کی جگہیں اور حرم ہیں اور قبریں ایسی نہیں بلکہ عبرت لینے کے موقعیں اور قبر والوں کیلیے اور اپنے لئے استغفار

کرنیکی مقامات ہیں۔ لیکن معتقدوں کی نظر میں مسجدیں اور دوسری مزاریں ایسی ہیں۔ کہ انکی طرف بدون کسی شرعی یا دنیوی ضرورت کے سفر کا حرج اٹھاتے ہیں

ضرور۔ اور سفر میں جیسا ہو شریعت کی نظر میں حرج ہے۔ اور حرج اٹھانا بدون دینی یا دنیوی ضرورت کے دین اسلام میں روا نہیں۔ سو ہر سفر کا حرج اٹھانا

محض ایک فضیلت کے واسطے جو فرضیت اور وجوب اور ضرورت دینی دنیوی سے خالی رہے شریعت میں وارد نہیں۔ مگر تین جگہ شارع علیہ السلام نے سفر کو

روا رکھا ہے۔ ایک مسجد حرم کیلیے خواہ فرض ہو یا تطوع۔ دوسرا مدینہ مسجد نبوی اور مسجد قبا اور زیارت مدینہ کیلیے۔ تیسرا بیت المقدس کیلیے و

انصاف کیجئے۔ پھر رسول کے کلام سے ان مبارک مقاموں کو جانیکی خوبی ثابت ہے۔ پس اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ ان مقدس جگہوں کے سفر کا منع مصنف کو

مقصود نہیں ہے۔ لیکن ان جگہوں کے سفر کا منع مقصود ہے۔ جہاں کا جانا نہ قرآن سے ثابت ہے۔ نہ حدیث سے کیونکہ حدیث سے وہاں کا جانا منع نکلتا ہے

چنانچہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ وَلَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ کی حدیثوں سے آگے معلوم ہو چکا۔ اور قبر مبارک کی زیارت کے سفر پر اور مقبروں اور زیارت گاہوں کے

سفر کو قیاس نہ کیجئے۔ کیونکہ کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کو دور دور سے مسافری کا رنج و تعب اٹھا کے جانیکا حکم شریعت سے ثابت نہیں۔ اور صحابہ و

تابعین و تبع تابعین اور جتنے اماموں سے ایسے سفر کی روایت نہیں ہے۔ بلکہ لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ اِلَّا اِلٰی مَسَاجِدَ ثَلٰثَةٍ اور ایک قصے کی روایت سے فہم صحابہ سے

مزار اور زیارتگاہوں کا سفر نہ مقصود شارع ہے نہ پسند۔ بلکہ منع کی عموم میں داخل ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کی قبروں کی زیارت کے

سفر ماں کو حکم فرمایا تھا۔ آپ کے وقت میں کون دور دور سے ان مکرم قبروں کی زیارت کو سفر کر کے آتا تھا۔ اسی طرح سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ

کی مزار مبارک کو۔ اور باقی سب شہدای احد کے مقبروں کو اور بقیع کے متبرک تربتوں کو اور امہات المومنین کی قبروں کو قیاس کیجئے۔ کہ ان بزرگ مدفونوں

کی طرف نہ کوئی صحابی نے سفر کیا۔ نہ تابعی نے نہ تبع تابعین نے۔ باوجودیکہ شام اور موصل میں انبیاء کرام کے قبور ہیں۔ انکے سفر کا حکم نہ حضرت نے فرمایا نہ صحابے نے

ویسا سفر کیا۔ علی الخصوص حدیثوں کی رو سے کعبۃ اللہ کے حجر میں اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر اور مسجد خیف کے بیچ میں کہتے ہیں کہ ستر نبی کی قبریں ہیں۔ کہیں ایسے مکرم مدفونوں

ف فی مسجد الخیف قبر سبعین نبیا رواہ الطبرانی عن ابن عمر

کی زیارت کا سفر کرنے کا حکم نہ آیا۔ مگر حج اور عمرے ہی کا سفر کرنیکا حکم ہے۔ پھر اگر کوئی شخص اپنی طرف سے ایسے سفروں کو فرض یا واجب یا سنت ملنے

صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی میتا فکانما زارنی حیا ومن زار قبری وجبت لہ شفاعتی یوم القیامۃ رواہ ابن النجار

ومنہا قولہ[24] صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی ومن زارنی حتی ینتہی الی قبری کنت

لہ یوم القیامۃ شہیدا او قال شفیعا رواہ العقیلی ومنہا[25] ما روی عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی وجاء[26] عنہ موقوفا من زار قبر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنہا قولہ[27] صلی اللہ علیہ وسلم من حج فزار قبری

بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی اخرجہ سعید بن منصور والدارقطنی۔ بالجملہ زیارت اکرم کے سفر میں کوئی

کلام شرک و بدعت کا کسی عالم نے روا نہیں رکھا۔ بلکہ ایسی ناروا باتوں سے بچنے کی سخت تاکید کرتے چلے آئے ہیں۔ جناب ملا علی قاری نے آداب الزیارۃ کے فصل

میں لکھا ہے۔ کہ اذ لا تحسن عادۃ زیارتہ مع مخالفتہ فانہا تبعد عن القبول۔ اور قاضی عیاض کی شفاء میں ہے کہ من وقف

بالقبر لا یلصق بہ ولا یمسہ ولا یقف عندہ طویلا انتہی۔ برخلاف اور مزاروں کی اور مجاوروں کے بہت سے شرک اور بدعت کے کام

جاہلوں نے مقرر کیے ہیں۔ روز بروز بڑھا کئے جاتے ہیں۔ القصہ مطلب کی وہ عبارت جو مذکور ہوئی۔ کہ ایسے مکان میں دو وجہ سے مقصد کرکے جاوے

سو کس بات میں مسجد نبوی اور قبر مبارک اور مسجد اقصیٰ کو داخل نہ سمجھئے۔ کیونکہ مطلق میں ایک قاعدہ کلیہ ٹھہر چکا ہے۔ کہ الصلوٰۃ و رسول کے قدم اول

في حياتي ومماتي[13] وفي رواية من حج فزارني في مسجدي بعد وفاتي كان كمن زارني في حياتي. وقوله[14] عليه السلام

من لم يزر قبري فقد جفاني. ذكره ابن عساكر في تحفة الزائر. ومنها[15] قوله صلى الله عليه وسلم من زارني متعمدا اشاره زيارت مطلق

كان في جواري يوم القيامة ومن سكن المدينة وصبر على بلائها[ب] كنت له شهيدا او شفيعا يوم القيامة ذات بعدها

ومن مات باحد الحرمين بعثه الله من الآمنين يوم القيامة. اخرجه ابو داود الطيالسي. ومنها[16] قوله صلى الله

عليه وسلم من زارني بالمدينة محتسبا كنت له شهيدا او شفيعا يوم القيامة رواه ابو عوانة. ثم قال رسول الله صلى الله زيارت بعد ممات

عليه وسلم من زار قبري وجبت في رواية حلت له شفاعتي رواه الدارقطني وغيره وصححه جماعة من ائمة الحديث

19 وفي رواية من زارني بعد موتي فكانما زارني في حياتي. ومنها[20] قوله صلى الله عليه وسلم من زار قبري او قال

من زارني كنت له شهيدا او شفيعا ومن مات في احد الحرمين بعثه الله عز وجل في الآمنين يوم القيامة رواه

ابو داود الطيالسي. ومنها[21] قوله صلى الله عليه وسلم من زارني بعد موتي فكانما زارني في حياتي ومن مات

باحد الحرمين بعث في الآمنين رواه الدارقطني وغيره. ومنها[22] قوله صلى الله عليه وسلم من زارني بعد موتي فكانما

زارني وانا حي ومن زارني كنت له شهيدا او شفيعا يوم القيامة. رواه ابن مردويه. [23] ومنها

يوم القيامة

اخرجه الدارقطني والطبراني وغيرهما وفي رواية من جاءني زائرا كان له حقا علي ان اكون شفيعا او شهيدا

رواه الدارقطني وفي رواية من زارني الى المدينة كنت له شفيعا وشهيدا رواه الدارقطني وفي رواية

من زارني الى المدينة متعمدا كان في جواري يوم القيامة - اخرجه الحافظ عبد الواحد التيمي ومنها

قوله صلى الله عليه وسلم من مات في احد الحرمين بعث من الآمنين يوم القيامة ومن زارني محتسبا

الى المدينة كان في جواري يوم القيامة رواه البيهقي ومنها قوله صلى الله عليه وسلم من حج الى مكة

ثم قصدني في مسجدي كتبت له حجتان مبرورتان رواه الديلمي في مسند فردوس ومنها قوله صلى الله عليه وسلم

من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني ومن وجد سعة ولم يفد الي فقد جفاني ما من احد من امتي له سعة

ثم لم يزرني وليس له عذر فقد جفاني الا من له عذر وقوله صلى الله عليه وسلم لا عذر لمن كان له

سعة من امتي ولم يزرني اخرجه ابن عساكر بمعناه عن انس ومنها قوله صلى الله عليه وسلم من

حج فزار قبري - ومن حج وفي رواية فزار قبري بعد وفاتي فكانما زارني في حياتي رواه الطبراني

والدارقطني والطبراني والبيهقي وابن عساكر عن ابن عمر وفي رواية من حج فزار قبري بعد موتي كان كمن زارني

اس حدیث میں اتنا ہی ہے۔ یعنی اگر تمہارے نیک عمل سنونگا۔ تو اللہ کا شکر کرونگا۔ اور تمہارے بدعمل سنونگا۔ تو جناب الٰہی میں عرض کرونگا۔ کہ یا غفور الرحیم انکے گناہ بخش دے۔ یعنی ان کے گناہ بخشے جانے کے سبب جو شریعت محمدی میں مقرر ہیں۔ سو بہتا کر۔ سو ظاہر سبب توبہ ہے۔ یعنی گناہ سے بعیر جناب میں آپ کے آنا پھر گناہ نہ کرنے کا عہد مضبوط اور بیعت کرنی ارشاد ہے۔ خدا تعالیٰ سے یہ باتیں کہاں اور مراد مانگنے کا خیال کہاں۔ اب باقی رہا آپکے حضور میں اتنی حاضر ہونا اور اپنے گناہ کی بخشائش اللہ سے مانگنا سو یہ دونوں باتیں زیارت شریف کے ہی تھے۔ اللہ کے پاس استغفار کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ تو امید قوی ہے کہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور مناسب تر ہو۔ دوسری آیت یہ ہے کہ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۔ یعنی اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑ کے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف پھر آ ملے اسکو موت تو مقرر اس کا اجر ہو چکا۔ اللہ کے اور اللہ گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔ پس آیت کے اشارے سے بھی زیارت مقدس کا فائدہ آخر وہی نکلتا ہے۔ اس طرح کہ اپنے گھر وطن چھوڑ کے رسول کی طرف جانے والے کا اجر غفور الرحیم کے یہاں ثابت ہوتا ہے۔ ہجرت میں زیارت اور ملاقات کا معنی بھی ہے۔ اس لیے اس معنی سے بھی اجر ثابت ہو سکتا ہے۔ چوتھا یہ کہ اٹھائیس حدیثوں تک زیارت مطہر کی ترغیب میں آئی ہیں۔ اس میں کوئی صحیح بھی ہے اور باقی سب مل کر حدیث حسن کے درجے کو پہنچ سکتی ہیں۔ اور کبھی حدیثیں زیارت مبارک کے سفر کی ترغیب کی طرف بھی اشارہ رکھتی ہیں۔ وہ حدیثیں یہی ہیں۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تَعْمَلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ لَهُ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ شَفِيعًا لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

تو وہ کہ اپنے گناہ بخشوانے کے واسطے حضرت کے حضور میں آویں شفاعت کریں آکے اللہ سے نہ لگیں کی کتابیں بالکل نیز حضرت استغفار کرتی

بخشش مانگیں ۔ وہ تو ہمیشہ مومنوں کے واسطے کرتے ہیں ۔ اس کے حکم سے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات ۞ اور اب بھی آنحضرت کی

زندگی سے اپنی قبر مبارک میں جو جنت کا ٹکڑا ہے بیٹھے ہوئے امت کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا کہ استغفار مانگنے کی بھی آپ سے

چنانچہ حدیث میں ہے حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انا مت کانت مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت

خیر حمدت الله وان رأیت شرا استغفرت لکم رواه ابن سعد عن ابی بکر بن عبد الله مرسلا ۞ یعنی میرا جینا

تمہارے واسطے بہتر ہے ۔ تم بات کرتے ہو ۔ تم سے بات کیجاتی ہے ۔ یعنی تم مجھ سے دین کی باتیں پوچھتے ہو میں تمکو دین کی باتیں سناتا ہوں ۔ پھر میرا مرنا بھی

تو میرا مرنا تمہارے واسطے بہتر ہوگا ۔ تمہارے اعمال کی پیشی مجھ پر ہوا کرے گی ۔ سو اگر میں بھلا دیکھونگا تو اللہ کی تعریف کرونگا ۔ اور برا عمل دیکھونگا تو تمہارے لئے بخشش

مانگونگا ۔ روایت کی اسکو ابن سعد نے بکر بن عبد اللہ سے مرسل حدیث کرکے اگرچہ یہ حدیث عام صحابہ کے حق میں معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن خاص انہی کے واسطے

بھی ہو سکتی ہے ۔ اس حدیث کو کسی کا کوئی منسوخ ہونا بیشک نہ خیال کرے کہ حضرت کے آپ سے مرادیں منگوانے کا حکم تھا ایسا نہیں اگر ایسا تھا

تو سب کے سب صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین آپ ہی سے اپنی مرادیں منگواتے ہوتے کسی مہم میں یا کسی مشقت نامرادی کا حادثہ نہ پڑا ہوتا

حضرت عثمان کو ایسی بلا پر فتح حاصل ہوئی ۔ اور حضرت علی کو تسلط الا الخ ۔ اور امام حسین کو یزید پر اور زید شہید کو مروانیوں پر قبضہ مقرر

جو مشرک ہیں شعائر اللہ کی بے ادبی کرتے ہیں۔ عجب ایسے ہی لوگ مبتدع ہیں۔ اور اسی طرح پر اس کی منزلت ہے۔ اس واسطے مصنف نے یہ تحریر کیا ہے کہ کسی نے طور کی طرف سے
انہیں جیسے شام کی طرف کئی ہی لوگ دبا دیا ہے نہ دیا نہ آزاد بیت المقدس کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعلقات
اور مزار کو اور جس سے زیارت کرتے ہیں۔ وہاں اپنی بڑائی ہے مثال کے اور مجاور جالا دیں۔ پھر ایسے عمدہ مقامات کو دنیا کے ارکان ہیں افضل مانتے ہیں
یہ زیارت مکرم کی فضیلت شریعت سے ثابت ہے۔ بہت سے علمانے اجماع کیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں اس زیارت مبارک کی بزرگی یوں لکھی ہے
کہ هي من افضل الاعمال واجل القرب الموصلة الى ذي الجلال وان مشروعيتها محل اجماع۔ یعنی یہ زیارت بڑی بزرگی والے کاموں کا تمام
اور اللہ کی جناب کو پہنچانے والے عملوں میں بڑا عمل ہے۔ اور اس کا شریعت سے ثابت ہونا اجماع کی جگہ ہے۔ بعضے عالموں نے کہا ہے سو یہی زیارت شریف واجب ہے
یا مستحب۔ اکثر علماؤں نے کہا ہے کہ مندوب ہے۔ اور بعض نے واجب کہا ہے۔ درجہ قریب واجب کا ہوتی درجہ ہے۔ اس شخص کے حق میں جس کو
پس اس کا سفر بھی تو گنجائش والا ہوا اس کو ایسا ہی ہے یا نہ ممنوع۔ بسیار اس کہ دو آیتوں کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیارت مدینہ سے آخرت کا فائدہ ہے۔ پہلی
آیت یہ ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ یعنی اگر انہوں نے
ظلم کیا اپنی جانوں پر اور تیرے پاس آئیں پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اللہ سے اور ان کے گناہوں کی بابت بخشش مانگی رسول نے تو اللہ کو پاویں
توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ جب گنہگار روضہ مطہر پر حاضر ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ رحیم کی بخشش کا پاویں۔ ایک

کسی کس میں مشغول ہو کر رہے ہیں۔ سو اس پر جیسے لطائف ظریف کی تمثیل یاد آتی ہے۔ کہ ایک نے کسی مرد جوہری سے جھگڑا کیا تھا۔ تو اسکو میت رکھ
دونوں کی رسوائی کا سامان بنا۔ تب اُس مرد کو کسی آشنا نے کہا۔ کہ اے بے غیرت اگر تجھکو ایسی حرکت کرنی ہی تھی۔ تو باہر کیوں نہیں انزال کیا
تب کہنے لگا۔ کہ میں نے علماء سے سنا ہے۔ کہ یہ کام مکروہ ہے۔ ایک آشنا نے کہا اے خانہ خراب۔ تو نے علماء سے یہ نہیں سنا تھا کہ زنا حرام ہے جو
تو جان بوجھ کے کیا۔ پھر وہ کو کیا اندیشہ تھا۔ اسی طرح گور پرستوں نے فرائض کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مگر گور پرستی کے چھوڑنے کو مستحب کے بھی سے کفر
ملتے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ کسی مزار کو بھیک مانگتے جانا گور پرستوں کے نزدیک اچھا کام ہے۔ برخلاف اسکے اللہ تعالے نے جو فرمایا:
کہ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ یعنی توشہ لو بہتر توشہ اللہ کا ڈر ہے۔ مفسروں نے لکھا ہے۔ کہ یمن کی طرف کے لوگ کعبہ اللہ
کی زیارت کو بے توشہ نکلتے اور بھیک مانگتے کھاتے ہوئے بیت اللہ کی زیارت کرتے۔ یہ کام ان کا زیارت بخیر اسلئے کیواسطے یہ آیت اتری۔ پر بعضے مسلمان
اب تک بھی ان جاہلیت والوں کے پیرو ہیں۔ جو بھیک مانگتے ہوئے مزاروں کو جانا و نیاز کا کام سمجھتے ہیں۔ جب بات یہاں تک پہنچی۔ تو کسی کے کم فہم ف ۶۲
خیال میں یہ نہ آوے۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کو جانا بھی منع ہو۔ بات ایسی نہیں ہے۔ اول تو یہ کہ وہاں مسجد نبوی ہے وہاں جانا تو بیشک عبادت ہے
چنانچہ اگلی حدیثوں یا تفسیروں سے معلوم ہو چکا یعنی وہاں پہنچتے ہی زیارت کم سنت موکدہ ہو جاتی ہے۔ اور زیارت مبارک کو جانا انہیں حدیثوں کی جہت سے بعض
حکم الہی کی پیروی کا طریقہ ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے کلمہ میں ظاہر ہوا۔ اسلئے تیغ فرقہ در بستی کا منہ ان حدیث کا برخلاف اور کی نہ

باوا آدم کے کوچے اور وطن کو اور ایسی ایسی جگہ کو دور دور سے رنج و سفر کر کر اپنا تعب اٹھا کے اور اہتمام کی مصیبتیں اور خرچ اٹھا کر اور ان بزرگوں کی خوشامد کرکے گناہ سے

اور اپنی مرادیں بر آنے کی جلد کی امید سے جاتے ہیں۔ سو ایک تو حضرت علیہ السلام کی نہی کا خلاف کرکے نافرمان بنتے ہیں۔ دوسرا تو بد اعتقادی سے شرک میں مرتکب

ہیں۔ اور جب ایسے مقامات میں حاجت بر آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ تو صاف نئی شرع ٹھیرائی ہوئی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہَا ذٰلِکَ۔ عجب تو یہ ہے کہ کعبۃ اللہ

کے جانیوالے کو راہ کا بے خطر ہونا اور سواری توشہ مہیا رکھنا ضروری ہے۔ بدون اسکے حج فرض نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ

سَبِیْلًا۔ اور یہی ارشاد کیا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اور یہی فرماتا ہے۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔

اور حدیث فقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ کسیکو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور دین اسلام میں حرج نہیں" مقرر کیا ایسا دشوار کام

کہ بڑی مشکل سے ہوا کرے۔ لیکن مزاروں کے جانیوالوں نے اور ایک نئی شرع نکالی ہے۔ کہ کسی حال مشقتیں اٹھا کے معاش تلف کرکے سود دیکے

سے قرض لیکے یا بھیک مانگ کے مزاروں کو جانا ہی چاہئیے" اس بات میں تو قبروں کو بیت اللہ سے زیادہ سمجھنے لگے ہیں پھر ان کا سفر کرنا زیارت حاصل

کی جانب شرک نہیں تو کیا ہے۔ بڑا اچنبھا تو یہ ہے۔ کہ جو لوگ نماز روزہ حج زکوٰۃ کے مقید نہیں۔ اور کلمہ توحید کے خلاف کاموں پر مستعد

مزاروں کے سفر کو عین ایمان جانتے رہتے ہیں۔ جو کوئی ان سے پوچھے۔ کہ ایسے سفروں میں کیوں سختی اٹھاتے پھرتے ہو۔ تو کہتے ہیں کہ عین زیارت تو شریعت

اس واسطے ہم اس راہ میں تکلیف اٹھانی ہی سعادت سمجھتے ہیں۔ واہ کیا اچھے مزار ہیں۔ مسلمانی کے بابت خرچ نہ ہو تو سوا پر زیارت تعویذ کے تحریک کو

میں نے کعب سے ۔ تو میں نے کہا ۔ کہ میں تمہیں اگر پہلے پاتا ۔ تو تم اوہر کو نکلتے نہ ہوتے ۔ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے سنا کہ لا تعمل المطی الا الی المسجد الحرام
والی مسجدی ھذا والی مسجد ایلیاء او بیت المقدس ۔ ابوہریرہ نے کہا ۔ کہ بعد میں نے ملاقات کی عبد اللہ بن سلام کی پھر اسکو کہ سنایا اپنا ملنا
کعب الاحبار کے ساتھ اور جو حدیث کہ میں نے سنائی تھی اسکو جمعہ کے روز کے باب میں سو کہا میں نے کہ کعب نے کہا ۔ کہ وہ ساعت ہر برس کے ایک دن ہے ۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ جھوٹ
کہا ۔ کعب نے ۔ تب میں نے کہا ۔ کہ پھر کعب نے توریت پڑھ کے کہا ۔ بلکہ وہ ہر ہفتے میں ہے ۔ تو عبد اللہ بن سلام نے کہا ۔ کہ کعب نے سچ کہا ۔ کہ میں نے جان لیا اس ساعت کو
کہ کون سی ہے ۔ ابوہریرہ نے کہا ۔ کہ تب میں نے کہا اسکو کہ مجھے اسکی خبر دو ۔ دریغ نہ کرو ۔ پھر عبد اللہ بن سلام نے کہا ۔ کہ وہ پچھلی ساعت ہے جمعہ کے دن کی ۔ ابوہریرہ نے
کہا تب میں نے کہا ۔ کہ وہ کیونکر پچھلی ساعت ہوگی جمعہ کے دن کی ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے ۔ کہ نہیں بندہ مسلمان نماز کرتے ہوئے اسکو ۔ یعنی پاتا ہے اس
اور اس ساعت میں تو نماز نہیں کی جاتی ۔ تب عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ۔ کہ جو کوئی ایک نشست میں بیٹھے جس میں انتظار کرتا ہے
نماز کی سو وہ نماز ہی میں ہے ۔ ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے کہا کیوں نہیں ۔ کہا کہ پس یہی ہے ۔ اس بات کو جابر اور معاذ نے روایت کی ہے ۔ اور اس
حدیث کی رو سے صحت ترجیح اس حدیث کی ایک زمانہ میں ۔ اس واسطے یہ حدیث مشہور کے درجہ سے لفظاً و معناً بڑھ کر ہے ۔ اور دلالت کرتی ہے
نہی پر ۔ اور اسکے موجب عمل کرنا واجب ہے ۔ اور جس کام کی نہی آئی ۔ اس کا کرنا حرام ہے ۔ پھر ان مقاموں کا طواف کرنا حرام ہوا ۔ مگر حدیث جو ہے اور ایسی ہی
باتوں سے شامل ان کی ضدی ہاتھ ہے ۔ پھر جو لوگ اجمیر اور کلبرگہ اور ناگور اور ملتان اور پاکپٹن اور دیوا اور حاجت وغیرہ کے مزاروں کو اور مولائی کے سوا ... کہ

اپنی انگلیوں میں انگلیاں ملا کر کے نکالیں۔ اور کہنے لگے کہ ایسا۔ پھر اگر توبہ کرے تو اس کا ایمان الٹ آتا ہے۔ اور انگلیوں میں انگلیاں بیچ میں ڈالے

ف ٩١ اور ابو سعید نے کہا۔ کہ وہ سچا مومن نہیں رہتا۔ اور اس کا ایمان کامل نہیں رہتا۔ پھر جو کوئی مزاروں وغیرہ مزاروں کی زیارت کی توقع رکھے، یا ایسے مکان میں دور

دور سے قصد کر کے جاوے۔ ف کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۔ امام جلال الدین

سیوطی نے کہا۔ کہ اس حدیث کو امام احمد نے اور بخاری نے اور مسلم نے اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے لایا ہے۔ پھر امام احمد اور بخاری نے اور مسلم نے اور ترمذی نے

اور ابن ماجہ نے اور ابو سعید خدری نے اور پھر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے لائے انتہیٰ۔ اور امام مالک نے موطا میں زید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہادی اللیثی سے

اس نے محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی القرشی التابعی المدنی سے اور اس نے ابی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے اور اس نے ابو ہریرہ سے یہ روایت کی کہ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ اِلَی الطُّوْرِ

یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں طور کی طرف کو نکلا۔ سو کعب الاحبار کو دیکھا پایا۔ تب اس کے ساتھ بیٹھا۔ سو اس نے مجھے توریت کی باتیں کہنے لگا۔ اور میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیثیں سنانے لگا۔ جن میں سے ایک جو یہ تھی کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہتر دن جس پر آفتاب نکلا ہو۔ سو جمعہ کا دن ہے۔ اور اسی

حتیٰ کہ پتھر یا جانور نہ ہوگا۔ جو کان لگائے نہ ہوگا۔ اس دن کی صبح سے لیکر آفتاب نکلنے تک قیامت کے ڈر سے مگر جن اور آدمی اور جمعہ میں ایک ساعت ایسی

کہ کوئی بندہ اس کو نماز پڑھتے نہ پائے گا۔ اور اللہ سے کچھ مانگے گا۔ مگر کہ اللہ اس کو وہ چیز دے گا۔ کعب نے کہا کہ وہ ساعت ہر برس میں ایک دن ہے میں نے کہا۔ کہ بلکہ ہر جمعہ میں ہے۔ تب کعب نے

توریت پڑھی سو کہنے لگا۔ کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ابو ہریرہ نے کہا۔ کہ پھر میں نے ملاقات کی۔ ابی بصرہ سے تو کہنے لگا کہ تم کہاں سے آتے ہو

کہ مزار حقیقی مرتکب ہو حقیقتہً نہیں پایا جاتا ہے ہیں۔ تو اس کے پاس منتیں مانتے اور منتیں چڑھاتے اور انکا نذرانہ میں شرک کی سرحد کو پہنچا دیتے ہیں۔ اور رقص میں

پڑتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کسی بزرگ کے پاس تجارت کیا ہوگا۔ سوائے ہی کا نتیجہ ہوگا۔ ہم نے اپنی کم فہمی سے یہ خیال کیا ہو۔ کہ وہ مرد پرستی کا مرتکب ہے

گو وہ قوی ایمان والے مردوں کا ایمان بہت جگہ ان کے ہمراہ رہتا ہے۔ مگر ضعیف ایمان والوں کا ایمان اور فاسقوں کا ایمان کنارہ کیا کرتا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں

ابوہریرہ سے یہ حدیث آئی ہے۔ کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِی وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ

وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَھِبُ نُھْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْہِ فِیْھَا اَبْصَارَھُمْ مِنْھَا اَبْصَارَھُمْ حِیْنَ یَنْتَھِبُھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَغُلُّ

اَحَدُکُمْ حِیْنَ یَغُلُّ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاِیَّاکُمْ اِیَّاکُمْ۔ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا یَقْتُلُ حِیْنَ یَقْتُلُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِکْرِمَةُ

قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَیْفَ یُنْزَعُ الْاِیْمَانُ مِنْہُ قَالَ ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ ثُمَّ اَخْرَجَھَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَیْہِ وَشَبَّکَ

بَیْنَ اَصَابِعِہٖ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ لَا یَکُوْنُ ھٰذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا یَکُوْنُ لَہٗ نُوْرُ الْاِیْمَانِ ٥ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ زنا کرنے والا زنا کرنے کے وقت کیا مومن رہتے ہوئے زنا نہیں کرتا۔ اور چور چوری کرتے وقت کیا مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کرتا۔ اور لوٹ مار کرنے والا لوٹنے کے

وقت میں مومن رہکر لوٹتا نہیں اور غنیمت چرانے والا غنیمت مومن رہکر غنیمت چراتا نہیں خبردار خبردار۔ اور ابن عباس کی روایت میں آیا ہے۔ اور خون کرنے

والا خون کرنے کے وقت مومن خون نہیں کرتا عکرمہ جو ان کے آزاد کئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے کہا۔ کہ اس کا ایمان کیونکر نکل جاتا ہے انہوں نے

مقصود بر لانے کے خیال فاسد سے میں انتہا کرے - مرادیں مانگے - یا جانور چڑھاوے - تب تو شرک ہے - یہیں سے ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث میں جسمیں حضرت
نے امتی کو اللہ سے دعا مانگنے کو سکھایا ہے - سو اس میں ذکر ہے - اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ
وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ
الَّذِیْ اَرْسَلْتَ ۔ یعنی اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی - اور اپنے منہ کو تیری طرف کیا - اور اپنا کام تجھ کو سونپ دیا - اور اپنی پیٹھ کا سہارا تیری ہی جانب کو
ٹھیرایا - تیرے شوق اور ڈر سے - نہ کوئی التجا کی جگہ ہے - نہ چھٹکارا نہ ٹھکانا تجھ سے مگر تیری ہی طرف - یا اللہ میں نے مانا نازل کی ہوئی کتاب کو - اور تیرے بھیجے ہوئے رسول کو
اور یہی حدیث میں آیا ہے - کہ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ - یعنی جب تو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ - اور جب تو مدد چاہے تو اسی
تبدک ہی سے چاہ - اور یہی حدیث میں آیا ہے - اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ لَسْتَ بِاِلٰہٍ اسْتَحْدَثْنَاہُ وَلَا بِرَبٍّ ابْتَدَعْنَاہُ وَلَا کَانَ لَنَا قَبْلَکَ مِنْ اِلٰہٍ نَلْجَاُ اِلَیْہِ
وَنَذَرُکَ وَلَا اَعَانَکَ عَلٰی خَلْقِنَا اَحَدٌ فَنُشْرِکُہٗ فِیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ ۔ طب من مصنف ۔ یعنی الٰہی تو ایسا معبود
نہیں ہے - کہ جسکو ہم نے بنا تراش لیا ہو - اور نہ ایسا پروردگار کہ جسکو ہم نے تازہ مقرر کیا ہو - اور نہ تجھ سے آگے کوئی معبود ہمکو تھا کہ جسکو ہم التجا رکھکے تجھے چھوڑ
دیتے - اور نہ کوئی تیری مدد کی کسی نے ہمارے پیدا کرنے میں - جو اسکو تیرا شریک ٹھیراویں - برکت والا تو اور بزرگی والا تو ہے - پھر جو ان سب حدیثوں کے کوئی
کج بحث یہ نہ کہے - کہ میں نے فلانے عالم کو فلانی مراد سے التجا کرتے دیکھا ہے - سو یہ ہماری بات عام عقیدے کو غلط کرنے کی ہے - مدار کام کا قاعدہ ہے

ہاتھ باندھ کر سے میں پڑتے اور رکوعوں پر اقتصار کرتے۔ اسی واسطے مصنف نے ہاتھ باندھنا کسی کی مذہب میں ہوئے رہنا تو شرک کا کام گنا رکھا ف ٦٠
ہاں سو اور مخالف کہتے ہیں۔ کہ قبر مبارک کی زیارت میں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنے کو منع کرنا اور شرک بتانا ہے۔ جیسے ان سے پوچھئے۔ کہ زیارت کے مقدس میں تم
باندھ کے کھڑے رہنے کا حکم کیا حضرت نے فرمایا ہے۔ یا اہل بیت کرام نے۔ یا اصحاب عظام نے۔ یا مجتہدوں نے اسکو فرض و واجب یا سنت مقرر کر گئے ہیں
سو تو نہیں۔ پھر یہ حرف کیسے معتبر ہے۔ کہ کسی عالم نے زیارت مبارک میں ہاتھ باندھنا ادب کہا ہوگا۔ تو اہل زمانہ کی چال کو لحاظ کیا گیا ہوگا۔ یعنی یہ لوگ
اکابر کے روبرو ہاتھ باندھنے کو اپنے تئیں سے ادب سمجھتے ہیں۔ اور یہ بات عالمگیر ہو گئی ہے۔ پھر زیارت شریف میں ایسے لوگ ہاتھ نہیں باندھنے کا یہی
البتہ ان کے حق میں ہاتھ باندھنا ہی ادب ہے۔ اگر چہ اصل آداب شرعیہ میں ہاتھ باندھنا داخل نہیں تھا۔ بلکہ اگلی حدیث سے موجب ہاتھ نہ باندھنا ہی مرجح منقول کی
وداد ہے۔ اور یہ مثل مشہور ہے۔ کہ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ۔ اور اگر کسی نے یہ کہا ہے۔ کہ ایسے کھڑے رہئے جیسے نماز میں۔ تو مراد اس سے ہرگز
پرستش نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بے پروائی سے نہ کھڑے رہے۔ کہ کھڑے ادھر ہیں نظر ادھر ادھر ہے۔ باتیں نہ کیجئے۔ ایک ہی تصور رکھیں۔ باتیں ہم سا تمہ جو پڑی
تو نظر اور کہیں۔ یہ صورت البتہ بے ادبی ہے۔ زائر کو چاہئے۔ کہ دل سے سلام کرنے کا متوجہ رہے نہ سید قعات کا۔ لیکن اگر پرستش کے ارادے سے ہاتھ باندھے
تو البتہ کافر ہوگا جیسا تو میں اور تکبیر کی حدیث ہاتھ کے کو باندھنا سمجھا۔ تو کافر ہوگا۔ اگر ارشاد نبوی کی اطاعت سے ہاتھ نہ باندھنا اس کی کچھ خطا نہیں
بلکہ حسن منہ اور عرفان مجازات ہے۔ اسکی تکفیر کرنے والا ہی کافر ہے۔ اور یہی تمام سوالوں کے جواب کو یاد رکھئے۔ قصہ مختصر جو کوئی مزاروں پر قیام اور زمینوں سکتے

شبیہ کی مورت کو یا ایسے تھان کو یا کسی کے تعزیہ کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے - یا ان کے نام کا روزہ رکھے

یا وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے تو ـ سوا اس کے اپنی نسبت ادب کے عمل کے عجز کے موافق اس درجہ کا شرک ثابت ہوتا ہے۔ گو یہ حضرت نے اپنے حضور میں کسی کو

ہاتھ باندھ کے کھڑا کیا نہ کسی صحابی کو نہ تابعی کو ـ نہ تابع تابعی نے نہ کسی مجتہد نے ـ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے۔ کہ متوکل عباسی خلیفہ نے احمد بن معدل نے

جیسے بہت سے علما کو اپنے گھر میں بلایا جب کہ متوکل آیا ـ تو احمد بن معدل کے سوا سب اس کی تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ متوکل نے عبید اللہ ابن خاقان سے کہا "

کہ یہ شخص ہماری بیعت کو لازم نہیں جانتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ یہ تعظیم نہیں جانتا ـ اے امیر المومنین ـ لیکن اس کی بینائی میں خلل ہے ـ احمد بن معدل نے کہا۔ کہ اے

امیر المومنین میری بینائی میں خلل نہیں ہے۔ مگر میں چاہا کہ تم کو عذاب سے بچاؤں ـ اسی واسطے تمہاری تعظیم کو نہیں اٹھا۔ کیونکہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ

یَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔ یعنی جس کو پیارا لگے ـ کہ اس کے لئے لوگ تصویر کی طرح کھڑے رہیں۔ سو ٹھیرا لے اپنی جگہ دوزخ میں"

تب متوکل اس عالم کے پاس آ بیٹھا ـ ماحصل یہ ہے کہ تصویر کی طرح سیدھے ہو کر ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنے کو اور کسی کی تعظیم داری میں کھڑے رہنے کو مکروہ جانتا تھا

اور عذاب کا موجب جانتے ـ سو جیسے نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں ـ ویسے ہاتھ باندھ کر کسی کی خدمت میں کھڑے رہنا بہت برا ہوا۔ گو یہ اس تشبیہ کی

خالی نہیں۔ جب شرک کے شعار لوگ مزار کے روبرو کلمہ اور درود کو فاتحہ پڑھنے کو وقت ادب سے ہاتھ باندھ کر خشوع اور خضوع سے اور مؤدب ہو کر

کھڑے رہتے ہیں۔ یہ نماز میں بھی ایسے کھڑے نہیں ہوتے۔ اور اس کام میں اس کام کی رضامندی اللہ کے آگے آپ بھی مقرب ہو تاکہ سبب ان کے بخشش کا

و الٹے پاؤں چلنا کعبۃ اللہ کا خاص ہو ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کو شیخ عبدالحق رح نے جذب القلوب میں لکھا ہے۔ سو اسکی عبارت یہ ہے۔ اور زیارت آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم پس پای رفتن اور وقت وداع و آداب شمرده اند بخلاف وداع بیت اللہ کہ سنت و آنجا در وقت وداع پائے پس رفتن ست تا بیرون مسجد

و ہیچ جا نقل نکرده اند کہ در حضور آنحضرت اصحاب در وقت وداع اینچنیں میکردند انتہی۔ اورش اسیطرح بندگی کی علامت ہے۔ یا علامت۔ کعبۃ اللہ کو حرم کا

حرم ماننے کے پھر اس کے گرد و پیش کا جنگل کا ادب کرنا۔ ش خدا اور رسول کے فرمودے سے نہ اپنے دل کی گھڑت سے۔ یعنی وہاں شکار نہ کرنا۔ درخت نہ کاٹنا

گھاس نہ اکھاڑنا مواشی نہ چگانا۔ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کیلئے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں۔ ش جانا چاہیئے کہ اللہ اپنے بندوں کو حکم بتلانے

کی کئی طوریں ہیں۔ ایک خاص کلام سے جو رسول پر نازل ہو۔ دوسرا رسول کے کلام سے۔ تیسرا رسول کے نائبوں کے اجماع سے۔ جو رسول کے فرمانے موافق

اللہ ہی کے حکم کا نشان ہے۔ چوتھا سچے مجتہدوں کی سمجھ سے جو رسول کی فرمودے سے اللہ کے حکم پا نکالا ایک رستہ ہے۔ پانچویں اس قاعدے

کلیہ سے کہ اعتقادوں اور عبادتوں اور معاملوں میں کافروں کی بلکہ اہل بدعت کی خلاف شان باتوں سے بچتے جاوا اس بات میں مجتہد اور عامی دونو برابر ہیں"

جب سے سب کچھ معلوم ہو چکا۔ تو جانئے ازلکہ مصنف کو شرک اکبر و اصغر خفی و جلی سے بچانا دوسروں کے بچانے کی تدبیر کرنی منظور تھی۔

اس لئے ان سب موردوں سے ممنوع اور شرع ہیں۔ سو کاموں کے باب میں یہ کہا۔ کہ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کیلئے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں"

پھر جو کوئی ش خدا اور رسول کے حکم بغیر یا نفس و شیطان کے اغوا سے۔ پھر کسی پیر پیغمبر سے یا بھوت و پری سے یہ معاملے کرے یا کسی کی [illegible]

خرید کر کے مسلمانوں کیلئے سبیل کر دیا تھا حضرت نے ان کے بدلے میں انکو جنت کی خوشخبری دی ہے۔ اور اس کنوے کے حق میں فرمایا ہے کہ

نِعْمَ الْقَلِيبُ الْمُزَنِيُّ۔ یعنی بہتر کنواں ہے مزنی کا کنواں ہے۔ چوتھی بیر بضاعہ اسمیں بھی حضرت نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی لعاب مبارک سے ملا

کے ڈالا ہے۔ اسی کنوے کے باب میں حدیث آئی ہے۔ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ مدینہ کے لوگ اس کے پانی سے بیماروں کو نہلایا کرتے

اور آب بھی مبارک سمجھ کے پیتے۔ پانچویں بیر بصہ حضرت نے اپنے سر مبارک کو بیری کے پتے سے دہو کے وہ پانی اس کنوے میں ڈالا ہے

چھٹے بیر حار حضرت نے اس کا پانی نوش جان فرمایا ہے۔ ساتویں بیر عہن حضرت نے اس کے پانی سے وضو کیا ہے۔ شاید نوش بھی فرمایا ہو

ان کنوؤں کا پانی پینا اور مبارک سمجھنا حضرت کے قول و فعل کی اقتدا کی جہت سے ہے۔ نہ اس واسطے کہ قبر مبارک کی اطراف رہنے سے یا

مدینے میں ہو کر کعبہ اللہ ٹھیرا کے اس میں کنوئیں ہو نیسے زمزم کے قائمقام بنے ہیں۔ یا لوگوں نے اپنے اختراع سے کعبۃ اللہ کے کنوے کے

مقابل ٹھیرایا ہے۔ یہ سب کچھ نہیں۔ بلکہ حضرت کے قول و فعل ہی سے ان کنوؤں کی فضیلت ثابت ہے۔ برخلاف اور مزاروں کے کنوؤں کے

کہ لوگوں نے انکی تعظیم اور اپنی فضیلت سے اپنی جانب سے تراش کے کعبۃ اللہ کے کنوے کی سی مان رہتے ہیں۔ سو البتہ ہر شرک اعتقادی ہو فعلی

ہو سکتا ہے۔ اس واسطے مصنف نے اس کا اشارہ کیا۔ الحاصل مصنف کی باتوں سے مدینہ مبارک کے کنوؤں کا انکار نہیں نکلتا۔ مفسد حاسدوں نے ابن نکمرو

کے بدنام کرنیکو اور اسکی نصیحت راہ پر آنیوالوں کی بہکانے کو انکی منتیں اٹھا رہے ہیں۔ اللہ انکو نیک توفیق دے۔ اور کچھ سے ہے حضرت کے وقت

كَانَ يَحْمِلُهُ ۔ یعنی حضرت عائشہ زمزم کا پانی لیجاتی تھیں اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیجاتے تھے مکہ سے مدینے کو ۔ اور حضرت کے حکم
بھی یہاں تک کعبہ کے ادب میں داخل تھی صحابہ نے بھی کعبے سے حضرت کی وقت ایسا ہی کیا ہے ۔ اور اس کنوے کی تعریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت
آئی ہے ۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مَآءُ زَمْزَمَ فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ وَشَرُّ مَاءٍ عَلٰى
وَجْهِ الْاَرْضِ مَآءُ وَادِيْ بَرَهُوْتَ ۔ یعنی پانی بہتر زمین پر ہے ۔ سو پانی زمزم کا اس میں غذا ہے کھانے کے ضرورت رکھنے والوں کی اور شفا ہے
مرض کی اور سب سے برا پانی ساری زمین کے پانیوں میں کا برہوت کے کنواں کا پانی ہے ۔ غرض زمزم کی فضیلت ان سب باتوں میں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
فرمانے سے اور تبرک کر کے برتنے سے اور دور دور لیجانے سے ثابت ہوئی ہے ۔ پھر جس جس کی فضیلت حضرت کے موافق قول و فعل تقریر و اشارت
سے ثابت ہووے سو شئی سب کے سب مقبول ہے ۔ اور مدینہ منورہ کے کئی کنووں کی فضیلت حضرت ہی کی جانب سے ثابت ہوئی ہے ٥٩
جیسے بئر اریس جس میں آپ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا ہے ۔ اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور ذی النورین کو اسی کنوے پر بہشت کی خوشخبری دی
اور اسی میں حضرت کی مبارک انگوٹھی ذی النورین کے ہاتھ سے انکی خلافت کے وقت میں گر کے گم ہو گئی ۔ دوسری بیر غرس جس میں آپ نے اپنے وضو کا
بچا ہوا پانی اور لعاب مبارک بھی ڈالا ہے ۔ اور اسکو بہشت کا ایک کنواں کر کے خواب میں دیکھا ہے ۔ اور اس کے مشک پانی سے اپنے غسل
دینے کی وصیت کی ہے ۔ اور حیات شریف میں اس کا پانی نوش جان فرماتے رہے ۔ تیسری بیر رومہ قُلَیْبُ الْمُزَنِیِّ بھی کہا کرتے ہیں ۔ اسکو ذی النورین نے

خانہ خدا کے آنے والوں کی خدمت گذاری میں عبادت ہے - برخلاف شرک و بدعت اور فسق و فجور اور لہو و لعب کے جانے والوں کی خدمت بجا لانے کو عبادت
ماننی البتہ شرک ہے - اور یہی شرع لگانی - اور خانہ خدا کی خدمتگاری سے - یہ وضو اور غسل کا سامان لوگوں کے لیے مہیا کرنا خصوصاً جو ان کے استخفاف
کرنے کو اور دوسری عبادتیں بجا لانے کے لائق - سو یہ بیت اللہ کی عبادت اور تعظیم کے لئے ہے میں سمجھو کوئی یہ نہ کہے - کہ امام بابرکت کے زائروں کو نہانے دھونے وارد
اور طہارت کرنے کے لئے ہاتھ منہ دھونے اور نہانے کا سامان مہیا کرنا واجب ہے - جیسا مسجدوں وغیرہ میں مہیا کرنا - کیونکہ ہم کہیں گے "کہ کبھی ایسی
حرکت کسی بادشاہ نے یہ ارادہ کیا ہو - کہ یہ بیت مشترک اور عبادت کے لئے شہروں میں مشہور ہے نماز کیونکہ طہارت کا سامان مہیا نہ رہنے کے سبب سے
نماز بھی چھوٹ جائیگی - اس واسطے اس قسم کا سامان مہیا رکھا ہو ہی - تو وہ کام اس حدیث کے مطابق ہے - نہ امام بابرکت کی سنت اور عادت اور محاوری
کی جہت سے - پھر دوسری روایت خانوں اور کہنے کے مقاموں میں ایسے سامانوں کے رکھنے کو اس حدیث کا ماننا کیجئے " ہے - اور اس کنوئیں کے پانی کو تبرک
سمجھکر پینا اور اس میں یا پڑھنا جائز ہوں کے واسطے پہنچانا شرعی ہے یہ خصوصیت کعبہ کا ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے زمزم کو ایسی تاثیر دے کر پیدا کیا ہے
پانی کو خاتم المرسلین نے تبرک جان کے نوش جان فرمایا - اور دور دور منگوایا - چنانچہ بیہقی نے عبداللہ ابن عباس سے ایک حدیث بیان کی ہے جس کے دونوں کی نقل
کیا ہے - کہ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ فِی اُمَّۃٍ قَالَ اَنْ یَاتِیَہُ بِمَاءِ زَمْزَمَ اِلَی الْحُدَیْبِیَّۃِ فَذَھَبَا
بِہٖ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ ۔ اور ترمذی نے ذکر کیا ہے اَنَّ عَائِشَۃَ کَانَتْ تَحْمِلُ مَاءَ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَ الرَّابِعُ لِلشَّیْطَانِ - یعنی ایک بچھونا مرد کیلئے دوسرا بچھونا اسکی عورت کیلئے اور تیسرا بچھونا مہمان کیلئے اور چوتھا بچھونا شیطان کیلئے " القصہ بچھونا سے فرش بچھانے کو دوسرے لوگوں نے عبادت ٹھہرائی ہے - اگر اسی نیت سے شرک و بدعت کی جگہ پر بھی بچھونے کریں - تو شرک میں پڑینگے " اگر قبروں کی زینت کو واسطے بچھاتے ہیں - تو خود شرع کرتے ہیں - کیونکہ شرع میں قبروں پر زینت کی جگہ نہیں ہے - سوا بیت اللہ کے مقام میں ایسی کسی طرح سے پانی پینا اور خانۂ کعبہ کی خدمت یعنی خدمتگاری اور حجابت یعنی وہاں کی دربانی اور سقایت یعنی پانی پلانا - یہ تینوں خدمتیں اللہ کی عبادت کے نشان ہیں - اس واسطے کہ حضرت نے انکو مسلم رکھا - اور اپنے چچا عباس پر آگے کے موافق دستور رہنے دیا - حجۃ الوداع کے قصے کی حدیث کے آخر میں جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت سے ہے

فَاَتیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلیٰ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَسْقُوْنَ عَلیٰ زَمْزَمَ فَقَالَ انْزِعُوْا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا اَنْ یَّغْلِبَکُمُ النَّاسُ عَلیٰ سِقَایَتِکُمْ لَنَزَعْتُ مَعَکُمْ فَنَاوَلُوْہُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْہُ - یعنی تشریف لائے آنحضرت بنی عبد المطلب کی اولاد کنے جو پانی پلا رہے تھے زمزم کے کنوئیں پر سو فرمانے لگے - سینچو عبد المطلب کے فرزندو - اگر لوگ تم پر غالب ہو جانیکا ڈر نہوتا - تو میں بھی تمہارے ساتھ سینچنے لگتا " پھر انہوں نے آپکو ایک ڈول دیا - آپنے اس میں سے پانی نوش فرمایا - شیخ عبد الحق وغیرہ نے لکھا ہے کہ لوگ ان پر غالب آجاتے کا فرمانا اسواسطے ہے کہ جب میں زمزم سینچنے لگوں - تو جیسے کہ لوگ میری سنت کی پیروی کیا کرتے ہیں آپ بھی زمزم سینچنے لگینگے - سو جو سنت کے کرنے میں تم پر غالب آجائینگے کہیں تم سے یہ خدمت جاتی رہیگی - یہ بات انکی سقایت کے منصب کی بحالی اور زمزم کی بزرگی پر دلالت کرتی ہے - غرض اللہ کی عبادت کی رسمیں

سجاتے ہیں اور روشنی کرتے ہیں۔ تمیم بیت اللہ اور مسجد نبوی میں فرودی روشنی کرنے سے منتخب ہوتا یا بنی تو لگے ہو چکا۔ رجب جاتا چاہیے۔ گو کہ بہت توریت

اعلیٰ حضرت کے یہاں ہمیشہ روشنی کرنا ٹھیک نہیں ہے اس کا کام سمجھا کرتے ہیں خصوصاً عرس کے جو انھوں نے علی الخصوص ہمارے یہاں کے چراغ جو آلہ وغیرہ گرجاؤں میں لگے ہیں

اور ولیوں کی موہومی قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ سید گیسو دراز کے اور جیرات کے چراغ امام علی موسیٰ رضا کے اور حاجی امداد اللہ کی موہومی قبروں کے چراغ شاہ مدار کے حجرے میں

یہ چراغ کہ جہاں بزرگوں کے حجرے ہیں وہاں بھی ایسے ہی چراغوں کو جلا کے انکی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ مائیں اور جنت والے جو انھوں کی جگہ ہیں رہتے ہیں اور ان چراغوں

کی تعظیمات بجا لاتے اور انہیں کا بیٹھنا تبرک کرتے چلے ہیں۔ آنحضرت کو بعثت سے وہاں ہندو جاپانی آتش پرستی ترقی اور دعا اور خانہ آبادی کا موجب

سمجھتے ہیں یہ سب کفرستی اور آتش پرستی ظاہر ہے۔ مصنف نے روشنی کرنے کے نقطہ میں شاید ان باتوں کا لحاظ بھی رکھا ہوگا "کسی خانۂ خدا میں"۔

فرش بچھانا بدعت یعنی [illegible] یا [illegible] بدعت نہیں کرنی سنت نبوی میں ہر روز یہ مسجد نبوی شریف کا فرش خاک کا آپ کے ہوا کی [illegible]

تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کنکریوں کا فرش کیا۔ حضرت عثمان نے اگرچہ مسجد مبارک کی دیواریں اور چھت منقش کیے پر اس کی زمین کچی

رہنے ہی رکھا۔ ولید بن عبدالملک بن مروان شام کے بادشاہ نے جب مسجد نبوی کو بڑے تکلف سے بنایا۔ وہاں کی زمین کو بھی کچا رکھا اور پھر

سنین حجاج بن یوسف نے مسجدوں میں کی زمین کو کچا رکھنا فرش بچھانا نکالا۔ سو ... سلف کی زبانی البطالبین سے ثبوت

سے ہے ... عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ

ظاہر ہے۔ اسی واسطے مصنف نے ہر جگہ کی عبادت کی حقیقت کیطرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مگر کسی جگہ کے مخاطب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہ محاورہ نہیں" جیسے حبیب

دینی شے کو خانہ خدا کی عبادت سے کسی نسبت کی سعادت دارین ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم زمانہ میں مسجد عبادت کی جگہ تھی "ام المؤمنین ام حبیبہ

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب کرام سے مسجد کو جو نصاریٰ نے بنایا تھا اسکی بنا پر ذکر کیا۔ ستر آدمی نے آنحضرت سے عرض کی۔ یا رسول اللہ" وصفة المساجد التي تبنى

في الارض۔ یعنی بیان کیے کہ مسجد میں جو سیرہ بنائی جاتی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ نعم واخراج القمامة منها مهور حور العين" یعنی ہاں

اور ... دنیا کوڑے کا ان سے باہر پھینکنا بڑی بڑی آنکھ والی حوروں کی ... اور بخاری اور مسلم میں انس بن مالک سے کہ رأى النبي صلى الله عليه وسلم

نخامة في قبلة المسجد فشق ذلك عليه فقام وحكه بيده الحديث۔ یعنی پیغمبر خدا نے مسجد قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھا۔ تو آپ کو بہت

ناگوار معلوم ہوا۔ سو اٹھے اور دست مبارک سے اسکو چھیل ڈالا۔ اور نسائی نے بھی اسی حدیث کو روایت کی ہے۔ اسمیں یہ ہے۔ کہ اس تھوکے ہوئے بلغم کو دیکھنا آپ کو ناگوار معلوم ہوا یہاں

تک ہوئے یہاں تک کہ چہرہ مبارک سرخ ہوا۔ پھر انصار کی ایک عورت اٹھی۔ اور اسکو چھیل ڈالا۔ اور نسائی نے بھی اسی حدیث کو روایت کی ہے۔ اس میں یہ ہے

اور اس جگہ خوشبو خلوق کرکے رکھا تو آپ نے اسکو لگا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا خوب ہے۔ غرض خانہ خدا کی خدمت اس درجہ کی ہوا کی ... نہ حوروں ...

آپ ایسی بنانے کیلئے انشیں اٹھتی ہیں۔ اس کا قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم و ابوداود و نسائی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ... جگہوں کو لوگوں نے ...

... عبادت کرنے کے مقام ٹھہرا لئے ہیں۔ ... کی خدمتیں خانہ خدا کی ... سعادت ... شرف ...

کیونکہ یہ مندرگ ہے۔ دیکھو حدیث شریف میں مزاروں پر چراغ جلانیوالوں پر صاف لعنت آئی ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال لعن اللہ
زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر دیکھنے جانے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں
ٹھیرانے والوں پر اور چراغاں کرانے یا کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ یعنی ان طہر بیتی للطائفین والعاکفین کی آیت سے کوئی یہ کہے کہ عاکف
یعنی مجاور بنکر بیٹھنا بھی اللہ کی عبادت کا نشان ٹھیرا۔ اسی قیاس پر او جانہ خدا میں بھی یہ پتھروں کے پاس چلوں وغیرہ کئے کیونکہ یہ کام اگلے یہود
و نصاری و کفار عرب کا تھا۔ ابھی ہندوؤں وغیرہ میں یہ رسم جاری ہے۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کے زبانی بتوں کے مجاورین بیٹھے ہوئے
لوگوں کے حق میں فرماتا ہے۔ کہ مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْ اَنْتُمْ لَھَا عَاکِفُوْنَ۔ یعنی یہ تھان کیا ہیں جن کے اوپر تم مجاور بنکے بیٹھے ہو
اور دوسرے کفار کی مثال ہیں جبکو موسی کی قوم نے دیکھکر معبود بنانی تراشنی کی ہوس تھی سو وہاں فرماتا ہے۔ اَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰی
اَصْنَامٍ لَّھُمْ۔ یعنی آپہنچے ایک گروہ پر جو مجاورین بیٹھے تھے اپنے کئی بتوں کے مقام پر۔ القصہ کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی تبع تابعین
میں سے کسی قبر کیا من معتکف بیٹھا نہ مجاور بنا۔ سب ایسے کام کرنے بُت پرستوں کے اور مشرکوں کا شیوہ ہے اب جو زائروں
کے مجاور ہیں سو اپنی مجاوری کو بڑی عبادت سمجھا کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو قبروں کا پوجا سکھلاتے اور انواع اقسام کے شرک آپ کرتے اور ان سے
کرواتے اور مریدوں کی نذر و نیاز کا مال جسکا کھانا حرام ہے سو شیر مادر سمجھتے۔ چنانچہ ان نذروں کے کھانیکو فقہا نے حرام کہا ہے

حاصل نہ تھا۔ اور اسی جناب نے رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھنے والوں کے واسطے مسجد نبوی میں بھی ضروری روشنی کا حکم فرمایا تھا۔ ابتدا میں یہ

وہاں کی روشنی کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ کہ اللہ عمر کی قبر کو روشن کرے جیسا اوس نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔ یہ بات سیوطی کی تاریخ الخلفا

میں ہے۔ اور دوسری روایت میں تمیم داری انصاری نے اپنی طرف سے مسجد کے چراغ لگانے کی خدمت شروع کی۔ یہ بات سیوطی کے اوائل کی کتاب

میں ہے۔ اور تیسیر الوصول میں ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ہمکو بیت المقدس کے بابت میں

فتوی دو۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایتوہ فصلوا فیہ فان لم تاتوہ فابعثوا بزیت یسرج فی قنادیلہ۔ یعنی آؤ بیت المقدس کو سو نماز

پڑھو اسمیں پھر اگر تم اوسکو نہ آسکو تو بھیجو تیل اوسکے قندیلیں روشن کرنیکے لئے۔ حاصل کلام یہ کہ خانہ خدا میں روشنی بلا تکلف بے اسراف کے

بندگی کی نشانی ہے اور کعبۃ اللہ کو سب طرح سے پاک رکھنے کا حکم ہمارے دین میں بھی جو ملت ابراہیم ہے۔ سو باقی ہے۔ کوئی یہ نہ کہے۔ کہ روضۂ مبارک میں

چراغ لگانیکا حکم کس آیۃ اور کس حدیث میں ہے۔ کیونکہ قبر کے پاس چراغ لگانا حدیث میں منع ہے۔ کیونکہ ہم جواب دینگے۔ کہ رکوع اور سجدہ کرنے

والوں کے واسطے مسجد نبوی میں روشنی ہوتی ہے۔ اور روضۂ مبارک کے روبرو جو سلام کو آنے کے واسطے تا ٹھوکر نہ کھاویں یہ روشنی کچھ حضرت

کی عبادت کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے بندوں کے فائدہ کیواسطے ہے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ فائدہ پہنچانا عین عبادت الٰہی ہے۔ لیکن گنبد مبارک کے

اندر کہاں روشنی کرتے ہیں۔ تا حدیث کا خلاف لازم آوے۔ پھر کوئی یہ نہ کہے۔ کہ اور قبروں کے پاس بھی اسی واسطے روشنی کرتے ہیں کہ تا ٹھوکر نہ کھاویں

حدیث میں آیا ہے ماشئت ان اری جبرئیل متعلقا باستار الکعبۃ وھو یقول یا واحد یا ماجد لا تزل عنی نعمۃ

انعمت بھا علی اخرجہ ابن عساکر۔ حاصل یہ کہ جب میں چاہوں تو جبرئیل کو دیکھ لوں جو کعبے کے پردوں سے لٹکا ہوا کہا کرتا ہے کہ یا واحد

یا ماجد مجھ پر جو کچھ نعمت تو نے کی ہے سو مجھ پر سے دور مت کر۔ یہ حدیث سیوطی کی جامع صغیر میں ہے۔ اور در المختار کے باب الحج میں لکھا ہے و تشبث

بالاستار بما علقہ یعنی اور چاہئے کہ لگ رہے کعبے کے پردوں سے گھڑی بھر۔ کیونکہ کعبہ کے غلاف کو بھی حرمت ہے۔ فتح مکہ کی حدیثوں میں آیا ہے

کہ فلاں و فلاں کافر یا نبی اگر کعبے کے پردوں میں بھی لگتے ہوویں۔ انکو مار دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کعبہ کے پردوں کی حرمت حضرت کے جناب

میں ثابت تھی۔ اس حرمت کی جہت سے دعا کرنیوالا بھی اس پردے کو پکڑ کے دعا مانگتا ہے۔ مسئلہ اور اسکے گرد روشنی کرنی۔ شرح یعنی کعبہ کی گرد روشنی

اس آیت کی ضمن اور اقتضا سے نکلتی ہے۔ کہ ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ تقریر اسکی یہ ہے کہ ابراہیم و

اسمعیل علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو۔ طواف کرنیوالوں کیلئے اور مجاور بیٹھنے والوں کیلئے اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کیلئے

پاک کرنا عام ہوا کرتا ہے۔ اقسام کی نجاست اور ایذا دینے والی چیزوں کو دور کر دینے۔ یہاں تک کہ گھر پر طواف کرنیوالوں کے رستے سے

دور کرنا۔ اور اندھیاری ایذا دینے والی چیزوں میں داخل ہوا۔ کیونکہ طواف کرنا دن ہی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ رات کا طواف اور اعتکاف

پھر وہاں روشنی بھی ضرور آئی۔ اس واسطے حضرت عمر نے کعبے معظم کی دیواروں پر چراغوں کے لگانیکا حکم کیا تھا جسمیں تکلف اور اسراف نہ ف ۵۸

أَنَّ أَبَاهُ يَعْنِي الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا وَيَقُولُ إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنْهُ مَهْجُورًا

زَادَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَرَوَى ابْنُ الْمُنْذِرِ اسْتِلَامَ جَمِيعِ الْأَرْكَانِ عَنْ جَابِرٍ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَمِنَ التَّابِعِينَ

سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَيْضًا أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا

یعنی بتحقیق امام مالک نے ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے کہ ان کے ماں باپ نے یعنی زبیر بن العوام جب کعبے کا طواف کرتے تو سب کعبے کے رکنوں کو چھوتے

یا بوسہ دیتے انہی اور کہا کرتے تھے کہ کوئی چیز بیت اللہ کے چھوڑنے کے قابل نہیں۔ یہ بات ابن شیبہ کی کتاب میں ہے۔ اور ابن المنذر نے بیت اللہ کے

سب رکنوں کا چھونا اور چومنا جابر سے اور امام حسن اور امام حسین سے اور عبداللہ بن زبیر سے اور سوید بن غفلہ تابعی سے نقل کیا۔ اور ترمذی نے معاویہ بن

ابی سفیان سے بھی روایت کی ہے۔ اس بات کی کوئی چیز بیت اللہ کی چھوڑ دینے کے قابل نہیں برخلاف اور مکانوں کے یہاں تک کہ روضہ مبارک

کے آگے سجدہ کرنے سے اور کلمہ بر زمین ہونے اور دست پاک مبارک کو چھونے اور بوسہ دینے سے علماء منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوتاہ نظروں کو اپنی بے

ادبی نظر آتی ہیں حالانکہ یہ ادب نہیں ہے۔ بلکہ فی الحقیقت ادب وہ ہے کہ حضرت کی فرماں برداری کا خیال رکھے۔ اور بدعت جہالت کی

پیروانگی نہیں ہوتی ہے۔ اس سے نیچے سب اس کے خلاف ہیں۔ سو ہاتھ کو تو ادب سمجھنا خیال باطل ہے۔ چنانچہ جذب القلوب کے سولھویں باب میں شیخ

عبدالحق رح نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی شرف۔ غلاف پکڑ کے دعا کرنے میں بھی روایتیں وارد ہیں چنانچہ

ان ٹھہرائے - یہی شرع تراشنی ہے - کیونکہ خدا اور رسولؐ نے دوسرے مکانوں کے دروازوں پر کھڑے رہ کے مرادیں مانگنے کو نہیں فرمایا

یہ خصوصیت کعبہ ہی کا ہے - اگر اس گھر والے سے مراد مانگتے ہیں - تو صاف شرک ہے - ف مکہ معظمہ میں کئی مقام ہیں کہ وہاں دعا مانگنے میں امید

قبولیت کی ہے - بیت اللہ کے اندر - ملتزم کہ کونے میں کعبہ کے گرد - طواف کرنے کی جگہ میں صفا میں مروہ میں - اور صفا سے مروہ تک دوڑنے کی جگہ

میں - زمزم کے کنوئیں کے پاس - مقام ابراہیم کے پیچھے - اور میزاب کے نیچے - اور جہاں حجر اسود کو بوسہ دیں - اور کنکر پھینکنے والوں کی تینوں جگہوں میں عرفات کے

میدان میں مزدلفہ میں - منا میں اور کعبہ کے پر پہلی نظر پڑتے ہی سے اور ش اسی طرح بندگی کی علامت ہے ملک کے آستانے کے پاس سے وہیں وعیلی

مرادیں مانگنی ش اس کا بیان آگے ہو چکا ہے اور ایک پتھر کو بوسہ دینا ش اور حجر اسود کو - چنانچہ طبرانی کی معجم اوسط کی حدیث میں

آیا ہے - کہ هُوَ یَمِیْنُ اللّٰهِ تَعَالٰی الصلح بِهَا خَلْقَهٗ یعنی حجر اسود کے قدرت کے داہنے ہاتھ کا پرتو ہے - جس سے خلق کا معانقہ ہوا ہے

فائیں تو امام مالک کی موطا میں ہے - کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو فرمایا - اور کچھ نہیں تو ایک

پتھر ہے - نہ ضرر کر سکتا - نہ فائدہ پہنچا سکتا اگر میں آنحضرت کو تجھے بوسہ دیتا ہوا نہ دیکھا ہوتا - تو تجھ کو بوسہ نہ دیتا - اور اسی طرح ابوبکر صدیق کا

مرفوع ہے - جو روایت کیا گیا - اور اس بات میں حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ مشہور کیا ہے سو فتح الباری میں اس کے راوی ابی ہارون

العبدی کو ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے سے اور اسکی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملانا ش موطا میں ہے - مالک عن ہشام بن عروہ

بعضے پادشاہ روضہ مبارک کے واسطے پردہ بھیجا کرتے تھے چنانچہ اب بھی کا رسم تکملۃ الیمن میں باقی ہے۔ اور شیخ عبدالحق نے اس بات کو جذب القلوب کے
ستاویں باب میں ذکر کیا ہے۔ دولتمندوں کی راہ و رسم علیحدہ دینداروں کی بات علیحدہ دین کے کاموں میں ایسی رسموں کی سند نہ پکڑنی چاہئے
بادشاہوں کے کسی نے قبر مبارک کو سجدہ نہ کیا۔ اور روضہ مبارک کے گرد نہ پھرا۔ مصنف کا کلام ان قبروں کے باب میں ہے۔ جہاں غلاف پوشی وغیرہ کے
سبب زمین سجدہ گاہ ٹھہرے ہیں۔ اور کعبۃ اللہ سے بھی ان کے پوجنے والوں کے پاس زیادہ رتبہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ گوپستان میں مشہور ہے
کہ اجمیر کے کئی سفر حج کے برابر ہیں۔ اسیطرح ملہر گے وغیرہ کے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ نسبت کعبہ دو دو کن حرز و رکہ گیسو دراز + پادشاہ دین
و دنیا تا ابد بندہ نواز + اور کرناٹکیوں سے سنا ہے کہ ناگور کے سات سفر حج کے برابر ہیں۔ بلکہ ان کا شاعر اس سے بھی پرے گذرا ہے
چنانچہ کہتا ہے ؎ زائیروں سے آستانہ کے ترے اے قبلہ گاہ + حاجیوں کو ہمسری کرنے کا کب مقدور ہے۔ اور مسجد الحرام میں
نمازی لوگ اپنے پاک نعلین موزے پہنے ہوئے جاتے ہیں مگر ان کے مزاروں کے صحن میں پاک جوتیاں پہنے ہوئے بھی قدم دھرنے
کی طاقت نہیں ہے۔ پھر سے سب وسیلے شرک کے ٹھہرتے ہیں۔ اس واسطے شرک کے وسیلے اور راہوں کو بند کرنا فرض و واجب ہے مصنف نے
خیر خواہی کی جہت سے تمکو شرک کے رستے بند کرنے سکھائے ہیں تم اسکی تکفیر کرو۔ واہ کیا قدردانی ہے اور نیز یہی نشان عبادت کا ہے
کہ جو اسکی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اللہ اور یعنی کعبہ کی چوکھٹ کے آگے کھڑے رہ کے تعالیٰ سے دعا مانگنی مشابہ ہے

چنانچہ ... تھے اُنھیں سے باندھنے اور دیوارگیری ڈالنے

جذب القلوب میں مذکور ہے۔ وجامہ بر سنگہا وگلہا منہی عنہ است از جہت حدیث صحاح ستہ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا سَتَرَتْ عَلٰی بَابِهَا نَمَطًا فَلَمَّا قَدِمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَی النَّمَطَ فَعَرَفْتُ الْكَرَاهَةَ فِيْ وَجْهِهٖ فَجَذَبَهٗ حَتّٰی هَتَكَهٗ وَقَطَعَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ قَالَتْ فَقَطَعْنَا وِسَادَتَيْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِيْفًا فَلَمْ يَعِبْ ذٰلِكَ عَلَيَّ یعنی کپڑا پتھروں اور مٹیوں پر مٹی ہوئی چیزوں پر اوڑھانا منع ہے۔ صحاح ستہ کی حدیث کی رو سے جو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔ کہ انہوں نے ڈیوڑھی پر ایک پردہ باندھا تھا۔ سو جب حضرت نے سفر سے تشریف لاکے اس پردے کو دیکھا۔ تو حضرت بی بی عائشہ نے آپکے چہرہ مبارک سے پہچان گئیں کہ وہ پردہ پسند نہ آیا۔ پھر حضرت نے اس پردے کو ایسا کھینچا کہ توڑ ڈالا۔ یا پھاڑ ڈالا کہ اللہ نے ہم کو نہیں کہا کہ مٹی اور پتھروں کو کپڑا پہناویں۔ حضرت بی بی عائشہ نے روایت کی پھر ہم نے اسکے دو تکیے بنے۔ اور کھجور کی چھال انہیں بھری۔ تو حضرت نے مجھپر اسبات کا عیب نہ پکڑا۔ یعنی مضائقہ نہ جانا۔ اس سے پہلے مصنف نے [illegible]

غلاف تحفہ الناشی صاحب کا انسان پھیرایا اہل بدعت کا اعتراض۔ مصنف کے قول سے قبر مبارک کے غلاف کا اعتراض نکلتا ہے۔ جواب قبر مبارک پر غلاف کہاں ہے۔ صحابہ تابعین اور مجتہدین کے وقت میں اس غلاف کی رسم نہ تھی۔ مگر ۵۵۰ پانسو پچاس برس کے اوپر مصر کے ملک نے جسکا نام ابو الہیجا تھا۔ ابریشم کا موٹا پردہ جسپر یٰسین کا سونا بنا ہوا تھا۔ روضہ مبارک میں بھیجا۔ اور اس وقت وہیں بغداد کا خلیفہ المستضیء باللہ عباسی تھا ایسی تاریخ ہے

بجا لاتے ہیں۔ اسمیں شرک اکبر و اصغر کا اندیشہ ہے۔ اس واسطے مصنف نے اسکا اشارہ کیا ہے اور اسکی طرف جانور بجاتے تھے کہ ھَدْیًا
بَالِغَ الْکَعْبَۃِ۔ جسکو ہدی کہتے ہیں سے اور وہاں منتیں مانی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کے باب میں فرمایا۔ وَلْیُوفُوا نُذُورَھُمْ
یعنی چاہیے کہ ادا کریں اپنی منتوں کو۔ ف اس میں مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کو جانیکی نذر اور وہاں نماز پڑھنے کی منت کا درست ہونا ف ۵۵
حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اور نذر معین کرنیوالی کو اسکی ادا بھی لازم آتی ہے۔ دوسری مسجدوں کو جانے یا وہاں نماز پڑھنے کی نذر میں درست
تو ہے پر جس مسجد میں پڑھئے۔ ادا ہو سکتی ہے۔ مگر کسی مسجد میں جانور چڑھانے جائز نہیں۔ بعض جاہل مسلمان مسجدوں کو بکرے
مرغیاں بسترے گہوارے لال بتی والے چراغ شکر وغیرہ نذر منت کرکے چڑھایا کرتے ہیں۔ جیسا ہندو دیوتاؤں کو چڑھاتے ہیں۔ اور یہودیوں کے
وہاں غلطیاں۔ او قربان طہارت۔ او قربان سلامت کیلئے جانور اور پرندے اللہ کے نام پر مسجد اقصیٰ کو لیجاکر اللہ ہی کے نام پر ذبح کروانا
لازم تھا سو دین اسلام میں منسوخ ہو گیا ہے اور شرف یہ بھی جاننا چاہیے کہ قدیم سے کعبے پر غلاف ڈالنے کی رسم چلی آتی ہے۔ اور پیغمبر خدا ۵۶
اور اہل بیت اور صحابہ اس بات کو اللہ کی عبادت کا نشان جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کعبے کو یمنی کپڑوں کا غلاف
پہنایا۔ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان نے مصر کے کپڑوں کا غلاف دلوایا ہے۔ سو روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی اوائل کی کتاب میں ہے جسکی عبارت
یہ ہے۔ ثُمَّ کَسَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الثِّیَابَ الْیَمَانِیَّۃَ ثُمَّ کَسَاہُ عُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا الْقَبَاطِیَّ الَّتِی

۵۴ مے جاکر طواف کرنا۔ نص وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ یعنی اور چاہیئے کہ طواف کریں اس قدیم گھر کا۔ ف درختوں اور صورتوں اور تھانوں اور مکانوں
کے آس پاس پھرنے کو ہندی زبان میں پھانور کہتے ہیں۔ اور عربی میں دوار اور طواف۔ ہندو لوگ بتوں کے گرد اور تیرتھ کے درخت وغیرہ کی طرف پوجنے
اور منت کے باعث سے پھرتے ہیں۔ اور بعضے لوگ شدتوں کے الاؤوں کے گرد تعظیم کی جہت سے تین یا سات بار پھانور پھرتے ہیں۔ اسی طرح بزرگوں
کی قبروں کے آس پاس اور عرب کے کفار بھی بتوں وغیرہ کے آس پاس عورت مرد ننگ ہو کر پھرتے تھے۔ اور جوان لوگ شہوت پرست ایسے وقت کو
غنیمت وقت سمجھا کرتے۔ سو ان کا شاعر کہتا ہے ؎ اَلَا يَا لَيْتَ اَخْوَالِي غَدَيًّا * لَهُمْ فِي كُلِّ مَا اُلِيَ دَوَارٌ۔ یعنی کاشکے کہ ایسا
ہوا کرتا کہ جب میں اپنے ننھیال کے لوگوں کے یہاں آیا کروں تو اسکے یہاں ننگوں ننگوں کا طواف ہوا کرے۔ تعجب تو یہ ہے۔ کہ وے بدبخت لوگ
کعبۃ اللہ کے گرد بھی عورت اور مرد ننگے مادرزاد طواف کرتے تھے۔ حضرت نے منع کیا۔ اس کا قصہ سیر اور سورۂ برات کی تفسیر میں مذکور و مشہور ہے
یعنی بعضے احمق کسی کی بلا اپنے پر کھینچ لینے کو بھی اسکے آس پاس پھرتے ہیں۔ اسکو فارسی میں گرد گشتن اور بلا گرداں شدن اور بلا پر چڑھن کہتے ہیں
ہندوؤں میں بھی ایسا دستور ہے۔ ان سب کا لحاظ کر کے مصنف نے کہا۔ کہ کعبے کے سوائے کسی اور کے آس پاس تصدق ہونا شرک ہے۔ جیسا او
س گھر کیطرف سجدہ کرنا۔ نص یعنی اسکو قبلہ ماننا۔ کہ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پھیر رو منہ تمہارے حرمت والے مسجد کی طرف
یعنی کعبۃ اللہ کیطرف۔ سچے مسلمان جیسے ہندو بت کو سجدہ کرتے ہیں ویسے کبھی مزاروں کو سجدہ زمین بوس کلّہ بر زمین رکوع کورنش ہندوی تسلیمات

جب سے اسکے رسول کی زیارت کو جانا چاہیے۔ اس شعر بیت خانہ سے ہرگز غیر اللہ کی عبادت کا شبہہ یعنی نہیں ہے۔ اور شعر میں یہ بھی نشان عبادت کا ہے کہ کعبۃ اللہ

کی زیارت کیواسطے ایسی صورت بناکر چلنا۔ شعر یعنی کپڑے سلے اتار کے ننگ باندھکر بن سیون کپڑا اوڑھے کے سر کھلا ننگے پاؤں چلنا ہے کہ ہر کوئی جان لیوے

کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ شعر یعنی احرام باندھے ہوئے جانا ہے اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا شعر یعنی اللھم لبیک

لا شریک لک لبیک الخ کہا کرنا۔ ہندوؤں کا قاعدہ ہے کہ جب اپنے تیرتوں اور ٹھاکردواروں کو جاتے ہیں۔ تو جس شیطان بھوت کو وہاں کا

مالک جانتے ہیں۔ اسکا نام جپتے اور اس کو پکارتے ہوئے تو۔ نام کے مسلمانوں میں بھی نہیں ہے یہ بری رسم ہے۔ کہ ہر ایک زیارتگاہ کی راہ میں یا شیخ برگ

کا نام جپتے پھرتے پکارتے جاتے ہیں۔ اور ایسی ہی غیر اللہ کو پکارا کرنا زبان کے پکارنے سے بدتر ہے۔ اسی واسطے مصنف نے اسکے شرک ہونیکا

بیان کیا ہے اور نا معقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا۔ شعر کہ لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ یہ آیت سورۂ بقرہ

سیقول کے جزو میں ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس کا احرام میں نہ جماع ہے نہ گناہ کاریاں نہ جھگڑا۔ حاصل یہ کہ ایسے کلام احرام کے حال میں نہ کرو اور

سورۂ مائدہ کے واذا سمعوا کے جزو میں فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم۔ یعنی مت مارو شکار کو جب تم احرام

میں ہو۔ اور یہیں فرمایا۔ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما۔ یعنی حرام ہوا تم پر شکار زمین کا۔ جب تک کہ تم احرام باندھے ہوئے رہو

یا اور کلیر اور اجمیر وغیرہ کے سفر میں ایسے ڈھب کرنے اپنی شرع کا ثانی شرک ہے۔ ہے اور شعر احرام وغیرہ کے قید سے وہاں شرک کرکے

جیسے زکوٰۃ صدقہ اور ہر عبادت مالی۔ لیکن حیف ہے کہ کچھ مسلمان غیر اللہ کے نام پر مال خرچ کے دنیا اور آخرت کا ثواب چاہتے ہیں۔ اور شرک میں پڑتے ہیں

خواجہ خضر کا اٹھانا اور نذر نیاز رکھنا اور مانند اس کے سو خسر الدنیا والآخرۃ۔ اسکی تفصیل آگے ہوئیگی۔ اور شی اسی طرح عبادت کا نشان ہے۔ مرتبہ

ششم معبود ہی کے نام کا روزہ رکھنا ہے۔ شی چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث قدسی سے اللہ کا ارشاد روزے کے باب میں یوں آیا ہے۔ کہ

فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ   یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ۔ یعنی روزہ میری واسطے ہے اور میں اسکا بدلا دونگا۔ چھوڑتا

ہے اپنی خواہش کو اور کھانا پینے کو واسطے میرے الحدیث۔ افسوس کہ خدا فراموش لوگ بندوں کا روزہ رکھنے لگے۔ کوئی سواہر کا حضرت علی کیواسطے۔ کوئی امام

جعفر صادق کیواسطے۔ کوئی بی بی کی گرہ کیواسطے۔ اور کوئی حبیب کی سندوری کیواسطے۔ اور کوئی عاشورے کی دوپہر تک شہیدان کربلا کیواسطے۔ یہ سب

شرک فی العبادت نہیں تو کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا۔ یعنی اپنے رب کی بندگی میں کسی کو

شریک نہ کرے۔ مرتبہ اور شی یہی عبادت کا نشان ہے۔ کہ مع اسکے گھر کی طرف شی یعنی کعبۃ اللہ کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کر

عبادت میں حج کی آیتوں کی رو سے کعبۃ اللہ اور لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی مَسَاجِدَ ثَلٰثَةٍ کے حدیث کی جہت سے کعبۃ اللہ کے ساتھ مسجد نبوی ٥

اور بیت المقدس بھی داخل ہیں۔ اور حضرت کی زیارت مقدس کا سفر ایک جہت سے مسجد نبوی کی طرف سفر کرنے کے ضمن میں داخل ہے دوسری جہت سے

کئی حدیثوں کے باعث ایک عبادت الٰہی کا وسیلہ یعنی آنحضرت کی زیارت اللہ کی عبادت ہے کیونکہ اللہ کے واسطے اور اس کے حکم بالالہام سے یہی خدمت کی

مجیب کا سوال — داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا نماز میں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کیا ہوا ہے یا کہ نہیں ؟

معترض کا جواب — ہاں اللہ ہی کی جانب کا ہے ۔

مجیب کا سوال — پھر اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھکر کھڑے رہنا اللہ کی جانب سے نشان عبادت کا مقرر ہوا ہے ۔ پھر تمنے جو کہا کہ بزرگوں کے روبرو ہاتھ باندھکر کھڑے رہنا شرک

کیونکر ہوا ۔ سو ہم پوچھتے ہیں کہ ان کے آگے ہاتھ باندھکر کھڑے رہنے کو کس پیغمبر نے مقرر کیا ہے ۔ یا کونسی آیت یا حدیث یا اجماع مجتہدین سے تمنے ایسے ہاتھ

باندھنے کو واجب یا سنت یا مستحب ٹھیرایا ۔ (معترض کا جواب) کسی نے نہیں لیکن رسم و عادت اس طرح جاری ہوئی ہے ۔

مجیب کا قول ۔ ہاں سچ ۔ خیابہ ابن سیرین کا قول ہے جو موطا کی شرح میں مذکور ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں وغیرہ کے آگے ہاتھ باندھکے کھڑے

رہنا روم کے نصاریٰ کا دستور تھا ۔ تو پھر یہ کام اگلے گمراہوں کا اور پچھلے بدعتیوں کا ٹھیرا خصوصاً جبکہ عبادت کی نشان کو غیر اللہ کی تعظیم کیلئے عمل میں لاؤ ۔ تو اور

بھی بدتر ۔ پھر ہم تم سے پوچھتے ہیں ۔ کہ اگر تم کسی کے روبرو ہاتھ باندھ کے کھڑے ہو ۔ تو شرک کی صورت ٹھیر گئی یا نہیں معترض کا جواب

البتہ ٹھیر گئی ۔ (مجیب کا قول) تمہیں نے انصاف کیا بس اب یوں کہا کرو کہ البتہ ایسے ہاتھ باندھ کے کھڑے رہنے میں شائبہ شرک کا

مگر ہم عرفی رسم و عادت کے موافق کیا کرتے ہیں ۔ منع کرنے والا اس کام کا حق پر ہے ۔ اسکی تقصیر نہیں ۔ مصنف کا کلام دلائل کے ساتھ ہے ۔ تمہارا کلام عادت

میں ۔ خلاصہ عبادت الٰہی کا نشان ہے ۔ جناب کبریائی کے روبرو ہاتھ باندھکر کھڑے رہنا ہے اور غیر اسکے جو نام پر مال خرچ کرنا غیر

یں اسی موافق عمل کیجئے۔ جیسے شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے۔ آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی۔ آنست جوابش کہ جوابش ندہی۔ غرض شک اور وسوسہ ڈالنے

والوں کی باتیں جو ہی ہیں بلکہ ان سے کنارہ کرکے توحید اور اتباع سنت کو مضبوط تھامئے شیخ سعدی کی اس بات پر کان لگائیے برخیز و مبرش گر بہ دنبالہ کار غریق

ف ۱۵ گرم ہو اور کسی نے کہا ہے۔ من وامن آن نگار گرم صر اور تیری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ انکو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ اور

رکوع کرنا اور ہاتھ باندھکر کھڑے ہونا ش — اعتراض۔ ہاتھ باندھکر بزرگوں کے روبرو کھڑے ہوا کرتے ہیں وہ شرک کیونکر ہوا۔

مجیب کا سوال۔ نماز میں ہاتھ باندھکر کھڑے رہنا کس نے نکالا ہے۔ کیا ہم سے لوگوں نے "

معترض کا جواب۔ نہیں بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اسیطرح اگلے انبیا نے بھی۔ اسکی سند یہ ہے کہ طبرانی نے ابن عباس سے صحیح سند کیساتھ روایت کی ہے

کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ ہم انبیا لوگوں کو حکم ہوا ہے۔ جلدی افطار کرینگا اور دیر سے سحر کرینگا۔ اور داہنے ہاتھوں کو بائیں ہاتھوں پر رکھنے کا نماز میں اور طبرانی

ہی نے ابو درداء سے اس حدیث مرفوع کی روایت کی ہے۔ کہ تین بات نبیوں کے خصلتوں میں کی ہے۔ جلدی افطار کرنا اور دیر سے سحر کرنا اور نماز میں داہنا ہاتھ بائیں پر رکھنا اور

ابن عبد البر نے ابو ہریرہ سے اور سعید بن منصور نے عائشہ صدیقہ سے اسی ڈھب پر روایتیں کی ہیں۔ اور مسلم نے وائل بن حجر سے اور ابن مسعود سے بخاری اور حاکم نے علی

مرتضیٰ سے اور ابن ابی شیبہ نے غضیف بن الحارث سے اور قبیصہ کے باپ ہلب سے اور وائل بن حجر سے اور علی کرم اللہ وجہہ سے اور ابوبکر صدیق سے اور ابو الدرداء سے

نکالا ہے۔ کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مِنْ اَخْلَاقِ النَّبِيِّيْنَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلٰوةِ یعنی پیغمبروں کی خصلتوں سے ہے

قدر اور امید ہووے۔ سو اسکو نکالا ہے جو چھوٹا یا بڑا کام اللہ کی عبادت سے خاص ہو۔ نفس کے سبب یا سلف کی عادت کے سبب ہو اس کام کو اللہ کے سوا اور کے حکم

میں ہی رکھے چنانچہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰىٓ اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ یعنی تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔ حکم آتا ہے مجھکو کہ تمہارا حاکم ایک ہے پھر جسکو امید

ہو ملنے کی اپنے رب سے سو کرے کچھ کام نیک اور ساجھا نہ رکھے اپنے رب کی بندگی میں کسی کا۔ اسمیں اسبات کی خبر ہے کہ سید المرسلین آدمی کی نوع سے تھے لیکن خدا

کی ذات کسی نوع اور جنس کی نہیں کیونکہ وہ معبود واحد ہے۔ اس کا سا کوئی نہیں۔ اسمیں اسبات کی خبر ہے۔ بعد اسبات کے حکم ہے نیک آدمیوں کو نیک کام

جو اللہ کی عبادت میں اور ملاقات کی امید اور ڈر رکھتے ہوں۔ اسطرح حکم ہے انکو کہ مطلق کسیکو شریک نہ کریں اللہ کی عبادت میں وہ شریک چھوٹا ہو یا بڑا

وہ عبادت حقیقی ہو یا حکمی جزوی ہو یا بڑی اور اس آیت سے نکلا کہ سید المرسلین کی عبادت بھی کسی طرح نہ کیجیے اور کوئی تو کیا ہے اس واسطے مصنف نے اکثر صدیق سے شرک

فی العبادت کی ذکر کیں تا یہ لوگ احتراز کریں اور اپنا عقیدہ کلیہ کے موافق ہو جو اس کتاب کے شروع میں کہا ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو سند پکڑیے اور اپنی عقل کو

دخل نہ دیجیے۔ سو ان کاموں میں جو کعبہ جیسے شعائر کے موافق مدینہ منورہ اور قبر مکرم کے ساتھ بجا لانے کے لائق ہو مصنف سلمان کا کب منکر ہوا تھا اس کی تفصیل

مسجد کے آگے پیشتر قدم نکالا نہ ہمیشہ کہ ہر سلسلہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودے پر کہ جس نے انصاف کیا چاہیے۔ ع چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر۔ ف۔ شرک کو منع کرنے جاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو بے ادب رسول کے منکر رسول کا مرتبہ گھٹانے والے ہیں تو کہیں وہابی ایسے لوگوں کو کیا کہیے

اس حدیث صحیح کی روایت کی ہے۔ کہ الٰہی میری قبر کو بت مت بنا۔ جو لوجی جاوے سخت غضب اللہ کا اس قوم پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد یعنی سجدہ

کرنے کی جگہیں قبلے ٹھہرائے۔ موطا کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ بیضاوی نے کہا۔ کہ لَمَّا كَانَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَسْجُدُوْنَ لِقُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ تَعْظِيْمًا

لِشَأْنِهِمْ وَيَجْعَلُوْنَهَا قِبْلَةً وَاتَّخَذُوْا اَوْثَانًا لَعَنَهُمْ وَمَنَعَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ مِثْلِ ذٰلِكَ۔ یعنی جب یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کی

قبروں کو انکی تعظیم کے لحاظ سے سجدے کرنے لگے تھے۔ اور ان مزاروں کو قبلہ گاہ بنا لیا تھا۔ اور انہیں بت ٹھہرا لئے تھے۔ تو حضرت نے ان پر لعنت کی۔ اور مسلمانوں کو

اس طرح کے کاموں سے منع فرمایا۔ یعنی بت پرستوں کا سا معاملہ کسی مزار کے ساتھ عمل میں نہ لاوے۔ ہر گز بت پرستی کے لوازم میں سے کوئی بھی لازم نہ کرے نہ اور کوئی نہ کسی

سے امر کا بت نہ کیجئے۔ دوسرا یہ کہ کسی مزار کو عید کی جگہ میلے کا اکٹھا تماشے کا مقام نہ ٹھہراوے۔ کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے۔ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا

یعنی نہ ٹھہراؤ میری قبر کو عید۔ عید گاہ۔ میلے کی جگہ۔ تیسری یہ بات کہ قبروں کو سجدہ گاہ یا قبلہ یا کعبہ یا مسجد کی شبیہ نہ بناوے۔ کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے لَعَنَ اللّٰهُ

الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔ یعنی لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے ٹھہرا لیا اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ

سجدہ گاہیں قبلے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم نسائی میں ہے۔ لیکن قبر مبارک سے ویسا ہی ادب جیسا صحابہ کرام حضرت کے حضور میں ادب کیا کرتے تھے اور یہ

نہ سمجھے کہ آپ کا نفعات ہو۔ یہ وہ سب کچھ ضروری نہیں۔ کیونکہ ایسی سمجھ کفر ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیائے کرام اللہ کے پاس زندہ ہیں بہتر زندگی سے

اس بات۔ یہ غرض نہیں کہ ان حضرتوں کی ہر روز زیارت کیجئے۔ بلکہ مقصود ان عالی جنابوں کے فضائل کا بیان ہے۔ جو قیمتی بات یہ ہے کہ جسکو اللہ کی ذات کا ۹۴

کو بوسہ دینا اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکو منع کیا تھا۔ تیسرے قسم کے کام میں اگرچہ عبادت الٰہی میں پہلے سے داخل تھے۔ پہلے لوگوں نے بادشاہوں کے ف ۲۸
آداب میں ان کو بجا لانے لگے جیسے رکوع کے برابر جھکنا اور زمین پر منہ رکھنا اور اُن کے روبرو ہاتھ باندھ کے کھڑے ہونا بطریق عاجزی و حاجت اور رواج کے سبب سے
ایسے کام کرنیکا کچھ مضائقہ نہ کرکے سمجھنے لگے یہاں تک کہ بڑے لوگوں کے قبروں سے ایسے معاملے کرنے لگے۔ ان کاموں سے ہاتھ باندھ کے کھڑے رہنے کا تو
بالکل مضائقہ ہی نہیں رہا۔ بلکہ اس کام کو بزرگوں کے مزاروں کے ادب میں داخل کر دیا۔ علاوہ غیر اللہ کو سجدہ اور رکوع کرنے میں بھی کفر ہونے ہونیکا اختلاف کیا
سو ان پچھلے اختلافوں سے کوئی کام نہیں۔ حق انصاف کا یہ ہے۔ کہ اللہ کی عبادت اور اس کے ارکان اور لوازم غیر اللہ کی خدمت میں بجا لایا جاوے کیونکہ
ظاہر ہے کہ شرک ہے۔ اور وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ کا ظاہر یہی چاہتا ہے۔ اور قصہ کا مادہ بھی یہی دلالت کرتا ہے۔ کہ جو کام ایک وجہ سے
شرک اور بدعت اور ایک وجہ سے لوگوں کا رسم ہے۔ تو اسکو چھوڑنا لازم ہے۔ چنانچہ مجتہدوں کا قول ہے۔ کہ دَرْءُ الْمَفَاسِدِ مُقَدَّمٌ عَلَى جَلْبِ الْمَصَالِحِ
یعنی بگاڑ کا دفع کرنا سدھار کے لینے پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور ایسے بزرگان دین کے مزاروں کے پاس ہرگز نہ کیجئے۔ کیونکہ ان کے حکم کے خلاف کام
ان کے حضور میں بجا لانا کمال بے ادبی اور ڈھٹائی ہے۔ شرک ہونا تو اس پر علاوہ۔ لیکن تعجب کا موجب ہے۔ کہ منع خدا اور رسول نے فرمایا۔ مقبروں کی
زیارت کی قبروں میں نیک ہے۔ یعنی سلام و دعا اور استغفار۔ لیکن ہر جگہ بیجا لا سکے۔ کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں دعا کی ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي
وَثَنًا يُعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ رَوَاهُ الْإِمَامُ مَالِكٌ یعنی یا اللہ میری قبر کو بت

ف ۴۷ اس کا رد ہو چکا۔ تیسرے یہ تو بعینہ مذہب ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ خواہ ان کاموں کی طاقت اسکو خود بخود ہے۔ خواہ یوں کہ اللہ نے ایسی قدرت اسکو بخشی ہے۔

ف ہے۔ خاص کام جو تعظیم الٰہی کا نشان ذکر کرکے اس کتاب میں موجود ہیں سو تین قسم پر ہیں۔ ایک وہ کہ قرآن و حدیث سے تعظیم الٰہی کیواسطے خاص ہو چکے ہیں جیسے احرام اور سعی اور طواف اور سجدہ اور رکوع اور نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنا کیونکہ اگلے زمانے میں کسی مخلوق کیواسطے ہاتھ باندھ کے کھڑے رہنے کا دستور نہ تھا۔ یہاں تک کہ نبی اتنے کے بادشاہوں کے آگے بھی کوئی ہاتھ باندھ کر کھڑے نہیں رہتا تھا۔ حضرت خال المؤمنین نے یہ روایت کی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [illegible] مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَهُ النَّاسُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ یعنی جس کو اچھا لگے کہ لوگ کھڑے رہا کریں اس کے آگے سو چاہیے کہ مقرر کرے جگہ اپنی دوزخ میں۔ اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ کہ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَوَکِّئًا عَلٰی عَصًا فَقُمْنَا اِلَیْهِ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ یُعَظِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ یعنی نکلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس عصا ٹیکے ہوئے ہم آپ کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے تو فرمانے لگے کہ مت اٹھو جیسے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں عجم والے تعظیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کی۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ کہ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَتِهٖ لِذٰلِکَ یعنی کوئی شخص بھی ان اصحاب کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارا نہ تھا۔ اور یہ حال تھا جب آپکو دیکھتے اٹھ کھڑے نہ ہوتے تھے اس باب میں آپکی ناراضمندی جاننے کے سبب۔ دوسرے وہ کہ جیسے عبادت الٰہی کے نشان ہوتے جیسا کعبہ کا غلاف اور اسکی چوکھٹ

دوسرا سبب مکانی تیسرا سبب خیالی۔ سبب یعنی ہر چیز کا وہ ہے کہ جس سے وہ چیز پیدا ہوا کرتی ہے۔ جیسا تیل اور بتی اور آگ مل کے چراغ کے جلنے کا سبب ہے

اسی طرح باقی سببوں کو قیاس کیجئے۔ اور مکانی سبب وہ ہے کہ وہ چیز اس سے کبھی پیدا ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ جیسا کہ دوا سے تندرستی اور ہر چیز کا خیالی سبب وہ ہے کہ وہ چیز

اس سے کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ جیسا مشہور ہے کہ ملار گانے سے مینہ برستا اور دیپک گانے سے آگ سلگ اٹھتا اور شگونوں اور منتوں والوں کی نذر و نیاز سے اولاد اور

لڑائی میں فتح اور تجارت میں نفع ہوتا۔ کبھی کوئی صفت خیالی کا سبب جیسا کہ کسی کا حکم یا جیسا کہ بھوت کی بات یعنی ادراک کی چیز ہوا ہے خلاف

جیسے بازی کھانا اس جیز اور یہ بھی ہے کہ تو آدمی آدمی اور تو گئے اور جھوٹے منتر سنتر یہ خیالی سبب ہیں۔ القصہ کسی کام کا یعنی سبب ہے اور مکانی

سبب ہے اور اسکو اس کام کا سبب ٹھیرانا اسکو اس کام کی قدرت اور اسکے تصرف کی طاقت ہے سمجھ کے اعتقاد کرنا عقل کی رو سے اور شرع سے خطا اور شرک میں بھی

آتا اور جو چیز کہ سبب ٹھیرانا نہ ہو اور نقصان ہے۔ احیاء العلوم کی باب توحید التوکل میں ذکر کیا ہے کہ اِنَّ مُلاحَظَةَ الْاَسْبَابِ وَالْاِعْتِمَادَ عَلَيْهَا شِرْكٌ

فِي التَّوْحِيدِ۔ یعنی سببوں پر نظر رکھنی اور اسپر بھروسا رکھنا شرک ٹھیرتا ہے۔ توحید کی جگہ میں کچھ مسلمانوں سے عجب آتا ہے کہ کیسے مسلمان کی توفیق

کیونکر کبھی ان حضرتوں کا یاد نہیں کرتے تاکہ کسی دین کے مسئلہ کی تحقیق کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی محبت کیوں سے بلکہ انکو پکارتے اور منتیں مانتے ہیں

خدا کی طلب کو بیٹھے آمیں الفاقوں سے جو کوئی کسی اور کو اس کا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے۔ اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اسکی منتیں مانے اور مصیبت کے

وقت اسے پکارے۔ سو مشرک ہو جاتا ہے۔ اسکو اشراک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا تصرف کسو کو ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے

سو اس عقیدہ سے آدمی بالکل البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے۔ خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت پری سے
خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ تنبیہ یعنی آگے مذکور ہو چکا کہ اہلسنت کا
عقیدہ ٹھیرا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کسی مخلوق کو کوئی قدرت نہیں دی بلکہ تاثیرات مخلوقات میں انکی مرضی پر قوت قدرت الٰہی کی طرف سے دی جاتی ہے
لیکن علماء نے مذہب کی تحقیق یہ کی ہے کہ ہر چیز میں قدرت ظاہر ہو بعض ہر شے کا اثر معلوم ہے کسی مخلوق کو نہیں دی گئی ایسا علم کسی میں ہو جیسا اس قسم کا اشراک الٰہی کا ہے
اور اس سبحانہ نعوذ باللہ منہ۔ دوسری بات یہ کہ عالم میں اللہ ہی سے تعرف دنیا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خوشی سے مارنا جلانا روزی کی کشائش اور تنگی کرنی
تندرست اور بیمار کر دینا فتح اور شکست دینی اقبال اور ادبار دینا مرادیں پوری کرنی حاجتیں بر لانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی ہر وقت کام آنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے
اور کسی انبیاء اولیاء پیر شہید کی بھوت پری کی یہ شان نہیں ہے۔ مخفی نہ رہے کہ بعضے مسلمانوں میں بعضوں کو ان میں سے کسی کو اپنی حاجت روا سمجھ لیتے ہیں۔ اور انہیں اہل منصب
ثابت کرتے ہیں۔ اور انہیں تصرف کی قدرت مقرر کر کے انکی منتیں مانگتے اور مشکل کے وقت میں انہیں پکارتے ہیں اور اس واسطے مصنف نے پہلا شرک فی العلم کا بیان کر کے
بعد اس کے اشراک فی التصرف کا ذکر کیا اسلیے پیچھے کو اللہ شریک کے کام کا ذکر کرتا ہے۔ کہ جو لوگ منتیں مانگتے اور لاچار پکارتے ہیں۔ اپنے خیال کے موافق مرادیں دینے والوں کی
قدرت عمل میں کہ ہر وسیلہ پر اور اپنے کام کریں۔ اب معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب نے ہر چیز کے ہونے کو ایک سبب مقرر فرمایا۔ کسی کو کسی سبب میں کسی چیز کو پیدا کرنے کی ف ۲۴
قدرت اور تصرف کی طاقت سپرد نہیں کی۔ جو کہ کہنا کہ ہر سبب کو درمیان لا کے آپ ہی کرتا ہے پھر سبب تین قسم پر ہیں۔ ایک سبب یقینی ہے

ومن شاء فلیکفر - یعنی اپنی خوشی سے جو مومن ہوا چاہے سو ہووے اور جو کافر ہوا چاہے سو ہووے - سو گزیدہ گوش رغبت کس

کے ساتھ ملتبس - اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص عبادتوں میں سے یہ بھی ایک ہے - کہ اسی کے نام کا ورد کیجیے - چنانچہ چوتھے جزو کے

گیارھویں رکوع میں فرمایا کہ یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم - یعنی یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بیٹھے لیٹے - اور پانچویں جزو کے بارھویں رکوع

میں فرمایا - اور مشکلات میں اسی کی دہائی دینی اور پناہ لینی چنانچہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مشہور ہے اور قرآن میں فاستعذ باللہ اور قل اعوذ

برب الفلق - قل اعوذ برب الناس آیا ہے - اور دشمن پر اسی کا نام لیکر حملہ کرنا - چنانچہ سنت اسلام ہے کہ دشمن پر اللہ اکبر کہکر حملہ کرے اور اسی کے

نام کی تسبیح اور شغل کرے - اور اسی کی قدرت اور صنعتوں میں فکر کرے تاکہ اس سے توحید افعالی اور صفاتی اور ذاتی کھلے - چنانچہ حقتعالیٰ نے چوتھے جزو کے گیارھویں رکوع

میں فرمایا ہے کہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا - یعنی اور دھیان کرتے ہیں - آسمان اور زمین کی پیدائش

میں اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا - یہ سب مضمون جو آگے ہو چکے ہیں سو اشراک فی العلم میں زیادہ بیان کی محتاج نہیں مگر اتنا کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے بیسویں جزو کے دوسرے رکوع میں فرمایا کہ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یعنی تو کہہ کہ نہیں جانتا جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین

میں چھپی چیز مگر اللہ ہے - یہاں سے اکثر مسلمان اپنے خیال خام سے کہا کرتے ہیں کہ بزرگ جنہوں کو دور اور نزدیک سے پکارو ان کی جاننے والے اور

دور سے ہماری پکار کو سننے والے مانیے تو شرک کاہے کو ہوتا - کہ ایسی ہی بہتوں کو ہندی میں انتر جامی کہا کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ ہم نے

[illegible]

معتقد ہو پھر بجالانے چاہتے ہیں۔ سو وے حضرات نہ بزرگوں کو پوجتے تھے۔ اور نہ ہندوی رسم پرستی کرتے تھے اور نہ بدعتیں پھر جو کچھ عقیدے
اور عمل خلفای راشدین میں مروج اور صحابہ میں مشہور تھے سو بھی دستاویز کرنے کے قابل ہے۔ اسی واسطے فقہانے بھی اسے معتبر جانا ہے سمجھو کہ صحابہ بہترین امت میں تھے
اور خلفای راشدین یعنی چار یار بہتروں سے بہتر اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بہترین انبیا اور خاتم المرسلین بہترین انبیا اور خاتم رسل اور حبیب الہی تھے خلفای راشدین
اور اٹھتے بیٹھتے حضرت کے نام کو ورد کرتے۔ یا مشکلوں کی آسانی کو انکو آنحضرت کی مبارک روح کو مدینے میں یا دوسرے شہروں میں پکارا کرتے یا بلا کے مقابلہ میں دہائی دیا کرتے
چنانچہ بعض منتروں میں آیا ہے۔ دہائی زندہ شاہ مدار کی بعضے میں خواجہ معین الدین چشتی کی دہائی یا دشمن پر انکا نام پکڑ حملہ کرتے۔ یا آپکے نام کا ختم پڑھتے۔ یا شغل کرتے یا آپکی
صورت مبارک کا تصور باندھتے اور یوں سمجھتے کہ جب ہم آپکا مبارک نام لیتے ہیں زبان سے یا دل سے یا آپکی صورت مبارک کا دھیان باندھتے ہیں۔ تو وہیں آپ کو خبر ہو جاتی ہے
اور آپ سے کوئی ہماری بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو ہم پر احوال گذرتے ہیں سب آپ کو ہر وقت خبر ہے بلکہ آپ ہمارے دل کے خطرے خیال میں ہوں یا خواب میں
ظاہر ہے۔ القصہ ایسے اعتقاد اور عمل اگر عمل خلفای راشدین سے ہوتے ہوتے تو سنت اعتقادی اور قولی فعلی ہوتے۔ اور سب مجتہد اہل سنت کے اپنے عقاید اور فقہ کی کتابوں میں
سنت متوارثہ کو لکھے ہوتے۔ اور امت کو اس سنت کے بجالانے کا حکم کئے ہوتے بلکہ سب مجتہد ایسی سنتوں کو چھوڑ کر اس کا خلاف اپنی کتابوں میں لکھنا عادت کی راہ سے
محال ہے۔ چنانچہ ان کا کہنا رسول اور فرشتہ غیب جانتا ہے۔ اگر کے جو کہے سو کافر ہے۔ کیونکہ غیب کوئی نہیں جانتا سوای اللہ کے سو کوئی ضرورت ہو سکتا ہے یعنی
یہ باتیں عقاید اور فقہ کی کتابوں میں لکھی ہیں اس واسطے اکثر فی العلم کے رستے ہیں ہو کہنے فرض ہے پیر پرستی کی آمیت وہابت ہے کہ متن میں لکھا

ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله كأن هذه موعظة مودع فماذا تعهد

الينا قال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان عبدا حبشيا فانه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا

كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات

الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة للترمذي وابي داود بلفظه اور عرباض سے جو صحابی ہیں

روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہم طرف مبارک منہ کیا۔ سو ہمکو وعظ قرار واقعی سنایا

جس سے آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور دل ڈرنے لگے تب ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ نصیحت بدا ہونے والے کی نصیحت ہے پھر ہمکو کیا قول

و قرار دیتے ہو پھر آپنے فرمایا۔ کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنیکی اور حکم سننے اور فرمانبرداری کرنیکی تاکید کرتا ہوں اگرچہ دین کا کام کوئی حبشی غلام

بھی ہو سو حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی میرے بعد جیتا رہیگا۔ سو بہت اختلاف دیکھیگا۔ تو لازم کرلو۔ تم میری چال چلن اور میرے خلفاء راشدین ہدایت

پائے ہوؤں کے چال چلن کو دستاویز کرلو اسکو۔ اور دانتوں سے پکڑ اور بچو تم نئے تراشے ہوئے کاموں سے پھر جو نئی تراشی ہے سو

بدعت ہے پھر ہر بدعت گمراہی ہے۔ یہ حدیث ترمذی کی کتاب میں ہے۔ اور ابوداؤد کی کتاب میں بھی اسیکے لفظ سے فائدہ

ہم نے عقیدوں اور عملوں میں اختلاف دیکھا۔ اور تفرقہ اس واسطے ان دونوں حدیثوں پر عمل کرنے صحابہ اور خلفای راشدین کی پیروی ضروری ہے

شرک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور عبادت میں غیر کو شریک ٹھیرانا جیسے کفر ہے چنانچہ اہل سنت کی عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے

ہیں پھر جو کوئی چیز کہ شرک اور کفر ہووے اسکو رستہ پہنچنے کے سے بچنا فرض وقت ہے - اس واسطے مصنف نے کئی چیزیں ایسی

جو ایسے شرک اور کفر کو پہنچتی ہیں بتلاویں بیان اس کا یہ ہے - کہ عمرو بن العاص کے فرزند عبد اللہ نے کہا کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مَا فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

قَالَ مَنْ کَانَ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ التی مذہب ۔ یعنی مقرر آئیگا میری امت پر جو کچھ آیا تھا بنی اسرائیل پر یعنی موسیٰ کی

امت پر برابر جیسا جوتی کا برابر ہوتا جوتی سے یہاں تک کہ اگر ان لوگوں میں کا کوئی اپنے ماں کے پاس گیا تھا علانیہ مقرر میری امت میں

بھی کوئی ہوگا جو وہ کام کریگا - اور مقرر بنی اسرائیل بہتر فرقے جدے جدے ہوئے تھے اور میری امت میں تہتر گروہیں جدی جدی ہونگی

سب کے سب دوزخ میں جاوینگے - مگر ایک طریقے والے تو بہشت - لوگوں نے عرض کی کہ وے کون ہیں یا رسول اللہ فرمایا جو

لوگ ہوں گے جس بات پر ہیں ہم اور میرے یاران ہیں یہ حدیث ترمذی میں ہے - ایضاً عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

عَنْہُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً

[illegible]

[illegible]

...یں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں میں ذکر کرنا اور قرآن و حدیث سے ثابت کرنا ضروری ہے

...لوگ سمجھتے ہیں سو اول یہ بات کہ ہر جگہ حاضر ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک چھپی ہو

...میں ہو یا اجالے یا آسمانوں میں ہو یا زمینوں پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں ہو یہ اللہ کی شان ہے اور کسی کی یہ

شان نہیں سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلہ میں اسکی دہائی دیوے اور

دشمن پر اس کا نام لیکر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا صورت اسکی کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ میں جب اسکا نام

لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اسکی صورت کا یا قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اسکو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی بات میری چھپی نہیں رہ

سکتی اور جو مجھ پر احوال گذرتے ہیں جیسے بیماری اور تندرستی اور کشایش رزق اور تنگی اور جینا مرنا اور غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے

اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے تو ان

سب باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اسکو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم...

کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ نہ چھوٹا نہ بڑا نہ برابر کا۔ شفیع کا مردوں کا وکیل ماننا کسی بزرگ کو ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ بزرگ اولیا کے وکیلوں کی

[illegible] طرح دھکر اپنی محبت غالب کر کر اپنے میاں کو چھڑا لیں چنانچہ ہندوؤں کے اعتقاد سے جو رام کشن مہادیو کے ساتھ رکھتے ہیں

سے جو کر سیت کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں ظاہر ہے اور ان بدعتیوں کا سفارشی ماننا بھی اسی طرح ہوا کرتا ہے۔ کہ وکیل ہمارا [illegible]

چھوڑا لیگا۔ چنانچہ ان کے اعتقاد فاسد سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ پھر جو کوئی مسلمان کہلا کر ایسے وکیل سفارشی [illegible]

[illegible]

[illegible] یہ بات پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ مراد [illegible]

[illegible] کوئی کسی کا [illegible] ہے جو لائق یعنی کوئی آپ سے کسی کا مددون اون خوف کے لیے [illegible]

اور [illegible] تعالیٰ نے ساتویں جزو کے بارہویں رکوع میں فرمایا ہے۔ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا

[illegible] مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ یعنی ڈرا اس قرآن سے ان لوگوں کو جو ڈرتے

ہیں کہ حشور ہوں اپنے رب کی طرف نہیں ہے۔ انکو سوای اس کے کوئی حمایتی اور سفارشی شاید وے بچتے رہیں یعنی یہ سنکر گناہ سے بچتے

رہیں۔ یہ آیت حشر پر ایمان رکھنے والوں کی باب میں اتری ہے۔ چنانچہ اس کے مضمون سے ظاہر ہے۔ اور تفسیروں میں مذکور ہے مصر

ان [illegible] اور بھی [illegible] ہیں [illegible] علماؤں نے کہا کہ جن آیتوں میں شرک کی برائی اور اس سے بچنے کا [illegible]

مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ترجمہ

لوگ ہیں آسمان اور زمین میں سو آتے ہیں رحمٰن کے سامنے بندے ہو کر بیشک اس نے قابو میں کر رکھا ہے اونکو اور گن رکھا ہے انکو ایک ایک

اور ہر کوئی ان میں سے آنے والا ہے اوسکے سامنے قیامت کے دن اکیلا اکیلا - یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا مثل

یعنی بادشاہ اپنی بادشاہت میں - عالم اپنی عالمی میں - فرشتہ اپنی فرشتگی میں - خدا کی جناب میں نسبت کرتے بندگی سے زیادہ

رتبہ نہیں رکھتا - گو کہ بادشاہ اپنی بنی نوع کا بڑا ہے مگر خدا کے آگے کیا ہے - بندوں کی فضیلت ایک دوسرے پر ثابت ہے تحت الثریٰ

سے عرش تک کا تفاوت - لیکن خدا کے آگے بڑوں سے بڑوں کو وہی بندگی - بندگی بیچاری - شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے

بدرگاہ لطف بزرگیش بر ٭ بزرگان نہادہ بزرگی ز سر ٭ اور ایک آیت میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے - لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ

عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ

لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ یعنی مسیح ہرگز برا نہ مانے اس سے کہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتے

نزدیک والے اور جو کوئی ننگ رکھے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو ایمان لائے ہیں اور عمل کیے

کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ نہ چھوٹا نہ بڑا نہ برابر کا۔ تنبیہ کافروں کا وکیل ماننا کسی بزرگ کو ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ بزرگ اولیا کے وکیلوں کی
طرح لڑ جھگڑ اپنی محبت غالب کر کر اپنے میاں کو چھڑا لیں چنانچہ ہندوؤں کے اعتقاد سے جو رام کشن مہادیو کے ساتھ رکھتے ہیں اور نصاریٰ کے عقیدے
سے جو کہ یسوع کے ساتھ رکھتے ہیں ظاہر ہے اور ان بدعتیوں کا شفاعتی ماننا بھی اسی طرح ہوا کرتا ہے۔ کہ وکیل ہمارا ایسا زبردست ہے۔ کہ ہمکو بہر حال
چھڑا لیگا۔ چنانچہ ان کے اعتقاد فاسد سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ پھر جو کوئی مسلمان کہلا کر ایسے وکیل شفاعتی خداوند تعالیٰ کے روبرو ٹھہراوے
وہ بے شبہہ اس وقت کا ابوجہل ہے۔ اکثر عوام اور چار ابرو کی صفائی لینے والے فقیر ایسے ہی عقیدے رکھتے ہیں۔ مصنف نے انکی تنبیہ
اور ہدایت کے واسطے ایسے باتیں لکھیں۔ اور اس سے زیادہ کہا۔ کہ یہ بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں برابر۔ تنبیہ گو کہ اگرچہ ۴۳ف
آسمان کے پیغمبر نبی کی ایسی ایک قوت ہے۔ کہ ایک لحظے کے عرصے میں ہزاروں کوس طے کرے۔ اور جبرئیل کو ایک قوت ہے واسطے
کہ ایک مارتے ساتوں آسمانوں پر سے زمین پر آ پہنچیں۔ لیکن اہلسنت کی تحقیق سے تو یہ قوت [آناً فآناً] اللہ سے آتی ہے۔ یہ نہیں کہ انمیں خود
ہوئی ہے۔ یا ان کے اختیار میں دی گئی۔ اسواسطے سب قوت وقدرت اور فاعل مختاری کی نسبت کرتے اور عاجز ہیں۔ اور عاجزوں کے ساتھ
سب میں برابر۔ کیونکہ جس دم اللہ انکو قوت قدرت نہ دے۔ تبھی بے قوت بے قدرت عاجزوں کے ساتھ ہو جاویں پھر اس سے وقت تا
کہ دے اپنی ذات سے اللہ کے نزدیک ایسے عاجز ہیں جیسے کوئی بے قوت بے قدرت ہو چنانچہ سورہ مریم میں فرمایا ہے اِنْ کُلُّ مَنْ فِی

مقابل جانئے۔ بلکہ شرک کے معنی یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں۔ اور انہیں اپنے بندوں کے ذمہ بندگی کے نشان ٹھہرائے
ہیں۔ سو وے چیزیں کسی اور کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا اور اس کے نام کا جانور کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ
حاضر ناظر سمجھنا اور تصرف کی بات قدرت ثابت کرنی۔ سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے
اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ جانے۔ اور اس بات میں انبیا اولیا جن بھوت پری شیطان میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ
کریگا۔ وہ مشرک ہو جاویگا۔ خواہ انبیا اولیا سے کرے خواہ پیروں اور شہیدوں سے۔ خواہ بھوت و پری سے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے
جیسا بت پوجنے والوں پر غصہ کیا ہے۔ ویسا ہی یہود اور نصاری پر۔ حالانکہ وے لوگ انبیا اولیا سے یہ معاملہ کرتے تھے چنانچہ
سورہ برات کے گیارہویں رکوع میں فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا
اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٭ ترجمہ ٹھہرایا انہوں نے مولویوں کو اور
درویشوں کو اپنا مالک سوائے اللہ کے اور مسیح مریم کے بیٹے کو۔ حالانکہ ان کو تو یہی حکم ہوا ہے۔ کہ بندگی کریں ایک مالک کی۔
نہیں کوئی مالک سوائے اس کے وہ نرالا ہے ان کے شریک بنانے سے۔ یعنی اللہ کو تو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے اور مالک بھی مانتے
ہیں۔ مولویوں اور درویشوں کو۔ سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا۔ اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ نرالا ہے اس کا کوئی شریک

کو توڑ سکتا ۔ گر وہ ہادی بندوں کی ہدایت کیواسطے جب عادت مقدس کے خلاف کوئی کام کسی نبی کے ہاتھ سے ظہور میں لاوے
تو اوسکو معجزہ کہتے ہیں ۔ اور ولی کے ہاتھ سے کر دیتا دے ۔ تو اسکو کرامت کہتے ہیں ۔ اور نیک مومن مسلمان کیلئے پیدا کرے تو اسکو
معونت کہا کرتے ہیں معجزہ کرامت اور معونت جو ہیں ۔ بندوں کو ہدایت کرنے کے سبب ہیں نہ شرک اور کفر اور فسق میں پڑنے کے موجب
پھر جو لعین مشرک شعار جوش آمد گو کی مرادیں بر آئیں ۔ جس سے اور زیادہ گمراہی میں ہو دیں ۔ سو وہ معجزہ ہے ۔ نہ کرامت نہ معونت
بلکہ استدراج ہے ۔ اور غضب الٰہی کا نشان جیسا فرمایا ہے أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ
لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُونَ " یعنی کیا خیال رکھتے ہیں ۔ جو ہم انکو دیے جاتے ہیں ۔ مال اور اولاد دوڑ دوڑ کر ملاتے ہیں بھلائیاں
بلکہ انکو بوجھ نہیں ۔ اور فرمایا ہے ۔ کہ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۔ یعنی انکو سہج
کر لیگے ۔ ہم جہاں سے وے جانینگے اور انکو مہلت دونگا ۔ بیشک میرا داؤ پکا ہے ۔ جب قرآن عظیم کے باب میں ارشاد ہو چکا ہے کہ يُضِلُّ بِهِ
كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۔ پھر مرادیں باعث اختلاف و ضلالت ہو تو کیا عجب ہے ۔ سو شرک ان لوگوں کے یہ عقیدے قرآن و حدیث کے
بالکل برخلاف ہیں ۔ چنانچہ اس کا بیان آگے صاف معلوم ہو چکا ہے جو کوئی شخص کسی سے یہ معاملہ کرے ۔ کہ اسکو اللہ کا بندہ اور مخلوق
ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں ۔ پس معلوم ہوا چاہیے ۔ کہ شرک اسی پر موقوف نہیں ۔ کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے

عورتیں گئیں نخوگا کہ ان سے مرادیں مانگتی ہیں۔ اسکو منگال نکالنا پڑتا ہے اور کچھ مسلمان مرد روا رکھتے ہیں۔ عجائب یہ ہے۔ کہ شیطان نے ف ۳۹
سنتوں کے ضمن میں ان خوشامد گو حریصوں کو بزرگوں کی توہین اور مسخری کرنے کے ڈھب سکھلائے ہیں۔ اور یہ احمق لوگ اس سب کو
غرض اعتقادی سمجھ کر کر رہے ہیں جیسے بی بی تر تارت کے نام سے گز کلی چھیلنے اور خواجہ خضر کے لئے پھوس کے جہاز اور ان کے بڑھاپے میں
منہ میں دانت نہ رہنے کے لحاظ سے انکی نیاز دودھ دیا اور اس جناب کو اپنی اٹکل سے امیر البحر ٹھہرا کے پانی کی نسبت سے بکتھا بیل
سنتوں ہی کے نام سے انکی فاتحہ کی رسم کروانی اور حضرت بی بی علیہا السلام کی طرف صحنک کو منسوب کر کے حضرت بی بی کی صحنک کہنی اسمیں
کچے چاولوں کا خشکا اس پر ایکطرف ابلی ساری دال و ایکطرف ماٹ کا ساگ رکھ کے اسکو عصمت اور پاکدامنی کا بنا قرار دینا اور اس حیلے
سے احمق مردوں کو بہلانا سب ابلیس مسخری کا فریب ہے۔ ورنہ خاتون علیہا السلام کو وہی خشکے دال سے کیا نسبت۔ کیونکہ آپ نے عمر بھر
خشکا اور وہی اور دال بہت تناول فرمائے۔ اور عورتوں کی پاک دامنی اور پاکدامنی کی آزمائش سے اس حضرت کو کیا غرض جو نوالہ کھائی پر
کسی عورت کے پیچھے فسق کو ظاہر کریں۔ یا سزا دیں کہ اس کو بدکاریوں میں چھوڑ دیں اور اس کا مرد دہلو ٹھگ جائے۔ کوئی یہ نہ کہے ف ۴۰
کہ اس سے خرق عادت کا انکار نکلتا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مراد عادت سے عادت اللہ ہے۔ کہ جس پر عالم کا نظام اور سبب
و علت معلول کا کام علی الدوام چل رہا ہے۔ اور خرق عادت عادت اللہ کے خلاف ہونے کو کہتے ہیں کسی کی قدرت جو اللہ کی عادت

پیر اور ولی کو ماننا محض خبط ہے - اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قوت نہیں دی - اور کسی کی کوئی حمایت نہیں کر سکتا - اور یہ
بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت کے کافر بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے - بلکہ اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے - اور انکو اس کے مقابل
طاقت ثابت نہیں کرتے تھے - مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور انکو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی کفر و شرک ان کا تھا - سو جو
ف [illegible] ہندوستانیوں کے موافق ملکوت کل شئی کا معنی ہر چیز کا تصرف کرنے کا ہے - اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تصرف کا سا تصرف کسی بندے کو
نہیں اور یہ تصرف فعال لما یرید کی صفت ہے - وہ نہ کسی بندے کو سونپی جاتی - نہ کوئی بندہ اس میں شریک ہو سکتا - باقی معجزہ اور کرامت جو ہے
سو تصرف الہی ہے - مخلوقات میں عادت کے موافق خلاف جو انبیا اولیا کے بڑے درجے اور مقبولیت کے مرتبے پر دلیل اور انکی سچائی کی نشان
ہیں تا دین الہی کو ان بزرگوں سے لوگ جلدی قبول کریں - اعتقاد لانے میں شک و تردد نہ پڑے - لیکن نادان لوگ یہ سبب خیال کرتے ہیں
کہ ہم ان حضرتوں کو پوجیں - اور منتیں مانیں - اور پھول پلڑی جاری کریں - تو ایسے حضرات خوش ہو کر ہماری مراد دیا کریں گے - اور یہی خیال سے
خوشامد گو ان بزرگوں کی گت وغیرہ بناتے ہیں - خوش ہو کر اپنی مرادیں برلاویں - چنانچہ کسی نے لنگا گوری سنگا گنی میں لکھا ہے کہ یا
علی عباس میری پچھو مراد - الخ اور کسی نے پوربی کی راگنی میں کہا ہے - کہ پیر نظام الدین اولیا در و میرا دور سے جو بنی ہو [illegible]
من کی مرادیں بھر بھر [illegible] - اسکی شاعریں کے بیڑوں میں - اس ڈھب کو ہندوؤں سے اخذ کیا ہے - اسی طرح خواجہ خضر [illegible] دریا کے کنارے [illegible]

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۔ یعنی

جب تجھسے پوچھیں بندے میرے مجھکو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے کی پکار کو جبوقت مجھکو پکارتا ہے۔ تو چاہیئے حکم مانیں میرا۔ اور یقین لاویں

مجھپر شاید نیک راہ پر آویں۔ پھر اس آیت کریم میں جناب الٰہی نے اپنی نزدیکی اور دعا سننے اور قبول کرنیکی تعریف اور فرمان ماننے اور آپ پر ایمان لانے کی

وصیت فرمادی ہے۔ پھر جو کوئی کہ اسکی نزدیکی پر ایمان نہ رکھے۔ اور اسکی دعا کے سننے پر اعتقاد نہ لاوے۔ اور اس باب میں خدا اسکے فرمودے کے برخلاف

اوروں سے ان باتوں کی توقع رکھے۔ تو بیشک اسکا ایمان ڈانواں ڈول ہے۔ اور شیطان نے اسکو گھیرا۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے قرب ہے۔ سو ایک صفت الٰہی ہے

سو اس صفت کو دوسرے سے ڈھونڈھنا شرک ہے۔ مگر بندہ جو اخلاق الٰہی اور احکام ربانی کی پیروی سے درجہ حاصل کرتا ہے سو اسکو بھی قرب الٰہی

کہتے ہیں۔ سو یہ قرب جانیوں کو پوجنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودے کو بقول اللہ کی خوشنودی کیواسطے دل کے اعتقاد سے

بجا لاوے۔ تو ایسے درجہ حاصل ہونگی امید ہے نہ غیر اللہ کے پوجنے سے۔ اور اللہ صاحب نے سورہ مومنوں میں فرمایا۔ قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ

وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۔ کون ہے وہ شخص کہ اسی کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ

حمایت کرتا ہے اسکے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا۔ جو تم جانتے ہو سو وے ابھی کہ دینگے کہ اللہ ہے۔ پھر کہاں خبطی ہوئے جاتے ہو۔

ف یعنی جب کافروں سے پوچھیے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے۔ اور اسکے مقابل کوئی حمایتی نظر آتا ہو سکے تو وے بھی یہی کہینگے کہ یہ اللہ کی شان ہے

سب بیجنے کا طریقہ ہندوؤں کا دین ہے نہ مسلمانوں کا آئین۔ پھر جو بین کہلا کر ایمان کے برخلاف سب پرستی شروع کرے یا کسی بزرگ کو حمایتی ٹھہرا کر

سجدہ زمین بوس رکوع کرنے لگے۔ سو کفر ہے۔ اس کتاب میں جو باتیں مذکور ہیں۔ ان کے مضمونوں میں اس قاعدے کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔ اور حمایتی پکڑ

کر حمایتی ٹھہرانے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اپنے زعم میں یہ قرار کر لینا۔ کہ میں جو کچھ خلاف مرضی الہی کا کرونگا۔ اور اس کے فرمودے کے برعکس چلوں بھی تو فلانا میرا

میری طرف ہو گا۔ سبب سے خدا مجھ پر غضب نہ کریگا۔ اگر کرے بھی تو وہ میرا درمیانی ہو کر مجھ پر کوئی آفت ہونے نہ دیگا۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ ہم کیا ڈریں ہم فلانے کے

حوبر ہیں۔ یا فلانے بزرگ کے اسیر۔ یا فلانے کے غلام۔ یا فلانے کے کتے۔ چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے۔ حشر کی دہشت سے مت غم کیا غلیم

فرشتے کو صید کرا ہے۔ سو اس طرح اعتقاد رکھنا تین طرح کی گمراہی ہے۔ ایک تو اعتقاد فاسد رکھنا۔ کہ ایسا بھی کوئی بندہ ہے کہ

اللہ کے غضب کا آڑ ہو سکے۔ اور اس کا خلاف کر سکے۔ حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ

مُشْفِقُونَ۔ یعنی وے اوس شفاعت نہیں کرتے۔ مگر اسکی جسکو وہ [illegible] اسکی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ مقدس لوگ اوس کے بعد شفاعت تو کرینگے

اللہ کے ڈر سے کانپتے رہینگے اور فرماتا ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا یعنی بات نہ کرینگے۔ مگر وہ جسکو

حکم دے رحمن اور بولے ٹھیک بات۔ دوسرا گناہ [illegible] کرنا۔ اور اسکو ہلکا جاننا جیسا لکھ چکے ہیں۔ اِسْتِخْفَافُ الْمَعْصِيَةِ

کفر۔ یعنی گناہ اور نافرمانبرداری کو ہلکا جاننا کفر ہے۔ تیسرا اندازہ خدا کے غضب سے نڈر [illegible] سے کفر ہے۔ اور یہ بھی سمجھے اللہ تعالی نے فرمایا

کی جناب میں کوئی کسی کا حمایتی اور جنبہ دار نہیں بن سکتا ہے۔ نہ کوئی جو کسی کا حمایتی اور جنبہ دار ہو۔ سو اسکی سفارش اللہ کے حضور میں اپنی مانی کر سکتا ہو۔
دوسری بات یہ کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شفاعت کبریٰ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے جسکی شفاعت پر مرضی اقدس پائینگے سب کی اسکی
سفارش کرینگے۔ بت پرستوں اور حمایتی پرستوں کے بالکل شفیع نہیں۔ اور جو کہ آنحضرت کو اس طرح کا شفیع مانتے بالکل گمراہ ہے۔ القصہ
ان متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے حمایتی پوجنے کا شکوہ کیا ہے۔ سو مسلمان کو حمایتی پرستی نہ چاہیئے بلکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے شفیع ٹھہرایا ہو
ہو اسکی شفاعت پانیکا جو راستہ مقرر فرمایا ہے۔ وہی راہ چلے چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ کا وعدہ کیا ہے۔ سو قیامت کے
روز باذن اللہ تعالیٰ آپ شفاعت کے درجہ پر کھڑے ہونگے۔ پھر جو کوئی آپکے طریقہ کی پیروی کرے۔ سو اللہ کے حول و قوۃ سے شفاعت نصیب
ہو۔ برخلاف اسکے اہل بدعت کی طریق چلنے لگے۔ اور یہ خیال کرے کہ میں حضرت کو سجدہ کروں یا تسلیمات بجا لاؤں۔ یا موئے مبارک کو سجدہ کروں اور
اسکے صندوق کے آس پاس سے مرتبہ طواف کروں۔ یا کھیر پوریاں سال بسال نذر کیا کروں۔ تو آپ خوش ہو کر میری مقصد حاجت بر لائینگے۔ سو یہ خیال خام ہے
ف ۲۶ اور اعتقاد بد۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ عادت الہی کے موافق انبیا اور اولیا راہ حق کے واسطے ہیں۔ یعنی جو ان کے فرمودہ اور سیرت پہ چلے۔ سو اللہ کو
پہنچے۔ لیکن خلاقی اور رزاقی اور مراد بخشی۔ اور صحت بخشی وغیرہ اللہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اسمیں واسطے ہونے کچھ کام نہیں۔ مگر وہ مسبب کریم
اپنی عادت مقدس کے موافق جس چیز کا جو سبب کہ ٹھیرتا ہے اس موافق کا خلط الہی جاری ہے۔ ان سببوں کو پوجنے پر موقوف نہیں

سمجھو اللہ کی طرف سے ہے یعنی حسبک اللہ حکم کرتا ہے۔ اس میں اس طرح یہ دو لفظ اختلاف کیے ہیں۔ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے کو نا شکر کو

یعنی جو بات سچی تھی کہ . . . . اللہ اپنے بندے کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ سو اوسکو جھٹلا کر جھوٹی بات بنائی۔ کہ اوروں کو حمایتی ٹھہرایا

اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی۔ کہ وہ اپنے فضل سے محض بغیر واسطے کسی کے مرادیں پوری کرتا ہے۔ اور سب بندوں پر ڈال دیا ہے۔ سو اس کا حق نہ پہچانا

اور اس کا شکر ادا نہ کیا۔ بلکہ یہ بات اوروں سے چاہنے لگے۔ جو اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں۔ سو اللہ ہرگز اونکو راہ نہ دیگا۔ اور اس راہ سے

ہرگز اسکی نزدیکی نہ پاوینگے۔ بلکہ جوں جوں اس راہ میں چلینگے توں توں اس سے دور ہوتے جاوینگے۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جو کوئی کسیکو اپنا حمایتی

٣٤ سمجھے۔ گو یہی سمجھ کر کہ اسکے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے۔ اور جھوٹا اور ناشکر۔ ہر دنیادار عاقل اسباب کو سمجھتا ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے جس سیرت کو کافروں میں ناپسند کر کے شکوہ کیا ہو۔ سو اوس مسلمان کو اس سیرت کا اختیار کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ بلکہ اگر اس سیرت کا

٣٥ اختیار کر کے اسی راہ پر چلے اور خدا کی گلہ مند ہونے کا پرواہ نہ رکھے۔ تو جو کچھ کفر لائے۔ بلکہ کافر ہی سے۔ لیکن کچھ طالب العلم نادانی سے حاسدی

کہا کرتے ہیں۔ کہ دیکھو مصنف نے حمایتی ماننے کو شرک کہا ہے حالانکہ شفیع حمایتی کے معنے ایک ہی ہیں اور ہمارے پیغمبر شفیع ہیں۔ پھر ہمارے پیغمبر کو شفیع ماننا

مشرک ٹھہرا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تم نے حمایتی کے معنی ہی نہ سمجھا۔ کیونکہ حمایتی جنبہ دار ہے اور شفیع سفارش کرنے والا۔ سو ہر حمایتی کا خواہ سفارشی ہونا ضرور

نہیں۔ نہ ہر سفارشی کا خواہ مخواہ حمایتی ہونا۔ مگر دنیا کے معاملوں میں کوئی حمایتی کسی کا سفارشی بن سکتا ہے اور کوئی سفارشی کسی کا حمایتی۔ پر اللہ تعالیٰ

سے سمجھتے ہیں۔ یہ معنی جب ہو اس کے سفارشی ہوں۔ وہ شخص اللہ کے یہاں نا سزا ٹھیرا۔ خواہ وہ مسلمان کہلاتا ہو۔ خواہ کافر جس جگہ اس کتاب میں
اس طرح کی آیتیں آئی ہوں۔ انکو انہی پر سب سمجھیے۔ اور یہ جو کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں۔ اللہ کے پاس۔ سو یہ بات انکے تو نہیں تھی بلکہ
انکی سفارش کرنے سے ہی کسی کی مراد دے تو نہیں ہے بلکہ قرآن میں یہ بتادیا۔ کہ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ کا یعنی اللہ
ہی کافی ہے بھروسہ کرنے کو اور اسکو وکیل ٹھیرالیں مومن لوگ۔ اور صحابہ کی زبانی فرماتا ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ یعنی بس ہے ہمکو اللہ اور کیا
اچھا وکیل۔ پھر جسکو ایسا وکیل نہیں۔ اسکو کون وکیل ہوگا۔ پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو۔ کہ اسکو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا۔ اس بات سے معلوم
ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں۔ کہ اسکو مانیے تو اس۔ یعنی پوجیے اور نذر منت مانیے۔ مگر ایسا اسکو پکارنے سے
کچھ فائدہ ہو یا نقصان پہنچے۔ بلکہ انبیا اور اولیا کی سفارش جو ہے۔ سو اللہ کے اختیار میں ہے۔ ان کے پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی ایسا نہیں کہ
جو انکو پکارے۔ سو وے اسکی سفارش کرینگے۔ خدا کی مرضی ہو۔ یا نہ ہو اور جو انکو نہ پکارے سو وہ انکی سفارش نہ کرینگے۔ اگرچہ اسکی مرضی اسکی سفارش
کی ہووے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھکر پوجے۔ وہ بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور اللہ صاحب نے سورہ زمر میں فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اتَّ
خَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْمَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ
مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّارٌ۔ ترجمہ اور جو لوگ ٹھیراتے ہیں سوائے اللہ سے اور حمایتی کہتے ہیں کہ ہم جو پوجتے ہیں انکو سو اسی لئے کہ نزدیک کر دیں ہمکو

مدہی جو ہیاں کی عوض میں روٹی ... اور اولاد و دولت مدد مانگتے تھے محبت کہو نہ لوگوں کو سفر کرنا کیا کرتے تھے۔ اب اپنے مزار مبارک میں بھی لیا ہی کیا کرتے ہیں معاذاللہ

اگر یہ عقیدہ ہے۔ تو تم نے ان کو منت خوار بنایا۔ اور تم اپنے مردار مال کے طمع والعیاذ باللہ منہا اسکو ہم نے بھی قبول کیا۔ اگر وہ ایسے تصرف ہی ہوتے تو مزار مبارک میں

سوا تم کو کیا فائدہ تم تو ادھر کوہ قاف میں پڑے ہو۔ اسکے سوائے لوگ ایسے تصرف ہی بہ منتظر چار بزرگوں میں ہیں۔ باقی کا ت باوا پیر پہلوان۔ رجب سالار شاہ غازی

میاں پیر گھوڑے پیر بوڑی بی بی تیرہ تاریخ بی بی الگت سنگت وغیرہ کے تصرف کا تو کوئی نہیں خیر ان ضابطوں سے تا آؤ سمجھو کہ ان حضرتوں کے تصرف کی

حقیقت مزار مبارک میں پیجئے۔ کہ کوئی نائب باطن ارادتمند طالب معرفت الٰہی کا وہاں زیارت کو جا پڑتا ہے باطن کو ان مبارک روحانیوں کی طرف

ف ۳۲ متوجہ کرے۔ تو تعلیم ہو جاتی ہے بسکے۔ یہ بھی بلا منہ خاص ہے۔ عام نہیں چنانچہ اہل حق پر روشن ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ تیہ ت تو رسول نے کا دور کی

تب بوجھنے کے شکوے میں آتی ہے جو مسلمان کہلانے والوں کے پیر منانے پر کیوں لائی گئی۔ تو جواب یہی ہے۔ کہ ہر ایک مقصد مراد کو اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کے

بوجھنے منانے پر موقوف نہیں رکھا۔ نہ عقل کی راہ سے نہ شرع کی رو سے۔ نہ عادت کی راہ سے۔ بلکہ سب مقصد آپ ہی بر لایا کرتا ہے مخلوق

پر بہت سمجھتے ہیں۔ کہ فلانے کے بوجھنے بچانے سے ہماری مراد بر آئی۔ خواہ اسکو مراد دینے والا سمجھیں۔ یا دلوانے والا بہر حال وہ اب پوجتے اور

منت کے لائق ٹھیرایا جا نہیں اللہ کا شریک ٹھیرا۔ اللہ تو شرک سے بیزار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ایسا مختار نہیں کیا۔ کہ وہ جسکو چاہے

منفعت کسی کی مراد دے۔ یا دلوائے۔ پھر جن لوگوں نے کرامت طرف السیوں کو مختار ایسا ہے۔ سو اللہ کی نہیں مقرر کی ہوئی بات۔ یہ تمام تو ان سے

عنفت تصرف کی یہ ہے - کہ پیروتی دین کی راہ بتانے کے سبب جاری ہیں اپنی زندگی میں لوگوں کو دو طرح سے رہبری کرتے تھے - ایک تو وعظ اور نصیحت

اور ذکر فکر سکھانے سے - دوسرا اپنی جان سے کسی طالب کی طرف متوجہ ہوکر اپنے علم اور معرفت اسکی جان کو سکھاتے - اس طرح سے اکو اپنی طرف پھیرتے

اس دوسری صورت کو اکثر توجہ لطف کہا کرتے ہیں - یہ دونوں صورتیں ان بزرگوں کی زندگی میں جاری رہتی ہیں - لیکن اسکے نائبوں اور خلیفوں سے

اگر یوں نہ [illegible] اور خلافت اہل طریقت کی باطل تھی - بلکہ ہوتی ہی نا - اور اللہ کی عادت مقدس اس [illegible] میں اس طرح پر جاری ہوئی ہے

مگر وہ تصرف جو لوگ سمجھے ہوئے ہیں بیحد الٹا ہے - سو بالکل ان کے دل کی تراش ہے - یہیں تو لوگوں پیروں کی تصرف یہی سمجھتے ہیں کہ مرید کا کھانا پکا دیتے ہیں یا اس کے بڑے

بن دیتے اور [illegible] ہیں - یا اس کے گھر کا اناج بھر دیتے یا اس کے جانور کو چارا دانہ لا کر ڈال دیتے اسی قیاس پر باقی باتوں کو سمجھ لیجئے - مگر خداوند تعالی نے

سب کاموں کے اسباب مہیا کر دیے ہیں - اب جو کام نے خصوصیت میں اسکی خلق اور ارادے سے ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ [illegible] اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ - الٰہی جو کچھ نعمت صبح

پائیں اور ہر مخلوق پاس سو تیری ہی ہے - کوئی معبود نہیں مگر تو شریک کوئی تیرا نہیں + یہ جو سنتے ہیں - کہ چار حضرات اپنی مزاروں میں ایسا تصرف

کرتے ہیں - جیسا کہ اپنی حیات میں کیا کرتے تھے - بلکہ زیادہ اور اوس پر مولانا عبد العلی وغیرہ کے قول کو سند لاتے ہیں - سو ہم ان کو پوچھتے ہیں کہ کوئی

حضرات کیا زندگی کے وقت میں تمہارے خیال فاسد کے مطابق مالیدے پوری کچوری کھیر کھچڑی فرنی لڈو جلیبی توڑ کر کہتا ہوں جو انہی تیرے

اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۔ ترجمہ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو کہ نہ کچھ نفع دیوے اور نہ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس کہ کیا بتاتے ہو اللہ کو جو نہیں جانتا۔ وہ نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں۔ سو وہ نرالا ہے ان سے جنکو شریک ٹھہراتے ہیں [illegible] جنکو لوگ پکارتے ہیں انکو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی۔ نہ کسی طرح کی قوت۔ فائدہ پہنچانے [illegible] نقصان کرنے کی

ف ۳۱ ف۔ یعنی اس بات کا بنا اہل سنت کے اس [illegible] عقیدے سے ہے۔ کہ اللہ نے کسی چیز میں اور کسی شخص میں کوئی قوت رکھ نہیں دی۔ نہ کسی طرح کی قوت قدرت سونپ دی۔ چنانچہ نہ آگ کو جلانا سونپا ہے نہ پانی کو ڈبانا۔ نہ کھانے کو بھوک مٹانے کی قوت دی ہے نہ پانی کو پیاس بجھانے کی۔ مگر آپ ہی فاعل مختار ہے۔ دوسری چیزیں ہتیار کے طور پر ہیں۔ ازبسکہ عادت الٰہی مخلوقات سے کام کے جاری کرنے کی ٹھہری ہے۔ پہلی نظر میں لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ان چیزوں میں اور ان شخصوں میں قوت دھری ہوئی یا سونپی ہوئی [illegible] پس ایسا چیزوں میں قوت دھری ہونیکا عقیدہ

ف ۳۲ یا کسی شخص میں قدرت سونپی ہوئی سمجھنے کا اعتقاد گمراہی ہے۔ اب یہاں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ لوگوں میں شرک بہت پھیل گیا ہے۔ جب کہتے ہیں کہ فلانے بزرگ صاحب تصرف ہیں۔ تو بے سمجھ لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بزرگ چاہیں۔ رات کو دن کریں۔ دن کو رات۔ سوکھے ہوئے کو ہرا۔ ہرے کو سوکھا۔ جیتے کو مردہ۔ مردہ کو جیتا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن بات ایسی نہیں ہے کیونکہ انہوں نے تصرف کا معنی ہی نہ سمجھا۔ جھوٹے اسم اللہ ہی غلط پڑا۔

وکیل اور سفارشی ٹھہرانا۔ کیونکہ اس وکیل نے کب وکالت کو مانا ہے۔ اور اللہ نے کب قبول کیا ہے۔ ایسے خیال خام اور تصور بیجا سے کیا حاصل۔ تیسری غلطی یہ جو لوگ
کہتے ہیں کہ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔ شرک اور بدعت کرنے والے کب ملتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ ان کے ملنے سے خدا پاتے تو سب منافق اور مشرک بھی صاحب حق
ہوئے ہوتے۔ لیکن خدا کے رسول کا ملنا ایمان اور یقین اور سنت کی پیروی سے ہوا کرتا ہے۔ یہی راہ اللہ سے ملنے کی ہے۔ چوتھی غلطی یہ جو کہتے ہیں کہ انکے
پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ سو اس کے برخلاف اللہ نے فرمایا کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ یعنی مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں۔ نہیں فرمایا کہ اوروں کو پکارو تو
میں تمہیں یاد کروں۔ اور فرمایا کہ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝ یعنی تم پھر نہ پکارو اللہ کے ساتھ اور کو۔ پھر عبث کیوں کہتے ہو۔ کہ ان کو پکارنے سے
خدا ملتا ہے۔ شاید یہ عقیدہ ہندوؤں سے لیا ہے۔ کہ وے کہتے ہیں کہ مہاپرشوں کے نام کا جپنا بھگوان کے ملنے کا سبب ہوتا ہے۔ لیکن اسلام میں
کسی نے ایسی بات نہیں کہی۔ پانچویں غلطی یہ جو کہتے ہیں۔ کہ جو ہم ان بڑے لوگوں کو مانیے۔ یعنی انکی نذریں اور منت کیجئے۔ تو ہوں ہم اللہ سے
نزدیک ہوں۔ سو برخلاف اس کے سب عالم مخلوق کی نذر نیاز کو حرام ٹھہرا گئے ہیں۔ پھر ایسے کام سے خدا کی نزدیکی کیونکر حاصل ہوتی۔ یہ عقیدہ بھی ہندوؤں کا ہے
کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مہاپرشوں کے ملنے سے بھگوان ملتا ہے۔ اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں۔ اور ان باتوں کا سبب یہ کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر ف ۳۰
اپنی عقل کو دوڑایا۔ اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑ گئے۔ اور غلط رسموں کی سند پکڑی۔ اور اگر اللہ اور رسول کا کلام تحقیق تو سمجھ لیتے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے۔ اللہ صاحب نے انکی ایک نہ مانی۔ اور ان پر غصہ کیا۔ اور انکو جھوٹا بنایا۔ چنانچہ سورہ یونس میں

اللہ نے تو آپ کو فرمایا ہے۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ یعنی اچھا والی اور خوب بھروسا کرنے کے لائق۔ پھر اس وکیل پر کیوں نہیں توکل کرتے

اور فرمایا ہے۔ کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ کہ یعنی پکارو مجھے میں تمہاری پکار کو پہنچوں۔ لیکن یہ نہیں فرمایا۔ کہ اگر منتیں مانیں تو دعا قبول کرونگا

نہیں تو نہیں۔ تو پھر کس دلیل سے کہتے کہ منتیں ان کی ماننی اللہ کی خوشی کا سبب ہے اور ان کا پکارنا بھی اللہ ہی کا پکارنا ہے۔ اور ان سے مدد مانگنی عین اللہ ہی سے

مدد مانگنی ہے اور وے لوگ اللہ کے پیارے ہیں۔ جو چاہیں سو کریں اور اسکی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور وکیل۔ اور ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔

اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں۔ حق یہ ہے سب تقریرات عقیدہ کی

بے بنیاد ہوئے ہیں۔ خصوصاً ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔ کہنا اس واسطے باطل ہے کہ جب نہروانیوں نے کہا۔ کہ لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ۔ یعنی کوئی قضیوں کو

منفک چکانیوالا نہیں سوائے اللہ کے۔ تو امیر المومنین علی نے فرمایا۔ کہ كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ۔ یعنی بات سچی ہے لیکن نہروانیوں نے اسکو باطل

کو چلانیکا ارادہ کر رکھا ہے۔ اگر اس سے الگ ارادہ یہ ہے۔ کہ وے حضرات اسکے عین ہیں۔ تو بیشک کفر ہے۔ چنانچہ اکثر بدکیش درویشوں کا اور بیشتر عوام کا

عقیدہ ایسا ہی ہے یا قریب اسکے۔ چنانچہ انکے معتقدوں کا کلام اس طرح پر ہے۔ کہ اک شاعر نے کہا ہے ع جسے نام ہے صبغۃ اللہ اکبر۔ مرید ان کے تجھ بن ہے اللہ اکبر

اس کے سوا یہ بھی بڑی غلطی ہے۔ جو کہتے ہیں اللہ کے پیارے جو چاہیں سو کریں۔ یہ نہیں بلکہ جو اللہ کے پیارے ہیں سو کبھی اپنے من مانتے کام نہیں کرتے۔

لیکن وہی کام کرتے جو اللہ کا حکم اور مرضی ہو۔ اللہ کے پیاروں کو اپنے پیاروں پر قیاس کرنا گمراہی ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ اپنی سمجھ کسی کو خدا کی جناب میں

كَثِيرٌ مِّنَ الفَلَاسِفَةِ وَالطَّبَائِعِيِّينَ وَمَن تَبِعَهُم - اور اس کا حکم یوں لکھا ہے - کہ فَمَن قَالَ فِي الأَسْبَابِ العَادِيَةِ إِنَّهَا تُؤَثِّرُ بِالذَّاتِ وَالطَّبْعِ فَقَدْ حُكِيَ الإِجْمَاعُ عَلَى كُفْرِهِ وَمَن قَالَ إِنَّهَا تُؤَثِّرُ بِالذَّاتِ بِقُوَّةٍ أَوْدَعَهَا اللهُ فِيهَا فَهُوَ فَاسِقٌ مُبْتَدِعٌ وَفِي كُفْرِهِ قَوْلَانِ انتہیٰ - اور ویسا سمجھنے والوں کو تفویضیہ کہتے ہیں - جو رافضیوں کا ایک فرقہ ہوا کرتا ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو بنا کے محمد کے سپرد کر دیا کہ جیسے چاہتے تصرف کیا کریں - اس فرقہ کا دوسرا بیان کہا کرتا ہے - کہ بعد حضرت کے علی علیہ السلام کے بھی اسی طرح سپرد کیا - تیسرا لکھا ہے - کہ آئمہ اہلبیت کے بھی سپرد کیا کہ خاطر خواہ تصرف کریں - سنی مسلمانوں میں کوئی ایسا فرقہ نہ تھا - آخری زمانے میں وہ بھی ظہور کیا - اصل میں یہ بدعتی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو کسی کے تصرف میں نہیں دیا ہے - پھر یہ عجوبہ ہوا کہ مسلمان کہلانے والوں نے بھی انہیں کی سی بات کہی - لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَن قَبْلَكُم کی حدیث کا معجزہ ظاہر ہوا - اور اس آیت کے اسرار بھی کھلے - کہ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ - ہاں اگر کسی بزرگ کو خداوند تعالیٰ نے کسی وقت کسی کام کی قدرت خلاف عادت دیکر وہ کام کرا دے تو وہ خرق عادت ہے یعنی عادت کا توڑ - اگر یوں نہ ہوتا تو عادت ہوتی - خرق عادت کا ہے کو کہلاتی - جیسا کہ یہ نور عظیم آفتاب عالمتاب میں ہے - سو عادت الٰہی کی جہت سے ہے نہ کہ معجزہ و کرامت و خرق عادت سے - معجزہ انبیاء کا اور کرامت اولیاء کی حق ہے - لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوا - کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کاموں کی قدرت ان حضرتوں کو سونپ دیکر مختار اور وکیل بنایا ہے ایسی تہمت یعنی خدا پر افترا کرنا ہے - ایسوں ہی کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ - یعنی اور جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر جان بوجھ کر

جیڑی پیپی طوق منگر چوٹیاں شدہ عقیدہ دیوہ ایسے شہروں کی نشانیاں ہیں سو یہ کیا کم شرک ہیں۔ غیر اللہ کی دہائی تو قسم کی برائی کا اشارہ ہوتا ہے آئندہ
اسکی حقیقت مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر یہ ایسے مسلمان ایسی شرک وکفر کی رسمیں کیا کرتے۔ اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے۔ سبحان اللہ یہ منشا اور یہ دعویٰ؛
سچ فرمایا ہے اللہ جل شانہٗ نے سورہ یوسف میں وَمَا اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ۔ ترجمہ اور نہیں ہیں مسلمان۔ ہیں اکثر لوگ مگر وہ شرک کرتے ہیں
یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو شرک میں گرفتار ہیں۔ پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں کو کہے۔ کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو۔ اور افعال شرک کے کرتے ہو
یہ دونوں راہیں کیوں ملائے دیتے ہو۔ اس کو جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم تو شرک نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اپنا عقیدہ انبیا اور اولیا کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔
شف انبیا اور اولیا کے فرمودے کے خلاف شرک اور بدعت کرتے چلے جانا اور سمجھنا کہ ہم اپنا اعتقاد انکی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ سو کمال بے ادبی اور گمراہی کی
دلیل ہے۔ علاوہ یہ کہ ایسے شرک کے کام جائز ہونے پر اپنی اوندھی سمجھ سے یوں کہنا۔ شرک جب ہوتا۔ کہ ہم ان انبیا اولیا اور پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے
سو ہم تو ایسا نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کو ہم اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں۔ اور اسی کا مخلوق۔ اور یہ قدرت تصرف کی اسی نے اس کو بخشی ہے اور اسی کی مرضی سے عالم میں
تصرف کرتے ہیں۔ شف اہلسنت والجماعت کا عقیدہ مقرر ہے کہ کسی غیر میں اللہ نے قوت رکھ دی ہے کہنا اور وہ قوت آپ سے آپ ظاہر ہوتی ہے۔ ایسا کرکے سمجھنا کفر ف ۲۹
کیونکہ یہ بات اللہ کو قادر علی الاطلاق اور مالک مختار سمجھنے کے برخلاف ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کو کسی کام میں قیمت سونپ دی ہے۔ سمجھنا کفر ہے
چنانچہ عقائد سنوسی میں شرک کے چھ قسمیں اور انہیں کی پانچویں قسم لکھی ہے۔ سو شرک الاسباب ہو ھو اسناد التاثیر الی الاسباب العادیۃ

میں بڑھتا ہی گیا۔ گویا اس آیۃ کریمہ کا مضمون ظاہر ہوا۔ کہ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ترجمہ اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔ اصل معنی شرک اور توحید کے سمجھنے چاہئیں۔ برائی اور بھلائی انکی قرآن و حدیث سے معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں۔ اور حاجت برآنے کیلئے نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو انکی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے۔ کوئی علی بخش کوئی حسن بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی کسی کے نام کی بدھی کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے۔ کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین۔ اور ان کے جینے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کا جانور ذبح کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت کسی کی دہائی دیتا ہے۔ کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے۔ غرض جو کچھ ہندو اپنے ف ۷۸
بتوں سے کرتے ہیں۔ سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اماموں شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ شرح التقویۃ فلانے بزرگ یا۔ پکارے بغیر مراد نہیں ملتی سمجھنا خدا کی ذات اور جو آدمی اور ہاتھی میں شک لاتا ہے۔ اگرچہ زبان سے شک نہ لاوے۔ اگر فعل ایسے شک لانے پر دال ہے۔ اس میں خوف کفر کا ہے کیونکہ سبب ظاہر قائم مقام علم کے ہے۔ اور خدا کے ہوتے ہوئے ہو نہیں سکتا۔ مگر فلانے بزرگ کے نذر ماننے ہوتے ہوئے تو سمجھتے خیال کرکے یہ کرنا کفر ہے۔ اور نذر نے مقدمے میں فقہا نے لکھا ہے۔ کہ اس نذر سے یہ کام ہو جاوے گا۔ کہنا یا نذر نہیں کرے گے۔ تو کام نہیں ہوتا۔ کہنا خوف شرک اور کفر کا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کو والی ٹھہرانا اور وجود مطلق میں شک کرنا یا خدا کے فعل کو موثر ماننا ہوتا ہے۔ یہ سب صورتیں گمراہی کی ہوا کرتی ہیں۔ اور غیر اللہ کی نذر کب ان قباحتوں سے خالی ہو سکتی ہے

ف ۲۵ پارسائی نمایاں شد ہے۔ ~ بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید * کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا۔ جب زمانہ شریعت کا دشمن ہوا۔ اور طریقت
جو باطنی شریعت ہے۔ جاتی ہی اسکی جگہ پر زندیقی اور باطنی میں طریقت ٹھہری تو ضرور ہوا کہ شریعت و طریقت اور اتباع سنت اور توحید کی مدد کیجئے اور دعوت صحیح دینے
تب تو یہ تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم وغیرہ کتابیں بنیں۔ ان کے مصنفوں نے دعوت حق ادا کیا۔ پڑھنے اور سننے والوں کو اللہ نیک توفیق دے۔ اور اس دعوت کا
نام طریقہ محمدیہ کی دعوت کر کے رکھا۔ ھ سو اسلئے کتنی آیتیں اور حدیثیں کہ جنمیں بیان توحید کا اور اتباع سنت کا ہے اور برائی اور شرک اور بدعت کی اس رسالے میں
لکھیں اور ان آیتوں و حدیثوں کا ترجمہ اور اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی سلیس میں کر دیا تاکہ عوام اور خواص اس سے فائدہ برابر اٹھاویں۔ اور جسکو اللہ توفیق دیوے
ف ۲۶ سیدھی راہ پر ہو جاویں۔ اور بنانے والے اور بنوانے والے کو وسیلہ نجات ہووے۔ آمین یا رب العالمین ش۔ " اگر پھر اس رسالہ کی بعض باتیں جو خواص کی فہمائش کے
لائق ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آویں۔ تو کوئی اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ اس کتاب کے لکھنے سے فقط عوام ہی کی دعوت مقصود نہیں۔ خواص کی بھی تنبیہ مراد ہے ~
چو دانا ہیچ نادان گشتہ غرق است ۔ ز دانش تا بنادانی خیلی فرق است۔ ھ اور اس رسالہ کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ اور اسمیں دو باب ٹھیرائیے۔ پہلے باب میں بیان توحید کا
ف ۲۷ اور برائی شرک کا۔ دوسرے باب میں بیان اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی ش۔ تقویۃ الایمان کے چھاپنے والے سید عبد اللہ بن سید بہادر علی نے پہلی بار
چھاپا تھا۔ میں نے اسکی شرح لکھی۔ دوسرے باب کی تلاش میں ہوں۔ اگر مل جاوے تو اسکی شرح بھی کرونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ باب پہلا شرک اور توحید کے بیان میں
اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے۔ اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگوں میں توحید و شرک کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعوی رکھتے ہیں حالانکہ شرک

یہیں اس طرح سے ہوا کرتا ہے۔ کہ صحابہ کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھنا عقیدے کی بدعت ہے۔ سو وہ بدعت ایمان میں خلل ڈالتی ہے۔ یعنی ایمان پکا نہیں رہتا۔
بلکہ کچا ہو جاتا ہے جیسا اعتقاد رافضیوں کا اور خارجیوں کا اور معتزلیوں کا اور دوسرے بدعتیوں کا کہ صحابہ کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اور صحابہ کے اعتقاد کے موافق اعتقاد
کو اعتقاد اہلسنت وجماعت کہتے ہیں اور عمل کی بدعت اس طرح ایمان میں خلل ڈالتی ہے۔ کہ اکثر بدعت پسند بدعتوں کو کرتے کرتے انکو سنتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔
اور ان کے کرنے میں ایسا اہتمام رکھتے ہیں کہ کبھی دین کے کاموں میں ویسا نہیں کرتے۔ اور کئی بدعتیں ہیں کہ ان کے سبب سے مقصود شارع فوت ہوتا ہے۔ بدعتی لوگ
اس سے کچھ اندیشہ نہیں کرتا۔ بلکہ ویسی بدعتیں لازم سمجھتا ہیں جیسے نسدے جھنڈے وغیرہ سب ایمان کو ڈانواڈول کرنے والی بدعتیں ہیں۔ اسی طرح جس بدعت کو
لازم کر لیجئے اس بدعت کے مقابل کی سنت کو خفیف سمجھنا ایمان میں خلل کرتا ہے۔ اور بدعتیوں سے یہ بات البتہ سرزد ہوتی ہے۔ چنانچہ بہت دیکھنے میں آتا ہے
اور اسکی خبر آگے ہے۔ جو تین حدیثوں میں آ چکی ہے۔ جیسے صفحہ میں دیکھ لو۔ ایمان دار آدمی کو ضرور ہے۔ کہ ان باتوں سے بچے اور اللہ بچاوے۔ مراد یہ ہے
کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں خوب کامل ہو۔ اور شرک اور بدعت سے بہت دور۔ اور لوگوں کو جس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو۔ اسکو اپنا پیر اور استاد سمجھے
پس۔ صحابہ کے زمانے میں سے لیکر مجتہدوں کے زمانے تک بلکہ اس سے بھی پرے تک ایسا ہی قاعدہ تھا۔ کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں پکا ہو
اسکی صحبت سے لوگ اس بات میں ثابت قدم ہوا کریں۔ سو وہی پیر و مرشد ہوئی۔ لیکن اس زمانے میں الٹا مقرر ہوا ہے۔ کہ جو مرشد توحید اور اتباع سنت میں کامل ہے
سو اس کو کہتے ہیں کہ اس کے یہاں تو روکھی شریعت ہے۔ اسکی مرشدی ارشاد کیا۔ بلکہ پیر ایسا چاہئے جس کے یہاں کفر و اسلام ایک ہو۔ اور دین بدعت میں غنائی اور قوالی

کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو۔ اور ایک سخت بیمار پھر جو کوئی شخص اس بیمار سے کہے۔ کہ فلانے حکیم کے پاس جا اور اس سے ملیکا کرو وہ بیمار یہ جواب دے۔ کہ اس کے
پاس جانا اور اس سے علاج کرانا بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے۔ مجھ سے کیونکر ہو سکے۔ کہ میں سخت بیمار ہوں۔ سو وہ بیمار بڑا احمق ہے۔ اور اپنی حماقت سے
اس حکیم کی حکمت کا انکار کرتا ہے۔ اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں کے علاج کو بیٹھا ہے۔ تو تندرستوں کا علاج کیا کرے اور انہیں کو اسکی دوا سے
فائدہ ہو۔ اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو۔ تو وہ حکیم کاہے کا۔ ش اگر بیمار کی ہوش باقی ہو۔ اور اپنی تندرستی چاہتا ہو۔ باوجود اس کے ویسے بڑے حکیم کی طرف
رجوع نہ لاوے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کے معالجہ کا انکار کرتا ہے۔ اور اسکی حذاقت کا قائل نہیں ٥ غرض جو کوئی بہت جاہل ہو اسکو اللہ
اور رسول کے سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہئے۔ اور جو بڑا گنہگار ہو۔ اسے اللہ اور رسول کی راہ پر چلنے میں زیادہ کوشش چاہئے۔ ہر خاص و عام کو چاہئے
کہ اللہ اور رسول کے کلام کو تحقیق کریں۔ اور اسکو سمجھیں۔ اسی پر چلیں۔ اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں۔ اب سنا چاہئے کہ ایمان کی دو چیزیں ہیں ف ۲۴
خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول۔ اور خدا کو خدا سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے۔ کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے۔ اور رسول کو رسول سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے۔ کہ اس کے سوائے
کسی کی راہ نہ پکڑے۔ اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کو شرک۔ دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کو بدعت
سو ہر کسی کو چاہئے۔ کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک اور بدعت سے بہت بچے۔ کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں
اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وے اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ ف۔ شرک کا خلل ڈالنا ایمان میں ظاہر ہے۔ بدعت میں خلل ڈالنا ایمان

عقل کی باتیں سکہلانا بات سے ہوا کرتا ہے۔ کہ جب انہوں نے بات کو سمجھا تب ہی تو سیکھا۔ پھر دین کے عالم بنے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا

اور رسول کی باتیں ان پڑھے آدمی بھی سمجھہ اور سیکھہ سکتے ہیں۔ سیکھتے سیکھتے عالم ہو جا سکتے ہیں اور تامل سے دیکھئے کہ آج کل جو عالم مولوی فاضل ہے

سوا ابتدا میں تمہیں جیسا جاہل اور بے علم تہا۔ سیکھنے کی برکت سے فضل و کمال کے درجہ کو پہنچا۔ پھر تم سیکھنے کے واسطے عذر کیوں کرتے ہو۔ عاقلوں کا قول ہے

کہ سنتے سنتے سیکہو گے۔ پھر شیطنت کی باتیں سنو گے تو شیطنت سیکہو گے۔ خدا اور رسول کی باتیں سنا کرو گے۔ تو خدا اور رسول کی پیروی سیکھو گے

۲۳ خاص بندے بن جاؤ گے۔ پھر خاتم المرسلین کے آنیکو غنیمت سمجھو۔ یعنی اللہ کی بڑی نعمت۔ کہ اس نے ایسا رسول بھیجا۔ کہ ان نے بے خبروں کو خبردار کیا۔ اور ناپاکوں کو

پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند۔ اور راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر لایا۔ سو جو کوئی یہ آیت سنکر پھر یوں کہنے لگے۔ کہ پیغمبر کی بات

سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھہ سکتا۔ اور انکی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی نہیں چل سکتا۔ سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔ اور اس نعمت کی قدر نہ

سمجھی۔ کیونکہ ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ ہمارے پیغمبر سب کے پیغمبر ہیں۔ عالم کے بھی جاہل کے بھی۔ اور آپکے فرمودے کا سمجھنا سب پر فرض ہے

آپ کی لائی ہوئی برکت سبھی کو شامل ہو سکتی ہے۔ پھر ان باتوں کے فائدے سے پہلو تہی کرکے نادانی کے لباس میں گھسنا اور ان باتوں کی

سمجھہ کو فقط عالموں پر چھوڑ دینا دلالت رکہتا ہے کہ باطن میں ان باتوں کا انکار ہے۔ نادانی ایک بہانہ خوسے بد بہانہ بسیار۔ بلکہ یوں

کہنا چاہئے۔ کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھکر عالم ہو جاتے ہیں۔ او گمراہ لوگ انکی راہ پر چلکر بزرگ بن جاتے ہیں۔ اس بات کی مثال ایسی

اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بیشک تھے وے پہلے سے گمراہی میں صریح۔ اور اس باب میں اور تین آیتیں ہیں۔ ایک تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو سورہ بقر کی الٓم کے جزو میں ہے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ یعنی اے رب ہمارے اٹھا ان میں ایک رسول انہیں میں کا پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے انکو کتاب اور تیری حکمت کی باتیں اور انکو سنوارے تو ہی زبردست حکمت والا۔ دوسری اسی سورے سیقول کے جزو میں وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ یعنی اور اس واسطے کہ پورا کروں تم پر فضل اپنا اور تم راہ پاؤ جیسا بھیجا ہمنے تمکو تمہیں میں کا پڑھتا تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تمکو سنوارتا اور سکھاتا تمکو کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو تم نہ جانتے تھے۔ تیسری آل عمران کے سورے چوتھے جزو میں ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ یعنی اللہ نے احسان کیا اللہ والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہیں میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسی اللہ کی سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور کام کی بات اور وے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔ پھر ان سب آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جنکو سکھانے لگے۔ سو وے آگے ان پڑھ اور گمراہی صریح میں تھے۔ پھر حضرت کے فرمانے کو سمجھنے لگے حکمت کے دروازے ان پر کھل گئے۔ اسواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور

یجگل کے معمولیوں تک بھی اس کے ظاہر مطلب اور احکام کو صاف صاف سمجھ لیتے تھے۔ اور کوئی اسکی تفسیر کا محتاج نہ تھا۔ اور اسوقت تفسیر بھی نہ

ہے۔ لیکن اس کے باطن کے دقائق سمجھنے کیلئے اکثر وقت تامل کرنا اور رسول خدا سے پوچھنا ضرور رہتا تھا۔ سیوطی نے اتقان میں لکہا ہے جو یہ ہے

ن القرآن انما نزل بلسان عربی فی زمن افصح العرب وکانوا یعلمون ظواہرہ و احکامہ و اما دقائق باطنہ فانما

ن یظہر لہم بعد البحث والنظر مع سوالہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکثیر یعنی قرآن جو اترا سو صاف عربی زبان

اترا۔ بڑے فصیحوں کے وقت اور وے اس کے ظاہر لفظوں کو اور حکموں کو جان لیا کرتے تھے لیکن اس کے باطن کی باریک باتیں جو تھیں وہ انپر ظاہر

ہوتی تھیں۔ بعد بحث کے اور سوچنے کے اور اسکے ساتھ بہت باتوں میں انکو پوچھنا بھی ہوتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح اور یہ بھی جاننا

ا ہے۔ کہ بعض جاہل اگر کم علمی یا بے علمی کا بہانہ کرکے قرآن اور حدیث کے صاف سیدھے معنے سمجھنے سے بھی بھاگتا ہے کیونکہ ان مبارک معنوں کے

معلوم کرنے سے نفس کی خواہش وغیرہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ لیکن فی الحقیقۃ صرف اللہ اور رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے۔ کہ ٢٢

پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانیکو اور بے علموں کو علم سکھانیکو آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب والحکمۃ و ان کانوا من

ل لفی ضلال مبین ترجمہ وہ اللہ ایسا ہے۔ کہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول انہیں سے پڑھتا ہے انپر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے انکو

اور مثالیں سے حلال جانو حلال کو اور حرام جانو حرام کو اور عمل کرو محکم پر اور ایمان لاؤ متشابہ پر اور نصیحت پکڑو مثالوں سے اور شعب الایمان میں حدیث اس لفظ سے ہے - کہ پھر عمل کرو حلال پر اور بچو حرام سے اور پیروی کرو محکم کی - اگر یہ پانچوں طرحیں یا ان میں سے کسی کوئی طرح سب لوگوں کی سمجھ سے باہر رہتی یا عالموں ہی کے سمجھنے کی رہتی تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب کے سمجھنے کا حکم عام نہ فرمائے ہوتے - پھر یہاں سے معلوم ہوا - کہ قرآن کے سمجھنے میں کچھ اشکال نہیں مگر وہی چیزیں مشکل ہیں ایک متشابہ دوسرے فقہی اور اعتقادی دور دور کے مسائل کا نکالنا - متشابہات کی مشکل اس طرح آسان ہوتی ہے - انکے ظاہر پر ایمان لائیے - اُن کے معنوں کو اللہ کے علم پر سونپ دیجئے - یا علمائے راسخ کے قول کے بموجب جہاں تاویل ضروری ہو وہاں کیجئے - اور فقہی اور اعتقادی دور دور کے مسائل نکالنے کی مشکل اس طرح آسان ہوتی ہے کہ اہل سنت والجماعۃ کے مجتہدوں کی طرف رجوع لائیے کہ انہوں نے غور اور تامل سے قرآن کے احکام آیتوں سے نکالے ہیں - جب یہ دو مشکلیں آسان ہو گئیں - باقی رہے وعظ اور نصیحتیں اور عبرتیں سو اہل عربی جاننے والے کو اس کا سمجھنا مشکل نہیں اُسکے سوائے اوروں کو ترجمہ اور تفسیروں سے اسکی سمجھ آجاتی ہے - اُسی سے شرک اور بدعت کی برائی اور تقویٰ اور اتباع سنت کی خوبی اور قیامت اور دوزخ اور بہشت کا احوال خوب معلوم ہوتا ہے - اور اس کی برکات سے دل کو ایمان کی روشنی اور نصیحت دینداری کی رغبت حاصل ہوتی ہے اس قسم میں آیات بابرکات قرآن کی بہت صاف ہیں - چنانچہ انکو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آیات بیّنات کہکے فرمایا ہے - سو اس واسطے مفسّروں اس آیت کو اس مدعا پر شاہد لایا - کیونکہ اس میں آیات کے بیّن ہونے کا مذکور ہے اور جب قرآن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو

فتویٰ ناحق بدہند۔ سوال کرتیج صحیح مسائل الٰہیہ العالیہ ومرادِ بین دین و دنیا و مداہنۂ سلاطین آنست کہ دین بدنیا بفروشند و مداہنہ نمایند۔ و فتویٰ ناحق دہند

ترویج دین نمایند۔ و باعث امداد و اعانت مسلمانان و تقویت دین حق شوند آں خود کاری سترگ و شانی بزرگ است واللہ الموفق للصواب ۔ انتہیٰ

اور جو عوام الناس میں یہ مشہور ہے۔ کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اسکو بڑا علم چاہئیے۔ ہمکو وہ طاقت کہاں ہے کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا ف ۲۱

بڑے بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ ہماری کیا طاقت ہے۔ کہ اس کے موافق چلیں۔ بلکہ ہمکو یہ باتیں کفایت کرتی ہیں جو پیر جی بتاتے ہیں۔ سو یہ بات بہت غلط ہے

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صریح صاف ہیں۔ ان کا سمجھنا مشکل نہیں ہے چنانچہ سورۂ بقر میں فرمایا ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ

آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ ۵ اور بیشک اتاری ہم نے تیری طرف باتیں کھلی اور منکر نہیں ہوتے ان سے مگر وہی ہیں جو لوگ بے حکم ہیں

یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں لیکن ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے۔ اس واسطے نفس کو حکم برداری کیسی بری لگتی ہے سو اس لئے جو لوگ

بے حکم ہیں سو وہی ان سے انکار رکھتے ہیں۔ ش عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْآنُ

عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمُحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَاَمْثَالٍ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ

وَآمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ وَفِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ لِلْبَيْهَقِيِّ فَاعْمَلُوْا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ الحديث

یعنی ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نازل ہوا قرآن پانچ طرح پر حلال اور حرام اور محکم اور متشابہ

وس موافق جس موافق کہ ان کا اجتہاد پہنچے مطلب یا نیکو قرآن اور حدیث سے اور اجماع سے اور قیاس سے۔ اور کمال کو پہنچے مغرب کے ملک کی ایک جماعت میں طرح

اور نہیں پیدا کیا ہے مثل ابو الخطاب عمر بن وحیہ اور محی الدین ابن عربی صاحب فصوص اور فتوحات مکیہ اور محقق مغرب کا بنانے والا اور لوگ بھی ان کے سوا انکو منتقل کیا امیر تیموریہ نے جیسے سو

الله اس پر رحمت کرے۔ انتہیٰ فی الطبقات الشعرانی فی مناقب عبد الله بن المبارک وکان یقول لا تقلدوا علماء زمانکم

وانظروا فی سیر الصحابة والتابعین فانه اهدی لکم انتهی۔ یعنی طبقات شعراوی میں عبد اللہ بن مبارک کی مناقب میں لکھا ہے۔ کہ عبد اللہ

بن مبارک کہتے تھے۔ پیروی مت کرو اپنے زمانے کے عالموں کی اور سیرتوں میں صحابہ اور تابعین کے نظر کرو وہ تمہارے واسطے زیادہ راہ نمانے والی ہے فائدہ

عبد اللہ بن مبارک نے کہا جو تمہارے زمانے کے عالموں کی پیروی مت کرو۔ کہا۔ سو کوئی شخص اس بات سے مراد مجتہدوں کی نہیں عبد اللہ بن مبارک کو تم دیکھا۔ حالانکہ ان کے

زمانے میں بڑے بڑے مجتہد موجود تھے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری وغیرہ اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ایراد العبارات الفصیحہ میں لکھا ہے کہ و تعظیم علما

و تصدیق ایشان در حسب است۔ و آنچہ موافق شرع نقل کنند و تمسک بکتاب و سنت نمائند۔ نہ و آنچہ مخالف دین گویند و بہوائے نفس و دنیا حیلہ آموزند و

فتنہ انگیزی نمایند۔ و در حدیث آمدہ۔ العلماء ورثة الانبياء ما لم يميلوا الى الدنيا ويدخلوا السلاطين فاذا مالوا الى الدنيا

ودخلوا السلاطين فاخشوهم فانهم لصوص الدين ۔ فرمودہ علماء وارثان پیغمبر اند۔ کہ علم دین با ایشان بوراثت از پیغمبر رسیدہ است

و خود انما یخبر این میراث نبوت تا وقتیکہ میل بدنیا نکنند و در میان سلاطین در نیایند۔ چون چنین کنند بترسید از شر ایشان کہ ایشان دزدان دین اند

که عبد الله بن مغفل رضی الله عنهما پسر ما شنید که شنید والد من مرا که می خواندم در نماز بسم الله الرحمن الرحیم پس گفت والدمن ای پسر من دور دار خود را از آنکه ظاهر کنی در اسلام چیزی را که نبوده است

ندیدم احدی را از اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم که بوده باشد مبغوض تر نزد ایشان از اینکه ظاهر شود در اسلام آنچه نبوده است ۔ و نماز گزاردم همراه رسول الله صلی الله

علیه وسلم و همراه ابوبکر و عمر و عثمان نشنیدم از ایشان که قراءة میکردند بسم الله الرحمن الرحیم را پس وقتیکه نماز گذاری ای فرزند من بگو الحمد لله الخ انتهی اور مرد قطب اللہ وطالب عالم ربانی

حضرت محبوب سبحانی کا ملفوظ شریف میں لکھا ہے ۔ کہ اِعْمَلُوْا بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَلَا تَلْتَفِتُوْا اِلَی الْعُقُوْلِ النَّاقِصَۃِ الدَّنِیَّۃِ انتہی ۔ یعنی عمل کرو ۔ قرآن پر اور حدیث

پر اور نہ لوٹ کے دیکھو ناقص اور سفلی عقلوں کی طرف ۔ اور دمیری نے لفظ لعا کے بیان میں حیوۃ الحیوان کی کتاب کے بیچ میں لکھا ہے ۔ وَکَانَ الْاَمِیْرُ یَعْقُوْبُ

مُتَمَسِّکًا بِالشَّرْعِ یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیُقِیْمُ الْحُدُوْدَ حَتّٰی فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا یُقِیْمُھَا فِی النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وَاَمَرَ بِرَفْضِ التَّقْلِیْدِ فِیْ فُرُوْعِ الْفِقْہِ

وَاَنْ لَا یُفْتِیَ الْعَالِمُ اِلَّا بِالْکِتَابِ الْعَزِیْزِ وَالسُّنَّۃِ النَّبَوِیَّۃِ اَنْ لَا یُقَلِّدَ اَحَدًا وَاَنْ یَّکُوْنَ اَحْکَامُھُمْ بِمَا یُؤَدِّیْ اِلَیْہِ اجْتِھَادُھُمْ

مِنْ اسْتِنْبَاطِھِمُ الْقَضَایَا مِنَ الْکِتَابِ وَالطَّرِیْقَۃِ مِنْھُمْ اَبُو الْخَطَّابِ عُمَرُ بْنُ دِحْیَۃَ وَمُحْیِ الدِّیْنِ ابْنُ عَرَبِیٍّ الصُّوْفِیُّ صَاحِبُ الْفُصُوْصِ

وَالْفُتُوْحَاتِ الْمَکِّیَّۃِ وَعَنْقَاءِ مُغْرِبٍ وَغَیْرِھِمَا وَتُوُفِّیَ الْاَمِیْرُ یَعْقُوْبُ فِیْ سَبْعَ عَشْرَۃَ وَسِتِّمِائَۃٍ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی انتہیٰ

یعنی امیر یعقوب شریعت کو پکڑا ہوا تھا ۔ اور شریعت کے موافق حکم کرتا ۔ اور حد قائم کیا کرتا ۔ اپنے گھر کے لوگوں پر بھی جیسے بیگانوں پر اور فقہ کے فروع کے مسائل میں

تقلید کو چھوڑ دینے کا حکم کیا تھا ۔ اور تاکید کی تھی ۔ کہ کوئی عالم قرآن اور حدیث سوا اور کتابوں پر فتویٰ نہ دے اور تقلید کسی کی نہ کرے اور انکے حکم جاری کئے جایا

آئیگا ایک وقت کہ نہ ہوگی اسمیں کوئی چیز نایاب تین چیز سے زیادہ۔ سو کچھ حلال پیسا یا کوئی آشنا جس سے جی کو چین ہو۔ یا کوئی سنت جس پر عمل

کیجیے۔ ابو ہریرہ رفعہ اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ لَهُ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ۔ روم کے عالم محمد برگوی نے اپنے

طریقہ میں ذکر کیا۔ کہ ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سے روایت کی۔ کہ میری امت کے بگڑے رہنے کے وقت میری سنت کو تھام

رکھنے والا ہو۔ سو اوسکو سو شہید کا ثواب ہے۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی اپنی کتاب مرج البحرین میں سیدی احمد زروق مغربی علیہ الرحمۃ کے

قواعد الطریقہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ قاعدہ کلی اعتبار فرع با اصل و قاعدہ است۔ و اصل و قاعدہ کتاب و سنت است۔ پس ہر چہ کہ بود از قائل

کہ باشد فقیہ یا متکلم یا صوفی اگر موافق اصل و قاعدہ است قبول نمائید۔ و الا اگر مسائل رو ست رد کنند۔ و اگر قابل تاویل است براہ تاویل روند و اگر

تاویل پذیر نبود۔ اگر قائل آں اہل علم و دیانت کامل است تسلیم نمائید۔ و بر ہر تقدیر قادح آں معارض قاعدہ اش ندارند زیرا کہ فساد فاسد ہم کوئی راجح شود

و در صلاح صالح ضرری نماند پس علة فیہ حکم اہل ہوا از متکلمین و متفقہ و متصوفین و اتباع آنہا باشند۔ قول و فعل ہیچ یکے از ینہا مقبول نیست

بلکہ رد قول ایشاں لازم و اجتناب از فعل ایشاں واجب است۔ ترک مذہب حق و توقف و تردد و ثبات بالیقین بقول و فعل یکے از ایشاں

منقول و بایشاں منسوب شدہ جائز نبود کا قال الناس کمان و بنال ہر کس نتواں رفت و گوش لسخن ہر کس نتواں نہاد متبوع حقیقی شارع است

و ہر کہ غیر اوست تابع وی و حجت و کتاب و سنت است و ہر چہ ورای آں مرد است والله اعلم انتہی۔ "اور مولانا عبد العلی فاسی شرح منار میں لکھتے ہیں

دو چیزیں ۔ ایک دوسری سے بڑی یعنی پہلی چیز کتاب اللہ کی کہ ایک رشتہ ہے لٹکا ہوا زمین سے آسمان تک ۔ اور دوسری چیز میری عترت

میرے گھر والے ہیں ۔ دونوں کبھی جدا نہ ہونگے ۔ جب تک کہ میرے پاس آپہنچیں ۔ حوض کوثر کو دیکھو تم کیسا چلوگے میرے بعد اُن کے ساتھ فائدہ

اس حدیث میں بیچ اہل بیت کا یہ رتبہ دیا گیا ہے ۔ کہ وہ قرآن کے ہمراہ رہینگے ۔ اور قیامت تک قرآن سے جدا نہ ہونگے ۔ اس جگہ ہی کمال شان

سید انداز میں سنا ہے ۔ کہ بخوبی نظر آتا تھا ۔ جب اس عزیز کی زبانی قرآن و تفسیر کا بیان سنا جاتا تھا ۔ کہ یہ قرآن کا رفیق ہے اور قرآن اسکا رفیق

جزاہُ اللّٰہُ خیرَ الصابر و صد ہزار آفرین کایں بگوید ۔ حق تا ہمیں باشد یگفت عَنْ ابنِ عبّاسٍ مَنْ اقتدیٰ بکتابِ اللّٰہِ

لا یضلُّ فی الدنیا والآخرۃ فمن اتَّبعَ ھُدایَ فلا یضلُّ ولا یشقیٰ ۔ یعنی معروف نے ابن عباس سے نقل کیا ہے ۔ کہ انہوں نے

فرمایا ہے جس نے اقتدا کی اللہ کی کتاب کی نہ ہرگز راہ بھولی دنیا او آخرت میں ۔ پھر انہوں نے پڑھا ۔ اس آیت کو ۔ فمن اتّبع الآیہ یعنی جس نے

پیروی کی میری راہ بتلانے کی پھر نہ بھٹکے اور نہ بدنصیب ہوئے ۔ عن علیٍّ رفعہٗ مَنْ احییٰ سُنَّۃً اُمیتت لعدی فقد احبّنی و من احبّنی

کان معی یعنی علی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا سے فرمودے کو ظاہر کیا جسنے تازہ کی میری سنت کو جو اٹھتی ہو میرے بعد تو اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے

مجھے دوست رکھا سو ہوگیا میرے ساتھ ۔ والطبرانی عن حذیفہ رفعہٗ سیاتی علیکم زمانٌ لا یکون فیہ شیءٌ اعزّ من ثلاث درہم

حلال او اخ لیتأنس بہٖ او سُنّۃ یعمل بہا الاوسط ۔ او اسی طرح معجم اوسط میں نقل کیا کہ حذیفہ نے آپ کے فرمودے کو ذکر کیا کہ تم پر

اپنے شہر والوں کی باتوں سے مقابل کرکے دیکھنے۔ بلکہ جب ان کو حدیث صحیح پہونچے۔ آپ کو یوں لگنے کہ گویا اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنا ہے۔ پھر حضرت کا حکم ثابت ہو تو۔ پر اس کی پیروی سے راضی نہ ہووانہوں۔ وفیہ ایضا قد روی البخاری عن الزهری انه قال من الله الرسالة وعلی الرسول البلاغ وعلینا التسلیم۔ هذا الکلام جامع نافع جمیع البدع مانع ۔ یعنی بخاری کے اسی رسالہ میں ہے۔ کہ بخاری نے ذکر کیا زہری سے انہوں نے کہا اللہ کی جانب سے رسول بھیجا ہے۔ اور رسول کے اوپر پیغام پہنچا دینا اور ہم پر قبول کر لینا فرض ہے۔ پھر کہا ملّا علی نے کہ یہ بات پوری ہے۔ نفع دینے ہاری اور سب بدعتوں سے روکنے ہاری۔ ومالک بلغنی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله۔ یعنی امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے۔ کہ مجھکو حدیث صحیح پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے چھوڑا تم میں دو باتوں کو ہرگز نہ بھٹکو گے جب تک ان دو کو مضبوط پکڑ رکھو گے ایک تو کتاب اللہ کی دوسری سنت اس کے رسول کی۔ زید ابن ارقم رفعه انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر وهو کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما الترمذی۔ یعنی ترمذی نے نقل کیا کہ زید بن ارقم نے کہا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں چھوڑ جاتا ہوں اللہ تم میں وہ چیز کہ جب تم تھامے رہو اس کو تو ہرگز نہ بھٹکو میرے بعد

یعنی جامع الفوائد میں ہے۔ کہ دارمی نے نقل کیا۔ کہ ابن سیرین نے کہا کہ قیاس کرنیوالوں کا پہلا حصہ ابلیس ہے اور پوجے نہیں گئے سورج اور چاند
مگر انکلوں ہی سے ابلیس کا قیاس یہی تھا کہ اس نے خدا سے عرض کی کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا۔ اور آدم کو مٹی سے یعنی آتشی کو خاکی کی تعظیم
فرمانا خلاف قیاس ہے۔ وَمِنْ رِسَالَةِ الرَّدِّ عَلَى الْقَائِلِيْنَ بِتَوْحِيْدِ الْوُجُوْدِيِّ الْاِلْحَادِيِّ لِلْمُلَّا عَلِيِّ قَارِيِّ قَالَ الدَّارَانِيُّ
كُلُّ مَا خَطَرَ وَاسْتَقَرَّ بِالْبَالِ فَاعْرِضْ عَلَى مِيْزَانِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَمَا وَافَقَهُمَا قَبِلْتُهُ وَمَا خَالَفَهُمَا تَرَكْتُهُ
فَالْوَاجِبُ كَمَالُ التَّسْلِيْمِ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّحْكِيْمِ فَلَا يُحَاكِمُهُ إِلَى غَيْرِهِ وَلَا يَتَوَقَّفُ بِتَنْفِيْذِ أَمْرِهِ وَتَصْدِيْقِ
خَبَرِهِ عَلَى عَرْضِهِ عَلَى قَوْلِ إِمَامِ مَذْهَبِهِ وَشَيْخِ مَشْرَبِهِ وَأَهْلِ زَمَانِهِ وَمَكَانِهِ بَلْ إِذَا بَلَغَهُ الْحَدِيْثُ
الصَّحِيْحُ يُعِدُّ نَفْسَهُ كَأَنْ سَمِعَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَسَعُ لَهُ تَحْقِيْقُ أَمْرِهِ إِلَى تَقْلِيْدِ غَيْرِهِ
یعنی ملا علی قاری نے الحادی توحید وجودی کے رد کے سلسلے میں یوں لکھا ہے کہ ابو سلیمان دارانی نے کہا۔ جو خطرہ میرے دل میں آکے ٹھیرتا
ہے۔ سو میں اسکو قرآن و حدیث سے مقابل کر کے دیکھتا ہوں پھر خطرہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو۔ تو اسکو قبول کر لیتا ہوں جو برخلاف ہو
اسکو چھوڑ دیتا ہوں۔ انتہی۔ پھر واجب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم شرعی جانکر انکے حکموں کو بالکل قبول کیجئے۔ پھر ان ہوا و کا فیصلہ
نہ کیجئے۔ اور حکم چلانا اور انکی خبر کو سچ ماننا موقوف نہ رکھئے۔ اپنے مذہب کے امام کی اور اپنے پیر کی اور اپنے زمانے والوں اور اپنے

اَشَدُّہَا عَلٰی اُمَّتِیْ قَوْمٌ یَقِیْسُوْنَ الْاُمُوْرَ بِرَاْیِہِمْ فَیُحِلُّوْنَ الْحَرَامَ وَیُحَرِّمُوْنَ الْحَلَالَ اَلْکَبِیْرُ وَالْبَزَّارُ ۔ جمع الفوائد

میں ذکر کیا ۔ کہ بیہقی معجم کبیر میں اور بزار اپنی کتاب میں ذکر کیا ۔ کہ عوف بن مالک نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جدی جدی ہونگی میری

امت ستر پر کئی فرقے بن کے ان سبھوں میں سے میری امت پر بڑے فتنے والا فرقہ ہے ۔ کہ اٹکلتا ہے کاموں کو اپنی اٹکل سے سو حلال ٹھیراتا

ہے حرام کو اور حرام ٹھیراتا ہے حلال کو ۔ سیوطی کی جامع صغیر میں ابو یعلی کی مسند سے ابوہریرہ کی روایت کی ہوی یہ حدیث ہے ۔ کہ تَعْمَلُ

ہٰذِہِ الْاُمَّۃُ بُرْہَۃً بِکِتَابِ اللّٰہِ ثُمَّ تَعْمَلُ بُرْہَۃً بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ثُمَّ تَعْمَلُ بِالرَّاْیِ فَاِذَا عَمِلُوْا بِالرَّاْیِ فَقَدْ ضَلُّوْا

وَاَضَلُّوْا یعنی یہ امت چندے اللہ کی کتاب پر عمل کریگی ۔ پھر چندے رسول اللہ کی سنت پر عمل کریگی پھر چندے رائے پر عمل کرنے لگیگی تو

یعنی عقل کی تیزی سے نکالی ہوی باتوں پر ہو جب رائے پر عمل کیا کرینگے تو مقرر گمراہ ہو وینگے ۔ اور گمراہ کرینگے ۔ اَیْضًا عَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

رَفَعَہٗ لَمْ یَزَلْ اَمْرُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مُعْتَدِلًا حَتّٰی نَشَاَ فِیْہِمُ الْمُوَلَّدُوْنَ وَاَبْنَاءُ سَبَایَا الْاُمَمِ فَقَالُوْا بِالرَّاْیِ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا بِالْقَزْوِیْنِیْ

جمع الفوائد میں ذکر کیا کہ قزوینی نے نقل کیا ۔ جو عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بنی اسرائیل کا کام ٹھیک چلا آتا تھا جب تک کہ ان

میں پیدا ہوئے دوغلے بچے گروہوں میں کے بردوں کی اولاد سو کہنے لگے اٹکل سے پھر آپ گمراہ ہوئے ۔ اور اوروں کو گمراہ کیا ۔ اَیْضًا عَنِ ابْنِ

سِیْرِیْنَ اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ وَمَا عُبِدَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اِلَّا بِالْمَقَایِیْسِ یعنی قولہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ

عجبا يهدي الى الرشد من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حكم به عدل ومن دعا اليه هدى

الى صراط المستقيم خذها اليك يا اعور۔ یعنی جمع الفوائد کے فضل القرآن میں ذکر کیا حارث اعور نے۔ نقل کیا میں نے

کیا مسجد میں دیکھتا کیا ہوں کہ لوگ باتوں میں لگ رہے ہیں پھر حضرت علی کے ہاں چلا گیا۔ پھر انکو خبر دیا تو فرمایا کہ انہوں نے ایسا کیا ہے

میں نے کہا ہاں تب فرمایا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ جان رکھو عنقریب ہوگا ایک فتنہ" میں نے عرض کی پھر کیا ہی

ہے نکلنے کا ڈھب یا رسول اللہ تب آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ کی کتاب ہے جس میں تمہارے اگلوں کی خبر ہے۔ اور کیفیت تم سے پچھلوں کی اور حکم

ہے جو تمہارے درمیان ہے وہی کتاب چکوتی ہے ہنسی نہیں جو مغرور اس کو چھوڑدے اللہ اسکو توڑے۔ جو راہ ڈھونڈھے اس سے اور میں کھوئے گا

اللہ اسکو۔ اور یہی قرآن اللہ کا مضبوط سررشتہ ہے۔ وہی عقل کی یادداشت اور وہی ٹھیک رستہ ہے اور وہی وہ ہے جسکو ٹیڑھا نہیں کرسکتی

خواہشیں اور ڈھانپ نہیں سکتی اسکو زبانیں۔ اور جھکتے نہیں اس سے عالم لوگ اور پرانا نہیں ہوتا بہت الٹنے سے اور نہیں ختم ہوتے عجائب اسکے اور وہی ہے

جسکو جنوں نے سنکر تھم نہ سکے، یہاں تک کہ کہنے لگے کہ ہمنے سنا عجب پڑھنا بتلاتا ہو ٹھیک راہ الخ جو کوئی اس کے موافق بولا سو

سچ بولا اور جس نے اسپر عمل کیا۔ سو ثواب پایا۔ اور جس نے اس کے بموجب حکم کیا۔ سو عدل کیا۔ اور جس نے اسکی طرف بلایا سو ٹھیک رستہ پایا

بات کو سمجھیں اپنے اس میں رسول جمع الفوائد عوف بن مالک رفعه تفترق امتي على بضع وسبعين فرقة اعظمها

اسکو ہمیشہ پڑھو یعنی شرح میں لکھا ہوں کہ ان سب اقوال کا مضمون ان سندوں کے موافق ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ
كِتَابُ اللهِ وَاَحْسَنُ الْهُدَى هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَاِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ
وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْكِتَابِ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ جَمْعِ الْفَوَائِدِ۔ یعنی جمع الفوائد کے کتاب الاعتصام بالکتاب
والسنۃ میں ذکر کیا ہے کہ ابن مسعود نے کہا۔ بہتر اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہتر راہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ اور بدتر کام نئے پیدا ہوئے کام ہیں
اور مقرر جو کچھ تم سے وعدہ ہوا ہے سو آنے والا ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں اللہ کو۔ فِي فَضْلِ الْقُرْآنِ مِنْ كِتَابِ جَمْعِ الْفَوَائِدِ عَنِ الْحَارِثِ
الْاَعْوَرِ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوْضُوْنَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَوَقَدْ فَعَلُوْهَا
قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ
فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ كِتَابُ اللهِ فِيْهِ نَبَاُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ
بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ اَضَلَّهُ اللهُ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ
الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ وَهُوَ الَّذِي لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ
وَلَا يَخْلَقُ عَلَى كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ وَهُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا

پھر جو کچھ نصوص وغیرہ سے ثابت ہوا ہو۔ تو اس کا وہ کب منکر ہے اور مولانا عبد العلی ابو العیاش نے وحدۃ الوجود کے رسالہ میں لکھا ہے کہ متکلمین نے
جو اپنی رائے سے کہا ہے۔ وہ ہماری شریعت نہیں ہے۔ جو کتاب و سنت سے ثابت ہوا ہے۔ سو وہی ہماری شریعت ہے۔ یہاں متکلموں سے مراد مجتہد ہیں
نہیں کہ کوئی شخص مولفین پر طعن کرے۔ تو اسکی نادانی ہے۔ اور سوائے اس کے مولانا شہید کی کتابوں میں چاروں اماموں کی تعریف کرتا ہے۔ چنانچہ تنویر العینین میں لکھا ہے
کہ لَاسِیَّمَا الْمُجْتَہِدِیْنَ الْاَرْبَعَۃُ ھُمْ اَرْکَانُ الدِّیْنِ وَاَعْمِدَۃُ الْاِسْلَامِ وَقَدْ قَالَ الْاِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ الشَّیْبَانِیْ فِی الْمُوَطَّا بَعْدَ مَا
ذَکَرَ حَدِیْثَ ابْنِ عُمَرَ رضی یَعْنِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ انتہی وَکَذَا قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ
فِیْ اَمَالِیْہِ ذَکَرَہُ الشَّیْخُ ابْنُ الْھُمَامِ۔ یعنی صحابہ اور تابعین اور سوائے مجتہد لوگ جو تشہد میں انگلی اٹھاتے ہیں سو بیان کر کے کہتا ہے خصوصاً
جو چاروں مجتہد جو وہی دین کے رکن اور اسلام کے ستون ہیں اور امام محمد شیبانی بھی اپنی کتاب موطا میں ابن عمر کی حدیث ذکر کر کے کہا ہے۔ کہ رسول اللہ کے کئے
ہوئے کو ہم دستاویز کرتے ہیں اور وہی قول ابو حنیفہ کا ہے انتہی اور اسیطرح کہا ابو یوسف نے اپنی کتاب امالیہ میں چنانچہ مذکور کیا اس کا شیخ ابن ہمام نے انتہی
اور صراط المستقیم میں بھی کہا ہے اور اس کتاب میں بھی امام احمد اور امام مالک کی سند جابجا لاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر مخالف لوگ تعصب چھوڑ کر غور کی نظر سے
اسکی اگلی پچھلی باتوں کو دیکھتے تو بیجا طعن نہ کرتے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھے اور سند پکڑیے
اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے اور جو صحابہ بزرگوں کا اور کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو۔ سو قبول کیجئے۔ اور جو موافق نہ ہو اسکی سند نہ پکڑیئے اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو

کا دشمن ہے۔ یہ بات بھی غلط محض ہے۔ اور ناحق بہتان۔ کیونکہ وہ تو حضرت کے سچے نائبوں سے محبت رکھنے کی توفیق پانے پر شکر کر رہا ہے

اس واسطے کہ وے آنحضرت کے نائب ہیں۔ پیغمبر حضرت کے ساتھ انکو کمال محبت ہونے میں شک کیا ہے۔ مگر ان معترضوں کی بدگمانی اور حسد اور تہمت

اور افترا کا علاج نہیں۔ اب جو معترض لوگ وغیرہ مولانا اسمعیل شہید وغیرہ پر بہتان باندھتے ہیں۔ سو کیا یہ سمجھتے ہیں۔ ہم امیجا کرتے ہیں اور اللہ تعالی

کا ہو جمہور نگیا۔ حالانکہ حدیث میں یوں آیا ہے۔ فِی الْفَصْلِ الثَّالِثِ مِنْ بَابِ الظُّلْمِ مِنَ الْمِشْكٰوةِ الْمَصَابِيحِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ ف ۱۱

عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلٰثَةٌ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى

يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ

اِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي یعنی مشکوٰۃ کے باب الظلم کے تیسرے فصل میں لکھا ہے۔ کہ شعب الایمان میں بیہقی نے ذکر کیا حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ عملنامے تین قسم کے ہیں۔ ایک عملنامہ تو اللہ اوسکو بخشنے کا نہیں سو اللہ کا

شریک ٹھیرانا۔ فرماتا ہے اللہ عز و جل کہ اللہ بخشتا نہیں اوسکو کہ شریک ٹھہراے اسکا۔ اور دوسرا عملنامہ جسکو چھوڑتا نہیں اللہ تعالی سو بے انصافی

اور حق تلفی بندوں کی آپسمیں جب تک کہ بدلا لیلے۔ ایک کا ایک سے۔ سو اور تیسرا عملنامہ کہ پروا نہیں رکھتا۔ اللہ تعالی اسکی سو تقصیر بندوں کی اللہ کی

اور انجام امت خاص کی شناخت - اور دین کا قیام قرآن و حدیث کا ظہور توحید و اتباع سنت کا رواج - اور بدعت اور شرک و کفر کا مٹانا مانگتا ہے
یہ تو زبان سے ہے - پھر اگر دل اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سے اسباب کی کوشش کر کے ان مقصدوں کے بر آمد کی التجا اللہ سے رکھتا ہے تو وہ سراپا درود کی
صورت و معنی بن گیا - چنانچہ یہ شہید مرد فقط زبان ہی سے درود نہیں کہتا ہے - بلکہ اس کا جسم و جان سراپا درود میں مصروف تھا - یہاں تک کہ
اس نے انہیں کاموں کی ترویج میں اپنی جان دی اور بت پرستوں کے ہاتھ سے شہادت کا شربت چکھا - اور واصل حق ہوا - سو کیوں نہ شمار
ہوں ان کا فضل و بیان و دید ہوا ہے اکثار میں - برخلاف بدعت پسندوں اور شرک پسندوں کے اگرچہ زبان سے درود بھیجیں پر اپنے اعتقادی اور
معنی لاتصلّی کے ہیں - نہ صلّی علی محمد ایکے - کیونکہ یہ حضرت کی نافرمانبرداری کو ملاتے ہیں - اور آپ کے کام کو چاہتے نہیں دیتے - ترک اور
بدعت کو چلا رہے ہیں - توحید اور اتباع سنت کا مروج ہونا نہیں چاہتے - سو سو طرح سے آڑ ہوا کرتے ہیں - پھر اگلی حدیث کے
قاعدے سے کہ مَنْ عَصَى اللّٰهَ فَلَمْ يَذْكُرْهُ ہی کہا جائے - کہ جو کوئی آنحضرت کی سنت کو جیسی چاہیے - ویسی عقیدوں
و عملوں میں چلنے نہ دیا - سو خدا اور رسول و قرآن اور مسلمانوں کے خاص و عام کی خیر خواہی نہ کی - بلکہ خیر خواہی کا آڑ ہوا - پھر یہ درود کیا چاہتا
درود کے اصل اصول کا مانع ہے - اگرچہ منہ سے کہتا ہے - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ۔ لیکن جسم و جان سے اس کے برخلاف
مانگتا ہے - نعوذ باللہ من ذلک - چوتھی بات یہ ہے کہ جو مفتریوں نے مشہور کیا تھا کہ مولوی اسمٰعیل حضرت سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶

اللہ کی نافرمانی کی۔ سو اس سب بات کو کہہ گیا۔ اگرچہ اسکی نقل نمازیں اور نفل روزے اور قرآن کی تلاوت بہت رہے۔ اسی قاعدے پر جس نے
سراپا حضرت کے دین کی خیرخواہی کی۔ توحید اور اتباع سنت پھیلانے لگا۔ اور شرک اور بدعت کو مٹانے اور قرآن و حدیث کا مضمون
ف ۱۵ خاص و عام پر کھول دیا۔ سو وہ حضرت کا خیرخواہ اور خیر طلب ہوا اور بالکل درود کا مضمون بن گیا۔ کیونکہ درود جو ہے سو حضرت
کی خیرخواہی اور خیر طلبی ہے۔ اور یہی اصل حقیقت دین کی ہے۔ چنانچہ تمیم داری کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ
اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قِیْلَ لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ
عَامَّتِہِمْ۔ یعنی حضرت نے فرمایا دین جو ہے سو خیرخواہی ہے۔ دین جو ہے سو خیرخواہی ہے۔ دین جو ہے سو خیرخواہی ہے۔ اصحاب نے عرض کی کس کی
تب آپ نے فرمایا کہ اللہ کی اور اسکی کتاب یعنی قرآن کی۔ اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے سرداروں کی اور انکے عام لوگوں کی اور حضرت
کی خیرخواہی میں سب خیرخواہیاں مندرج ہیں۔ کیونکہ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ پوری اور خاصی مہربانی کیجیو محمد پر۔ پوری مہربانی
اور کامل رحمت یہی چاہتی ہے کہ کمال پر کمال بخشے اور پایہ در پایہ بلند درجہ دیا کرے اور کئے ہوئے عملوں کے ثوابوں کو بہت بڑھا کر عنایت کرے
اور خیرخواہی کو زیادہ کرتا جاوے۔ اور دائم رکھے۔ سو اتنی درود میں دعا ہے۔ سو مراد یہ کہ اللہ ہی سے میں نے کچھ حضرت کے واسطے مانگتا ہے
ازانجملہ امت عام کی ہدایت اور دین کا قیام قرآن و حدیث کا ظہور اور توحید و اتباع سنت کا رواج اور بدعت و فسق و شرک و کفر کا مٹانا مانگتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بنایا۔ اور انکی راہ سیکھنے کا شوق دیا۔ اور ان کے نائبوں کی جو انکی راہ بتاتے ہیں اور انکے طریق پر چلاتے ہیں

لی محبت دی۔ سوائے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر اور اس کے آل و اصحاب پر اور اس کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج اور

سکی پیروی کرنیوالوں پر رحمت کر۔ اور ہمکو ان میں شریک کر اور ہمکو اسکی راہ پر جیتے اور موئے قائم رکھ۔ اور انکے نائبوں میں گن آمین یا رب العالمین

ا میں کہتا ہوں اس عبارت سے کئی باتیں نکلیں۔ ایک تو یہ کہ معترضوں نے اپنے اشتہار نامہ تکفیر میں اور خیر الزاد میں لکھا ہے کہ مولوی اسمعیل رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی رسالت کے سوائے اس حضرت کے اور کسی مرتبہ کا قائل نہیں وہ تو یہاں حبیب پن کا قائل ہوا ہے۔ دوسری یہ بات ہے۔ کہ سارے معترض

کہا کرتے ہیں کہ مولوی اسمعیل سید صاحب کو نبی مانتا ہے۔ سو انکی یہ بات بھی جھوٹھی نکلی کیونکہ اُس نے تو یہاں شکر کر رہا ہے۔ کہ امت محمدیہ میں پیدا ہوا

اور دین محمدی میں چلنے کا شوق پایا۔ اور دعا مانگتا ہے کہ جیتے اور موئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر قائم رکھ۔ تیسری بات یہ کہ

معترضوں نے شہرہ دیا تھا کہ مولوی اسمعیل درود کا قائل نہیں۔ بلکہ منکر ہے۔ سو انکی یہ بات بھی جھوٹھی نکلی۔ دیکھو کہ دو حضرت پر اور ان کے آل و اصحاب

وسب پر بھیجتا ہے۔ نکتہ جامع صغیر میں طبرانی کی کتاب سے واقد صحابی کی روایت ہے۔ کہ مَنْ اَطَاعَ اللهَ فَقَدْ ذَكَرَهُ وَاِنْ قَلَّتْ صَلٰوتُهُ ۱۴

وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَتُهُ لِلْقُرْاٰنِ وَمَنْ عَصَى اللهَ فَلَمْ يَذْكُرْهُ وَاِنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهُ وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ

یعنی جس شخص نے اللہ کی فرمانبرداری کی تو تحقیق اس سبحانہ کو یاد رکھا۔ اگرچہ اسکی نفل نمازیں اور نفل روزے اور قرآن کی تلاوت کم ہے۔ اور جس نے

ابن سیدی محمد بن ... الا ... بن عبد ... بن ... حسن بن عبد اللہ المحض بن حسن المجتبیٰ ابن علی مرتضیٰ و سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مریدوں کی تصانیف شرک و بدعت کے دفع کرنے کے باب میں بہت بہتر اور نہایت مفید ہیں پر اس زمانے کے دنیا طلب

ف عالموں اور نیم ملاؤں اور طالب علموں نے ان کتابوں کو بدنام کر رکھا ہے۔ انپر بیجا اعتراض کر رہے ہیں خصوصاً مولانا محمد اسمعیل محدث مجاہد شہید

دہلوی ابن عبد الغنی بن شاہ ولی اللہ محدث بن شاہ عبد الرحیم کے تقویۃ الایمان پر اور مولوی خرم علی عظیم آبادی کی نصیحۃ المسلمین پر

اور مولوی سید ولایت علی عباسی واعظ عظیم آبادی کی رد شرک پر۔ لیکن تم تقویۃ الایمان مطالعہ کر کے دیکھو اگر تم کو بھی خلل نظر آوے

تو اس کے اعتراضوں کا جواب لکھو۔ دوسرے اُن کتابوں کے اعتراض کے جواب کی حاجت نہ رہیگی۔ تمکو دو جز حاصل ہوئے ایک سنی پاک کی کتاب کو

بے عیب ٹھہرانا دوسرا توحید اور اتباع سنت کو پھیلانا اور شرک اور بدعت دفع کرنا۔ تب اس عزیز کے فرمانے کے موافق میں نے تقویۃ الایمان کو اول

سے آخر تک نظر انصاف سے دیکھا۔ اور معترضوں کی بے انصافی یقین کو پہونچی۔ اس کتاب پر مخالفوں کے اعتراضوں کے دفع کرنا ضرور پڑا سو اللہ کی

توفیق اور اسکی ہدایت سے کہتا ہوں کہ کہا مرزا محمد اسمعیل شہید مجاہد علیہ الرحمۃ نے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ف ۲ الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہمکو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلائی اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب

چال کو اور میرے طریقہ سیدی راہ ہدایت پائے ہوئے خلیفوں کی چال کو مضبوط پکڑو اسکو اور دانتوں سے پکڑو اور پھر ان کے اکابر کا یہ نشان بتلایا ہے۔ کہ
فطوبیٰ للغرباء الذین یصلحون ما افسد الناس من سنتی من بعدی ۔ اور پھر انہوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے من احیا سنۃ امیتت من بعدی
فقد احبنی ومن احبنی کان معی اور یہ بھی کہ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد ۔ اس معنی کی احادیث
اور بھی ہیں۔ اب بیان انصاف کیجئے۔ کہ ہمارا ارادہ اور کوشش یہی ہے۔ کہ توحید الٰہی اور سنت رسالت پناہی صحابہ کے طریق پر جاری ہووے اور مخلوق
پرستوں کی یہی ہے۔ کہ کسی حیلے سے اپنے باپ دادوں کی رسموں میں خلل نہ آنے پاوے۔ ہمکو اسی دلیل کی تلاش ہے۔ کہ جو کام شرک اور بدعت کا ہو اسکو چھوڑ
تمکو اسی سند کی طلب۔ کہ ہر شرک اور بدعت کے واسطے دلیل کہاں پایا جاتا ہووے ہماری جد و جہد دین کے ظہور پر تمہاری کوشش اپنے چال چلن کے رواج پر
ف ۱۰ سو ترا است عزم ضلال و مرا است قصد ہدیٰ ۔ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ۔ ان سب باتوں کو دیکھ کے سبب اس عاجز کو ایک نصیحت نامہ
لکھنے کا لزوم ہوا تو بعضے مخلصوں نے فرمایا کہ سید احمد بریلوی ابن سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ہدی بن سید علم اللہ بن سید محمد فضیل بن
سید محمد معظم بن قاضی سید احمد المعروف راجی بڈھے بن قاضی سید محمود بن سید علاء الدین بن سید قطب الدین بن سید صدر الدین بن سید زین الدین
بن سید احمد بن سید علی بن سید قیام الدین بن سید صدر الدین بن سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن امیر قطب الدین محمد المدنی بن رشید الدین احمد مدنی۔
بن سید یوسف بن سید عیسیٰ بن سید حسن بن سید حسین بن مکی بن ابی الحسن بن سید جعفر بن سید قاسم بن سید ابی محمد عبد اللہ بن سید حسن الاعور الملقب بالجواد بن

بِقلبِهٖ فهو مؤمنٌ وليس وراء ذٰلك من الایمان حبۃ خردلٍ - یعنی جس نبی کو اللہ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھیجا اسکی امت سے
اسکے خاص لوگ اور یار ہوئے جو اسکی چالوں کو لیا کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کیا کرتے پھر ان سے پیچھے ان کے پچھلے لوگ پیدا ہوئے جو کہنے لگے وہ کچھ کہ کرتے نہیں
اور کرنے لگے وہ کچھ جس کا انہیں حکم نہ تھا جو ان سے جھگڑے اپنے ہاتھ کی قوت کیساتھ مومن ہے اور جو جھگڑے ان سے اپنی دل کی قوت کیساتھ یعنی ان سے دل سے برا جانے
ف سو مومن ہے - اور نہیں ہے اس سے ورے کچھ ایمان رائی کے دانے بھر بھی یعنی تم میں بھی ایسے لوگ ہوں گے - ف - مخلوق پرستوں نے ایک نیا ڈھب نکالا ہے جس سے
شرک اور بدعت کی رسمیں باقی اور مروج رہیں اور توحید اور اتباع سنت کے رواج میں خلل آوے - لوگ اسکو نیا طرز سمجھ کے چھوڑ دیں سو اسواسطے سے وہ نیت مفسد قوم
توحید و اتباعِ سنت کے حاسد مکر کی راہ سے اس حدیث کو پڑھ پڑھ کے سناتے ہیں کہ ستفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ
یعنی ابھی کے متفرق ہوگی میری امت تہتر فرقے ہوکے سب دوزخ میں جاوینگے مگر ایک - سو مخلوق پرست کہتے ہیں کہ دیکھو ہمارا فرقہ سینکڑوں برس سے
ایک ڈھب پر چلا آتا ہے - سو وہی نجات پانے والا فرقہ ہے - باقی جو نئے نئے فرقے نکلتے ہیں سو وہ دوزخی ہیں پھر ہمارے خلاف فرقہ نکلا ہے - ہمارے رسمی
ف چیزوں کو منع کرتا سو گمراہ فرقوں میں کا فرقہ ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات پانے والے فرقے کا نشان یوں دیا ہے -
کہ الذین ھم علی ما انا علیہ واصحابی - یعنی وے لوگ وے ہیں جو اسبات پر ہیں جس بات پر میں اور میرے صحابی ہیں اس کے سوا اس خاص فرقے کو ارشاد
فرمایا ہے - علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المہدیین من بعدی فتمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ یعنی لازم پکڑو میری

وما احدث قوم بدعة الا رفع الله مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة ۔ امام جلال الدین
سیوطی نے جامع صغیر میں اسی صحابی کی اسی حدیث کو طبرانی کی معجم کبیر سے اسطرح لیا ہے کہ ما من امة ابتدعت بعد نبیها فی دینها بدعة الا اضاعت
مثلها من السنة ۔ یعنی کسی امت نے نبی کے بعد اپنے دین میں کوئی بدعت نہ نکالی ہو جو اسکی مقابل کی سنت اکارت نہ ہوئی ہو ۔ اب
ہم تم انصاف کیجئے کہ ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی بدعتوں کو بھی صحابہ نے روا نہیں رکھا ۔ اب تو موٹی موٹی بدعتیں سنتیں ٹھہری ہیں نعوذ باللہ منها ۔ سب سے ف
بڑی مصیبت یہ ہے کہ نیم ملایاں خطر ایمان لوگوں کو شرک اور بدعت کی رسمیں اور خلاف سنت کے عقیدے مباح ہونے کے فتوے دیا کرتے ہیں
جنہیں ہمارے مسلمانوں کے باپ دادوں نے جو صحابہ اور تابعین تھے کبھی ایسی باتوں کو نہ کانوں سنا نہ آنکھوں دیکھا ۔ ایسی ہی ملاؤں پر حدیث آئی ہے
سیکون فی آخر الزمان ناس من امتی یحدثونکم بما لم تسمعوا به انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاهم یعنی پیدا ہونگے آخر زمانے میں
کئی لوگ میری امت سے جو باتیں کہینگے تم سے ایسی جو نہ سنے ہونگے تم نہ تمہارے باپ دادے سو بچاؤ اپنے کو انسے ۔ امام جلال الدین سیوطی ف
نے اس حدیث کو جامع صغیر میں صحیح مسلم سے لایا ہے ۔ اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ما من نبی بعثه الله
فی امة قبلی الا کان له من امته حواریون واصحاب یاخذون بسنته ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم
خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم

ان بیچاروں کو کسی نے بدعت کی شومی سمجھائی نہ تھی کہ نئی بدعت تراشنے سے ایسی نکبت آتی ہے۔ کہ ان کے مقابل کی اصل سنت کو خدا اُن سے
چھین لیتا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ کے باب الکتاب والسنت میں لکھا ہے۔ کہ رَوَی الاَوزَاعِیُّ عَن حَسَّانٍ قَالَ مَا ابتَدَعَ
قَومٌ بِدعَۃً فِی دِینِهِم اِلَّا نَزَعَ اللّٰہُ مِن سُنَّتِهِم مِثلَهَا ثُمَّ لَا یُعِیدُهَا اِلَیهِم اِلٰی یَومِ القِیَامَۃِ ۔ یعنی اوزاعی نے حسان
بن ثابت سے نقل کیا نہ تراشی کسی قوم نے کسی بدعت کو اپنے دین میں مگر چھین لیا اللہ تعالیٰ نے انکی سنتوں میں سے اس بدعت کے مقابل کی
سنت کو۔ پھر الٹا کے نہ بھیجیگا اوسکو انکی طرف قیامت کے دن تک۔ اور یہ حدیث بھی امام احمد نے اپنی مسند میں غضیف بن حارث
سے روایت کی ہے۔ کہ مَا اَحدَثَ قَومٌ بِدعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثلُهَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیرٌ مِن اِحدَاثِ بِدعَۃٍ
یعنی نہ تراشا کسی قوم نے بدعت کو۔ مگر اٹھ گئی اس کے مقابل کی مثل سنتوں میں سے پھر سنت کو تھامنا بہتر ہے کسی نئی بدعت کے
تراشنے سے۔ عبد الرؤف مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کا ایک قصہ ہے۔ سو یہ شام کا بادشاہ عبد الملک
بن مروان نے غضیف بن حارث کو کہلا بھیجا۔ کہ ابو سلیمان ہمنے لوگوں کو دو باتوں پر اٹھا لیا ہے۔ ایک تو جمعہ کے خطبہ میں منبر پر
ہاتھ اٹھایا کرنا۔ دوسرا صبح اور عصر کے بعد کچھ کہنا سنانا۔ تب غضیف نے جواب دیا۔ کہ یہ دونو باتیں تمہارے بدعتوں میں سے بہتر
بدعتیں میری سمجھ میں۔ لیکن ان دونوں میں سے میں کسی کو قبول کرنے والا نہیں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہیں اسلام پر چھا جائے۔ کسی مکار بدبختی کے مکر سے کسی بدعت کا رواج اسلام میں ہو جائے۔ تب اللہ کا اکبر دونی نکیر ہوا کرتا ہے۔ جو اسلام کی

آفت ٹالتا ہے۔ اور اسکی نشانیاں صاف کہا کرتا ہے۔ پھر غنیمت سمجھو۔ اُن مجلسوں میں حاضر ہونیکو ناتوانوں پر سے آفت ٹالنے کیلئے اور

بھروسا کرو۔ اللہ ہی پر بس ہے۔ اللہ حسبی۔ بھروسا کیجئے۔ نہایت مشکل یہ ہے۔ کہ ایسے شخصوں کو ملتے نہیں۔ اُنکی دینی باتوں کو وہ

خُرافاتیں ٹھیراتے ہیں۔ بلکہ کلمات کُفر سے بھی بدتر بتاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ دینِ اسلام بدعت شعاروں کے یہاں پردیسی ہے۔ پردیسی کو کون پہچانتا

کوئی اس کا تو یہ حال ہے ؎ بس نگہ خفت کہ ندانست کرکہ ہست۔ بس جان بلب آمدہ بر کس نگریست۔ ایسا ہی حدیث میں آیا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ۔ یعنی شروع ہوا اسلام پردیسی اور جلد جائیگا جسطرح پہلے آیا

یعنی پردیسی آیا پردیسی ہو جائیگا خوبی ہو۔ پردیسیوں کو۔ اور ایک حدیث جامع صغیر میں یوں ہے۔ کہ اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ

کَمَا بَدَأَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ۔ یعنی مقرر دین اسلام پہلے آیا پردیسی اور اب چلا جائیگا پردیسی پھر خوبی ہو پردیسیوں کو۔ سیوطی نے

اشارہ کیا۔ کہ روایت کی اس حدیث کی مسلم اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور ترمذی نے ابن مسعود سے اور ایک محدث نے انس سے

اور طبرانی نے سلمان اور سہل بن سعد اور ابن عباس سے۔ عجب زیادہ یہ ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ کیا طریقہ سنت کا انہیں کو معلوم ہوا۔ اور ہمارے

بزرگوں کو اور ہم کو نہیں۔ اب ایسی نئی نئی باتیں جو اپنے بزرگوں سے نہ سُنی ہیں نہ دیکھیں کہاں سے نکلیں۔ ہیہات ف۔

فرمایا رسول خدا نے۔ لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّینُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْهِ الْمُسْلِمُونَ حَتّٰی تَقُومَ السَّاعَةُ۔ یعنی ہمیشہ یہی دین قائم رہیگا
لڑائی مارتے رہینگے اسپر مسلمان یہاں تلک کہ قیامت قائم ہو۔ اور ابوداؤد نے عمران بن حصین سے یہ روایت
لائی ہے۔ کہ لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي یُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِینَ عَلٰی مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰی یُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِیحَ الدَّجَّالَ
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِینَ ۔ یعنی ہمیشہ ایک جماعت
میری امت کی لڑائی مارتی رہیگی حق پر۔ غالب رہیگی اپنے دشمنوں پر یہاں تک کہ آخر گروہ لڑینگے ان کے دجال سے اگر اللہ تعالیٰ بعض
آدمیوں سے بعض آدمیوں کو دفع نہ کرتا تو مقرر خراب ہوتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ۔ البتہ فضل والا ہے سب عالم پر۔ حاصل یہ کہ ان حدیثوں کے
وعدے کے موافق ایک جماعت اللہ کے بندوں کی اللہ کے دین کے تائید پر جان و مال سے فدا رہتی ہے۔ اور شرک اور بدعت والوں کے شبہوں کو
زائل کرنے میں ساعی۔ خصوصاً اس حدیث کے موافق جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے جامع صغیر میں اور ہر صدی کے مجدد پیدا ہونے کے رسالے میں
لکھا ہے۔ جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بدعت کے دفع کرنیکو ایک آدھ مرد خدا اللہ کی رحمت سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے
إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی عِنْدَ كُلِّ بِدْعَةٍ كِیدَ بِهَا الْإِسْلَامُ وَأَهْلُهُ وَلِیًّا صَالِحًا یَذُبُّ عَنْهُ وَیَتَكَلَّمُ بِعَلَامَاتِهِ فَاغْتَنِمُوا
حُضُورَ تِلْكَ الْمَجَالِسِ بِالذَّبِّ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَتَوَكَّلُوا عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیلًا ۔ یعنی حاصل معنی یہ ہے کہ جب کوئی بدعت

اتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ یعنی ٹھیرایا انہوں نے اپنے مولویوں اور اپنے درویشوں کو اپنا مالک

دوسرے اللہ سے ۔ اور اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ۔ یعنی جبکہ کہیے کہ انکو پیروی کرو

اسکی جسکو اتارا اللہ تعالی نے کہتے ہیں کہ بلکہ ہم پیروی کرینگے اسکی جسپے دیکھا ہے اپنے باپ دادوں کو ۔ پس اللہ کے فضل

وکرم وعنایت دین محمدی کے شامل حال رہنے سے وے وعدے جو دین کی تقویت دینے کیلئے حدیثوں میں مذکور ہیں سو ظاہر ہوتے چلے جاتے

ہیں ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ثوبان کی حدیث ہے ۔ کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ

ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ اَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ ہمیشہ ایک گروہ میری اُمت کی صریح حق پر رہیگی ۔ انکا کچھ بگاڑ سکتا نہیں جس نے انکو چھوڑا ۔ یا برخلاف ہوا یہاں تک

کہ اللہ کا حکم آ پہنچا ۔ اور وے اسی بات پر رہینگے ۔ اور ابو ہریرہ کی روایت میں یوں ہے ۔ کہ لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَوَّامَةً عَلٰى

اَمْرِ اللّٰهِ لَا یَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا ۔ یعنی ہمیشہ ایک گروہ میری امت کی قائم رہیگی اللہ کے حکم پر ۔ انکا کچھ بگاڑ نہ سکیگا کوئی جو

اُنکا مخالف ہو ۔ اور حاکم کی روایت میں عمر سے یوں ہے ۔ لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

یعنی ہمیشہ رہیگی امت کی ایک گروہ صریح حق پر یہاں تک قیامت قائم ہو ۔ اور حاکم نے جابر بن سمرہ سے یہہ روایت کی ہے ۔

اور فرمایا۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا۔ یعنی بندے رحمان کے پھرتے ہیں۔ زمین پر چلتے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ اور اسی طرح اس حدیث کے معنی جو فرمایا رسول خدا نے لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِلَعَّانٍ۔ پھر جو مسلمان کسی پر لعنت کرے تو اسے مومن نہ گنیئے۔ بلکہ مراد اس سے مومن کامل ہے۔ اور اصل بندگی ایمان درست کرنا ہے۔ کہ جسکے ایمان میں کچھ خلل ہے۔ اسکی کوئی بندگی قبول نہیں۔ اور جس کا ایمان درست ہے اسکی تھوڑی بھی بندگی بہت ہے۔ سو ہر آدمی کو چاہیے کہ ایمان کے درست کرنے میں بڑی کوشش کرے۔ اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے۔ اور اس زمانہ میں دین کی باتوں میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پیروں کی رسموں کو پکڑتا ہے۔ اور کوئی قصے بزرگوں کے بیان کرتا ہے۔ اور کوئی مولویوں کی بات کو جو انہوں نے ذہن کی تیزی سے نکالیں ہیں سند پکڑتا ہے۔ کوئی اپنی عقل کو دخل دیتا ہے۔ پس معترضوں نے مولویوں کی لفظ پر دھوم مچائی ہے۔ کہ مولوی اسمٰعیل نے مجتہدوں کے اقوال کی سند نہ پکڑنے کو کہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ صرف عداوت کی بات ہے کیونکہ کوئی شخص اپنے مجتہدوں کو مولوی نہیں کہتا۔ یہ لفظ مولوی کا فقط ہندوستان والے جو حرف علم پڑھتا ہے اس پر اطلاق کرتے ہیں۔ اور مولانا شہید نے اپنی عرفی اصطلاح کے مطابق بدعتی عالموں کی حقیقت جو امیروں کی خاطر سے ان کے فسق اور بدعت کے کاموں میں تائید کو سندیں نکال دیتے ہیں۔ وہ فقرہ لکھا ہے اور دوسرا یہ کہ مولوی شہید تو ان عالموں کو جو ویسے فقط اپنی عقل کی تیزی سے نکالتے ہیں نہ مانئے۔ کہا جیسا حدیث میں آیا ہے کہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ یعنی جس نے نیا تراشا اس ہمارے کام میں یعنی دین میں جو کچھ کہ اسکی قسم سے نہ ہو سو وہ مردود ہے۔

عَلَيْهِ الْكُفْرُ اِذَا شَتَمَ عَالِمًا اَوْ فَقِيْهًا مِنْ غَيْرِ سَبَبٍ ۔ یعنی جو کوئی کینہ رکھے کسی عالم سے بدون کسی ظاہری سبب کے۔ تو اس کی

حق میں کفر کا ڈر لگا ہے۔ اور کفر کا خطر ہوا کرتا ہے۔ اس کے حق میں جو گالی دے کسی عالم کو یا فقیہہ کو بغیر سبب کے نہیں عجب یہ ہے۔ کہ لوگ جو

مولانا اسمعیل عالم فقیہہ شہید سے کینہ رکھتے ہیں۔ محض توحید محمدی بتانے اور شرک خفی و جلی جتانے اور مصائب راہ پر بلانے سے ۔ پھر ایسا کینہ رکھنے

اور گالی دینے کی برائی کس درجہ میں ہوگی۔ ذرا سوچ کے دیکھئے۔ اما العبد۔ سننا چاہئے کہ آدمی سارے اللہ کے بندے ہیں۔ ف ۱۹

اور بندے کا کام بندگی ہے۔ جو بندہ کہ بندگی نہ کرے۔ وہ بندہ نہیں۔ ش۔ یعنی بندہ مخلوق ہوا تو کیا بندہ مخلوق نہیں۔ بندہ بالطبع تو

ہے بندہ بالکسب نہیں۔ بندہ بالاضطرار تو سہی بندہ بالاختیار نہیں۔ بندہ باطل تو ہے بندہ حق نہیں۔ بندہ باغی تو ہے بندہ مطیع نہیں۔

بندہ فی الحقیقت ہے بندہ بالتحقیق نہیں۔ بندہ مردود و مطرود تو ہے بندہ مقبل و مقبول نہیں۔ اس بات پر بعض جاہل معنی نہ سمجھ کر اعتراض

کیا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیا وہ بندگی نہ کرنے سے بندے پن سے نکل کر خدا ہوگیا۔ ای منصفو۔ یہاں انصاف کی جگہ ہے ذرا غور سے

دیکھو۔ کہ مراد مولانا شہید کی یہ ہے۔ کہ بندگی نہ کرے۔ سو شخص خاص بندہ خدا کا نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ الآیۃ۔ یعنی اللہ نے ابلیس کو فرماتا ہے کہ تجھے میرے بندوں پر قدرت نہیں۔ اس آیت سے مراد خاص بندوں

سے لیا گیا ہے نہیں۔ تو معنی ٹھیک نہیں بنتے کیونکہ تمام عالم اللہ کے بندے ہیں۔ اور بہتیرے شیطان کے فریب میں پڑے ہوئے۔

بہٖ اِلَّا خَیْرًا۔ یعنی حرام ٹھیرایا اللہ نے مومن کے خون کو اور اسکے مال کو اور اسکی آبرو کو۔ اور مقرر کیا کہ نہ کہا جاوے اس کے باب میں مگر بھلا ہے انتہی

اور امام نووی نے اذکار کی کتاب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ کہ مَنْ رَمٰی مُسْلِمًا بِشَیْءٍ یُرِیْدُ شَیْنَہٗ حَبَسَہُ اللّٰہُ عَلٰی جِسْرِ جَہَنَّمَ حَتّٰی

یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ ٭ یعنی جس نے تہمت لگائی کسی مسلمان کو اس چیز کی جس سے وہ پاک ہے بدنام کرنے اس کو تو اٹکا رکھیگا اس کو اللہ تعالی پل پر

۱۵ جہنم کے یہاں تک کہ وہ اپنی بات کے عہدے سے باہر آوے۔ اور مشکوۃ کے باب الشفقۃ والرحمۃ کی دوسری فصل میں انس سے روایت ہے کہ انہوں نے

کہا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا مَنِ اغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاِنْ لَّمْ

یَنْصُرْہُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ اَدْرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ یعنی جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت چلے اور وہ اسکی

مدد کر سکتا ہووے یا مدد کرنیکی قوت رکھتا ہو پھر اسکی مدد سے مدد کریگا۔ اسکی اللہ دنیا و آخرت میں۔ پھر اگر مدد نہ کرے اسکی اور قدرت رکھتا ہووے اسکی مدد پر تو

بدلا لیگا۔ اسکا اللہ تعالی دنیا اور آخرت میں۔ اور امام جلال الدین سیوطی کی جامع صغیر میں یوں ہے۔ کہ مَنْ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ فَلَمْ یَنْصُرْہُ وَ

ھُوَ یَسْتَطِیْعُ نَصْرَہٗ اَذَلَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ٭ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِی ذَمِّ الْغِیْبَۃِ عَنْ اَنَسٍ یعنی جس کے پاس مسلمان

کی غیبت چلے۔ اور وہ اسکی مدد کر سکتا ہووے۔ پھر مدد نہ کرے اسکی تو خوار کریگا۔ اللہ تعالی اسکو دنیا و آخرۃ میں۔ یہ روایت ہے ابن

ابی الدنیا نے غیبت کی برائی کے بیان میں۔ انس سے۔ اور عالمگیری میں لکھا ہے مَنِ الْجَنَّ عَالِمًا مِنْ غَیْرِ سَبَبٍ ظَاھِرٍ خِیْفَ

درگاہ میں فقط یہ بات اللہ ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے سزا دے۔ اور ابن حجر کی ایک کتاب امام ابو حنیفہ کی تعریف میں جس کا نام خیرات الحسان ہے۔ اسکی فصل اول میں جو بیان امام کے حق میں تعصب سے گفتگو کرنیوالوں کی چوک کا بیان ہے، یوں کہتا ہے

كَفَاهُمْ مِنَ اللّٰهِ فِي تَرَحُّمِهِمْ وَنَكَالِهِمْ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَشَاعَ عَلٰى رَجُلٍ بِكَلِمَةٍ مِنْ صَابِهٖ لِيَشِينَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَحْبِسَهُ فِي جَهَنَّمَ حَتّٰى يَاْتِيَ بِنَفَاذٍ مِمَّا قَالَ وَلَيْسَ بِنَافِذٍ۔ وَفِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ مَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ اَسْكَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ وَلَيْسَ بِخَارِجٍ۔ وَرَدْغَةُ الْخَبَالِ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَسُكُونِ الدَّالِ الْمُهْمَلَتَيْنِ فَغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ فَخَاءٍ مَنْقُوطَةٍ مَفْتُوحَةٍ فَمُوَحَّدَةٍ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ كَمَا فِي حَدِيثٍ مَرْفُوعٍ۔ یعنی بس ہے انکو اللہ کی جانب سے انکی سزا اور عذاب کیواسطے۔ وہ حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہے اچھی سند سے کہ جو کوئی شخص کسی آدمی پر اسکو دنیا میں برا ٹھیرانے کیواسطے کوئی بات مشہور کرے جس سے وہ آدمی پاک ہے۔ تو اللہ مقرر ہی اس شخص کو قید کرے دوزخ میں۔ وہ اپنی بات کا عہدہ برا ہووے تب تک۔ اور وہ عہدہ برآ ہو سکنے والا نہیں اور ایک روایت صحیح میں ہے۔ کہ جو کوئی کہے کسی مومن کے حق میں وہ کچھ جو اس میں نہ ہو۔ رکھ چھوڑیگا اللہ تعالی اسکو دوزخیوں کی آگ کی بہتی ہوئی آلائش میں یہاں تک کہ اپنے کہے سے عہدے سے باہر آوے۔ اور باہر آسکنے والا نہیں۔ اور حدیث میں ہے۔ حَرَّمَ اللّٰهُ مِنَ الْمُؤْمِنِ دَمَهُ وَمَالَهُ وَعِرْضَهُ وَاَنْ لَا يُظَنَّ

ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتی امه علانیة لیکونن فی امتی من یصنع ذلک وان
بنی اسرائیل تفرقت علی اثنتین وسبعین ملة وستفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار
الا واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال من کان علی ما انا علیه واصحابی یعنی مقرر آئیگا میری امت پر وہ
جو کچھ کہ آیا ہے۔ بنی اسرائیل پر برابر جیسی برابری جوتی کی جوتی سے۔ یہاں تک اگر کوئی ان میں کا علانیہ ماں سے گیا ہو۔ البتہ
ہوگا میری امت میں بھی کوئی جو ایسا کرے۔ اور بنی اسرائیل پھوٹ پھاٹ کے بہتر مذہب ہو اب میری امت متفرق ہو کے تہتر
فرقے بنیگی۔ سب آگ میں جائینگے۔ مگر ایک جماعت لوگوں نے عرض کی وہ کون ہے۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا۔ جو رہیگا اس
بات پر جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ پس لیکن افسوس اب کے مسلمانوں کہلانے والوں نے اکثر جیسے بے دینوں کے
چال چلن کو اختیار کر رکھا ہے۔ اور اس آیت اور حدیثوں کے مضمون ان یاروں کے احوال پر مطابق ہیں۔ تسپر بھی نصیحت کرنیوالوں کو
ڈانٹتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کافروں کے رسموں کا کلنک کیوں لگاتے ہو۔ یہ رسم ریت تو چاہے پیر اوستاد مولوی مشائخ
امیر وزیر سب کرتے چلے آتے ہیں۔ سو کفار کی راہ و رسم ہوتی تو وہ کاہیکو کیئے ہوتے۔ واہ وا۔ ایسی گل ہیگی شگفت۔ کہ اپنے بڑوں کی
طریق کی پیروی کو خدا رسول کی فرمانبرداری سے بڑھکے ٹھیرایا۔ اور ان دو آیتوں کا مضمون بھی ان کے حال کے مطابق ہے۔ سکہ

برابری پر برابری سے یہاں تک اگر کوئی ان لوگوں میں مثلًا سے گیا ہو۔ تو ویسا کوئی تم میں بھی ہوگا۔ پھر میں نہیں جانتا۔ کہ تم ان پیچھے پڑو گے

یا نہیں۔ یہ روایت اس طرح بھی آئی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلٰی حُنَیْنٍ وَنَحْنُ

حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ وَلِلْمُشْرِكِيْنَ سِدْرَةٌ يَعْكُفُوْنَ عِنْدَهَا وَيَنُوْطُوْنَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ أَنْوَاطٍ

فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ أُخْرٰى فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ أَكْبَرُ إِنَّهَا السُّنَنُ قُلْتُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا

كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ ۔ یعنی ہم نکلے ہمراہ رسول اللہ کے ہمراہ حنین کی طرف

تب ہم جو چھوڑے تھوڑے دن ہوئے تھے اور مشرکوں کو ایک بیری کا درخت تھا جس کے گرد اس کے بیٹھتے تھے اور اس سے اپنی ہتھیار لٹکاتے

اس کو ذات انواط کہا کرتے تھے پھر ہم نے گذر کیا۔ اور بیری کے پاس سو ہم نے عرض کی۔ اے پیغمبر خدا ہمارے لئے بھی ایک

ذات انواط ٹھہرائیے۔ جیسے ان کو ایک ذات انواط ہے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا اللہ اکبر۔ یہ راہیں ہیں۔ تم نے کہا۔ سو کہتی قسم جسکے

ہاتھ میری جان ہے۔ جیسا کہا تھا۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ کو ٹھہرا ہمارے واسطے معبود جیسا ان کو معبود ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ تم سب بے سمجھ قوم ہو

مقرر تم پیروی کرو گے تم سے اگلوں کے طریق (ریتوں) کی۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے حدیث مرفوع میں آئی ہے۔ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ

تم سے اگلوں کی رسموں کی بلشت بلشت ہاتھ ہاتھ پاؤں تک کہ اگر وے چلے گئے ہونگے۔ گوہ سمار کے سوراخ میں تم بھی
چلے جاؤ گے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا اگلوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپ نے فرمایا کہ پھر اور کون ہیں روایت
کی ہے اس کی طبرانی نے بھی سہل سے اور حاکم نے بھی ابو ہریرہ سے۔ سوائے اس کے مشکوٰۃ وغیرہ میں ابی واقد لیثی سے
یہ روایت ہے۔ کہ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی غَزْوَۃِ حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَۃٍ لِلْمُشْرِکِیْنَ
کَانُوْا یُعَلِّقُوْنَ عَلَیْھَا اَسْلِحَتَھُمْ یُقَالُ لَھَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ
ھٰذَا کَمَا قَوْمُ مُوْسٰی اجْعَلْ لَنَا اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ یعنی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تشریف لیچلے حنین کی لڑائی کو تب گذرے ایک درخت پر سے مشرکوں کے جس پر وے اپنے ہتیار لٹکاتے
تھیں۔ اس کو ذاتِ انواط کہا کرتے تھے۔ تب لوگوں نے عرض کی۔ ای پیغمبر خدا ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط ٹھیرا دیجئے سو آپنے
فرمایا۔ سبحان اللہ یہ ویسا ہی ہے۔ جیسا موسیٰ کی قوم نے کہا ٹھیرا ہمارے واسطے ایک معبود جیسے ان لوگوں کیلئے معبود ہیں قسم ہے اسکی
جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً تم پیروی کروگے تم سے اگلوں کی چالوں کی روایت کی اسکی ترمذی نے اور رزین نے اس حدیث میں یہ بھی
کَحَذْوِ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ وَالْقُذَّۃِ بِالْقُذَّۃِ حَتّٰی اِنْ کَانَ فِیْھِمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ یَکُوْنُ فِیْکُمْ فَلَا اَدْرِیْ اَتَعْبُدُوْنَ الْعِجْلَ اَمْ لَا یعنی برابری جیسی برابری جوتی کی جوتی سے

الأمم من قبلکم ذراعا بذراع وشبرا بشبر وباعا بباع حتی لو دخل رجل جحر ضب لدخلتموہ :

یعنی ضرور ہو گے تم جیسا کیا تھا پہلی امتوں نے جو تم سے آگے تھیں۔ ہاتھ ہاتھ۔ اور بلشت بلشت باع باع یہاں تک کہ کوئی سوسمار کے سوراخ میں گھس گیا ہو البتہ تم بھی گھسو گے۔ ابوہریرہ نے کہا کہ تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ الآیۃ پھر کہا کہ اصحابوں نے یہ سنکر عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ کیا۔ ویسا جیسا فارس والوں نے اور روم والوں نے اور اہل کتاب نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر آدمیاں ہیں ہو وہی تو۔ اور کہا ابوہریرہ نے اس آیت کے معنی ہیں کہ خلاق کے معنی دین ہے ان احادیثوں کی صحیح شہادت بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقوم الساعۃ حتی تاخذ امتی ما اخذت القرون قبلها شبرا بشبر وذراعا بذراع فقالوا یا رسول اللہ کفارس والروم فقال ومن الناس الا اولئک۔ یعنی نہ کھڑی ہوگی قیامت جب تک کرے میری امت جو کچھ کیا تھا اگلی امتوں نے بلشت بلشت اور ہاتھ ہاتھ۔ صحابی عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ کیا جیسا فارس والوں نے اور روم والوں نے تب فرمایا اور کون ہیں آدمیاں مگر وہی تو اور ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ ان لفظوں سے لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ قالوا یا رسول اللہ الیہود والنصاری قال فمن یعنی ضرور تم پیروی کروگے

عجب حال پایا۔ اور دین میں ان کا لاابالی پن مجھے خوش نہ آیا۔ اس واسطے مناسب جانا۔ کہ وے مذکور احادیث ان کو سنا

دوں۔ اور ان کے مضمون ہدایت مشحون کے موافق ایک مفید رسالہ دینی بھائیوں کے واسطے ہندی زبان میں بنا

دوں۔ وے حدیثیں یہ ہیں۔ ف ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ

كَانُوْا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا کی آیت کے نیچے ابن عباس کا یہ قول لایا ہے

کہ مَا اَشْبَهَ اللَّيْلَةَ بِالْبَارِحَةِ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ هٰؤُلَاءِ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ شُبِّهْنَا بِهِمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَتَّبِعُنَّهُمْ وَلَوْ دَخَلَ

رَجُلٌ مِّنْهُمْ جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ۔ یعنی کیا شبیہ ہے کل کی رات سے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ۔ یعنی تم سے اگلے

اگلوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ ہم کو ان کی شبیہ ٹھہرایا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مقرر تم پیروی کرو گے اگلے لوگوں کی۔ اگر ان میں کوئی

سوسمار کے سوراخ میں گھسا ہو۔ تم بھی گھس گے۔ اور حاکم کی روایت میں ابن عباس سے یہ حدیث مرفوع آئی ہے۔ کہ لَتَرْكَبُنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ

شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ۔ یعنی مقرر تم پیروی کرو گے ان کی راہوں کے جو تم سے پہلے تھے۔ بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ

اور ابوہریرہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات آئی ہے۔ کہ لَتَاْخُذُنَّ كَمَا اَخَذَتْ

توقیر الایقان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لک الحمد یا حافظ الدین فی قلوب المومنین المخلصین

فصل وسلم وبارک علی سید المرسلین الممدوح بطٰہٰ و

یٰسین محمد خاتم النبیین شافع یوم الدین و

علی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۰۰۰

منصف مومنوں پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ جب یہ بندہ امیدوار رحمت غفار ذوالمنن

سید الابرار عبد القہار ابن عبد الجبار ساکن گوالیار نے ان احادیث شریف کو جو آگے مذکور ہوتی

ہیں عبرت کی نظر سے مطالعہ کیا۔ اور زمانے کے حال پر تطابق دیا تو اپنے دینی بھائی کہلانے

بعون صناع مکین ومکان وبفضل خلاق زمین وزمان

توقیر الاحکام

مؤلفہ

قدوۃ الکملا واسوۃ الفضلا العلامۃ الاریب الفہامۃ اللبیب الشہم اللوذعی والبارع الالمعی حضرت الافخم

مولانا المحترم مولوی عبد القہار بن عبد الجبار صاحب " محدث متوطن شہر گوالیار قدس اللہ سرہ الغفار

مابین عبد الخالق ح سالمہ عشر ف ق